

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور علمائے حق کے واقعات

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عاصم ذکی صاحب

اُستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا محمد جعفر صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث معہد الفقیر الاسلامی جھنگ

خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم



تالیف

مولانا مفتی محمد حبیب نقشبندی غفوری حفظہ اللہ

امام وخطیب جامع مسجد کوہ نور کراچی

مہتمم مدرسۃ العربیۃ اصحاب صفہ

بالمقابل سٹی ٹاور نشتر روڈ کراچی۔

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

عشقِ رسول ﷺ
اور
علماءِ حق کے واقعات

تقریظ

حضرت مفتی محمد عاصم ذکی صاحب دامت برکاتہم

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا محمد جعفر صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز حضرت مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

تالیف

مولانا مفتی محمد خبیب نقشبندی غفوری حفظہ اللہ

امام وخطیب جامع مسجد کوہ نور کراچی

مہتمم مدرسۃ العربیۃ اصحاب صفہ کراچی

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔عشق رسول ﷺ اور علماء حق کے واقعات

نام مولف۔۔۔۔۔۔۔۔محمد خبیب نقشبندی

اشاعت اول۔۔۔۔۔مئی 2010

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسلامی کتب خانہ (علامہ بنوری ٹاؤن)

ملنے کا پتہ۔۔۔۔۔۔۔دارالاشاعت اردو بازار کراچی

مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

قارئین کی خدمت میں کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تک آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جاسکے۔ جزاکم اللہ

انتساب

میں اپنی اس کاوش و کوشش کو کائنات کی محبوب ترین ہستی، ساقی کوثر، شافع محشر، آمنہ کے دُرِّ یتیم، عبداللہ کے لخت جگر، محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام کرتا ہوں۔

لاکھ لاکھ شکر ہے کہ رب تعالیٰ نے مجھے اس محبوب نبی ﷺ کی امت کا فرد بنایا۔

میری جان اور میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! نبی اکرم ﷺ سے محبت ایمان کا لازمی حصہ ہے، محبت بھی ایسی جو انسان کے دوسرے تمام رشتوں اور تعلقات سے بڑھ کر، محبت کا پیمانہ جب لبریز ہو جاتے تو وہاں سے عشق کے مدارج شروع ہوتے ہیں۔ جب نور عشق انسان کے رگ و پے میں جاگزیں ہو جاتی تو قویٰ انسانی دیگر احساسات سے اندھے و بہرے ہو جاتے ہیں، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حضور پرنور ﷺ کی محبت کا نور جس دل پر پڑا اس دل میں عشق اور جذب کی ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ آپ ﷺ کے سامنے والوں کو آپ ﷺ کی ذات بابرکات کے مقابلے میں سب کچھ ہیچ نظر آیا۔ آپ ﷺ کی محبت و عشق میں اپنی جانوں سے پروانوں کی طرح گذر گئے، اس کی اولین مثال صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اور اس کی قریبی مثال علماء دیوبند میں جن کا ایک ایک کردار فنائیت وفدائیت کا عکاس ومظہر ہے۔

حضور ﷺ سے اکابر دیوبند کے عشق ومحبت کے چند مظاہر ونظائر پیش کرنے کے لئے مؤلف محترم مولانا مفتی محمد خبیب نقشبندی غفوری سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کوشش فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ کی سچی و پکی محبت نصیب فرمائے اور باقی مجموعی لحاظ سے یہ کتاب جس کا عنوان حضور ﷺ کا عشق اور علمائے حق کے واقعات ہے انتہائی مفید ہے، امید ہے اس سے استفادہ کرنے والوں کے دل میں ایسا جذبہ عشق رسول ﷺ پیدا ہو جائے جو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ثابت ہو۔

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
۱۲۹پریل ۲۰۱۰ء

محمد عاصم زکی
استاد جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا محمد جعفر صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم

جب احقر نے کتاب مستطاب عشق رسول ﷺ اور علماء حق کے واقعات کا محبت سے مطالعہ کیا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ قلب، روح، دماغ، اور جگر ایسے معطر ہو گئے جیسے کلی اور چنبیلی کی خوشبو کر بھر دیا گیا ہو

اللہ رب العزت محض اپنے فضل وکرم سے اس کتاب مستطاب کو ایسا شرف قبولیت عطا فرمائے کہ اس کی خوشبو سے حال اور مستقبل اور تا قیامت ایمان والوں قلوب معطر ہوتے رہیں۔ اور اس کتاب کی خوشبو انسانیت کے ماحول میں ایسے پھیلے کے مبتدعین کی چلائی ہوئی بدبودار ہوائیں چھٹ جائیں اور یہ کتاب زخمی دلوں کے لئے مرہم اور عاشقوں کے لئے مشعل راہ بن جائے، آمین

دعائیہ کلمات

مولانا مبشر حسین، فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی و متخصص جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

بندہ نے مولانا محمد خبیب نقشبندی صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ''عشق رسول اور علماء حق کے واقعات'' کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ بہت ہی عمدہ اور نافع پایا اور جگہ جگہ پڑھ کر اپنے ایمان میں بڑھوتری محسوس کی۔

زیر نظر کتاب میں ہمارے اکابرین علماء دیوبند کے عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ بہت ہی ایمان افروز ہے، خصوصاً اکابرین کی زندگی کے آخری لمحات پڑھ کر تو ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔ قوی امید ہے کہ انشاء اللہ قارئین کو یہ کتاب پڑھ کر خاطر خواہ فائدہ حاصل ہوگا، اور اپنے ایمان میں تازگی محسوس ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ عشق رسول اور اتباع رسول ﷺ کا جذبہ بھی پیدا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مولانا خبیب نقشبندی صاحب زید مجدہ کی زندگی اور ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور ان کی اس تالیف کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور ہمارے اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ کی قبور مبارکہ کو منور فرمائے اور جو زندہ ہیں ان کا سایہ ہم سب کے سروں پر تادیر قائم فرمائے آمین۔

مبشر حسین غفر اللہ لہ

۲۵/۵/۱۴۳۱ھ

عرض مولف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ جل جلالہ وعز شانہ کے لیے ہیں جو اوّل وآخر ہے، اوّل اس لیے کہ اس سے قبل کوئی چیز نہیں تھی اور آخر اسلئے کہ وہ قدیم ہونے کے علاوہ تمام کائنات کی چیزوں کے برعکس جو مٹ جانے والی ہیں، واجب الوجود اور لم یزل ہے۔ اسی نے ہر چیز انسانوں، حیوانوں، جنوں اور فرشتوں کو تخلیق کر کے ان کے مقدار تقدیر معین کر دی ہے۔ اسی نے آسمانوں کو بے ستون بلند کر کے ٹھہرا دیا، اور انہیں کواکب اور دوسرے روشن اجرام سماوی سے مزین کیا، اسی نے آسمان میں چمکتے ہوئے چاند اور سورج بنائے، اسی نے بنی نوع انسان کے لئے سمندر، دریا اور چشمے پیدا کیے اور انہیں ضروریات زندگی کے حصول کا ذریعہ بنایا۔ اسی نے انسان کیلئے بادل پیدا کر کے ان سے بارش برسائی اور اس سے زراعت اور مختلف قسموں کے اثمار پیدا کئے۔ یہ سب اس ذات کا انسان پر احسان عظیم ہے۔

اسی ذات وحدہ لاشریک نے ایک ایسا نبی پیدا فرمایا جو تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہے، جو آخری نبی ہے، جس کیلئے یہ کائنات بنائی گئی، اور اس ذات لم یزل نے ہم سب پر بڑا احسان یہ فرمایا کہ ہم کو اس پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امّت میں پیدا فرمایا، میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں۔

وہ ایسے نبی کہ جن کے اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا، جو منبر بنائے جانے کے بعد اس پر خطبہ دیں تو وہ ستون جس پر پہلے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے وہ رو پڑے۔ جن میں تمام خوبیاں موجود، جو ظاہری اور باطنی عیوب سے پاک، جو اعلیٰ اخلاق کے مالک، ان جیسا خوبصورت کوئی انسان نہیں، جو تمام جہانوں کیلئے رحمت بن کر آئے تھے۔ انسان، حیوان، جنات، چرند، پرند سب کیلئے رحمت تھے۔ ان کی خوبیاں میں کیا بیان کروں، یہ تو جو قلم کی نوک پر آئیں لکھ ڈالیں، ورنہ ان کی خوبیاں، مدح اور توصیف اتنی زیادہ ہیں کہ

بڑے بڑے مقررین، قلم کار، مضمون نگار اور مصنفین بھی بیان کرنے سے عاجز ہیں۔

جو ذات ایسی بابرکت اور مقدس ہے اس ذات سے محبت نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟، وہ محبت کے لائق ہے، اس ذات سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ نہ کرے کہ اگر کسی کو ان سے محبت نہ ہو تو وہ کامل مؤمن ہی نہیں۔ کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لایؤمن احدکم حتی اکون اُحب الیہ من والدہ وولدہ (بخاری)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

لیکن یہ محبت صرف زبانی کافی نہیں، کیونکہ جس سے بھی محبت ہوتی ہے اس کی اک اک ادا کو آدمی اپناتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ کی ذات اقدس سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی اک اک ادا کے مطابق اپنی زندگی گزاری جائے، جس کسی نے آقا مدنی ﷺ کی زندگی کے مطابق اپنی زندگی گزار لی، اس کی سعادت اور خوش نصیبی کے کیا کہنے۔ اس نے تو دنیاوآخرت سنوار لی۔ اور وہ اس آیت "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ورسولہ،، کا مصداق بن گیا۔

اب جو ایسے سعادت منداور اس آیت کا مصداق لوگوں کے ساتھ جن کے رسول ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت اور تعلق کی دنیا گواہی دیتی ہو، بغض رکھے ان کو گستاخ کہے، ان کے بارے میں اہل دانش کیا کہیں گے، ظاہر ہے۔

زیر نظر کتاب ''عشق رسول ﷺ اور علماء حق کے واقعات'' جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کے لکھنے کا سبب یہی ہے کہ ایک مخصوص طبقہ لاعلمی اور ناواقفیت کی وجہ سے علماء دیو بند سے بدظن ہے، اس طبقہ کی جانب سے علماء دیو بند کو مختلف قسم کے طعنوں سے نوازا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت میں ہمارے علماء دیو بند کو عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جس قدر

حاصل تھا وہ اپنی مثال آپ ہے، قارئین کو پڑھ کر خود اندازہ ہو جائے گا، اور قوی امید ہے کہ اگر وہ مخصوص طبقہ تعصب کو بالاتر رکھتے ہوئے اس کتاب کو پڑھے تو اس کو بھی اندازہ ہو جائے گا کہ علماء دیوبند کے عشقِ رسول ﷺ کا کیا عالم اور مقام ہے۔

اس کتاب میں علماء دیوبند کے چیدہ چیدہ واقعات، مبشرات اور مشاہدات بیان کیے گئے ہیں، جس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے علماء کرام کو عشق رسول ﷺ کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، اور حقیقی عشق اور محبت تو یہ ہے کہ آدمی محبوب سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اداؤں کو اپنانے والا ہو، اس کے حکموں کو بجالانے والا ہو، ہمارے علماء دیوبند بھی حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس سے محبت کے ساتھ ساتھ ان کی ہر اک ادا کو اپنانے والے تھے۔ اس کتاب کو پڑھنے والا یہ سمجھنے میں کچھ دیر نہیں کرے گا کہ سچے اور حقیقی عاشقِ رسول ﷺ کون ہیں۔

اس اہم موضوع پر قلم اُٹھانے کی طرف میری توجہ بالکل نہیں تھی، اس طرف توجہ دلانے کا سبب کچھ یہ بنا کہ میرے پاس ایک صاحب کا فون آیا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں (ان صاحب سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی) میں نے وقت دے دیا، عصر کے وقت تشریف لائے، ماشاءاللہ وہ صاحب دیندار، اور سر پر خانقاہی ٹوپی بجی تھی، انہوں نے اپنا مدعا عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک کتاب "عشق رسول اور علماء حق کے واقعات " لکھیں، جس میں علماء دیوبند کا حضور ﷺ سے عشق کا تذکرہ ہو، بندہ اگرچہ ان دنوں کافی مصروف تھا اور مدرسہ عربیہ اصحاب صفہ کی بنیادیں رکھنے کا سوچ رہا تھا اور دیگر کئی مصروفیات تھیں، لیکن اس کے باوجود چونکہ ان صاحب نے کتاب کا نام ایسا لیا کہ میں انکار نہ کر سکا، اور میں نے ہاں کر دی۔ ان صاحب نے کتاب کا مواد جمع کرنے میں میرا بہت ساتھ دیا اور اس سلسلہ میں کافی محنت کی اور اب یہ کتاب آپ کے سامنے ہے۔

میری مراد ان صاحب سے بھائی عبدالرحمٰن صاحب ہیں، جن کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے ہے۔ اور علماء کے طبقہ

سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ اللہ پاک ان کو اجر عظیم عطا فرمائے، اللہ ان کو اپنا انتہائی قرب اور اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کتاب میں تمام علماء دیو بند کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی ایسا ممکن ہے، اس کے لئے تو جلدوں کی جلدیں درکار ہیں، بلکہ بندہ نے صرف ان مشہور علماء کرام کے حالات، واقعات اور مبشرات قلمبند کئے ہیں جو بندہ بسہولت دستیاب ہوئے اور مشاھیر علماء دیو بند میں سے کچھ کا ذکر کر کے اپنی کتاب کو مکمل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے، اور عوام الناس اور خواص سب کیلئے اس کو نافع اور ہدایت کا ذریعہ بنائے، اور اس کتاب کے معاونین اور بندہ کے لئے حضور ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

محمد خبیب نقشبندی غفوری
امام وخطیب جامع مسجد کوہ نور
ومدیر اعلیٰ مدرسہ عربیہ اصحاب صفہ کراچی

عشق کی تعریف

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''لمعات'' میں عشق کی حقیقت اسی طرح واضح کی ہے ''بندہ مومن جس کا اعتقاد ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہیں۔ اپنے کمالات کو ان ہی پر موقوف سمجھتا ہے اور وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے نام کو یاد کرتا رہتا ہے اور ان کی نعمتوں اور عنایتوں کو ملاحظہ کرتا رہتا ہے۔ اس حال پر مداومت کی وجہ سے اس کے دل میں بے قراری، اضطراب اور قلق و جوش کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ کا نام مبارک بھی زبان پر نہیں لا سکتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح جسم سے پرواز کر جائے گی۔ بقول شاعر

ویدر کنی فی ذکر ھا قشعریر

لھا بین جلد و العظام دبیب

(مجھے اپنے محبوب کے ذکر کے وقت کپکپی سی ہوتی ہے میری جلد اور ہڈیوں میں اس کی باریک سی حرکت محسوس ہوتی ہے)

غرض جب نفس میں یہ کیفیت متمکن ہو جاتی ہے تو جوہر قلب میں اتر جاتی ہے اور نفس ناطقہ پر اس کا رنگ چڑھ جاتا ہے تو اس کی نسبت عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کے متعلق فرمایا ہے۔

''العشق الا لفة رحما نية والهام شوقي او جبها الله على كل ذى روح ليحصل بـه العظمى التى يقدر على حصو لها الابتلک الا لفة وهى موجودة فى النفس ومر اتبها مقررة عند اربابها فما أحد الا عاشق يستدل به على قدر طبقة من الخلق ولذالک كان أشرف المذاهب فى الدنيا مراتب الذين زهدوا فيها مع كونها معاينة ومالوا الى الا خرة مع كونها من

جرابهم عنها بصورة لفظ (تذکرۃ السلوک ص283)

(عشق ایک الفت رحمانی اور الہام شوقی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر ذی روح پر واجب کیا ہے تاکہ عشق ہی کی وجہ سے انہیں بڑی لذت حاصل ہو۔ جس کو وہ بجز الفت کے اور کسی طرح حاصل نہیں کر سکتے تھے اور یہ الفت نفس میں موجود ہے اور اس کے مراتب ارباب الفت کے نزدیک مقرر ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں مگر وہ کسی نہ کسی چیز پر عاشق ہوتا ہے جس سے وہ اپنے طبقے کے لوگوں کی راہ پاتا ہے۔ اسی لئے ان لوگوں کا مرتبہ دنیا میں اشرف ہے جنہوں نے دنیا کو جو سامنے موجود ہے چھوڑ دیا ہے اور آخرت کی طرف مائل ہو گئے ہیں جس کا انہوں نے صرف ذکر ہی سنا ہے)

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں عشق کو فرط محبت سے تعبیر کیا گیا ہے پس ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)

جب انسان کے قلب پر شدید محبت کا تسلط ہو جاتا ہے تو وہ محبوب کے سوا ہر چیز سے اندھا ہو جاتا ہے۔ یہ محبت اس کے جسم کے تمام اجزاء میں جاری و ساری ہو جاتی ہے۔ اس کی نظر ہر شے میں محبوب ہی کو دیکھتی ہے اور ہر صورت میں اس کو محبوب ہی جلوہ گر نظر آتا ہے۔ شاعر نے کہا

والله ما طلعت شمس ولا غربت الا وأنت فی قلبی و وسواسی
ولا جلست الی قوما أحدثهم الا وأنت حدیثی بین جلاسی
ولا هممت بشرب الماء من عطش الا رأیت خیالا منک فی الکاس
ولا ذکرتک محزوناً و لا طربا الا وحبک مقرون بأنفاسی
فلو قدرت علی الاتیان زرتکم سحباً علی الوجه أو مشیاً علی الرأس

(اللہ کی قسم نہ سورج طلوع ہوتا ہے اور نہ غروب ہوتا ہے، مگر تو میرے دل اور میری سوچوں

میں ہوتا ہے اور نہ ہی میں کسی قوم میں باتیں کرنے بیٹھتا ہوں مگر میری زبان پر تیرا ہی تذکرہ ہوتا ہے اور نہ ہی کبھی پیاس کی حالت میں پانی پینے کا ارادہ کرتا ہوں مگر پیالہ کے پانی میں بھی تیری تصویر کا خیال آتا ہے میں نے کبھی تیرا ذکر غمی یا خوشی کے عالم میں نہیں کیا مگر اس حال میں کہ تیری محبت میرے سانسوں کے اندر لپٹی ہوتی ہے۔ اے کاش کہ اگر تیرے دیدار کیلئے آنے کی قدرت حاصل ہوتی تو میں رخسار کے بل یا سر کے بل چل کر حاضر ہوتا)

شاعر کی اس قلبی کیفیت کا نام عشق رکھا گیا ہے۔ اہل زبان نے کہا ہے کہ محبت جب محویت اور شدت میں ڈھل جائے تو اسے عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

☆ بعض عارفین کا قول ہے۔

العشق تجاوز عن الحد فی المحبة

(عشق محبت میں حد سے تجاوز کرنا ہے)

☆ بعض نے کہا۔

العشق عبارة عن افراط المحبة و شدتها

والمحبة اذا شتدت و قویت سمیت عشقا

(عشق افراط محبت یا شدت محبت کا نام ہے۔ محبت جب شدید ہو جاتی ہے اور قوی ہو جاتی ہے تو اس کا نام عشق ہو جاتا ہے)

حضرت ذوقی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

''انسان سب سے اعلیٰ وارفع مخلوق ہے ''بعد از خدا بزرگ توئی'' انسان کامل ہی کی شان ہے اسی لئے محبت کا انتہائی مرتبہ یعنی عشق بھی انسان ہی کے حصے میں آیا۔ کوئی انسان اس کی حکمرانی سے آزاد نہیں۔ کوئی شخص نہیں جسے یہ بیش بہا جوہر عنایت نہ ہوا ہو''

☆ عشق کی برکت سے عاشق کو بے پناہ قوت حاصل ہو جاتی ہے، وہ ابوالوقت اور ابوالحال بن جاتا ہے۔ انفس و آفاق اس کے زیرِ نگین ہو جاتے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

''مرد کو چاہئے کہ دریائے عشق میں غواصی کرے اگر اس کی موج مہر اس کو ساحل تک پہنچادے تو (فقد فاز فوزا عظیما) وہ بڑی کامیابی کو پہنچ گیا اور اگر نہنگ قہر اس کو نگل جائے تو (فقد وقع اجرہ علی اللہ) اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہو گیا)۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

''العشق نار یقع فی القلب فاحرقت ماسوی المحبوب''
(عشق ایک آگ ہے جو دل میں ہوتی ہے اور محبوب کے ماسوا ہر چیز کو جلا ڈالتی ہے)

حضرت بندہ نواز گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

عشق وہبی صرف است و بخششے خاصہ است'' (عشق تمغہ خدائی ہے اور خاص انعام ہے) ان ہی کا شعر ہے۔

عشق بازی اختیار ما نہ بود
ہر کہ ایں خواہند برسر می نہند

(عاشقی ہمارا اختیار نہیں جو اس میں پڑتا ہے اس کو اپنے سر پر بٹھاتا ہے)

مولانا مسعود بک چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کے کمالات کو اس طرح واضح کیا ہے۔

اے عزیز عشق بدل رود خون کند، وچوں بدیدہ رسد جیحوں کند، وچوں بجامہ رسد چاک کند، وچوں بجاں رسد خاک کند، وچوں بمال رسد قے کند، العشق جنون الٰہی۔

(اے عزیز! عشق جب دل میں جاتا ہے خون کر دیتا ہے، جب یہ آنکھ میں پہنچتا ہے اسے دریا بنا دیتا ہے، جب کپڑوں میں پہنچتا ہے پھاڑ دیتا ہے، جب جان میں پہنچتا ہے اسے مٹی بنا دیتا ہے، جب مال میں پہنچتا ہے قے بنا دیتا ہے، عشق جنون الٰہی ہے)

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عاشق صادق کون ہے؟ فرمایا
اذا رایت رجلاً حزین الوجه، مفقود القلب، مغلوب العقل، شدید البکاء، طالب الموت و الفناء، ومع ذلک یراعی الادب و یتفق الاوقات فھو عاشق صادق.

(جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو پریشان صورت ہو، مفقود القلب ہو، مغلوب العقل ہو، بہت رونے والا، موت کا طلبگار اور فنا کا دلدادہ، اس سب کچھ کے باوجود اس میں ادب ہو اور پابند اوقات ہو تو سمجھ لو کہ وہ عاشق صادق ہے)

بعض کہتے ہیں کہ عشق آگ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو عاشق کا منہ آنسوؤں میں غرق کیسے ہوتا؟ بعض کا قول ہے عشق پانی ہے، ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اگر عشق پانی ہوتا تو ہزاروں دل اس سے سوختہ کیوں ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ عشق زہر ہے۔ تو پھر پوچھا جائے گا کہ عشق میں شوروشغب کیوں ہے؟ اگر کہیں کہ عشق محبت ہے تو ہم کہیں گے کہ اس کو جان کے بدلے کیوں خریدتے ہیں؟ اگر کہیں کہ عشق راحت ہے تو پھر یہ سوزش کیسی ہے؟ بہر حال ہر ایک نے اپنے انداز سے عشق کی تعبیر کی ہے۔ مگر نہ ہی عبادت سے یہ ادا ہوا اور نہ ہی کوئی اشارہ صحیح ثابت ہوا۔

عشق رسول ﷺ کے اسباب

عبار اتنا شتی و حسنک واحد
و کل الیٰ ذاک الجمال یشیر

انسانی فطرت ہے کہ وہ دوسروں کے خصائص وکمال اور حسن و جمال وغیرہ سے متاثر ہوکر ان سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو ربِ کائنات نے وہ بلند شان عطا کی کہ آپ کو ہر خوبی علی وجہ الکمال عطا کی گئی، اسی وجہ سے ہر مومن اپنے پیارے نبی اکرم ﷺ سے بے ساختہ پیار اور عشق کرتا ہے، درج ذیل میں عشقِ رسول ﷺ کے اسباب کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

محبوب رب ذوالجلال

نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنے کی پہلی اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ رب العزت کے بھی محبوب ہیں۔ جب خالق کون و مکاں کو آپ سے محبت ہے تو پھر مومن کو آپ سے محبت کیوں نہ ہو۔ قرآن مجید نبی اکرم ﷺ کے کمال و جمال پر سب سے بڑا گواہ ہے۔ قرآن مجید کی عملی تفسیر حیاتِ نبوی ﷺ، ذات وصفات کی آیات عقائدِ نبوی ﷺ، احکام کی آیات اعمالِ نبوی ﷺ، تکوین کی آیات استدلالِ نبوی ﷺ، توجہ الی اللہ کی آیات خلوتِ نبوی ﷺ، تربیت کی آیات جلوتِ نبوی ﷺ، قہر وغضب کی آیات جلالِ نبوی ﷺ، مہر و رحمت کی آیات جمالِ نبوی ﷺ، نفی غیر کی آیات فنائیتِ نبوی ﷺ، اثباتِ حق کی آیات بقائیتِ نبوی ﷺ، رحمت کی آیات رجاءِ نبوی ﷺ، عذاب کی آیات خوفِ نبوی ﷺ ہیں۔ جس طرح قرآن مجید کے علمی عجائبات کی انتہا نہیں اسی طرح سیرت نبوی ﷺ کے عملی عجائبات کی انتہا نہیں۔ ایسی مبارک ہستی سے محبت ہونا ایک فطری تقاضا ہے، اللہ رب

نوٹ: یہ مضمون عشق رسول ﷺ کے اسباب اور اس کے بعد اگلا مضمون عشق رسول ﷺ کی اہمیت قرآن وحدیث میں حضرت مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب (عشق رسول ﷺ) سے لیئے گئے ہیں۔ اس ناشر مکتبۃ الفقیر ہیں۔

العزت نے اپنے محبوب کو ایسی قدر و منزلت عطا کی ہے، اس کے ثبوت قرآن مجید میں سے جا بجا ملتے ہیں۔ چند ایک پیش خدمت ہیں:

رسول اللہ ﷺ کا انتہائی اکرام

دلیل 1۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جب اپنے انبیا کرام سے گفتگو فرمائی تو انہیں ان کے نام سے مخاطب فرمایا۔ مثلاً: یاآدم، یانوح، یازکریا، یاابراھیم، یاداؤد، یاعیسیٰ، یاموسیٰ۔ لیکن اپنے محبوب ﷺ کو کبھی بھی نام لے کر مخاطب نہیں کیا، جب ضرورت پڑی تو فرمایا: یاایُّھا النّبی، یا ایُّھا الرسول، یا ایُّھا المزمل، یا ایُّھا المدثر ۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا بہت ہی زیادہ اکرام فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔:

اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرَاھِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ

(بے شک ابراہیم کے قریب ترین لوگوں میں سے وہ ہیں جو اس کی پیروی کرتے ہیں اور یہ نبی ﷺ)

اس آیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذاتی نام لیا گیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کیلئے ذاتی نام کی بجائے نبی ﷺ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو تفصیل سے لکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ادب کی تلقین

دلیل 2۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔:

لَاتَجۡعَلُوۡا دُعَاءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَاءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا

(نہ پکارو اپنے درمیان رسول اللہ کو جیسے بلاتے ہو آپس میں ایک دوسرے کو)

اس آیت کریمہ میں مومنین کو منع کر دیا گیا کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو، ہمارے محبوب کو اس طرح ہرگز نہ مخاطب کرو۔ گویا ''یا محمد'' کے نام سے

پکارنا بے ادبی ہے۔ تعظیمی القاب کے ساتھ ''یارسول اللہ'' اور ''یا نبی اللہ'' وغیرہ کہا کرو۔ ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اگر ذرا سی بھی بے ادبی ہوئی تو تمہارے اعمال ضائع کردیئے جائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ کی شرافت وعزت کی وجہ سے خود بھی نام لے کر مخاطب نہ کیا اور ایمان والوں کو بھی منع فرمادیا۔ سبحان اللہ۔

اللہ کا دشمن رسول کو منہ توڑ جواب

دلیل 3۔ مختلف قوموں نے اپنے انبیاء کرام پر اعتراضات کئے، ان کی حق بات کو جھٹلایا، حتیٰ کہ ان پر تہمتیں بھی لگائیں۔ قرآن مجید میں ایک طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام کی زبان مبارک سے ان اعتراضات کے جوابات دلوائے، مثلاً: ایک قوم کی الزام تراشی کے جواب میں حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا: یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ (اے میری قوم! نہیں ہے میرے ساتھ دیوانگی) دوسری قوم کی الزام تراشی کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ (اے میری قوم! نہیں ہے میرے ساتھ گمراہی) لیکن جب نبی اکرم ﷺ کی قوم کے بد بخت لوگوں نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا طریقہ اور انداز ہی بدل دیا۔ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے اس اعتراض کا جواب نہیں دلوایا بلکہ خود ہی منہ توڑ جواب پیش فرمایا کہ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (اور نہیں ہے تمہارا ساتھی دیوانہ) ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کی خاطر فرمایا: مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (نہیں ہے تو اپنے رب کی نعمت کے ساتھ دیوانہ) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (بے شک آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں) اسی پر بس نہیں کی، بلکہ فرمایا: وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ (اور بے شک تیرے لئے اجر ہے جو کم نہیں کیا گیا)۔

اس پر بھی اللہ رب العزت جیسی حوصلہ مند ذات کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو یہ بھی فرمایا: فَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ. هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ. مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ. عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ. (پھر بات نہ مان ہر اس بندے کی جو زیادہ قسمیں کھانے والا ہو، ذلیل کی،

لوگوں میں عیب جوئی کرنے والے کی، چغلی کے ساتھ چلنے والے کی، بھلائی سے روکنے والے کی، حد سے نکلنے والے کی، گنہگار کی، پیچھا چھڑانے والے کی، علاوہ ازیں اپنے کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب کرتا ہو)۔

رسول اللہ ﷺ کی بلند شان

دلیل 4۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام سے عہد لینے کا تذکرہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ پہلے فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذْنَامِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرَاهِيْمَ

(اور جب ہم نے عہد لیا نبیوں سے اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیات سنیں تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی، فرمانے لگے،: اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ کی شان کتنی بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انبیاء کرام کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ کا ذکر مبارک سب سے پہلے کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت

دلیل 5۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنا اور اپنے محبوب کا تذکرہ کیا تو واؤ عاطفہ کے ساتھ عجیب انداز میں کیا۔:

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا

(جس شخص نے اطاعت کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی، بے شک وہ کامیاب ہوا بہت زیادہ)

دلیل 6۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا درجہ عطا کیا، چنانچہ فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

(جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی)

اللہ کے ہاتھ پر بیعت

دلیل 7۔ جن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: کہ ان کی بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہوگئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ

(بے شک جولوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے، وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے)۔

ورفعنا لک ذکرک

دلیل 8۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ ۔ پس رب کائنات نے آپ کا ذکر اتنا بلند کیا کہ کلمے میں آپ کا تذکرہ کیا۔ غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں لفظ اللہ اور محمد کے درمیان کوئی حرف یا لفظ وغیرہ نہیں ہے۔ مزید برآں اگر ''لا الہ الا اللہ'' کے بارہ حروف ہیں تو ''محمد رسول اللہ'' کے بھی بارہ حروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اذان میں بھی اپنے محبوب کا تذکرہ شامل فرمایا، اسی طرح نماز میں بھی نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ شامل فرمایا، یہی وجہ ہے کہ آج مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کوئی ملک ایسا نہیں جہاں اذان واقامت کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک نہ ہوتا ہو۔

رحمۃ للعالمین

دلیل 9۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّارَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ ''عالمین'' عالم کی جمع ہے، اس میں انسان، جن، حیوانات، جمادات سب ہی داخل ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انما انا رحمۃ مھداۃ'' میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انا رحمۃ مھداۃ برفع قوم و خفض اخرین '' میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تا کہ فرماں برداروں کو سربلند کروں اور نافرمانوں کو پست کروں۔ (معارف القرآن)

اس حدیث پاک کی تشریح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تحفہ کے طور پر عطا فرمایا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کا یہ ہدیہ قبول کیا وہ کامیاب ہوجائے گا اور جس نے قبول نہ کیا وہ ذلیل وخوار ہوگا''۔

ایمان والوں کے لئے نبیٔ رحمت سے قلبی تعلق کا حاصل ہونا ایک فطری تقاضا ہے، ہر مومن زندگی کے ہر موڑ پر نبیٔ رحمت کی رحمت کا محتاج نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رحمت کا سایہ ہمیشہ ہمیں نصیب فرمائے۔

امی و دقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائبان عالم

(وہ اَن پڑھ ہے اور تمام عالَم کی باریکیاں جاننے والا ہے، بے سایہ ہے مگر سارے عالَم پر سائبان کی طرح)۔

اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ رحمت بھیجتے ہیں

دلیل 10۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

(بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں)

اس آیت کریمہ میں ''اِنَّ'' کا لفظ تاکید پر دلالت کرتا ہے اور صیغہ مضارع اس کے دوام اور ہمیشگی کی دلیل ہے، گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ صاحبِ ''روح البیان'' نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ کو مقام محمود یعنی مقام شفاعت عطا کرنا ہے۔، ملائکہ کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ و بلندی میں زیادتی کی دعا، اور مومنین کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عظمت و مرتبے کا اس سے بڑا ثبوت اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ آپ پر اللہ رب العزت ہر وقت

درود یعنی رحمتیں بھیجتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے محبوب ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ جب آپ اللہ رب العزت کے محبوب ہیں تو پھر مومنین کو تو آپ سے والہانہ محبت ہونی چاہئے۔ آپ ساری کائنات کے سردار سید الاولین والآخرین اور سید الانبیاء ہیں۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

یاصاحب الجمال و یا سیدالبشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

(اے جمال والے اور سید البشر! تیرے نورانی چہرے سے چاند نور حاصل کرتا ہے، جیسے تیری حمد و ثناء کا حق ہے ایسی حمد و ثنا کرنا ممکن نہیں، بعد اللہ کے سب سے زیادہ بزرگی آپ ہی کے لئے ہے)۔

(2) حسن و جمال

کسی سے محبت ہونے کی دوسری وجہ اس کا حسن و جمال ہوتا ہے، انسان خوبصورت شخصیت کو دیکھے خوب صورت چیز کو دیکھے یا خوبصورت منظر کو دیکھے تو دل بے اختیار اس کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حسن و جمال عطا کیا تھا کہ اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

اللہ جمیل ویحب الجمال

1۔ حدیث پاک میں آیا ہے: ''اللہ جمیل ویحب الجمال'' (اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے) جب اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے تو جس ذات کو اس نے اپنا محبوب بنایا اس ذات کو کتنا حسن و جمال عطا کیا ہوگا۔

نازاں ہے جس پر حُسن، وہ حسنِ رسول ہے

یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے
اے کاروانِ شوق یہاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا تو کانٹا بھی پھول ہے

تمام انبیا علیہم السلام سے زیادہ حسین

2۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو۔ ہمارے نبی ان سب انبیاء کرام میں سے صورت میں سب سے زیادہ حسین اور آواز میں سب سے زیادہ احسن تھے۔ (شمائل ترمذی)

ہر عیب سے پاک

3۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے متعلق کہا:

و احسن منک لم ترقط عینی
و اجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرًاً من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

(آپ ﷺ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت بیٹا کسی عورت نے نہیں جنا۔ آپ ﷺ ہر عیب سے ایسے پاک پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ اپنی مرضی سے پیدا ہوئے ہیں)

4۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا پورا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے۔

5۔ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ''شیم الحبیب'' میں لکھتے ہیں کہ اتنے حسن و جمال کے باوجود آپ پر عام لوگوں کا اس انداز سے عاشق نہ ہونا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کی وجہ سے آپ

ﷺ کا جمال کما حقہ غیروں پر ظاہر نہیں کیا گیا۔

6۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جمال کو تیرے کب پہنچے حُسن، یوسف علیہ السلام کا
وہ دل رُبائے زلیخا تو شاہد ستار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

صبیح اور ملیح

7۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرا بھائی یوسف صبیح تھا اور میں ملیح ہوں یعنی جاذب نظر اور دلکش ہوں۔

8۔ مفسرین نے آیت مبارکہ ''وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ'' کے تحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں ملاحت پیدا کر دی تھی، پس جو دیکھتا تھا دیوانہ ہو جاتا تھا۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کی ملاحت نے اگر فرعون جیسے دشمن کے دل کو نرم کر دیا تھا تو نبی اکرم ﷺ تو سراپا ملیح تھے آپ کی پُرکشش شخصیت کیسی ہوگی۔

گر مصور صورت آں دل ستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

(اگر مصور اس دل ربا کی تصویر بنائے گا تو حیران ہوں کہ اس کے ناز و نزاکت کو کیسے ظاہر کر دے گا)

زلیخہ کی سہیلیاں اپنے دلوں کو کاٹ ڈالتی

9۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتی تھیں کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں اتنی حیادار تھیں کہ میں نے عرب کی کنواری لڑکیوں میں بھی ایسی حیا نہیں دیکھی، یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ زلیخا

کی سہیلیاں اگر نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کی بجائے دلوں کو کاٹ لیتیں۔ (شرح شمائل)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں کہا:

لنا شمس وللآفاق شمس

(ہمارا بھی ایک سورج ہے اور آسمانوں میں بھی ایک سورج ہے)

بھائی کا حسین چہرہ دیکھتے رہتے

10۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی شیما نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں تھکی ہوئی ہوں اگر آپ میرے بھائی محمد ﷺ کو ساتھ بھیجیں تو پھر میں بکریاں چرانے کیلئے جاؤں گی، والدہ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ جب میرا بھائی محمد ﷺ میرے ساتھ ہوتا ہے تو مشاہدہ کرتی ہوں کہ میری بکریاں جلدی جلدی گھاس چر کر فارغ ہو جاتی ہیں اور جہاں میں اپنے بھائی کو گود میں لے کر بیٹھتی ہوں بکریاں میرے ارد گرد آ کر بیٹھ جاتی ہیں، پھر میں اور میری بکریاں ہم سب اس بھائی کا خوبصورت چہرہ دیکھتے رہتے ہیں۔

اے ازل کے حسیں اے ابد کے حسین
تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

چہرہ ایسا منور جیسے قرآن مطہر

11۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں غارِ ثور اور سفرِ ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! مجھے تیری گود ایک کھلے رحل کی مانند نظر آتی ہے اور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ اس رحل میں پڑے ہوئے قرآن کی مانند نظر آتا ہے اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تو مجھے ایک قاری کی مانند نظر آتا ہے جو بیٹھا ہوا اس قرآن کو پڑھ رہا ہے۔

12۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تو آپ کا چہرہ یوں نظر آتا کہ کأنه ورقة مصحف گویا وہ قرآن کا ورق ہیں۔

چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین

13۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ ایک صحابی رات کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے، سامنے نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے سر کے اوپر چودھویں کا چاند چمک رہا تھا، وہ صحابی تھوڑی دیر نبی علیہ السلام کے چہرہ انور کو دیکھتے، پھر چاند کو دیکھتے، بالآخر دل نے فیصلہ دیا اور کہا فاذا هو احسن عندی من القمر (کہ میرے آقا چاند سے زیادہ حسین ہیں)۔ اے آسمان کے چاند تیرے حسن کے تذکرے اور چرچے دنیا میں ہیں مگر تیرے حسن و جمال کو عرب کے چاند سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ کہاں انصاف ہے
چاند پر ہیں چھائیاں، مدنی کا چہرہ صاف ہے

نبی کا چہرہ منور آفتاب

14۔ ربیع بنت مسعود صحابیہ رضی اللہ عنہا سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پوتے نے کہا کہ آپ ہمیں نبی اکرم ﷺ کا حلیہ بیان کریں۔ انہوں نے کہا: لَوْ رأيته لرأيت الشمس الطالعة (اگر تو انہیں دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا)۔

انتہائی باوقار اور رعب دار

15۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق یوں کہا:

"من رآه بداهة هابه ومن خالطه معرفة أحبه فيقول ناعتاله لم أر قبله ولا بعده مثله"

(جو کوئی یکا یک نبی اکرم ﷺ کے سامنے آجاتا وہ دہل جاتا، جو پہچان کر آبیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا ان کی تعریف میں کہا کرتا کہ میں نے ان ﷺ جیسا نہ پہلے دیکھا، نہ

پیچھے دیکھا)

16۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے بعد میں پوچھا کہ کیا نبی اکرم ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا؟ وہ فوراً کہنے لگے: لابل کان مثل الشمس و القمر (نہیں نہیں! نبی اکرم ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب کی مانند تھا)

17۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔:

کان رسول اللہ ﷺ ازھر اللون کان عرقه کااللؤلؤ

(نبی اکرم ﷺ کا رنگ سفید تھا، پسینے کا قطرہ ایسے نظر آتا تھا جیسا کہ موتی)

18۔ حضرت خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔:

''نبی اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ باوقار تھے۔ آپ ﷺ کی ہر ادا باوقار تھی''

19۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیا تھے، جب آپ ﷺ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ہم آپ ﷺ کے چہرہ انور سے پہچان لیتے''

20۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں آپ ﷺ کو دیکھنے گیا،

"فلما تبينت وجهه عرفت أن وجهه ليس بوجه الكذاب"

(مجھے چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا)

مشک سے زیادہ خوشبودار پسینہ

21۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔:

كان رسول الله ﷺ أحسن الناس خلقا ولا مسست خزا ولا حريرا ولا شيئا كان ألين من كف رسول الله ﷺ، ولا شممت مسكاً قط ولا عطراً كان أطيب من عرق النبي ﷺ (شمائل ترمذی)

(رسول اللہ ﷺ خلقت کے اعتبار سے سب سے زیادہ خوبصورت تھے، میں نے کبھی ریشم کا دبیز یا باریک ریشمی کپڑا یا کسی اور چیز کو ہاتھ نہیں لگایا جو نبی ﷺ کے ہاتھ سے زیادہ

نرم ہو۔ اور نہ ہی میں نے کبھی مشک یا عطر کو سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینے سے زیادہ خوشبودار ہو)

22۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے گھیر لیا، نبی ﷺ نے میرے رخسار پر ہاتھ رکھا تو مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی کہ جیسے وہ ہاتھ ابھی عطر فروش کے تھیلے سے نکالا گیا تھا (مسلم)

حسن کی معراج سراپا رسول ﷺ

23۔ ایک مرتبہ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تفصیل بیان کرر ہے تھے اسی دوران جب بھی رسول اکرم کا ذکر مبارک آتا تو ابو عبدالرحمان کی آنکھیں شوق دیدار سے چمک اٹھتیں، دل بے قرار ہونے لگتا، انہوں نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کب موسم حج آئے گا اور ہم آپ کا دیدار کر سکیں گے؟ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ صبر کرو دن جلد ہی گزر جائیں گے۔ حاضرین میں سے ابن مسلم نے کہا کہ زندگی کا کیا بھروسہ؟ آپ نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہے آپ ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ کا پورا حلیہ ہی بیان کردیں، تو سب حاضرین نے بیک زبان کہا کہ ابن مسلم تو نے ہمارے دل کی بات کہہ دی ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تسلی سے بیٹھ گئے، اپنا سر جھکایا، نظریں نیچی کیں، جیسے نبی علیہ السلام کا پورا حلیہ ذہن میں لا رہے ہوں، پھر سر اٹھا کر فرمایا:

''نبی اکرم ﷺ کے رنگ میں سرخی وسفیدی کا حسین امتزاج ہے، آنکھیں مبارک بڑی ہی پُرکشش ہیں، بھنویں واضح ہیں، بال سیدھے مگر ہلکے گھنگھریالے، ریش مبارک گھنی ہے، دونوں مونڈھوں کے بیچ فاصلہ ہے، آپ کی گردن مبارک جیسے چاندی کی چھاگل، ہتھیلی اور قدم پر گوشت، آپ ﷺ جب چلتے ہیں تو لگتا ہے کہ جیسے اونچائی سے نیچے آرہے ہوں، جب کھڑے ہوتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے کسی چٹان سے نکل پڑے ہوں، جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو مکمل طور پر اس کی طرف رخ کرتے ہیں، آپ ﷺ کے

چہرے مبارک پر پسینہ کے قطرے موتی کی مانند چمکتے ہیں، نہ آپ ﷺ پستہ قد ہیں نہ دراز قامت ہیں، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے جو آپ ﷺ کو یکا یک دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے، جو آشنا ہو کر رہتا ہے وہ محبت کرنے لگتا ہے، آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرأت مند ہیں، آپ ﷺ کے بات کرنے کا طرز سب سے سچا، ایفائے عہد میں سب سے پکے، آپ ﷺ کی طبیعت سب سے نرم، آپ ﷺ رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں، میں نے آپ ﷺ جیسا نہ کسی کو پہلے دیکھا ہے نہ بعد میں۔

(فدائیون من عصر الرسول : صفحہ ۶۰، از احمد اجدع)

اے چہرہ زیبائے تو رشک بتان آذری
ہر چند صفت می کنم در حسن زاں بالا تری
آفاقھا گردیدہ ام مہر بتاں ور زیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(اے کہ تیرے حسین چہرے پر آذر کے تراشے ہوئے بت رشک کرتے ہیں میں جس قدر تیرے حسن کے اوصاف بیان کروں تو پھر بھی بالاتر ہے، ساری دنیا گھوما پھرا، سورج کی مانند چمکتے ہوئے حسین دیکھے ہیں لیکن تو تو چیز ہی کوئی اور ہے)۔

24۔ تنویر الابصار صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے:

خوشا چشم کو دید آں روئے زیبا
خوشا دل کہ دارد خیال محمدؐ

(وہ آنکھ کتنی خوش قسمت ہے کہ جس نے محبوب ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کی اور وہ دل کس قدر خوش قسمت ہے کہ جس میں محمد ﷺ کا خیال رہتا ہے)

25۔ سید الکونین خیر الخلق ﷺ بہت ہی شاندار تھے، آپ کا قد مبارک میانہ تھا لیکن مجمع میں سب سے زیادہ بلند معلوم ہوتے تھے۔

26۔ عظیم المرتبت محبوب خدا ﷺ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا، یہ حسن

اور خوبصورتی اس طرح سے تھی کہ گورے رنگ کے اندر کچھ سرخی دمکتی تھی، جس سے کمال درجہ کشش پیدا ہوگئی تھی۔ آپ ﷺ کے رخسار نہایت پیارے شفاف، ہموار اور نرم تھے۔

اے رسولِ امیں خاتم المرسلین تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسین اے ابد کے حسین تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
بزمِ کونین پہلے سجائی گئی پھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولین سید الآخرین تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
مصطفیٰ مجتبیٰ تیری مدح و ثنا میرے بس میں نہیں دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں لب کو یارا نہیں تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

27۔ فخرِ دو عالم ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی، ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے، دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے، دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔

28۔ ہادیٔ عالم ﷺ کے موئے مبارک کانوں کی لو تک تھے، سر کے بیچ میں مانگ نکلی رہتی تھی، بال ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے یعنی بل دار تھے۔

29۔ محسنِ اعظم ﷺ کی آنکھیں مبارک بڑی اور خوش رنگ تھیں جن کی پتلی نہایت سیاہ اور جن کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، پلکیں دراز تھیں، آپ ﷺ کے حُسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔

یزیدک وجهه حسنا
اذا ما زدته نظراً

(جتنی زیادہ آپ ﷺ پر نظر کی جائے حسن میں اور اضافہ ہوتا جاتا ہے)

30۔ رحمت اللعالمین ﷺ کا منہ مبارک مناسب انداز کے ساتھ فراخ تھا، دندان مبارک

باریک چمکدار تھے، سامنے کے دانتوں میں تھوڑا تھوڑا سا فاصلہ بھی تھا جس سے بولتے اور مسکرانے کے وقت ایک نور نکلتا تھا۔

31۔ سرور دو عالم ﷺ کی ناک مبارک پر ایک چمک اور نور تھا، جس کی وجہ سے ناک مبارک بلند معلوم ہوتی تھی۔

32۔ آقائے نامدار ﷺ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں والی تھی جس نے آپ ﷺ کے حسن کو اور بھی زینت دے دی تھی۔

33۔ امام الانبیا ﷺ کی گردن مبارک ایسی پتلی اور خوبصورت تھی جیسی تصویر کی گردن تراشی ہوئی ہو، صفائی اور چمک میں چاندی جیسی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ نبیوں کے ختم کرنے والے تھے (شمائل ترمذی)

قصیدہ بردہ کے کچھ اشعار

فهو الذی تم معناه و صورته ثم اصطفاه حبيبا بازی النسيم

منزه عن شریک فی محاسنه فجوهر الحسن فيه غير منقسم

(پس آپ ﷺ کے فضائل ظاہری و باطنی میں کمال درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا حبیب بنالیا۔ آپ ﷺ اس سے بلند ہیں کہ آپکی خوبیوں میں کوئی آپ کا شریک ہو، پس آپ ﷺ کے جوہرِ حُسن میں کوئی شریک نہیں ہے آپ ﷺ کا حسن غیر منقسم اور غیر مشترک ہے)

یارب صل وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

درج بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حسن و جمال میں نبی ﷺ اپنی مثال آپ تھے، لہٰذا اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ سببِ محبت بھی آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں بدرجہ

اتم پایا جاتا ہے، ایمان والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ سے والہانہ محبت کریں۔

3۔ فضل وکمال

کسی سے محبت کرنے کی تیسری وجہ اس کا فضل وکمال ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر فضل وکمال عطا فرمایا تھا کہ قرآن مجید میں وارد ہوا: ''وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا'' (اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بڑا ہے) اس فضل وکرم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

اللہ کا حبیب اور شفیع

1۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''غور سے سنو! میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا، قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ میں ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور سب سے پہلے جنت میں، میں اور میری امت کے فقراء داخل ہوں گے اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اولین وآخرین سے زیادہ مکرم ہوں اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا۔

خاتم النبیین

2۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اَنَا خاتم النبیین لانبی بعدی'' (میں انبیاء کرام کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا) جس طرح کوئی تقریب منعقد کی جائے تو مہمان خصوصی سب سے آخر پر آتا ہے اسی طرح اس کائناتِ رنگ وبو کو نبی ﷺ کے لئے سجایا گیا۔ انبیاء کرام علیہ السلام تشریف لاتے رہے بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آکر بانگِ دہل اعلان فرمادیا کہ میرے بعد خاصہ خاصانِ رسل تشریف لانے والے ہیں۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس کائنات میں وہ منظر سجا

کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کوئی بعد میں دیکھے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں ملی ہوتی ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ جب مہمان خصوصی محفل سے اٹھ جائے تو پھر تو کرسیاں سمیٹنے اور سامان اکٹھا کرنے کا کام باقی رہ جاتا ہے۔ پس آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام انبیاء کرام سے اعلیٰ ہے، آپ ﷺ کی کتاب سب کتابوں سے اعلیٰ اور آپ ﷺ کی امت سب امتوں سے اعلیٰ بن گئی۔

معراج کی فضیلت

3۔ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسریٰ و معراج کی فضیلت عطا فرمائی، اپنے محبوب ﷺ کو عرش پر بلا کر اپنے خزانے دکھائے، اپنے دیدار سے نوازا اور پھر فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (پس اپنے بندے کی طرف اس نے وحی کی جو اس نے چاہا وحی کی) کا اعزاز عطا فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں عرض کیا تھا ''رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ'' (اے اللہ! تجھے دیکھنا چاہتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرما دیا تھا ''لَنْ تَرٰىنِیْ (تو مجھے دیکھ نہیں سکتا)۔

لیکن جب رب کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے دیدار کے لئے عرش پر بلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر نبی ﷺ سے ملاقات کے منتظر رہے۔ نبی ﷺ بار بار اوپر گئے نمازیں بخشوانے کے لئے اور پھر بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، راز یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کر نہ سکے، اب وہ چاہتے تھے کہ جس ہستی نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے میں اس ہستی کا دیدار ہی کرلوں۔ سبحان اللہ۔

حبیب اللہ کا لقب

4۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ''حبیب اللہ'' کا لقب عطا کیا۔ مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیے میں لکھا ہے کہ ''حبیب اللہ'' لقب سب سے اونچا ہے۔ یعنی خلیل اللہ، کلیم اللہ اور روح اللہ وغیرہ سب القاب اس کے ضمن میں آجاتے ہیں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

[آپ ﷺ، یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک، موسیٰ علیہ السلام کا سفید ہاتھ رکھتے ہیں اور وہ تمام خوبیاں جو تمام رکھتے ہیں، آپ ﷺ میں جمع ہیں]

قرآن مجید میں اُمی کا لقب

5۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو قرآن مجید میں نبی امی کا لقب بھی عطا کیا گو بظاہر آپ دنیا میں کسی کے سامنے شاگرد بن کر نہ بیٹھے مگر آپ کو پڑھانے والا اور علم عطا کرنے والا خود کائنات کا مالک و مختار تھا لہٰذا اس نے اتنا علم دیا کہ:

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

[اور آپ کو اس چیز کا علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔]

جب بڑی ہستی کسی چیز کو بڑا کہے تو وہ واقعی بہت بڑی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتنا فضل فرمایا کہ اس کیلئے ''عظیما'' کا لفظ استعمال کیا۔ آپ ﷺ کے علم کے بارے میں مولانا ظفر علی خانؒ لکھتے ہی:

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اِک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

کتب سابقہ میں بھی نبی علیہ السلام کے اس لقب کا ذکر کیا گیا ہے:

یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بشست

(وہ یتیم کہ جس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا ہو اس نے کتنے مذاہب کے کتب خانے دھو دیئے)

عظیم اخلاق والے

6۔ نبی کرام ﷺ دنیا کو اعلیٰ اخلاق کا درس دینے کیلئے بھیجے گئے، آپ ﷺ کے اخلاق کو اللہ

رب العزت نے ان الفاظ میں سراہا: وَاِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیمٍ (اور یقیناً آپ بڑے اخلاق والے ہیں)۔

آپ ﷺ نے اپنے اخلاق کے ذریعے دس سال کے قلیل عرصے میں دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ علما نے لکھا ہے کہ فتحت المدینة بالا خلاق (مدینہ کو اخلاق سے فتح کیا گیا)۔

دنیا تلوار کا مقابلہ تو کر لیتی ہے کردار کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کردار بظاہر معمولی چیز نظر آتا ہے اس سے بڑی سے بڑی چیز کو خریدا جا سکتا ہے۔ جب قریش مکہ نے نبی علیہ السلام سے نبوت کی دلیل مانگی تو آپ ﷺ نے اپنی پاکیزہ زندگی کو ثبوت کے طور پر پیش کیا، فرمایا: قد لبثت فیکم عمرا من قبله أفلا تعقلون (تحقیق میں رہا آپ میں کافی عمر، اس سے قبل کیا، تم سمجھتے نہیں)۔

آپ کا وجودِ مسعود انسانیت کیلئے سراپا رحمت تھا۔

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دُعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

عالمین کے رسول

7۔ انبیائے سابقین مختلف قوموں اور علاقوں کی طرف سے معبوث کئے گئے، مگر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کیلئے بھیجا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیرًا وَّنَذِیرًا (تمام لوگوں کیلئے ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے)۔ آپ ﷺ انسانوں، جنوں اور فرشتوں غرض تمام مخلوقات کے امام بنے۔ آپ ﷺ کے اوصافِ جمیلہ اور کمالاتِ عجیبہ کے بارے میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے:

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ والہ

(پہنچ گیا بلندیوں تک اپنے کمال سے، روشن ہو گئے تمام اندھیرے آپ ﷺ کے جمال سے، خوبصورت ہو گئیں آپ کی تمام عادات، رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر)۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں نعت کا گلدستہ درج ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے۔

خدا در انتظارِ حمد مانیست محمد ﷺ چشم برراہ ثناء نیست
خدا مدحِ آفریں مصطفیٰ بس محمد ﷺ حامدِ حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیان کرد بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
محمد ﷺ ازتو می خواہم خدا را خدایا از تو حسب مصطفیٰ را

(خدا ہماری تعریف کا انتظار نہیں کرتا اور نہ ہی محمد ﷺ تعریف کے انتظار میں ہیں، خدا محمد ﷺ کی حمد وثناء کیلئے کافی ہے اور محمد ﷺ خدا کی حمد وثناء کیلئے کافی ہیں۔ اگر کوئی مناجات بیان کرنا ہو تو میں ایک ہی بات میں قناعت کرتا ہوں، اے محمد ﷺ! آپ سے خدا چاہتا ہوں اور اے خدا! آپ سے حسبِ مصطفیٰ چاہتا ہوں)

اگر نبی ﷺ کے کمالات کو مدنظر رکھ کر سوچا جائے تو بھی نبی علیہ السلام کی ذات بابرکات اس کی مستحق ہے کہ آپ ﷺ سے والہانہ محبت کی جائے۔

4 احسانات ونوال:

محبت کرنے کی چوتھی وجہ کسی کے احسانات ہوتے ہیں، عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے:

الانسان عبدالاحسان

(انسان احسان کا بندہ ہوتا ہے)

اسی مفہوم کو کسی نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

جبلت القلوب الی حب من احسن الیھا

(دلوں کی فطرت ہے کہ جوان پر احسان کرے اس سے محبت کرتے ہیں)

نبی علیہ السلام کے امت پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے تاہم چند نمایاں احسانات درج ذیل ہیں۔

مومنین کیلئے انتہائی شفیع اور خیر خواہ

1۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ.

(تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جنہیں تمہارے نقصان کی بات بہت گراں گزرتی ہے اور وہ تمہارے فائدے کے بہت آرزومند ہیں اور تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے)

جب نبی اکرم ﷺ مومنین کے ساتھ بہت ہی شفقت کرنے والے ہیں تو آپ کی ہمدردی اور دلسوزی کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے، تاہم یہ پکی بات ہے کہ جس طرح والدین اپنے جسمانی تعلق کی وجہ سے مہربان ہوتے ہیں نبی ﷺ اپنے روحانی تعلق کی وجہ سے امت پر شفقت فرمانے والے تھے۔

2۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

انماانا قاسم و الله يعطى

(بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا کرنے والا ہے)

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم و معارف اور انوار و برکات ملتے تھے، آپ ﷺ وہ صحابہ کرام ﷺ میں منتقل فرمادیا کرتے تھے۔ایک حدیث پاک میں فرمایا: ماصب الله فى صدرى شيئا الا وقد صببته فى صدر أبى بكر (اللہ نے جو کچھ میرے سینے میں ڈالا میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا)۔

اسی لئے نبی علیہ السلام کو قاسم العلوم والبرکات کہا جاتا ہے، امتیوں کے دلوں میں جو

برکات پہنچتی ہیں وہ نبی علیہ السلام کے قلب مبارک کے ذریعے سے پہنچتی ہیں۔ نبی علیہ السلام کے اس احسان کی وجہ سے ہمارا بال بال ان کا مقروض ہے۔محمد ریاض رام نے کیا خوب فرمایا ہے:

وہ جوشیریں سخنی ہے میرے مکی مدنی تیرے ہونٹوں کی چھنی ہے میرے مکی مدنی
تیرا پھیلاؤ بہت ہے تیرا قامت ہے بلند تیری چھاؤں بھی گھٹی ہے میرے مکی مدنی
دستِ قدرت نے ترے بعد پھرایسی تصویر نہ بنائی نہ بنی ہے میرے مکی مدنی
نسل درنسل تیری ذات کے مقروض ہیں ہم تو غنی ابنِ غنی ہے میرے مکی مدنی

گناہ گارامت کیلئے دعائیں کرنے والے

3۔ نبی علیہ السلام بعض اوقات ساری رات عبادت کرتے اور اپنی گنہگار امت کیلئے دعائیں مانگتے رہتے تھے یہاں تک کہ قدم مبارک متورم ہوجاتے۔سیدہ عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ ساری رات یہ آیت پڑھتے رہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ .

(اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر مغفرت کردیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں)

جہنم سے بچانے والے

4۔ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:"لوگو!تم جہنم کی طرف بھاگے جارہے ہواور میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر پیچھے ہٹا رہا ہوں"نبی اکرم ﷺ نے امت تک اللہ رب العزت کا پیغام پہنچانے کے لئے کتنی مشقتیں اٹھائیں۔رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا (بے شک میں نے اپنی قوم کو رات اور دن میں اللہ کی طرف بلایا)۔اس آیت کے مصداق آپ ﷺ نے زندگی بسر کی پھر حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے پوچھا کہ کیا میں نے اپنا فرض ادا کردیا اور دین تم تک پہنچادیا؟ صحابہ کرام ﷺ

نے یک زبان ہو کر کہا، آپ ﷺ نے فریضہ ادا کرنے کا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر کہا، اے اللہ! تو گواہ رہنا، اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

نماز کا عظیم الشان تحفہ

5۔ جب نبی علیہ السلام معراج پر تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازوں کا تحفہ دیا۔ نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کی اے اللہ میری امت کے لئے ان کو ادا کرنا مشکل ہوگا، آپ آسانی فرما دیجئے۔ بالآخر پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب! آپ کے امتی پانچ نمازیں پڑھا کریں گے، مگر میں اپنی رحمت سے ان کو پچاس نمازوں کا اجر دوں گا۔ گنہگار امت پر نبی رحمت کا یہ اتنا بڑا احسان ہے۔

میدان عرفات میں بخشش کی دعا

6۔ مشکوٰۃ شریف میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے عرفات میں امت کی بخشش کیلئے رب کائنات کی بارگاہ میں یوں دعا کی: اے میرے اللہ! میری امت کے تمام گناہ معاف فرما، چاہے وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور فرمایا کہ حقوق اللہ سے متعلق جتنے گناہ ہوں گے عرفات میں آنے والے حاجی کے وہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ تاہم حقوق العباد کا تعلق بندوں سے ہے، وہ ادا کرنے ہوں گے۔ نبی علیہ السلام عرفات کے وقوف سے فراغت پر مزدلفہ تشریف لے گئے یہاں آپ ﷺ نے پھر وہی دعا کی کہ اے میرے اللہ! آپ اس بات پر قادر ہیں کہ حق مانگنے والوں کو اپنی رحمت سے اتنا کچھ دے دیں کہ وہ خوش ہو کر معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا کہ اے میرے محبوب ﷺ! آپ کا جو امتی بھی حج کیلئے عرفات میں حاضر ہوگا میں حقوق اللہ بھی معاف کر دوں گا اور حقوق العباد کو بھی اپنی رحمت سے بخشوا دوں گا، نبی علیہ السلام کا امت پر یہ کتنا بڑا احسان ہے۔

امة مذنبة و رب غفور (امت گناہ کرنے والی ہے اور رب بخشنے والا ہے)

اے محبوب آپ راضی ہو جائیں گے

7۔ایک مرتبہ نبی علیہ السلام اپنی امت کی مغفرت کیلئے بہت دیر تک سر بسجود ہو کر دعا کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا کہ اے میرے محبوب ﷺ! آپ روتے کیوں ہیں؟ ہم آپ ﷺ کو راضی کریں گے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

{عنقریب تیرا رب تجھے اتنا عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا}

جب نبی علیہ السلام پر یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا آخری امتی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

نہ آخر رحمتہ اللعالمینی
ز محرومان چرا فارغ نشینی

{آخر تو رحمت للعالمین ہے محروموں سے کیسے فارغ بیٹھا ہے}

مقبول دعا امت کیلئے سنبھال رکھی ہے

8۔ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام ﷺ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی علیہ السلام کو ایک ایسی دعا کرنے کا اختیار دیا کہ جیسی دعا مانگی جائے گی ویسی قبول ہوگی چنانچہ سب انبیائے کرام علیہ السلام نے دعا مانگی۔صحابہ کرام علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! کیا آپ ﷺ نے بھی دعا کی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دعا نہیں مانگی بلکہ اس کو آخرت کیلئے ذخیرہ بنا دیا ہے۔قیامت کے دن میری امت جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگی تو اس وقت میں دعا کروں گا حتی کہ آخری امتی بھی جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا و سردار ﷺ کی شان میں لکھتے ہیں۔

عجب نہیں تیری خاطر سے تیری امت کے

گناہ ہو ویں قیامت میں اطاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کے امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں ہوں گی کم سے کم پہ نثار

اگر احسانات کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بھی ہر امتی اپنے آقا کے احسانات میں اتنا دبا ہوا ہے کہ اس محسن و مربی سے شدید قلبی محبت کا ہونا ضروری ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی علیہ السلام میں تمام اسباب محبت بدرجہ کمال موجود ہیں حالانکہ ان اسباب میں ہر ایک سبب ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے محبت ہو جاتی ہے۔ اگر کسی نبی علیہ السلام سے محبت نہیں تو وہ مومن ہی نہیں ۔ جس کی آنکھوں پہ اللہ تعالیٰ پٹی باندھدے اور جس کے دل پر مہر گادے وہ اپنی قسمت پر بیٹھ کر روئے بجائے اس کے کہ محبت کرنے والوں پر اعتراض کرے۔ رہی بات ہم جیسے بے ہمت اور بے سروساماں لوگوں کی تو ہمارے دامن میں عشق رسول ﷺ کے سوار رکھا ہی کیا ہے۔ الحمد اللہ کہ ہم اسی تقسیم پر راضی ہیں اور ساری دنیا کی نعمتوں کے بدلے میں در رسول ﷺ کی چاکری نصیب ہو جائے تو سودا کرنے کیلئے ابھی تیار ہیں۔ شاعر نے تو اپنے محبوب کے رخسار کے بدلے سمرقند اور بخارا دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ایک ہم فقیر ہیں کہ شہ عرب وعجم کی ایک نگاہ ناز کے بدلے اپنی جان سے گزر جانے کیلئے تیار ہیں۔

عظمت رسول ﷺ:

دنیا میں بڑے بڑے رہنما، جرنیل، فلاسفر اور خطیب گزرے۔ ان سب کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو ایک بات سب میں یکساں نظر آتی ہے کہ ان کی وفات کے بعد لوگوں نے کہا کہ مرحوم نے بہت کچھ کیا مگر زندگی نے وفا نہ کی اگر زندگی وفا کرتی تو وہ اس فن کو اور عروج پر پہنچاتے۔ بڑے بڑے شعراء گزرے، ان کی وفات کے بعد بھی لوگوں نے لکھا کہ فلاں نے بڑے اچھے شعر کہے، اگر زندگی وفا کرتی تو وہ اور اچھے شعر کہہ لیتا۔ بڑے بڑے جرنیلوں کی زندگیوں کو پڑھا اس میں بھی نظر آتا ہے کہ لوگوں نے لکھا کہ اگر وہ اتنے سال اور

زندہ رہتا تو وہ پوری دنیا کا فاتح بن جاتا۔ گویا فلاسفر، ادیبوں، جرنیلوں اور خطیبوں کی زندگیوں کو دیکھا جائے تو یہ تمام زندگیاں نامکمل نظر آتی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اگر زندگی وفا کرتی تو وہ اپنے اندر اور کمالات پیدا کر لیتے۔ محترم سامعین! پوری کائنات کے اندر صرف ایک ہستی ایسی ہے کہ جس نے اپنے ہوش وحواس میں، دن کے وقت میں، اپنے متعلقین کی محفل میں کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! دنیا میں جس مقصد کے لئے مجھے بھیجا گیا تھا میں اس مقصد کو پورا کر چکا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔

اے اللہ تو گواہ رہنا

آپ ﷺ نے انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ یہ رسول ﷺ کا ایسا کمال ہے کہ آپ ﷺ کے اس کمال میں کوئی اور شریک ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسی کمال والی زندگی حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔ ہم نے یورپ، افریقہ اور امریکہ میں لوگوں کے سامنے یہی پوائنٹ رکھا کہ لوگو! تم اپنی زندگی میں جن کو لیڈر مانتے ہو، ان کی زندگیوں میں ایسے ایسے نقائص ہیں لیکن جن کو ہم اپنی زندگی میں رہنما مانتے ہیں تم ان کی پوری زندگی میں کسی ایک بات پر بھی انگلی نہیں اٹھا سکتے۔ یہ ایک ایسا مضبوط نکتہ ہے کہ بڑے سے بڑے مخالف کو بھی گھٹنے ٹیکنے پڑ جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ایک عنوان ہے۔ کتابیں بھرتی چلی جائیں گی مگر کسی ایک عنوان کا حق ادا نہ ہوگا۔ امت چودہ سو سال سے اپنے محبوب ﷺ کی سیرت پر کتابیں لکھ رہی ہے مگر آج تک بھی کوئی یہ نہ کہہ پایا کہ ہم نے اس سیرت کو لکھنے کا حق ادا کر دیا بلکہ یہی کہا:

لا یمکن الثناء کما کان حقهٗ

بعد از خدا بزگ توئی قصہ مختصر

اور یہ بھی لکھا بعض لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھنے کے بعد

ماان مدحت محمدابمقالتی ولکن مدحت مقالتی بمحمدO

لعاب رسول ﷺ

آپ ﷺ کے لعاب مبارک میں اتنی تاثیر تھی کہ خیبر کے دن حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں پر لگایا، آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

عتبہ بن خرقدؓ جو فاتح موصل کہے جاتے ہیں۔ ان کے جسم پر دانے نکل آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے لعاب مبارک لگا دیا، دانوں کو بھی شفاء ہوگئی اور پوری زندگی ان کے جسم سے ایسی خوشبو آتی رہی کہ دوسرے صحابہؓ ان کے جسم سے اس خوشبو کو سونگھا کرتے تھے۔

پسینۂ رسول ﷺ

آپ ﷺ کے پسینہ مبارک میں اتنی خوشبو تھی کہ جب کبھی صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو تلاش کرنے کیلئے نکلتے تو فرماتے تھے کہ ہم راستے کی خوشبو سونگھ کر اندازہ لگاتے تھے کہ نبی ﷺ اس راستے سے گزرے ہوں گے۔ ایک صحابیہؓ اپنے بچے کو ایک شیشی دے کر بھیجتیں کہ دوپہر کے وقت جب آپ ﷺ قیلولہ کریں تو وہ آپ ﷺ کے بدن مبارک پر جو پسینہ آئے اس کے قطروں کو اکٹھا کر کے اس شیشی میں ڈال لے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جس عطر میں وہ پسینہ شامل کر دیتی اس کی خوشبو میں اضافہ ہو جایا کرتا تھا۔

خوشبو والا گھر

ایک غریب صحابیؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بیٹی کی شادی کیلئے دعا کروائی۔ نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمادی اور اس کو کہا کہ آپ کے پاس دلہن کے لیے خوشبو تو نہیں ہوگی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے پسینہ مبارک کے چند قطرے عطا فرمادیئے۔ وہ لے کر گئے تو سب گھر والوں نے اسکو استعمال کیا۔ ان سب گھر والوں سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ اس گھر کا نام ''بیت المُوتیبین'' (خوشبو والوں کا گھر) مشہور ہو گیا۔

لمس رسول ﷺ

عبادہ بن صامتؓ جو ایک جلیل القدر بدری صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت انسؓ کے ہاں ایک دعوت پر حاضر ہوا۔ ایک باندی میرے لیے ایک تولیہ لائی تولیہ کافی میلا تھا۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ اس کو صاف کر کے لے آؤ۔ وہ باندی بھاگی گئی اور جلتے تندور میں اس تولیے کو ڈالا اور اٹھا کر واپس لے آئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ تولیہ بالکل صاف ستھرا میرے سامنے تھا۔ مجھے حیرانگی ہوئی میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک دھلوائے اور آپ ﷺ کو ہاتھ خشک کرنے کیلئے یہ تولیہ پیش کیا جس سے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک خشک کیے، اس دن سے آگ نے اس تولیے کو جلانا چھوڑ دیا۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے، ہم اسے آگ میں ڈالتے ہیں آگ اس میل کو تو کھا لیتی ہے۔ صاف تولیہ ہم آگ سے باہر نکال لیتے ہیں۔

آگ بھی اس پر اثر نہیں کر سکے گی

سیدہ فاطمہ الزہراءؓ نے روٹیاں لگائیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے بھی ایک دو بنا کر دیں۔ کافی دیر کے بعد جب سب لگ گئیں تو حیران ہوئیں کہ اس میں سے ایک دو پک ہی نہیں رہیں، اسی طرح آٹے کا آٹا موجود ہے۔ نبی ﷺ نے پوچھا، بیٹا! کیا ہوا؟ عرض کیا، حضور ﷺ! دو تین روٹیاں ایسی ہیں جو پک نہیں رہیں۔ فرمایا، ہاں یہ وہی روٹیاں ہوں گی جن پر تیرے والد کے ہاتھ لگ گئے اب آگ اس آٹے پر اثر نہیں کر سکتی۔ تو نبی علیہ السلام جس چیز کو چھو لیتے تھے اس پر یوں اثرات ہو جاتے تھے۔

لوگ کھجوروں کے درخت لگاتے تھے، کئی کئی سالوں کے بعد پھل آیا کرتا تھا لیکن جب نبی اکرم ﷺ نے درخت لگائے تو اسی سال کھجور نے پھل اٹھالیا۔ آپ ﷺ کے لمس مبارک کے اس طرح اثرات ہوتے تھے۔ ایک صحابی حضرت زید جابر بن عبداللہؓ غزوہ ذات الذکا کے اندر جا رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ان کا اونٹ بہت سست رفتاری سے چل رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا عصا مبارک اس اونٹ کو لگایا۔ عصا لگاتے ہی اونٹ

اتنا سرپٹ دوڑنے لگا کہ وہ دوسری سواریوں سے آگے بڑھ جایا کرتا تھا۔

موئے مبارک کی برکت

ام عمارہؓ ایک صحابیہ ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے موئے مبارک تقسیم فرمائے تو ام عمارہؓ کو بھی عطا ہوئے۔ وہ ان کو پانی میں ڈال کر نکالتیں اور وہ پانی بیماروں کو پلاتی تھیں تو اللہ ان کو شفا عطا فرمادیتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی ٹوپی میں چند موئے مبارک لگا رکھے تھے اور فرماتے تھے کہ میں جس طرف بھی وہ ٹوپی پہن کر جاتا تھا اللہ تعالیٰ مجھے ہر مقام پر فتح عطا کر دیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ۔

تاجدار مدینہ ﷺ کی نسبی عفت وعصمت

آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے آباء واجداد تک نطفہ حلال طریقہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہا۔ آپ ﷺ سے لے حضرت آدمؑ تک ایک بھی رشتہ ایسا نہیں جو غلط طریقہ سے پرورش پایا ہو۔

نبوت کی بہترین دلیل

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی زندگی عطا فرمائی کہ وہ لوگ جو آپ ﷺ کی جان کے دشمن تھے ان کی زبان سے بھی نکلا کہ ہم نے آپ ﷺ کو جھوٹ بولتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا لیکن وہی لوگ جو آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے (مکہ مکرمہ کے حالات اس وقت انتہائی ناگفتہ بہ تھے)، آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ اپنی نبوت کے بارے میں کوئی دلیل دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا لَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً مِنْ قَبْلِهٖ (میں اس سے پہلے بھی تمہارے ہی درمیان زندگی گزار چکا ہوں)۔ اگر میری جوانی تمہیں پھولوں سے زیادہ معصوم نظر آتی ہے تو میری نبوت پر ایمان لے آؤ۔ سبحان اللہ! یہ بہت بڑی بات ہوتی ہے کہ انسان اپنے ماضی کی زندگی اور خاص طور پر اپنی جوانی کو نمونہ کے طور پر پیش کر دے۔ کسی کو بھی انگلی اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔ دشمن

آپ ﷺ کے خلاف یوں کہتے رہے کہ آپ ﷺ (معاذ اللہ) جادوگر ہیں، یہ تو کہتے رہے کہ آپ ﷺ نے یہ دعویٰ معاذ اللہ) جھوٹا کیا ہے مگر یہ کوئی بھی نہ کہہ سکا کہ آپ ﷺ کے کردار میں فلاں خرابی ہے۔

میرا قائد ہے وہ زندگی پیغام تھا جس کا
صداقت ذات تھی جس کی امانت نام تھا جس کا
وہ رفتہ رفتہ جس نے قوم کو منزل عطا کردی
کلی آغاز تھا جس کا چمن انجام تھا جس کا

حضور ﷺ نے جب دعویٰ نبوت فرمایا تو لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہ دین مستقبل قریب میں بہت بڑا باغ بننے والا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں آمنہؓ کا خواب ہوں''۔ حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی تھی، حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی اور بی بی آمنہؓ نے خواب دیکھا تھا کہ میرے بدن سے ایک نور نکلا جو پوری دنیا میں پھیل گیا۔

حضرت محمد ﷺ رحمت ہی رحمت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنْ اے پیارے! ہم نے آپ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ دنیا کی ہر مخلوق کیلئے رحمت ثابت ہوئے۔

انسانوں کیلئے رحمت

آپ ﷺ کی رحمت سے انسانوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! میرے بعد میری امت پر کوئی ایسا عذاب نہ آئے کہ ان کی شکلوں کو تبدیل کر دیا جائے۔ اللہ نے دعا قبول فرمالی۔ آج جو ہم اپنی شکلوں پہ زندہ ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا صدقہ ہے ورنہ پہلی امتوں کی طرح پکڑ ہوتی تو سینکڑوں میں سے کوئی ایک ہوتا

جو اپنی اصلی شکل پر باقی رہتا۔

جانوروں کیلئے رحمت

نبی اکرم ﷺ کی رحمت سے جانوروں نے بھی رحمت پائی۔ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آپ ﷺ کے قدموں میں آیا۔آپ ﷺ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ بے زبان جانور ہے، تمہیں چاہیے کہ اس کے ساتھ نرمی برتو، یہ شکوہ کر رہا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور اسے چارہ تھوڑا دیتے ہو۔سبحان اللہ، جانور بھی آپ ﷺ کی خدمت میں آکر اپنی تکالیف بیان کرتے تھے۔

ہرنی کی فریاد

حضور ﷺ ایک دفعہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جارہے تھے۔ایک یہودی نے ہرنی پکڑی ہوئی تھی۔آپ ﷺ جب قریب سے گزرے تو اس ہرنی نے آپ ﷺ سے کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے اس نے پکڑ لیا ہے، اس سامنے والے پہاڑ میں میرا بچہ ہے اور اس کو دودھ پلانے کا وقت ہو گیا ہے، مجھے دیر ہو رہی ہے، میری ممتا جوش مار رہی ہے کہ میں اسے دودھ پلالوں۔آپ ﷺ مجھے تھوڑی دیر کیلئے اسے آزاد کرادیں، یہ دودھ پلا کر واپس آجائے گی۔اس نے کہا، بڑی مشکل سے اسے پکڑا ہے، کیا آپ ﷺ اس کے ذمہ دار بنتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔چنانچہ ہرنی کو چھوڑا گیا، وہ اسی وقت چھلانگیں مارتی ہوئی پہاڑی کی طرف گئی، آپ ﷺ ابھی وہیں تھے کہ وہ دوبارہ بھاگتی ہوئی واپس آگئی۔یہودی ہرنی کی اس اطاعت کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔چنانچہ اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

عورتوں کیلئے رحمت

آپ ﷺ کی رحمت سے عورتوں نے بھی فائدہ اٹھایا۔آپ سوچیں گے، وہ کیسے؟ دیکھیں، حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اس معاشرے میں عورت کی کیا وقعت تھی؟

لوگ اپنے گھر میں بیٹی کی پیدائش کو برا سمجھتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔ باپ بیٹی کو محبت اور پیار کی نظر سے نہیں دیکھا کرتا تھا مگر جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا! جس شخص کے ہاں دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش کرے حتیٰ کہ ان کا نکاح کر دے تو وہ شخص جنت میں میرے ساتھ ایسے ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ اس حدیث مبارکہ کے پڑھنے کے بعد بھلا کوئی مومن اپنی بیٹی کو حقارت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے؟ نہیں، بلکہ وہ سمجھے گا کہ میرے لئے تو جنت کا دروازہ کھل گیا۔

سیدنا رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے بیویوں کے ساتھ نہایت ظلم کی زندگی گزاری جاتی تھی۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو آیات اتر آئیں وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (اور تم ان سے معروف طریقے سے زندگی گزارو)۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو)۔ ایک آدمی لباس کے بغیر ننگا ہوتا ہے اسی طرح اگر تم ازدواجی زندگی نہیں گزارو گے تو تمہاری زندگی بھی ہر وقت خطرے میں ہوگی۔

بوڑھوں کیلئے رحمت

آپ ﷺ کے تشریف لانے سے بوڑھوں کو بھی عزت ملی۔ اس وقت بوڑھوں کی کوئی عزت نہیں کرتا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی ایسے شخص کی عزت کی جس کے بال اسلام میں سفید ہو گئے ہوں تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے اپنے اللہ تعالیٰ کی عزت کی۔

مزدوروں کیلئے رحمت

ایک صحابیؓ نبی اکرم ﷺ سے مصافحہ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ہاتھ بہت سخت ہیں۔ وجہ پوچھی تو عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں پہاڑ پر رہتا ہوں، وہاں پر پتھر توڑ کر اپنی زندگی گذارتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ (ہاتھ سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے)۔ مزدوروں کو بھی عزت ملی۔

بچوں کیلئے رحمت

حضور ﷺ کے صدقے چھوٹوں کو عزت ملی۔فرمایا، جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ گویا چھوٹوں نے بھی حضور ﷺ کی رحمت سے حصہ پایا۔

فرشتوں کیلئے رحمت

نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ جبرئیلؑ سے پوچھا، جبرئیلؑ! کیا آپ کو بھی میری رحمت سے حصہ ملا؟ عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مجھے اپنے انجام کے بارے میں ڈر لگا رہتا تھا۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو آیات اتریں اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْم ○ذِی قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ○مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْن پس مجھے اپنے انجام کے بارے میں تسلی نصیب ہوگئی۔

دشمنوں کیلئے رحمت

نبی اکرم ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو آپ ﷺ قریش مکہ سے ان کی ایذا رسانیوں کا بدلہ چکا سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں وہی کرونگا جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ۔پس آپ ﷺ دشمنوں کیلئے رحمت ثابت ہوئے۔

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپالے جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

پس نبی اکرم ﷺ کی رحمت اللعالمین ذات سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے۔

پتھروں کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا

ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ابوجہل آیا، اس کی مٹھی میں کنکریاں تھیں۔ کہنے لگا، اگر

آپ ﷺ یہ بتادیں کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ فرمایا تو کنکریوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ مگر افسوس کہ اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھا اسی لئے وعدے سے مکر گیا۔

ایک پتھر ایسا تھا کہ جب آپ ﷺ اس کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر سلام کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے نبوت سے پہلے بھی سلام کرتا تھا اور آج بھی مجھے سلام کرتا ہے۔

سیدہ عائشہؓ کی حضور ﷺ سے محبت

نبی اکرم ﷺ کے جانثاروں کو آپ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں، اے زلیخا! تو نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو انگلیاں کاٹ ڈالیں، اگر میرے محمد ﷺ کو دیکھتی تو دل کے ٹکڑے کر دیتی۔

حضرت شبلیؒ کی حضور ﷺ سے محبت

حضرت شبلیؒ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان پر جب نزع کا وقت آیا تو ساتھیوں سے فرمایا مجھے وضو کروا دیں۔ ساتھیوں نے بڑی مشکل سے آپ کو وضو کرایا کیونکہ بیماری کی وجہ سے کافی کمزور ہو چکے تھے۔ وضو کے بعد خیال آیا کہ مجھ سے تو خلال رہ گیا ہے اور وہ ہے بھی سنت۔ انتہائی پریشان ہوئے۔ لہٰذا فرمایا، اب مجھے دوبارہ وضو کرائیں۔ تو ساتھیوں نے کہا، حضرت! آپ تو معذور ہیں، بیمار ہیں، حرکت سے تکلیف ہوتی ہے اس لئے رہنے دیں۔ لیکن حضرتؒ نے فرمایا، مجھ پر سکرات موت طاری ہے، عنقریب میں حضور ﷺ کے پاس جانے والا ہوں اور اب جب اپنے محبوب ﷺ سے ملوں گا تو میں یہ نہیں چاہتا کہ ایسے وضو سے چلا جاؤں جس میں آپ ﷺ کی کوئی سنت چھوٹی ہوئی ہو۔

عشق رسول ﷺ کی اہمیت قرآن وحدیث میں

اللہ تعالیٰ اپنی صفات مین کامل ہے اور زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک ہے اس رحیم و کریم ذات نے انسان کو بے حد وحساب نعمتوں سے نوازا ہے۔ اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو انسان گمراہ ہوتا، اگر وہ بینائی نہ دیتا تو انسان اندھا ہوتا، اگر وہ سماعت نہ دیتا تو انسان بہرا ہوتا، اگر وہ گویائی نہ دیتا تو انسان گونگا ہوتا، اگر وہ ٹانگیں نہ دیتا تو انسان لنگڑا ہوتا، اگر سر پر بال نہ دیتا تو انسان گنجا ہوتا، اگر وہ عقل نہ دیتا تو انسان پاگل ہوتا، اگر رزق نہ دیتا تو انسان مفلس ہوتا، اگر اچھی شکل نہ دیتا تو انسان بدصورت ہوتا، اگر صحت نہ دیتا تو انسان بیمار ہوتا اگر اولاد نہ دیتا تو انسان لاولد ہوتا اور اگر عزت نہ دیتا تو انسان ذلیل ہوتا۔ پس انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا

عجیب بات تو یہ ہے کہ اتنی بے شمار نعمتیں دے کر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان نہیں جتلایا تاہم ایک نعمت اس نے ایسی دی ہے کہ جس کو دے کر منعم حقیقی کو بھی انعام دینے کا مزہ آگیا اور اس نے کھلے الفاظ میں یوں فرمایا "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا" (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا کہ ان میں اپنے رسول کو بھیجا)۔

نبی علیہ السلام کی تشریف آوری پوری انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ اسے انعام سے بھی محبت ہوتی ہے اور انعام دینے والے سے بھی محبت ہوتی ہے۔ پس ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے بھی شدید محبت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے بھی شدید محبت ہوتی ہے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے

احبوا الله لما يغدو كم به من نعمة واحبونى لحب الله

(اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ اس نے تمہیں نعمتیں دیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ تعالیٰ کی وجہ

ہے)
مقصود یہ تھا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے لہٰذا تم بھی مجھ سے محبت کرو۔ عشق رسول ﷺ کی یہ کتنی صاف اور واضح دلیل ہے۔

محمد ﷺ کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا اور عظیم انعام

جو انسان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرے گا وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے انعام کی قدردانی کرے گا اور اصول یہی ہے کہ قدردان کو نعمتیں اور زیادہ دی جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتیں اور زیادہ عطا کریں گے)۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سب سے بڑا انعام تو نبی علیہ السلام کی صورت میں ہمیں عطا فرمایا۔ اب اگر اس انعام کی ہم قدردانی کریں گے تو اور کون سی نعمت ہے جو ہمیں ملے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت ہے لہٰذا جو شخص بھی نبی علیہ السلام سے محبت کرے گا تو اس عمل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس سے محبت کریں گے اور اسے اپنی رضا عطا کریں گے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نبی علیہ السلام کی محبت دنیوی اور اخروی کامیابیوں کے حاصل ہونے کی کنجی ہے اس سے رحمت الٰہی موسلادھار بارش کی طرح برستی ہے بلکہ یہی سعادت مندی کی نشانی ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

(جو بھی عشق مصطفیٰ میں مبتلا ہے، بحر و بر اس کے دامن کے ایک کونے میں سما جاتے ہیں)

نبی ﷺ سے نسبت درحقیقت اللہ سے نسبت

نبی علیہ السلام سے نسبت نصیب ہونا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے نسبت نصیب ہونا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَا یِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَا یِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ

(جنھوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی انہوں نے درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر تھا)

لہٰذا جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے بیعت کی ان کی بیعت اللہ تعالیٰ سے ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

ایک مرتبہ میدان جنگ میں نبی علیہ السلام نے کافروں کی طرف مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (اور جب پھینکا آپ نے پتھر اپنے تئیں، وہ تو اللہ نے پھینکا تھا)

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جب نبی علیہ السلام کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عمل فرمایا تو پھر نبی علیہ السلام سے محبت ہونا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت ہونا ہے۔ یا یوں کہیے کہ نبی علیہ السلام سے نسبت ہونا اللہ تعالیٰ سے نسبت ہونا ہے۔ جس کو نبی علیہ السلام سے محبت و نسبت نہیں اس کو اللہ تعالیٰ سے نسبت نہیں ہے۔

نسبت مصطفیٰ بھی عجب چیز ہے جس کو نسبت نہیں اس کی عزت نہیں خود خدا نے نبی ﷺ سے یہ فرمادیا جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں عشق رسول ﷺ کی اہمیت درج ذیل دلائل سے ثابت ہوتی ہے۔

قرآن مجید سے دلائل

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِا لۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِھِمۡ

(نبی علیہ السلام مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں)

اس آیت کے تحت انوار الباری (۳/۱۱۴) میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو روحانی اعتبار سے مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قرب وولایت کا مرتبہ **حاصل** ہے۔ ایک قرأت میں وَهُوَ اَبٌ لَهُمْ بھی ہے یعنی حضور اکرم ﷺ ان کے باپ ہیں۔ پس اگر جسمانی تعلق مذکور محبت ومودت کا سبب ہوتا ہے تو روحانی تعلق محبت کا باعث کیوں نہ ہوگا۔ بلکہ روحانی تعلق اگر کم سے کم درجہ کا بھی ہوتو وہ بڑے سے بڑے جسمانی تعلق سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر یہاں محبت ہوگی تو وہاں عشق کا درجہ ہوگا اگر یہاں عشق مجازی ہوگا تو وہاں عشق حقیقی کی تاثیر ہوگی۔ شیفتہ نے کہا

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ کی بہترین تشریح وتوضیح دیکھنی ہو اور علوم نبوت کی سرسبز وشاداب وادیوں سے دل ودماغ کو بہرہ اندوز کرنا ہو تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی کتاب ''آب حیات'' ملاحظہ کی جائے۔ علامہ محقق حافظ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر خوب لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ۱/۱۶۹)

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ''

(آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا)

اتباع رسول ﷺ کی اہمیت اور عظمت

عرائس البیان میں ہے کہ ''قوله تعالٰى اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه''، یعنی ان لوگوں سے کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور تم اپنے دعوے میں

سچے ہو تو میری پیروی کرو، میں تو محبین کا سردار ہوں اور صدیقین کا سرتاج ہوں اور رسولوں کا پیشوا ہوں اور طالبان حق کا امام مصطفیٰ ہوں تا کہ میں تم کو دکھادوں کہ اس راہ میں کیسی کیسی چھپی چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں اور کیسی کیسی چیزیں اس راہ میں نجات دینے والی تمہاری نظر سے پوشیدہ ہیں اور تم کو مشاہدہ کے احکام اور نزدیکی حاصل کرنے کے اسرار بتادوں اور اچھے کام کرنے اور عمدہ بندگی کرنے کی ہدایت کروں اور ادب سے چلنے کی اچھی صورتیں سکھلادوں اور عمدہ اخلاق بتادوں تا کہ وہ تمہاری راہ میں کام آویں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کے آثار مجھ پر منکشف کرائے گئے اور اس کی نزدیکی کے انوار مجھ میں بھرے ہوئے ہیں اور میری پیروی درحقیقت شکر محبت محبوب ہے اور جب تم نے میری پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری محبت و معرفت اور زیادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ '' اور فرمایا ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ '' (اگر تم ادا کرو گے میں تم کو اور زیادہ دوں گا)

محبت کی حقیقت عارفوں اور محبوبوں کے نزدیک یہ ہے کہ ''دل آتش شوق سے کباب ہو جاوے اور روح لذت عشق سے ماہی بے آب کی طرح تڑپے اور حواس دریائے انس میں ڈوب جاویں اور نفس کو پاک پانی سے طہارت حاصل ہو اور ہمہ تن آنکھ ہو کر فقط محبوب ہی کو دیکھے اور دونوں جہاں سے اپنی آنکھوں کو بند کر لے اور سر باطنی غیب الغیب میں سیر کرے اور محبوب کے جو اخلاق ہیں ان سے آراستہ ہوں اور یہی اصل محبت ہے۔''

اتباع کی تشریح اور حقیقت

اتباع اطاعت کا وہ درجہ ہے کہ تعمیل ارشاد مارے باندھے اور مجبوری سے نہ ہو بلکہ برضا و رغبت ہو اور یہ رضا و رغبت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ جب تابع کو متبوع سے کامل محبت اور وابستگی حاصل ہو۔

اتباع کی لغوی تشریح میں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے ''والتبیع خص بولد البقرة اذا تبع امه '' (گائے کے بچھڑے کو تبیع اس لئے کہتے

ہیں کہ (فرط شوق میں) ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے)

اس میں اشارہ ہے کہ اتباع وہ عمل ہے جس میں ناگوار اطاعت کی بجائے خوشگوار اطاعت کی کیفیت حاصل ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے خادم کو حکم دیتا ہے فلاں چیز لاؤ۔ خادم اپنی نوکری کو بچانے کی خاطر تیز دھوپ اور جھلسا دینے والی گرمی میں انتہائی ناگواری سے چیز لے آئے دل ہی دل میں مالک کو کوس رہا ہو کہ یہ کوئی وقت تھا کام کہنے کا بس منہ اٹھا کے زبان چلا دی۔ اس کو دوسرے کی تکلیف کا ذرا احساس نہیں۔ دوسری طرف ایک معلم اپنے سعادت مند شاگرد کو بلا کر کسی چیز کو لانے کیلئے کہتا ہے اور ساتھ مشورہ دیتا ہے کہ ابھی گرمی کی شدت زیادہ ہے سورج ذرا ڈھل جائے یہ کام اس وقت سہولت سے کر لینا۔ لیکن سعادت مند شاگرد کڑکتی و چلچلاتی دھوپ اور جھلسا دینے والی گرمی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے فرط سعادت سے دوڑتا ہوا جاتا ہے اور پورے قلبی اطمینان سے چیز لاتا ہے اسے پسینے میں شرابور ہونے کی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ استاد کے دل کی خوشی مطلوب ہوتی ہے۔ پہلی صورت میں خادم نے ناگواری سے کام کیا، دوسری صورت میں شاگرد نے خوشگواری سے کام کیا۔ اسی دوسری کا نام اتباع ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کیلئے نبی علیہ السلام کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا پس عشق الٰہی کے حصول کیلئے عشق رسول ﷺ ایک وسیلہ، ذریعہ اور زینہ کی مانند ہے۔

عجب چیز ہے عشق شاہ مدینہ
یہی تو ہے عشق حقیقی کا زینہ
ہے معمور اس عشق سے جس کا سینہ
اسی کا ہے مرنا اسی کا ہے جینا

ہر کسی سے بڑھ کر رسول ﷺ کی محبت

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَاَبْنَاءُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ

وَاَمْوَالُنِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنَ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِ الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ o

(اے نبی اکرم ﷺ! کہہ دیجئے کہ تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں اور عزیز وا قارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں تمہارے کاروبار جن میں نقصان کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں اگر یہ تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لائے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا)

دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے۔ وہ انسان کی ضروریات اور اس کے طبعی تقاضوں کا خیال رکھتا ہے لہٰذا اس نے یہ حکم نہیں دیا کہ سارے رشتے ناطے توڑ دیے جائیں، عزیز و اقارب سے محبت کا قلع قمع کر دیا جائے جیسا کہ تاریخ ادیان عالم میں ان لوگوں کا شیوہ رہا ہے جنہوں نے رہبانیت اختیار کی بھرپور زندگی چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لی اس مقام پر بہت سی قوموں نے ٹھوکر کھائی۔ اسلام نے اعتدال اور توازن کی راہ دکھلاتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ جنگلوں اور غاروں سے ہو کر نہیں جاتا بلکہ ان گلی کوچوں بازاروں سے ہو کر جاتا ہے۔ انسانی زندگی کی غرض و غایت دنیا کی چیزوں میں کھو جانے اور فقط رشتے ناطے کے تعلقات میں گم ہو جانے سے بہت آگے اور بلند ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کی محبت منع نہیں ہے، احبیت منع ہے۔ لہٰذا یہ چیزیں تمہاری روحانی ترقی کے راستے میں حائل نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے عشق سے نہ ٹکرائیں۔ ایثار و شہادت کے میدان میں جانے سے تمہارا راستہ نہ روکیں تو ان کی محبت ممنوع نہیں اور اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ یہ چیزیں تمہیں راہ خدا میں جانے سے روکیں تو پھر ان تعلقات کو اور ان چیزوں کو پاؤں کی ٹھوکر لگا کر آگے نکل جاؤ۔ پس ان آیات کریمہ سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہونی چاہیے۔

کچھ نہیں مانگتا دنیا سے یہ شیدا تیرا
اس کو بس چاہیے نقش کف پا تیرا

حدیث نبوی ﷺ سے دلائل

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اَنْ یَکُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلُه' اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ یُحِبَ الْمَرْءَ لَا یُحِبَّه' اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ یَکْرِهَ اَنْ یَعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَهُ اَنْ یُقْذَفَ فِی النَّارِ o

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اس کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں اگر کسی سے محبت کرے اللہ کے واسطے کرے اور کفر و شرک اختیار کرنے سے اس قدر بیزار ہو جس قدر آگ میں ڈالے جانے سے)

حلاوت ایمان کا نصیب ہونا

انوار الباری میں لکھا ہے کہ حلاوت ایمان سے مراد یہ ہے کہ طاعات میں لذت محسوس ہو اور اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کی رضا مندی کیلئے بڑی سے بڑی تکالیف بھی گوارا ہوں۔ حدیث پاک میں تین چیزوں کا ذکر ہے مگر ہمارا مقصد اس وقت پہلے نمبر کی تشریح ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت دوسری تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت تو اس لئے کہ وہ پروردگار اور منعم حقیقی ہے۔ ساری نعمتیں اسی کے فضل و کرم سے وابستہ ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے محبت اس لئے کہ روحانی انعامات اور علوم الٰہیہ کیلئے وہی واسطہ ہیں۔ حلاوت ایمان کے بارے میں محدث عارف بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

''فقہا کی رائے میں حلاوت ایمان سے مراد یہ ہے کہ وہ ایمان میں پختہ اور احکام میں مطیع ہو۔ جبکہ سادات صوفیہ نے اس کو محسوس چیز قرار دیا ہے۔ میرے نزدیک یہی رائے حق

وصواب ہے۔" (بھجۃ النفوس: ج ۱ ص ۲۵)

سادات صوفیہ کے قول کی تائید صحابہ وسلف کے درج ذیل واقعات سے ہوتی ہے۔

☆ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تکالیف اٹھا کر بھی احد احد کہتے رہنا، موت کے وقت اہل خانہ نے کہا واحزناہ آپ ﷺ نے فرمایا" واطرباہ غدا التی الاحبہ محمداً واصحابہ"۔ یہی حلاوت ایمان ہے۔

☆ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے چور کو گھوڑا لے جاتے دیکھا مگر نماز نہ توڑی کہ یہ زیادہ قیمتی ہے۔

☆ ایک مجاہد پہریدار صحابی رضی اللہ عنہ کو تیر لگے مگر فرمایا جی چاہتا تھا کہ تیروں پہ تیر کھاتا رہتا مگر سورۃ کہف مکمل کئے بغیر نماز کا سلام نہ پھیرتا۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت میں وہ لذت حاصل ہے کہ اگر شاہان دنیا کو علم ہو جائے تو ہم پر لشکر کشی کر کے اس کو چھیننے کی کوشش کریں۔

☆ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے" اھل اللیل فی لیلھم الذ من اھل الھوی فی ھواھم" (اہل ہوس کو اپنی عیاشیوں میں وہ لذت نہیں ملتی جو اہل اللہ کو رات کی عبادت میں ملتی ہے)

اگر کسی شخص کو یہ عبادت والی لذت کی کیفیت حاصل نہیں ہو سکی تو اسے کم از کم اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کاملین وواصلین کی گواہی قبول کر لینی چاہیے۔

و اذا لم تر الھلال فسلم

لاناس راوہ بالابصار

(تو نے اگر خود چاند کو نہیں دیکھا ان لوگوں کی بات ہی مان لے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے)

پس ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ سے عشق ومحبت کا ہونا حلاوت ایمان نصیب ہونے کی

علامات میں سے بڑی علامت ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لایومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

(تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے آباؤاجداد، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہوجائے)

انسان کو اپنے والدین، اولاد اور عزیز واقارب سے فطری اور طبعی محبت ہوتی ہے اسی محبت کے ہاتھوں مجبور ہوکر وہ طرح طرح کی تکالیف اٹھاتا ہے بلکہ بعض اوقات گناہوں کا راستہ اختیار کرکے جہنم خریدتا ہے مندرجہ بالا حدیث پاک میں نہایت وضاحت کے ساتھ بتادیا گیا ہے کہ مومن کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ جب قلب میں عشق رسول ﷺ کا غلبہ ہوگا تو پھر انسان قرابت ورشتہ داری کی وجہ سے کوئی کام خلاف شرع نہیں کرے گا۔ والناس اجمعین کا لفظ استعمال فرماکر اس دائرے کو بہت وسیع کردیا گیا ہے۔ لہٰذا مومن کے دل میں ساری مخلوق سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت ہونی چاہئے۔ اس کو ایمان کی شرط بنادیا گیا ہے جس سے اس کی اہمیت اور زیادہ اجاگر ہوگئی ہے۔

اے اللہ مجھے میرے احباء سے جلد ملادے

ایک روایت میں آیا ہے نبی اکرم ﷺ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے میرے احباء سے جلدی ملادے۔ حضرت ثوبانؓ یہ سن کر حیران ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کن سے ملنے کی دعا کررہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، ثوبانؓ! تم نے مجھے دیکھا ہے، وحی نازل ہوتے دیکھی ہے، فرشتوں کو اترتے دیکھا ہے، میری صحبت میں رہنے کا شرف پایا ہے لہٰذا تمہارا ایمان بہت قیمتی ہے تاہم قرب قیامت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا۔ فقط کتابوں میں میرے تذکرے پڑھے ہونگے لیکن ان کو مجھ سے اس قدر والہانہ عشق ہوگا کہ اگر ممکن ہوتا کہ وہ اپنی اولادوں کو بیچ کر میرا دیدار کرسکتے تو وہ یہ بھی کر

گزرتے۔ثوبان! میں اپنے ان احباء سے ملنے کی دعا کررہا ہوں۔

جان سے بھی زیادہ رسول ﷺ کی محبت لازم ہے

۳۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا میرا ایمان کامل ہے کیونکہ انت یارسول اللہ احب الی من کل الامن نفسی (یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا ''لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من نفسک ''(نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے (تمہاراایمان مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں)۔یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ تڑپ اٹھے اور فوراًعرض کیا''فانک الان واللہ احب الی من نفسی ''(اللہ کی قسم بے شک اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایاالان یاعمر (اے عمر!اب تمہاراایمان مکمل ہوا ہے)

یہاں ایک نکتہ ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ حضرت عمرؓ کے دل میں یہ بات تھی کہ انسان کو چوٹ لگے تو جتنی تکلیف ہوتی ہے اتنی تکلیف دوسرے کو چوٹ لگنے پر نہیں ہوتی۔لیکن جب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں تو حضرت عمرؓ نے غور کیا اور یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر کوئی دشمن نبی ﷺ پر حملہ کرے تو آپ ﷺ کو بچانے کے لئے تو میں اپنی جان بھی قربان کردونگا لہٰذا فوراًجواب دیا، الحمدللہ،اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہوگی

۴۔ ایک اعرابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھنے لگا''متی تکون الساعۃ''قیامت کب آئے گی؟ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا''ماعددت لھا''تم نے اس

کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اعرابی نے کہا کہ میں نے قیامت کے لئے نہ تو بہت سی نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی بہت زیادہ روزے رکھے ہیں یعنی فقط فرض نمازیں پڑھی ہیں اور روزے رکھے ہیں تاہم میرا ایک عمل ہے کہ ''الا انی احب اللہ ورسولہ ''میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر کہا ''المرء مع من احب'' آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہوگی۔

صحابہ کرام کی خوشی کی انتہا

صحابہ کرامؓ فرمایا کرتے تھے کہ ایمان لانے کے بعد ہمیں اتنی خوشی کسی اور حدیث سے نہیں ہوئی جتنی کہ اس حدیث مبارکہ سے ہوئی۔ عشاق کے لئے یہ نوید مسرت نہیں تو اور کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ روایت میں ہے کہ نبی ﷺ کے ایک عاشق صادق حضرت ثوبانؓ حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ اڑا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ حالت دیکھ کر وجہ پوچھی۔ دردمند عاشق نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ! نہ تو جسمانی تکلیف ہے اور نہ کوئی دنیاوی پریشانی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کا رخ انور میری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو دل بے تاب ہو جاتا ہے فوراً دیدار کے لئے حاضر ہو جاتا ہوں۔ اب دل میں رہ رہ کر یہ خیال آرہا ہے کہ جنت میں تو آپ ﷺ کا مقام سب سے بلند ہوگا جبکہ یہ مسکین کسی نیچے درجے میں ہوگا۔ اگر وہاں آپ ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوسکی تو جنت میں کیا مزہ آئے گا۔ نبی اکرم ﷺ یہ ماجرا سن کر خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ خوشخبری لے کر آئے کہ ہم اطاعت گذار عاشقوں کو جنت میں جدائی کا صدمہ نہیں پہنچائیں گے۔

من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین و حسن اولئک رفیقا۔

(جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ لوگ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں ہونگے اور یہ بہترین ساتھی ہونگے)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ سچی محبت ہو گی اسے روز محشر نبی کریم ﷺ کے قدموں میں جگہ ملے گی۔

جمادات وحیوانات میں نبی ﷺ کی محبت

نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت کا فطری جذبہ انسانوں میں ہی نہیں بلکہ حیوانات، نباتات اور جمادات تک میں سرایت کر گیا ہے۔ چند دلائل درج ذیل ہیں۔

☆ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے قربان کرنے لگے تو صحابہ کرامؓ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ اونٹ قربان ہونے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھ بڑھ کر اپنی گردنیں پیش کرنے لگے۔

یعنی ہر شکار نشانے پر دوڑ دوڑ کر آ جاتا کہ پہلے مجھے شکار کیجئے پہلے مجھے۔

سر بوقت ذبح اپنا ان کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

☆ اسی طرح ایک اونٹ کا نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر اپنے دکھ اور غم کا اظہار کرنا، اور رونا بھی حیوانات میں حب رسول ﷺ کے موجود ہونے کی واضح دلیل ہے۔

☆ اسطوانہ حنانہ (کھجور کا تنا) کا نبی اکرم ﷺ کی جدائی میں اس قدر رونا کہ مسجد گونج اٹھی اور صحابہ کرامؓ حیران رہ گئے۔

☆ مختلف مواقع پر درختوں کا نبی اکرم ﷺ کو سلام پیش کرنا نباتات میں حب نبوی ﷺ کے موجود ہونے کی واضح دلیل ہے۔

☆ بخاری و مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ جبل احد کی طرف دیکھ کر فرمایا ھذا جبل یحبنا و نحبہ (یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)

یہ فرمان ذیشان جمادات میں حب نبوی ﷺ کے موجود ہونے کی سچی دلیل ہے یہ تمام مثالیں نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت عامہ کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آدابِ عشقِ رسول ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ اتباعِ رسول ﷺ ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ اپنی امت سے فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو:

﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾

اللہ تعالیٰ کی محبت کا طریقہ یہ ہے کہ میری اتباع کرو۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو۔ اس پر ایک بات عرض کرتا ہوں کہ جتنا قدم قیمتی ہوتا ہے اتنا ہی قیمتی نقشِ قدم ہوتا ہے اور پوری کائنات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمِ مبارک سے بڑھ کر کسی مخلوق کا قدم نہیں ہے، اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو یعنی جس اللہ سے محبت کرنی ہے وہ قرآن میں آیت نازل فرما رہے ہیں اور اپنے محبوب سے کہلوا رہے ہیں کہ ''فَاتَّبِعُوْنِيْ'' میری اتباع کرو، یعنی جو بات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں عطا فرمائیں اس کو سر آنکھوں پر رکھ لو اور جس بات سے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں اس سے بچ جاؤ۔ جس شخص نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک میں اور اللہ تعالیٰ کے ارشادِ مبارک میں فرق کیا، اس نے اللہ تعالیٰ کے ارشادِ مبارک کی قدر نہ کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نوٹ: یہ مضمون آدابِ عشقِ رسول ﷺ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے وعظ (آدابِ عشقِ رسول ﷺ) سے لیا گیا ہے۔ ناشر کتب خانہ مظہری

﴿مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾

میرے رسول تم کو جو احکام عطا فرما رہے ہیں اُن کو سر آنکھوں پر رکھ لو۔

﴿وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

اور جس بات سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں اُس سے رُک جاؤ۔

قرآن پاک کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام بیان کر دیا کہ جن باتوں کا ہم نے حکم دیا ہے اُن کو بھی کرو اور جن باتوں کا حکم ہمارا رسول دے اُن کو بھی کرو اور جن چیزوں سے ہم نے منع کیا ہے ان سے بھی رُکو اور جن چیزوں سے ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع کرتے ہیں ان سے بھی رُکو، خبردار! میرے احکام میں اور میرے رسول کے احکام میں فرق نہ کرنا، کیونکہ میرے نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، وہ میرے ہی فرمان کے ناقل اور میرے ہی فرمان کے سفیر ہیں، ان کا فرمان میرا ہی فرمان ہے، وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے ہیں، جس چیز کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلتا ہے۔

محبت کی دو قسمیں

معلوم ہوا کہ ہر محبت اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبتِ مقبول اور ایک محبتِ مردود، یعنی غیر مقبول، جیسے عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل پڑھے، بخاری شریف کی حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل جائز نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ بھئی! ہمیں تو اللہ میاں سے محبت کرنی ہے اور وہ اخلاص کے ساتھ دروازے بند کر کے نفلیں پڑھے اور اخلاص بھی اتنا کہ اسے نہ بیوی بچے دیکھ رہے ہیں، نہ کوئی مخلوق دیکھ رہی ہے، خالص اللہ کے لیے نفلیں پڑھ رہا ہے مگر رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وجہ سے اس کا اخلاص قبول، نہ اس کے نفل قبول لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ پاک کی محبت اتباعِ سنت کے ذریعہ ملتی ہے۔

عشقِ رسول کی بنیاد اتباعِ رسول ﷺ ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں یہی بات تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر فدا تھے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ فرمارہے تھے، کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے، آپ نے ان کے لیے ارشاد فرمایا اِجْلِسُوْا یعنی بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے لیے محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے

اَفْضَلُ الصَّحَابَۃِ بَعْدَ خُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

یعنی خلفائے راشدین کے بعد سب سے افضل صحابی تھے۔

وَکَانَ یَشْبَہُ بِالنَّبِیِّ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور اپنی صورت کے اعتبار سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل مبارک سے بہت مشابہ تھے۔

تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سنا تو وہیں مسجد کے دروازہ پر جوتوں میں بیٹھ گئے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا اور فرمایا عبداللہ ابن مسعود اندر آجاؤ۔ محدثین لکھتے ہیں، یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی انتہائی قدر اور نگاہِ رسالت میں انتہائی شانِ محبوبیت کی علامت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوارا نہیں ہوا کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود جوتوں میں بیٹھ جائیں لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود کی اتباع دیکھئے کہ انہوں نے اگر مگر نہیں لگایا، جو اگر مگر لگاتا ہے وہ عاشق نہیں ہوتا۔ ایک اللہ والے بزرگ فرماتے ہیں

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے
بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

جو یہ کہے کہ اگر ہم ڈاڑھی رکھ لیں گے تو بیوی کی ناراضگی تو برداشت ہو جائے گی مگر لوگ کیا کہیں گے تو سمجھ لو! یہ اگر مگر کرنے والا عاشق نہیں ہے۔

نافرمانی رسول کے ساتھ عشقِ رسول کا دعویٰ باطل ہے

جب بخاری شریف میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو! ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور تمام زندگی مبارک آپ نے ایک مشت ڈاڑھی رکھی، جملہ نبیوں نے رکھی، تمام صحابہ نے رکھی، اتباعِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں دکھاؤ۔ آپ کے فرمانِ عالیشان کے پرخچے اُڑاتے ہو، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہو اور محبت اور عاشقی کا دعویٰ کرتے ہو۔ عربی شاعر کہتا ہے ؎

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّه'

(رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے اور پھر محبت کا اظہار بھی کرتا ہے)

گھر میں تصویر لگانے کی حرمت

آہ! آج امت کے لوگوں کو کیا ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ عالیشان کے پرخچے اُڑا کر محبت کا دعویٰ ہو رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تصویروں کو گھروں میں مت رکھو، جہاں تصویریں ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ آج امت کے گھر گھر میں تصویریں لگی ہیں لیکن دعویٰ عشقِ رسول میں سب سے آگے ہیں، نافرمانی کے ساتھ یہ کون سی عاشقی ہے؟ کیا محبت کا یہی حق ہے؟

اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کیا شان تھی کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناشتہ کی دعوت دی، آپ ناشتہ کے لیے جب ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ گھر میں تصویر تھی، فرمایا کہ عمر ایسے گھر میں ناشتہ نہیں کرے گا جس میں نافرمانی رسول ہو رہی ہو، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان کی خلاف ورزی کی جا رہی ہو، ہم ایسے ناشتہ سے باز آئے، یہ محبت ہے، اِس کا نام عشق ہے۔

آج امت کو دیکھ کر دل کُڑھتا ہے، وظیفے خوب پڑھ رہے ہیں لیکن گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں ہے۔ ایک مرنے والے پر سورہ یٰسین کے کئی ختم ہوئے مگر اس کی روح

نہیں نکلی، ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھ سے فرمایا کہ وہ لوگ مجھے لے گئے تھے کہ تین دن ہو گئے ہیں مگر روح نہیں نکل رہی ہے، حالانکہ ہزار دفعہ یٰسین شریف پڑھی جا چکی ہے، میں نے دیکھا کہ وہاں لیاقت علی خان کی تصویر لگی ہوئی تھی، میں نے کہا کہ تصویر رکھتے ہوئے سورہ یٰسین کے فرشتے گھر میں کیسے آئیں گے؟ لہٰذا ابھی تصویر نکالو، چنانچہ جیسے ہی تصویر ہٹائی گئی، فوراً ہی روح نکل گئی۔ تو عشقِ رسول نام ہے اتباعِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، سنت پر جان دے دو، چاہے دنیا کچھ ہی کہتی رہے اور آپ کا کتنا ہی مذاق اڑائے۔

ٹخنے چھپانا رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے

بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَااَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ

جس کا ٹخنہ اوپر سے آنے والے لباس مثلاً شلوار، پاجامہ، لنگی وغیرہ سے چھپا رہے گا، اُتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جو تکبر سے ایسا کرے گا، اِس حدیث کو لے کر آج لوگ خوب ہوشیاریاں اور چالاکیاں دِکھا رہے ہیں کہ صاحب میرا ٹخنہ تکبر کی وجہ سے نہیں ڈھک رہا ہے حالانکہ کبھی کسی صحابی نے ٹخنہ نہیں ڈھکا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ نکلا ہوا تھا اس لیے آپ کا پاجامہ لٹک جاتا تھا لیکن آپ ہر وقت اُس کو اہتمام سے اوپر کرتے رہتے تھے اور وحی الٰہی سے سرورِ عالم ﷺ کی زبان رسالت سے اس بات کا اعلان ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق تکبر سے پاک ہیں، آج کے زمانہ میں کس کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمایا؟ کس کے لیے وحی نازل ہوئی؟ لہٰذا جو لوگ ٹخنے ڈھک رہے ہیں وہ حضور ﷺ کی نافرمانی کر رہے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کو ایک لاکھ حدیثیں بمع راویوں کے ناموں کے زبانی یاد تھیں، وہ فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر ۶ میں تمام حدیثیں سامنے رکھ کر فیصلہ

لکھتے ہیں:

فَاِنَّ ظَاهِرَ الْاَ حَادِيْثِ يَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْاِسْبَالِ

یعنی چاہے تکبر ہو یا نہ ہو ہر حال میں ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ حافظ الحدیث ہیں، جنہیں ایک لاکھ حدیثیں مع اسناد کے زبانی یاد تھیں اور جنہوں نے بخاری شریف کی ۱۴ جلدوں میں شرح لکھی ہے ان سے بڑھ کر آج کوئی کیا حدیث بیان کرے گا، تو علامہ ابن حجر عسقلانی تمام مجموعۂ احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ فَاِنَّ ظَاهِرَ الْاَ حَادِيْثِ يَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْاِسْبَالِ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔

ذکرِ رسول ﷺ کی برکات

حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ایک کتاب لکھی، جس کا نام "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ" ہے۔ یہ کتاب عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس کا مصنف کتنا بڑا عاشقِ رسول ہے۔ اتنے بڑے عاشقِ رسول کو جو لوگ بدنام کرتے ہیں کل قیامت کے دن ان کو جواب دینا پڑے گا۔ بہر حال جب حضرت تھانوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل پر اس کتاب کو لکھ رہے تھے، اُس زمانہ میں تھانہ بھون میں طاعون پھیلا ہوا تھا تو جس دن کتاب لکھتے قصبہ میں کوئی موت نہیں ہوتی تھی اور جس دن ناغہ ہو جاتا تھا اُس دن کئی اموات ہو جاتی تھیں۔ جب حضرت کو مسلسل یہ روایت پہنچی تو آپ روزانہ لکھنے لگے اور جب روزانہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی شان کو لکھنے لگے تو وہاں طاعون ختم ہو گیا، لہٰذا درود شریف کی کثرت بلاؤں کو ٹالنے کے لیے بھی اکسیر ہے اور ایک درود شریف پر دس درجے بلند ہوتے ہیں، دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔

اُحد اور طائف میں حضور ﷺ کا خونِ مبارک کس لیے بہا؟

بتائیے! اگر آپ کا خونِ مبارک طائف کے بازار میں نہ بہتا اور آپ کے دندانِ مبارک اُحد کے دامن میں شہید نہ ہوتے تو ہم تک کیسے اسلام پہنچتا؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُحد کے دامن میں اپنے ہاتھوں سے اپنے خونِ مبارک کو پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ کیا حال ہے ایسی قوم کا جو اپنے پیغمبر کو لہولہان کرتی ہے۔ اس خونِ نبوّت سے ہم کو اسلام ملا ہے ورنہ ہم کالک پرشاد اور رام چندر ہوتے۔ بتائیے! سارے عالم میں اسلام کیسے پھیلا؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خونِ نبوّت کے صدقہ میں اور صحابہ کے خون کے صدقہ میں آج ہم مسلمان ہیں۔

اسی احتیاط کی وجہ سے صحابہ کو حکم ہو رہا ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْ هُنَّ مِنْ وَّ رَاءِ حِجَابٍ

اے اصحابِ رسول! جب تم نبی کی بیبیوں سے کسی بات کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے کرو۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ پہلی اچانک نظر تو معاف ہے لیکن دوسری نظر مت ڈالنا، یہ حرام ہے۔ کیا آج ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں؟ کہتے ہیں کہ مولانا! ہماری نظر صاف ہے، دل پاک ہے، ارے! تو کیا نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر غیر صاف اور غیر پاک تھی؟ یہ سب نفس کی چال ہے کہ خود کو پاک صاف کہہ کر بدنظری کرتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حمد و نعت کے یا عارفانہ اشعار سننا عبادت ہے، آپ رات بھر اشعار سنئے لیکن حدودِ شریعت نہ ٹوٹیں۔ علامہ قرطبی تفسیر قرطبی میں لکھتے ہیں کہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمائش کی کہ فلاں حکیمانہ شعر کہتا ہے، اُس کا کوئی شعر تم کو یاد ہو تو سناؤ؟ انہوں نے ایک شعر سنا دیا، آپ نے فرمایا اور سناؤ پھر اور سنایا، صحابی کہتے ہیں حَتّٰی اَنْشَدْتُ مِاۃَ بَیْتٍ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سو اشعار

سنائے اور آپ کو معلوم ہے کہ چوبیس صحابہ شاعر تھے، جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں نعت شریف کہی۔ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی محبت میں دو شعر کہے ہیں اور کیسے پیارے شعر ہیں ۔

لَنَا شَمْس'' وَلِلْآفَاقِ شَمْس'

وَشَمْسِیْ خَیْر'' مِّنْ شَمْسِ السَّمَآءِ

ایک میرا سورج ہے اور ایک آسمان کا سورج ہے اور میرا سورج آسمان کے سورج سے افضل ہے کہ ان کے صدقے میں سورج اور چاند پیدا ہوئے۔

فَاِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرٍ

وَشَمْسِیْ طَالِع'' بَعْدَ الْعِشَآءِ

آسمان کا سورج نمازِ فجر کے بعد نکلتا ہے اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء کے بعد مسکراتے ہوئے گھر تشریف لایا کرتے تھے، یہ بھی سنت ہے لہٰذا جب اپنے گھروں میں داخل ہوں تو سلام کریں اور مسکراتے ہوئے داخل ہوں۔ آج ہمارا کیا حال ہے کہ جب گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ہاتھ میں تسبیح لیے، آنکھ بند کیے ہوئے، منہ پھلائے ہوئے، معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب بایزید بسطامی سے کم نہیں ہیں، مسکرانا کیا جانیں؟ دوستوں میں تو ہنسیں بولیں گے، لیکن بیوی بیچاری بات کرنے کو ترستی ہے، وہاں جا کے بالکل سنجیدہ اور عرشِ اعظم پر رہنے والے بن گئے، حالانکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ اس وقت آنکھ بند نہیں کرنا چاہیے بلکہ مسکراتے ہوئے اپنی بیوی اور گھر والوں کو السلام علیکم کہو۔ بعض لوگ اس لیے غصہ میں رہتے ہیں کہ اگر ہم ہنس دیں گے، مسکرا دیں گے تو بیوی کے اوپر ہمارا عذاب نہیں رہے گا، لہٰذا وہ منہ پھلا کر، آنکھیں سرخ کیے ہوئے فرعون کی طرح گھر میں داخل ہوتے ہیں، یہ بھی حرام ہے اور سنت کے خلاف زندگی ہے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرو۔

اتباعِ سنت پر اہل اللہ کی حرص

جب کسریٰ کے دربار میں کھانے کے دوران حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے نوالہ گر گیا، وہ اسے اٹھا کر کھانے کے لیے صاف کرنے لگے تو ایک صاحب نے اشارہ سے منع کیا کہ ایسا نہ کریں ورنہ وہ کہیں گے کہ مسلمان قلاش اور سات پشت کے فقیر ہیں، اس میں اسلام کی توہین ہے تو حضرت حذیفہ نے کیسا پیارا جواب دیا:

اَاَتْرُکُ سُنَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِھٰؤُ لاءِ الْحُمَقَاء

کیا میں ان نادانوں اور بیوقوفوں کی وجہ سے اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ دوں؟

اسی طرح آج کل لوگ پیالہ چاٹنے کی سنت پر عمل کرنے سے شرماتے ہیں۔ علامہ شامی نے حدیث نقل کی ہے کہ جب پیالہ چاٹا جاتا ہے تو پیالہ دعا دیتا ہے:

اَعْتَقَکَ اللّٰہُ مِنَ النَّارِ کَمَا اَعْتَقْتَنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ

خدا تجھ کو جہنم سے بچائے جیسے تو نے مجھے شیطان سے بچایا۔

کیونکہ اگر کھانے کے بعد پیالہ کو نہ چاٹا جائے تو اس میں لگا ہوا کھانا شیطان صاف کرتا ہے۔ سبحان اللہ! سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی کیا نعمت ہے!

محبت کا انعامِ عظیم

ایک صحابی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بغیر پلکیں جھپکائے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ آج تم اتنی محبت سے مجھے دیکھ رہے ہو کہ آنکھیں جھپک بھی نہیں رہی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس لیے دیکھ رہا ہوں کہ یہاں تو جب دل تڑپتا ہے تو آ کر آپ کی زیارت کر لیتا ہوں لیکن جنت میں آپ کا درجہ بہت اونچا ہوگا وہاں ہم آپ کو کیسے دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

جس کو جس سے محبت ہے وہ اسی کے ساتھ رہے گا۔

دیکھا آپ نے محبت کیسی نعمت ہے! محبت والے کی دو رکعات غیر محبت والے کی لاکھ رکعت سے افضل ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اے نبی ﷺ! آپ اعلان فرمائیے فَاتَّبِعُوْنِی میری اتباع کرو یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب کرلے گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا پیارا وہی ہے جو متبع سنت ہے۔

اہل اللہ کا اہتمام اتباعِ سنت

میں نے الٰہ آباد کے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کو دیکھا جو حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سید بدر علی شاہ کے خلیفہ ہیں، ان کو دیکھا کہ ان کا کرتہ اتارنے والے خادم نے داہنے ہاتھ کی طرف سے کرتہ اُتار دیا حالانکہ سنت یہ ہے کہ کرتہ پہنتے وقت پہلے داہنے ہاتھ میں پہنے اور اتارتے وقت پہلے بائیں طرف سے اتارے۔ جوتا ہو یا کُرتا ہو یا پائجامہ ہو داہنی طرف سے پہنو اور بائیں طرف سے اتارو۔ میں اُس وقت موجود تھا، کراچی سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ حضرت نے خادم کو ڈانٹ کر فرمایا کہ تم کیسے بیوقوف ہو؟ تم کو اس سنت کا علم نہیں، تم نے میرا کُرتا سنت کے خلاف اُتار دیا، اب دوبارہ پہناؤ، دوبارہ داہنے ہاتھ میں پہنا اور فرمایا کہ اب بائیں ہاتھ کی طرف سے اُتارو۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کا موزہ اُتارا تو پہلے داہنی طرف سے اتار دیا، فرمایا پھر پہناؤ اور پہلے بائیں طرف سے اُتارو۔ موزہ، جوتا، لباس پہنتے وقت سنت پر عمل کرو، سنت پر عمل سے ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی ہے مثلاً جوتا پہنتے وقت خیال آئے گا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم عالی پر عمل ہو رہا ہے کہ:

اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِالْیُمْنٰی

جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے داہنے پیر میں پہنے۔

وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ

اور جب اُتارے تو پہلے بائیں طرف سے اتارے۔

اگر آپ اس سنت پر عمل کریں گے تو دن بھر میں جتنی بار جوتا پہنیں گے اور اُتاریں گے تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تازہ نہیں ہوگی؟ دل یقیناً مسرور ہوگا کہ ہم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکمِ مبارک پر عمل کررہے ہیں، محبت اسی کا نام ہے، محبت عمل کا نام ہے، خالی زبان سے کہہ دیتے ہیں کہ میں بڑا محبت کرنے والا ہوں لیکن جب عمل کا معاملہ آتا ہے تو نفس وشیطان غالب آجاتے ہیں، معاشرہ اور سوسائٹی غالب ہوجاتی ہے، بیوی کا خوف، دفتر والوں کا خوف آجاتا ہے جس سے ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

ڈاڑھی منڈانے والوں سے حضور ﷺ کا اظہارِ نفرت

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل چاروں اِماموں کا اِجماع ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی تینوں طرف سے رکھنا واجب ہے یعنی دائیں طرف سے، بائیں طرف سے اور سامنے سے لہٰذا اگر قیامت کے دن سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دریافت فرمالیں کہ اے میرے امتی! تونے میرے چہرے میں کیا عیب پایا کہ میری جیسی شکل نہیں بنائی تو بتائیں ہم لوگ کیا جواب دیں گے؟ جبکہ زندگی مبارک میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈاڑھی منڈی شکلوں سے سخت نفرت تھی۔ ایک مرتبہ ایران کے دو سفیر آپ کے سامنے حاضر ہوئے جن کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا چہرۂ مبارک نفرت سے پھیرلیا۔ پس اگر قیامت کے دن ایسی شکل بنانے پر ہم سے بھی نفرت سے چہرۂ مبارک پھیر لیا تو شفاعت کے امیدوارو! کہاں جاؤ گے؟ کس کو خوش کررہے ہو، بیبیوں کو خوش کررہے ہو، اپنا نفس خوش کررہے ہو؟ یہ گال تمہاری ملکیت نہیں ہیں، یہ گال اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ یاد رکھو! بندہ کی ہر چیز بندہ ہے، اگر ہم بندہ ہیں تو سر سے پیر تک بندہ ہیں۔ ہمارا ہر جز خدا کا غلام ہے، یہ گال بھی خدا کے غلام ہیں،

اختر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ڈاڑھی رکھ لو، اختر کوئی چیز نہیں ہے، ایک بھنگی بھی اگر کمشنر کے احکام کا ٹین بجا کر اعلان کرتا ہے تو آپ کمشنر کے احکام سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ اعلان کرنے والا جمعدار ہے، اگر اختر کو انتہائی حقیر سمجھتے ہو ہمیں منظور ہے، لیکن سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ڈاڑھی رکھ لو تا کہ قیامت کے دن یہ کہہ سکو کہ ؎

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اور اگر ڈاڑھی رکھنے پر کوئی آپ پر ہنسے تو یہ شعر پڑھ دیا کرو ؎

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنادے

بڑی مونچھیں رکھنے پر وعید

ایسے ہی آج دیکھتا ہوں کہ لوگ لمبی لمبی مونچھیں رکھے ہوئے ہیں، دیکھو ''اوجز المسالک'' شرح مؤطا امام مالک، حدیث کی بڑی مستند کتاب ہے، جو چودہ جلدوں میں ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے اپنی مونچھوں کو بڑھایا:

لَمْ یَنَلْ شَفَاعَتِیْ وَلَمْ یَرِدْ عَلٰی حَوْضِیْ وَیَبْعَثُ اللّٰہُ الْمُنْکَرَ وَالنَّکِیْرَ فِیْ غَضَبٍ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ'' اِنْ لَّمْ یَتُبْ

میری شفاعت سے محروم کر دیا جائے گا اور حوضِ کوثر پر نہیں آنے پائے گا اور سوال جواب کے لیے قبر میں منکر نکیر کو غصے میں بھیجا جائے گا، ان کے لیے دردناک عذاب ہے اگر توبہ کیے بغیر مر گئے۔

صحابہ کا اعلیٰ مقام

بس دوستو! یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس سے دین پھیلاتے ہیں اس کو شاگرد بھی اعلیٰ دیتے ہیں، اسی لیے پیغمبروں کو اعلیٰ شاگرد دیتے ہیں۔ آپ بتائیے! کوئی باپ اپنے بیٹے کو کسی مشن پر بھیجے، کسی مقصد کے لیے بھیجے تو کیا نااہلوں کو اس کا ساتھی بنائے

گا؟حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ سید الانبیاء ہیں، تمام نبیوں کے سردار ہیں اس لیے حق تعالیٰ نے آپ کو سب سے بڑی لائق اور سب سے بڑے عاشق شاگرد عطا فرمائے اور صحابہ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا جن سے اسلام کو پھیلانا تھا۔

یہاں مجھے ایک شعر یاد آ گیا جو شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے۔

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل سے نمود تھی
پسلی پھڑک گئی نظرِ انتخاب کی

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اللہ تعالیٰ سے مانگے گئے۔ ان کے لیے تو یہ شعر کہا جا سکتا ہے۔

کسی کے دردِ محبت نے عمر بھر کے لیے
خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے

کعبہ کے سامنے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک اٹھے ہوئے تھے کہ یا اللہ دو عمر میں سے ایک عمر ہمیں عطا کر دے، عمر ابن ہشام یا عمر ابن خطاب اور جبرئیل امین اور صدیقِ اکبر آمین کہہ رہے تھے، ان میں سے عمر ابن خطاب قبول ہو گئے۔ غرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مانگے گئے۔ کبھی کبھی اولیاء اللہ بھی اپنے لیے کسی کو مانگ لیتے ہیں۔

عشقِ رسول ﷺ کا حاصل

عشقِ رسول ﷺ کا حاصل تو یہ تھا کہ حضور ﷺ کے نقشِ قدم پر زندگی کی ہر سانس فدا کرتے، صبح و شام، کوئی دن ناغہ نہ کرتے، کثرت سے درود شریف پڑھتے اور کثرت سے آپ کی سنتوں کا مذاکرہ کرتے، اگر ہم لوگ ایک ایک سنت زندہ کرتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کتنی خوش ہوتی۔ اگر آج اُمت کے سب مرد ڈاڑھیاں رکھ لیں، پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھنے لگیں، اپنے ٹخنے کھول لیں اور جتنی سنتیں ہیں ان سب پر عمل کریں، گانا بجانا چھوڑ دیں تو بتاؤ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کتنی

خوش ہوگی۔ وہ شخص ظالم ہے جو ایک سیکنڈ کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بھول جائے آپ کی محبت جزوِ ایمان ہے لہٰذا جو شخص آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے اس کا کلمہ درست نہیں ہے اگرچہ رات دن لاَ اِلٰہ الاَّ اللّٰہُ پڑھے، اسے نجات نہیں ملے گی جب تک وہ محمد رسول اللّٰہ نہیں پڑھے گا یعنی اگر آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لائے گا جہنم میں جائے گا، اللہ تعالیٰ کے بعد پوری کائنات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ ﷺ کا عظیم الشان رُتبہ

علماء نے لکھا ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ صاحب مذہب ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے زُرْتُ قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی تو ایسا کہنا مکروہ ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ زُرْتُ النَّبِیَّ ﷺ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، کیونکہ آپ بحیات طیبہ خاص حیات سے مشرف ہیں اور روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر جو صلوٰۃ سلام پڑھتا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں اور جواب بھی عطا فرماتے ہیں۔ اسی طرح علماء کرام کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسمِ مبارک رکھا ہوا ہے زمین کا وہ ٹکڑا عرشِ اعظم سے افضل ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جزوِ ایمان ہے، اس کے بغیر ایمان ہی قبول نہیں۔ ایک شاعر بڑا عاشق تھا، وہ مدینہ شریف جارہا تھا، جب دور سے اس کو روضۂ مبارک نظر آیا تو اس نے دو شعر کہے۔

ڈھونڈتی تھی گنبد خضریٰ کو تو
دیکھ وہ ہے اے نگاہِ بے قرار
ہوشیار اے جانِ مضطر ہوشیار

آ گیا شاہِ مدینہ ﷺ کا دیار

اتباعِ سنت کا نور

دوستو! میں نے آیت اس لیے تلاوت کی کہ جو کام کرو سنت و شریعت کے مطابق کرو اور گانا، بجانا طبلہ سارنگی یہ چیزیں خلافِ سنت ہیں، خلافِ شریعت ہیں، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اے لوگو! میں باجا اور گانا بجانا مٹانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں تو جس چیز کو مٹانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کیے گئے، آج امت اس چیز کو زندہ کر کے اپنے اوپر لعنت کیوں برسا رہی ہے؟ ایسی امت کیا فلاح پائے گی؟ پس سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جتنے ارشاداتِ مبارک ہیں، جتنی سنتیں ہیں، ان سب کو سر آنکھوں پر رکھو، ان پر عمل کرو پھر دیکھو کہ کتنا نور پیدا ہوتا ہے، سورج اور چاند کیا جانیں اُس روشنی کو جو روشنی سنت میں ہے۔

از لبِ یارم شکر را چہ خبر
وز رُخش شمس و قمر را چہ خبر

مٹھائی کیا جانے اللہ کے نام کی مٹھاس کو؟ مٹھائی اور شُکَر مخلوق ہے، حادِث ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود اور قدیم ہے، خالقِ شُکَر ہے، خالقِ شکر کو شکر کیا جانے؟ خالقِ شکر غیر محدود مٹھاس رکھتا ہے اور شکر کی مٹھاس محدود ہے اور اگر شوگر بڑھ جائے تو شکر کھا بھی نہیں سکتے اور اللہ تعالیٰ کا نام پاک ہر بیماری کی شفاء ہے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا ہر بیماری کی شفاء ہے، اس کی برکت سے حسنِ خاتمہ بھی ملتا ہے۔

خواب میں آپ ﷺ کی زیارت نعمتِ عظمیٰ ہے

علماء نے لکھا ہے کہ جس نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زندگی میں ایک دفعہ خواب میں دیکھ لیا اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور میرے شیخ نے خود فرمایا کہ ایک مرتبہ ایسی زیارت نصیب ہوئی کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمِ مبارک

کے لال لال ڈورے بھی نظر آئے، اتنا واضح خواب تھا، اور انہوں نے خواب ہی میں پوچھا بھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا عبدالغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں عبدالغنی! تم نے ہم کو خوب دیکھ لیا۔ ایسا پیارا شیخ اللہ نے اختر کو نصیب فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت کسی پر غصہ ہو گئے، بعد میں ایک میل کے فاصلے پر اس کے گھر جا کر اس سے معافی مانگی، حالانکہ وہ کوئی عالم بھی نہیں تھا، ہل جوتنے والا جاہل آدمی تھا، لیکن حضرت نے فرمایا کہ قیامت کے دن عالم اور غیر عالم کی تخصیص نہیں ہوگی، وہاں تو سب برابر ہوں گے، حضرت نے اس سے معافی مانگتے ہوئے کہا کہ ہم سے ظلم ہو گیا، تم ہمارے شاگرد نہیں ہو، مرید نہیں ہو تو میں نے تمہیں کیوں ڈانٹ دیا؟ میں اس غصہ کی وجہ سے تم سے معافی مانگنے آیا ہوں، اس نے بہت کہا کہ حضرت آپ کو مجھ سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں، آپ تو میرے باپ کے برابر ہیں لیکن حضرت نے فرمایا کہ زبان سے کہو کہ میں نے معاف کر دیا، جب اس نے کہا، میں نے معاف کر دیا، تب آپ آئے۔ اسی رات سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت نے خواب میں دیکھا کہ ایک کشتی میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضرِ خدمت ہیں اور پیچھے کچھ فاصلے پر ایک اور کشتی ہے، اس میں شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا اے علی! عبدالغنی کی کشتی میری کشتی سے جوڑ دو، جب کشتی جوڑی گئی تو کھٹ کی آواز آئی، حضرت فرماتے تھے کہ اس کھٹ کی آواز کا اب تک مزہ آتا ہے۔ حضرت شاعر نہیں تھے، دو ہی شعر زندگی میں کہے جس کا ایک شعر یہ ہے

مضطرب دل کی تسلی کے لیے
حکم ہوتا ہے ملا دو ناؤ کو

نافرمانی کرنا عشقِ رسول ﷺ کے خلاف ہے

آج ڈاڑھیاں مونڈی جارہی ہیں، مونچھیں بڑی بڑی رکھی ہیں، طبلے سارنگیاں بج رہی ہیں، جماعت سے نمازیں چھوٹ رہی ہیں اور یہ سب سے بڑے عاشقِ رسول ہیں، یہ عشق رسول ہے؟

تَعۡصِیۡ الرَّسُوۡلَ وَاَنۡتَ تُظۡهِرُ حُبَّهٗ
هٰذا لَعُمۡرِیۡ فِیۡ الۡقِیَاسِ بَدِیۡعٌ
لَوۡ کَانَ حُبُّکَ صَادِقاً لَّا طَعۡتَهٗ
فَاِنَّ الۡمُحِبَّ لِمَنۡ یُّحِبُّ مُطِیۡعٌ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہو ظالمو! اور عشقِ رسول کا دعویٰ کرتے ہو، اگر تمہارا عشق سچا ہوتا تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے کیونکہ عاشق تو اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے۔ یہ کیسا عشق ہے کہ جماعت کی نمازیں چھوڑ رہے ہیں، مسجدیں خالی ہیں اور جلوس میں سب آدمی گھسے چلے جارہے ہیں، کیا صحابہ کے اندر یہ سمجھ نہیں تھی کہ وہ جلوس نکالتے؟ آج اخبارات میں ہے کہ خوشی مناؤ، ارے تمہاری خوشی جب قبول ہوگی جب صحابہ کے طریقے پر ہوگی، ان کے طریقہ کے خلاف تمہاری خوشی قبول نہیں ہوسکتی، یہ دیکھو کہ حضراتِ صحابہ نے کیسے خوشی منائی؟ ان سے اللہ راضی ہوگیا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ، اللہ اُن سے راضی تو ان کے اعمال سے بھی راضی، لہٰذا جیسے صحابہ کرام ایک ایک سنت پر جان دیتے تھے ہم بھی جان دینا سیکھیں۔ دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گھر میں ناشتہ نہیں کیا جس گھر میں تصویر تھی اور آج عاشقِ رسول بنے ہوئے ہیں اور ان کا سارا گھر تصویروں سے بھرا ہوا ہے، گانے بجانے رات دن ہورہے ہیں، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر چل رہے ہیں، بس بارہ ربیع الاول میں چراغاں کرلیا اور جلوس نکال لیا تو بہت بڑے عاشقِ رسول ہوگئے۔ ارے تمہارا عشقِ رسول جب قبول ہوتا جب تم سنت کے مطابق مونچھیں کاٹ دیتے اور ڈاڑھیاں بڑھا لیتے اور پانچوں وقت کی جماعت سے نماز ادا کرتے۔ ہمیں ثابت کردو کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان حضرات نے ربیع الاول منایا، چراغاں کیا بلکہ کسی صحابی سے ثابت کردو کہ انہوں نے ربیع الاول منایا ہو؟ عاشقِ رسول وہ ہیں جو سنت پر چلتے ہیں، سبحان اللہ! ہمارا ربیع الاول تمام سال ہے، ہمارا میلاد شریف ہماری زندگی کی ہر سانس ہے، ہماری ہر سانس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوبی ہوئی ہے، یہ تھوڑی کہ سال میں ایک مرتبہ جھوم جھوم کر پڑھ لیا اور سارے سال نافرمانی کرتے رہے۔ جو بھی اتباعِ سنت کرتا ہے اس کا سارا سال ربیع الاول ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانے کا مقصد یہ تھا کہ بندے اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلیں اور خدا کے غضب اور قہر کے اعمال سے بچیں، یہ اصلی مولود شریف ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا حق وہ ادا کرتا ہے جو گناہ چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ پر اپنی جان فدا کردے، میرا شعر ہے۔

وہ لمحۂ حیات جو تجھ پر فدا ہوا
اس حاصلِ حیات پہ اختر فدا ہوا

جو سانس اللہ تعالیٰ پر فدا ہو، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر فدا ہو، یہ ہے اصلی مولود شریف۔ ایک ایک سنت کو سیکھئے اور اس پر عمل کیجیے، یہ ہے ربیع الاول، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی لیے تشریف لائے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لیے تشریف نہیں لائے تھے کہ سال میں ایک دفعہ ہندوؤں کی دیوالی کی طرح مسجدوں میں چراغاں کرلو، جلوس اور ریلیاں نکال کر گانے بجانے کرو اور گھروں میں وی سی آر، سینما، ٹی وی چلاؤ۔ آہ! گانا بجانا گھر سے نہ نکلا اور دعویٰ ہے عشقِ رسول کا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں گانا بجانا مٹانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں اور آج سب کے گھر میں خوب گانے بجانے ہو رہے ہیں، ٹھیلے والے بھی گانے بجا رہے ہیں، سبزی بیچ رہا ہے اور گانے بجانے چل رہے ہیں۔ بتاؤ! اس امت کا کیا حال ہے؟ سب سے بڑا ربیع الاول یہ ہے کہ ہم گناہ چھوڑ دیں، سب سے بڑا ربیع الاول یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی ایک ایک سنت کو عملی طور پر اختیار کریں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رات دن درود شریف پڑھیں، یہ ہے اصلی چیز۔

درود شریف کے فضائل

ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں، دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب بندہ کہتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ تو اللہ کا نامِ مبارک بھی منہ سے نکلا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ مبارک بھی منہ سے نکلا تو بندہ دونوں کریم کے درمیان میں ہو جاتا ہے، اس کے دونوں ہاتھ میں لڈو ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نام کا لڈو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کا لڈو۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
ہاتھ میرے دونوں نکلے کام کے

اے ہمارے رب! آپ کریم ہیں اور آپ کا نبی بھی کریم ہے، صد شکر کہ درود شریف کی برکت سے ہم دو کریم کے درمیان میں ہیں، تو جس کی کشتی ایسے دو کریم کے درمیان میں چل رہی ہو، جس کشتی کے ایک طرف اللہ اور دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو وہ کشتی کیسے ڈوب سکتی ہے؟ درود شریف میں دو مزے ہیں، کسی عبادت میں یہ مزہ نہیں ہے کہ بیک وقت دونوں لڈو ملیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا نامِ پاک بھی زبان پر ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی نام مبارک منہ سے نکلے۔ درود شریف پڑھتے وقت تصور کریں کہ میں روضۂ مبارک پر حاضر ہوں اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جو بارش ہو رہی ہے اس کے چھینٹے مجھ پر بھی پڑ رہے ہیں، یہ ہے درود شریف پڑھنے کا طریقہ۔

اصل عشقِ رسول اتباعِ رسول ﷺ ہے

آپ ہمارے بزرگوں کو دیکھیں جن کی ہر سانس سنت پر فدا ہو رہی ہے۔ جیسا میں

نے ابھی بتایا کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے خادم نے سنت کے خلاف حضرت کا کُرتا اُتار دیا، مولانا محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھے کرتا دوبارہ پہناؤ، کیونکہ تم نے سنت کے خلاف کُرتا اُتارا ہے، پہلے سیدھے ہاتھ میں پہناؤ پھر بائیں ہاتھ میں اور اگر اتارو تو پہلے بائیں ہاتھ سے پھر دائیں ہاتھ سے، یہ ہے عشقِ سنت۔ ساری سنتیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں، میں نے بھی ایک کتاب لکھی ہے ''پیارے نبی کی پیاری سنتیں'' تو دوستو! ان سنتوں کی کتابوں کو پڑھ کر سنت کے مطابق عمل کیجیے، مثلاً بخاری شریف کی روایت ہے کہ جوتا پہننے کی سنت یہ ہے کہ جب جوتا پہنے تو دائیں پیر میں پہنے اور جب اُتارے تو بائیں پیر سے اُتارے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت گانا بجانا نہیں ہے۔ آج امت گانا سننے کے لیے بے چین ہے، کہتے ہیں جب تک گانا نہیں سنتے ہیں مزہ نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں گانا بجانا مٹانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں اور آپ گانے بجانے کی آواز سن کر دونوں انگلیوں سے کانوں کو بند کر لیتے تھے تاکہ آواز نہ سنائی دے۔ جو دن رات گانے سنتا ہے اور کہتا ہے کہ میں عاشقِ رسول ہوں اور ربیع الاوّل کے جلوس میں شریک ہوتا ہے جہاں زور وشور سے گانے بجتے ہیں وہ کس منہ سے عاشقِ رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصویروں کو بھی منع فرمایا ہے کہ جہاں تصویر ہوگی وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے، لیکن عشقِ رسول کا دعویٰ کرنے والوں کے گھروں کو دیکھو تو عورتوں کی تصویروں سے تمام گھر بھرے ہوئے ہیں۔ دوستو! اصل ربیع الاول اس کا ہے جو رات دن ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد رکھتا ہے، سال میں ایک مہینہ کے لیے نہیں، ایک دن کے لیے نہیں، بارہ ربیع الاول کے لیے نہیں، جس کی ہر سانس بارہ ربیع الاول ہے، جو اللہ کے نبی کی سنت پر زندہ رہتا ہے، ہر سانس میں سوچتا ہے اور اہلِ علم سے پوچھتا ہے کہ یہ خوشی کیسے مناؤں؟ شادی کیسے ہو؟ غمی کیسے ہو؟ ساری سنتیں پوچھتا ہے اور سنت پوچھ کر سنت کے مطابق خوشی اور غمی کی تقریبات کرتا ہے تو جس کی ہر سانس سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر فدا ہو، اس کی ہر سانس بارہ ربیع الاول ہے اور بارہ ربیع

الاول کو جلوس اور چراغاں کرنا اگر اچھی چیز ہوتی تو صحابہ ضرور کرتے کیونکہ وہ جان فدا کرنے والے تھے، پروانۂ شمعِ رسالت تھے، وہ اس پر ضرور عمل کرتے لیکن شریعت نے ان چیزوں کو منع کیا ہے کہ اسراف وفضول خرچی مت کرو، آگ جلانا اور جگہ جگہ چراغاں کرنا ہندؤں اور مجوسیوں کا طریقہ ہے۔

بہر حال میں اپنے دوستوں سے عرض کرتا ہوں کہ جس مسجد میں رات دن سنتوں پر عمل ہورہا ہے، پانچوں نمازوں میں مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہ کاوِرد ہورہا ہے تو الحمدللہ ہمارا روزانہ بارہ ربیع الاول ہے، کیونکہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نہ لاتے تو ہمیں مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کی سنتوں کا کیسے پتہ چلتا؟ تو جو شخص آپ کی سنت پر عمل کررہا ہے اس کا روزانہ بارہ ربیع الاول ہے یا نہیں؟ کیونکہ آپ کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد یہی ہے کہ امت آپ کے نقشِ قدم کی اتباع کرے کیونکہ

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

یہ میرا ہی شعر ہے۔اس لیے میں نے عرض کیا کہ ہماری مسجدیں صحابہ کے طریقے پر آباد ہیں۔اگر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجدِ نبوی میں چراغاں نہیں کیا تو الحمدللہ! ہماری مسجدیں بھی صحابہ کرام کی یادگار ہیں۔خدا کے ان عاشقوں کی نقل کر کے ہمیں کوئی حسرت نہیں ،تم کچھ بھی کہتے رہو ہمیں اس پر کوئی ندامت نہیں ہے، بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہیں جس نے ہمیں ان کی اتباع کی توفیق دی اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! ہماری زندگی صحابہ کی سنت کے مطابق ہو جائے جس کی ہم کوشش کررہے ہیں، ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم نے کامل اتباع کر لی لیکن ہم کم سے کم کچھ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے طریقے پر ہمارا ربیع الاول گذرے، جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربیع الاول تھا،

جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربیع الاول تھا، جیسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربیع الاول تھا، جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربیع الاول تھا۔ ہم ان صحابہ کے مطابق ربیع الاول گذارنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک سانس بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھولنا، بے وفائی اور اپنے ایمان کا ضیاع اور تباہ کاری سمجھتے ہیں۔ ہم پناہ چاہتے ہیں کہ ہمارا کوئی عمل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نہ ہو۔ ہم تو آنکھوں کو بھی آپ کی سنت کے مطابق استعمال کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے علی خبردار! نامحرم عورتوں کو مت دیکھنا، نظر کی حفاظت کرو۔ پس کسی امرد یعنی بے ڈاڑھی مونچھ کے لڑکوں کو دیکھنا یا کسی کی ماں، بہن، بہو، بیٹی کو دیکھنا یا اخبارات میں فلمی ایکٹرز کی تصویریں دیکھ دیکھ کر للچانا یہ ربیع الاول کا حق ادا ہو رہا ہے؟

ربیع الاوّل کی حقیقت پانے والے

آنکھوں کی سنت یہ ہے کہ جن چیزوں کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ان چیزوں سے ہم اپنی آنکھوں کو بچالیں، جس نے یہ کرلیا نبی کی سنت اس نے ادا کردی، ربیع الاول کی حقیقت اس نے پالی، جس نے اپنے کان کو گانا سننے سے بچالیا اس نے ربیع الاول کی حقیقت پالی، جس نے اپنی زبان کو گناہ سے بچایا، جس نے اپنی شرمگاہ کو گناہوں سے بچایا، اور اپنی زندگی کو حرام کاریوں سے بچایا، اللہ کے غضب وقہر کے اعمال سے بچایا اس کو ہر وقت ربیع الاوّل کی حقیقت حاصل ہے۔ روزانہ درود شریف پڑھئے، ہر وقت دعا کے آگے پیچھے درود شریف پڑھیے۔ سبحان اللہ! کسی وقت بھی ہمارا ربیع الاول ہم سے الگ نہیں۔

بدعت کی خرافات

خیر یہ چند باتیں کہہ دیں تا کہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ مسجد اشرف میں چراغاں کیوں نہیں ہوا۔ شکر ادا کرو کہ صحابہ کے مطابق ہمارا ربیع الاول گذرا ہے۔ سیّدنا ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگر مسجد نبوی میں چراغاں نہیں کیا تو آج الحمد للہ ہماری مسجد میں بھی چراغاں نہیں ہوا۔ الحمد للہ! یہاں سنت کا نور ہے، سنت کا چراغ دل میں جلاؤ، سنتوں پر عمل کرو۔ ایک سنت کا نور سورج چاند سے بڑھ کر ہے۔ جس نے سنت پر عمل کر کے سنت کا نور حاصل کرلیا اس کو ان چراغوں سے، ان بلبوں سے کیا نسبت؟ اس کے دل میں تو سورج اور چاند سے زیادہ نور آ گیا کیونکہ سورج اور چاند مخلوق کا نور ہے، اتباعِ سنت سے خالق کا نور دل میں آتا ہے۔

بس دعا کیجئے! اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر اور آپ کی ایک ایک سنت پر جان دینے کی توفیق عطا فرمائے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو ہمارے سینوں میں بھر دے اور بلا استحقاق سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہم سب کو خواب میں عطا کرے۔ ہم اس قابل نہیں ہیں، ہمیں اس کا استحقاق نہیں ہے لیکن آپ کریم ہیں، آپ بھی کریم ہیں اور آپ کا نبی بھی کریم ہے

یارب تو کریمی و رسولے تو کریم

یا اللہ! تو بھی کریم ہے اور تیرا نبی بھی کریم ہے، دو کریموں کے کرموں میں ہماری کشتی ہے، یا اللہ! اپنی رحمت سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہم سب کو خواب میں نصیب فرما دے اور خواب میں زیارت سے بڑھ کر بھی ایک نعمت ہے اور وہ ہے آپ کی سنت پر عمل کی توفیق اور آپ کی نافرمانی سے بچنا۔ پس اے اللہ! یہ نعمت بھی عطا فرما دے اور اپنی اور اپنے نبی کی محبت سے ہمارے سینوں کو لبریز فرما دے اور جو لوگ آپ کے فرامینِ عالیہ کو پاش پاش کر رہے ہیں اے خدا! ہم سب کو توفیق عطا فرما دے کہ ہم آپ کے فرمانِ عالیشان کو سر آنکھوں پر رکھ کر اس پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بدعات سے محفوظ فرمائے (آمین)

درود شریف کی برکات اور فضائل

الفت کے ساتھ اطاعت، اور محبت وعظمت کے ہمراہ اتباع کا بیش از بیش جذبہ ایمان والوں کے لئے ضروری ہے اور خود حبیبِ کائنات کے فرمان کے مطابق "مَنْ اَحَبَّ شَیْئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ" کے مصداق درود شریف کی کثرت بھی ضروری تقاضا ہے۔ سو اہلِ ایمان سے یہ درخواست ہے کہ اپنے اکابر کی طرح عمدہ ذوق کے ساتھ اور آدابِ محبت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے شاہِ دو عالم، سیدِ دو جہاں، فخرِ کائنات، حبیبِ رب، محمدِ عربی ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: "کہ درود شریف کے پڑھنے، سننے، پھیلانے میں دونوں جہانوں کی خیر وصلاح مضمر ہے اور قربِ الٰہی یقینی ہے یہ سیاہ کار ہمیشہ اپنے دوستوں سے عرض کرتا رہتا ہے کہ دل سے موت کو ہمیشہ یاد رکھو اور زبان سے جتنا ہو سکے درود شریف پڑھتے رہو۔"

اللہ جل جلالہ نے بھی اس کے بارے میں حکم دیا ہے کہ اہلِ ایمان آپ کی ذاتِ بابرکات پر درود وسلام بھیجا کریں، اور خود آقائے دو جہاں، رحمتِ بیکراں، رحمۃ للعالمین، پیغمبر آخر الزماں، صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کثیرا کا ارشادِ گرامی بھی ہے۔ **من صلی علی واحد اصلی اللہ علیہ عشرا**: جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

مومن کی بڑی سعادت ہے

یہ مومن کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کام میں شریک کرلیا جو وہ خود بھی کرتا ہے اور فرشتے بھی کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے لئے رؤف ورحیم ہیں آپ اپنی ولادتِ مبارک کے موقع پر بھی، معراج پاک کی عظیم ساعتوں میں بھی اور اللہ تعالیٰ سے مستقل وصال کے وقت پر بھی اپنی امت کو یاد فرماتے رہے۔ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ درود وسلام پیش کرتے رہیں۔(معارف القرآن، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ، ج:7ص221)

یاد رہے! برکاتِ درود شریف بے شمار ہیں، اس عمل کے منافع دنیا اور عقبیٰ میں گراں قدر ہیں، اس سعادت سے بڑھ کر اور کوئی سعادت نہیں ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے اکثر اوقات اس میں صرف ہوتے ہیں۔

مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب واقعہ رقم فرماتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

درود شریف، وقتِ مرگ کیلئے ایک سہارا

لکھنؤ میں ایک کاتب تھا، وہ ہر روز کتابت شروع کرنے سے پہلے ایک بیاض میں درود شریف لکھتا تھا، زندگی بھر اس کا یہی معمول رہا، اور جب وقت آخر آیا..... جان کنی کے وقت فکرِ آخرت ہوئی تو ایک مجذوب آپہنچے اور فرمانے لگے: بابا! گھبراتا کیوں ہے، تیری بیاض سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش ہے اور اس پر صاد بنارہے ہیں، انتہائی خوش ہوئے اور آسانی سے جان نکل گئی۔(زادالسعید ص:13)

درود شریف پڑھنے پر خوشخبری

اُن خوش بختوں اور سعادت مندوں کے لئے خوشخبری کا ایک عجیب واقعہ پیشِ خدمت ہے جو درود شریف کو اپنا حرزِ جاں بنالیتے ہیں اور روز وشب میں حبیبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر درود وسلام بھیجتے ہیں، مطالعہ فرمایئے تاکہ ہم میں بھی یہ شوق فراواں ہوسکے۔

......"حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آبادی سے نکل کر ایک کھجور کے باغ میں پہنچے اور سجدے میں گر گئے، میں

انتظار کرنے کے لئے بیٹھ گیا تا کہ جب آپ فارغ ہو جائیں تو پھر بات کروں لیکن آپ کا سجدہ اتنا طویل تھا کہ مجھے بیٹھنے اور انتظار کرتے کرتے بہت دیر ہوگئی، حتیٰ کہ میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ کہیں آپ کی روح مبارک تو پرواز نہیں کر گئی اور یہ سوچا کہ آپ کا ہاتھ ہلا کر دیکھوں۔۔۔

کافی دیر کے بعد جب سجدہ سے اٹھے تو دیکھا کہ آپ کے چہرے پر بڑی بشاشت کے آثار ہیں میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! (ﷺ) آج میں نے ایسا منظر دیکھا جو پہلے نہیں دیکھا تھا، وہ یہ کہ آپ نے آج اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ اس سے پہلے اتنا طویل سجدہ نہیں فرمایا اور میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو، اس کی کیا وجہ تھی؟...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ بات یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ میں آپ کو بشارت سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ جو شخص بھی ایک بار آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا، اس خوشخبری اور انعام کے شکر میں، میں نے یہ سجدہ کیا۔
(اصلاحی خطبات، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، ج6، صفحہ 85)

درود شریف پڑھنے پر چند بشارتیں

صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی مدظلہ اپنی کتاب ''محبت ہی محبت'' میں محبت کی دوسری جہت اور درود شریف کے عنوان کے تحت صفحہ 15 پر لکھتے ہیں:

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی بشاش تشریف لائے، چہرۂ انور پر بشاشت کے اثرات تھے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے چہرۂ انور پر آج بہت بشاشت ظاہر ہو رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صحیح ہے میرے پاس میرے رب کا پیام آیا ہے، جس میں اللہ جل شانہ نے یوں فرمایا ہے کہ تیری امت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھیں گے، دس سیئات (خطائیں) اس کی مٹائیں گے اور دس

درجے اس کے بلند کردیں گے۔

اس طرح کی ایک اور روایت حدیث میں یہ بھی ہے کہ تیری امت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا میں اس پر دس دفعہ درود بھیجوں گا اور جو مجھ پر ایک دفعہ سلام بھیجے گا میں اس پر دس دفعہ سلام بھیجوں گا۔

دعا کی قبولیت کے لئے یہ طریقہ اپنایا جائے

ہر شخص کی آرزو یہی ہوتی ہے کہ جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہو، جو سوال ذاتِ باری تعالیٰ سے کیا جائے وہ پورا ہو جائے اور جو کچھ مانگا جائے وہ عطا ہو جائے، ہماری خالی جھولیاں سعادتوں سے بھر جائیں اور ہم سب کی بگڑی بن جائے، تو آیئے! پھر ہم بھی اس طریقۂ دعا سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: ''بزرگوں نے دعا کرنے کا یہ ادب سکھایا ہے کہ جب تم اپنے کسی مقصد کے لئے دعا کرو تو اس دعا سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھ لو، اس لئے کہ درود شریف کا قبول ہونا تو یقینی ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے یہ بعید ہے کہ پہلی دعا کو قبول فرمالیں اور آخری دعا کو قبول فرمالیں اور درمیان کی دعا کو قبول نہ فرمائیں، لہٰذا جب درود شریف پڑھ کر پھر اپنے مقصد کے لئے دعا کرو گے تو انشاء اللہ اس دعا کو بھی ضرور قبول فرمائیں گے اس لئے دعا کرنے کا یہ ادب سکھا دیا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرو، پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجو اور اس کے بعد اپنے مقاصد کے لئے دعا کرو۔ (اصلاحی خطبات، ج6، ص84)

خواب میں زیارتِ رسول ﷺ

رحمتِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی ذات پر کثرت سے درود شریف بھیجنے پر رب تعالیٰ بہت سی برکات عطا فرماتے ہیں، جو کہ لامتناہی اور بے حد ہیں انہی میں سے ایک نعمت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خواب میں زیارت ہے، اللہ تعالیٰ یہ شرف بھی عطا فرمادیتے ہیں اور یوں ڈھیروں سعادتیں دامن بھر دیتی ہیں اور آخرت بھی

دنیا کے ساتھ سنوار دی جاتی ہے۔ اللہ اکبر کبیرا۔

زیارتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کیا اعمال درکار ہیں؟ کیسے یہ نعمتِ عظمیٰ ملتی ہے، سعادتیں کیسے دامن میں جگہ پاتی ہیں نصیب کیسے ہرے بھرے ہو جاتے ہیں اور بخت کیسے بلند ہو جاتا ہے؟ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......

اس مقامِ بلند تک پہنچنے کے لئے نِرا زبانی جمع خرچ کافی نہیں، دل میں مکین گنبدِ خضریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گہری محبت، اتباعِ سنت، ظاہری و باطنی گناہوں سے اجتناب اور بدرجۂ اتم زیارت کا شوق...... جب یہ سب چیزیں جمع ہوں تب کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے (ذکر اللہ اور درود شریف کے فضائل و مسائل، ص:59)

قطب الاقطاب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زیارتِ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اختیاری بات نہیں، درود شریف کی کثرت و محبت موجب اس کا ہے۔ (مکاتبِ رشیدیہ، ص:25)

آیئے! ہم بھی یہ عہد کر لیتے ہیں کہ آج ہی سے پیارے مدنی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کثرت سے درود شریف پڑھنا زندگی بھر کے لئے اپنا ایک لازمی معمول بنالیں۔

رسول ﷺ سے قرب کا ذریعہ

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آئے اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے اور جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، اور اسکی دس خطائیں معاف کریگا اور اسکے دس درجے بلند کریگا۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلاشک قیامت میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے۔

(ترمذی و ابن حبان)۔

درود شریف پڑھنے کے فضائل وفوائد

1- حکم ربی کی تعمیل ہے۔
2- آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا رضائے رب کا سبب ہے۔
3- اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے عمل سے موافقت ہے۔
4- اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہے۔ 5- حصولِ معرفتِ الٰہی کا زینہ ہے۔
6- ایک دفعہ درود شریف پڑھنے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔
7- دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔ 8- دس درجات بلند ہوتے ہیں۔
9- جتنا زیادہ درود شریف پڑھا جائے گا اس قدر جنت میں حضور ﷺ کی قربت عطا ہوگی۔
10- خواب میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی نعمت ملتی ہے۔
11- زیادہ درود شریف پڑھنے پر شفاعت کا استحقاق ملتا ہے۔
12- حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جفاو ظلم سے بچاتا ہے (کیونکہ درود نہ پڑھنا آپ کے ساتھ جفا اور ظلم ہے)۔
13- اطاعتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسان کر دیتا ہے۔
14- درود شریف کی کثرت سے اولاد واَتباع کو مثالی فرماں بردار بناتا ہے۔
15- کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو/والی کو اللہ تعالیٰ خوبصورت اولاد دیتے ہیں۔
16- نفاق اور اخلاقِ رذیلہ سے تطہیر کا سبب ہے۔ 17- طہارتِ باطنیہ کا سبب ہے۔
18- اعمالِ صالحہ اور جنت کے راستہ کا رہبر ہے۔ 19- بخل سے نجات دلاتا ہے۔
20- ہدایتِ کاملہ اور ایمانِ کامل کا سبب ہے۔ 21- اطمینانِ قلب کا بہترین ذریعہ ہے۔
22- طبیعت میں نرمی، حلم، انکساری اور فکرِ آخرت کا موجب ہے۔
23- بھولی ہوئی باتوں کو یاد دلانے والا عمل ہے۔
24- ہم وغم اور حزن وملال سے محفوظ رہنے کا ساماں ہے۔
25- رزق میں برکت کا باعث ہے۔

26- پریشانیوں، مصیبتوں اور آفات و بلیات سے حفاظت کا سبب ہے۔
27- مقربین اور صلحاء میں معیت اور شمولیت کا ذریعہ ہے۔
28- قیامت کی ہولنا کی سے بچنے کا راستہ ہے۔
29- دنیاوی نیک کام اور حاجات، اس کی بدولت اللہ تعالیٰ آسان فرما دیتے ہیں۔
30- درود شریف پڑھنے والے کو صدقہ خیرات کا اجر و ثواب بھی کیا جاتا ہے۔
31- نزولِ برکاتِ ظاہری و باطنی کا باعث ہے۔ 32- حُسنِ خاتمہ کا یقینی سبب و ذریعہ ہے۔
33- عذابِ قبر سے نجات دلانے والا عمل ہے۔ 34- قبولیتِ دعا کا ضامن ہے۔
35- حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بڑھانے والا مبارک عمل ہے۔
36- کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کی لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دی جاتی ہے۔
37- باطنی طہارت پیدا کر کے منہ کی ظاہری بدبو کو رفع کرتا ہے۔
38- نیکیوں کے پلڑے میں وزن بڑھاتا ہے۔
39- نورِ ایمانی کے ساتھ ساتھ آخرت میں پیش پیش چلنے والے نور کو بڑھاتا ہے۔
40- احساناتِ نبوت کا حق ادا کیے جانے کا سبب ہے۔

علماءِ دیوبند اور عشق رسول ﷺ

''پس کیا مبارک ہیں وہ دل جنہوں نے اپنے عشق اور شیفتگی کے لیے رَبُّ السَّماوا وَالاَرْض کے محبوب کو چنا، اور کیا پاک و مطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین ورحمۃ للعالمین کی مدح وثنا میں زمزمہ سنج ہوئیں۔ انہوں نے اپنے عشق و شیفتگی کے لئے اس کی محبوبیت کو دیکھا جسے خود خدا نے اپنی چاہتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا اور ان کی زبانوں نے اس کی مدح وثنا کی جس کی مدح وثنا خود خدا کی زبان، اس کے ملائکہ اور قدسیوں کی زبان اور کائناتِ ارض کی تمام پاک روحوں اور سعید ہستیوں کی زبان ان کی شریک وہم نوا ہے۔

رگ وریشہ میں عشقِ رسول ﷺ

برصغیر میں اکابرِ دیوبند کو اللہ رب العزت نے عشقِ رسالت اور اتباعِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی رنگ کا حظ وافر عطا فرمایا۔ اور ان کی علمی، عملی، اخلاقی اور اصلاحی کاوشوں کو ہمہ جہت اور ہمہ گیر بنا دیا۔ الفت کے جذبہ سے سرشار اور اتباعِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے خمیر کو گوندھا اور خاص غلامانِ رسول ﷺ کا پرتو ان پر ڈالا اور ایسے اوصافِ کاملہ سے متصف فرما دیا کہ یہ نفوس زمانہ بھر کے لئے نابغۂ روزگار بن گئے۔

ہمارے اسلاف واکابر کو، حبِ الٰہی، عشقِ رسالت ایسے مذکورہ اوصاف کے ساتھ قدرت نے انہیں ہر طاغوت اور باطل سے ٹکر لینے کا حوصلہ بھی عطا فرمایا تھا...... ذیل میں جو پیراگراف دیا گیا ہے اس کے ہر جملہ کی جلالت دیکھئے اور اس حقیقت کا اعتراف کیجئے کہ وہ کس پائے کے لوگ تھے معمولی انسان نہ تھے۔

سنت سے محبت پر عظیم الشان انعام

اکابر کا یہ طرزِ عمل اس لئے تھا کہ دراصل محبوب کی سنت سے پیار، حقیقت میں محبوب ﷺ سے پیار ہی تو ہے، جیسا کہ فرمان سیدِ دو عالم ﷺ ہے من احب سنتی فقد احبنی و من احبنی کان معی فی الجنۃ (مشکوٰۃ) جس نے میری سنت سے محبت کی

اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی پاکیزہ سنتوں سے، مبارک اسوہ سے، مقدس اور روشن تعلیمات سے پیار کرنا اور ان پر عمل کرنا ہی دراصل محبتِ نبوی کی حقیقت اور اس کا عملی مظہر ہے۔

دیکھیں گے میرے سر کی طرف لوگ حشر میں
چمکے گی تاج بن کر غلامی رسول کی

یہی وجہ ہے کہ اکابر علماءِ دیوبند اپنے متعلقین ومتوسلین اور تلامذہ کو اتباعِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑی تاکید سے حکم دیتے ہیں اور اپنے عمل سے عشقِ رسول کا مظہر بن جانے کی تلقین فرماتے ہیں اور ظاہری نمود ونمائش سے از حد اجتناب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چل کر منزل تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین۔

دل عشق سے اور سینے علمِ نبوی ﷺ سے معمور

شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

دارالعلوم دیوبند کی بنیادوں کو اٹھانے والی وہ قدسی الصفات ہستیاں دکھائی دیتی ہیں جن کی پیشانیاں علم وتقویٰ، زہد وقناعت، خلوص وللّٰہیت، تعلق مع اللہ، محبتِ الٰہی خشیت الٰہی، حب اللہ کے نور سے چمکتی تھیں، جو سنت کے کمالِ اتباع کے ساتھ متصف اور حبِ نبوی ﷺ میں ڈوبے ہوئے، دین کی محبت وحفاظت کے نشے میں سرشار اور کفر وضلالت، الحاد و معصیت کے ہر ذرہ سے بیزار تھے۔ ان کے ظاہری اعمال و کردار احکامِ الٰہی اور سنتِ نبوی ﷺ سے مزین تھے تو ان کے سینے علومِ نبوت سے معمور، اور ان کے دل معرفتِ الٰہیہ، حبِ الٰہی اور حبِ نبوی سے منور تھے۔

گویا ان کے ظاہری و باطنی اعمال سیرتِ طیبہ حضرت محمد ﷺ کے انوار کا آئینہ، ہدایتِ الٰہی کا گنجینہ اور فیوض نبویہ کا خزینہ تھے۔ فیضانِ نبوتِ محمدیہ کے ظاہری و باطنی سوتوں سے ان کی ذواتِ عالیہ سیراب اور منہاجِ نبوت پر استقامت ان کا طرۂ امتیاز تھا۔

انہی پاکیزہ نفوس اور اعاظم رجال کی عظمتِ شان، خدمتِ دین، عشقِ الٰہی اور وفورِ

محبتِ نبوی جیسے اوصافِ عظیمہ کے اعتراف میں مولانا منظور احمد نعمانی رقم طراز ہیں:

''انہی مجاہدینِ ملت اور مصلحین امت کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا نانوتوی اور حضرت گنگوہی اور ان کے خاص رفقاء کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت اور خدمت کی جو توفیق دی اور ان کی جدوجہد سے توحید وسنت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم وعمل اور عشق وفنائیت کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا اور یہ مبارک صفات ان کے ذریعہ امت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلیں ان چیزوں کو اور ان کے اثرات وثمرات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور کے خاصانِ خدا میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید وسنت کی اشاعت کے لئے اور ان کے قلوب کو اپنے خاص تعلق کے واسطے چن لیا تھا۔ (فیصلہ کن مناظرہ: ص 81)

آتشِ عشق ہزاروں تکالیف میں بھی بڑھتی رہی

زمانہ شاہد ہے اور یقیناً چشمِ فلک بھی اشکبار رہی ہے ان لمحات پر، جب حق کے ان بےلوث سپاہیوں کو سولیوں پر لٹکایا جاتا رہا، 1857ء کی جنگِ آزادی گواہ ہے کہ خنزیر کی کھالوں میں علماءِ دیوبند کو بند کرکے آگ میں ڈالا جاتا رہا، وہ ظلم، تاریخ کبھی فراموش نہیں کر پائے گی کہ ان خاصانِ خدا اور غلامانِ مصطفےٰ ﷺ کو ایک لائن میں کھڑا کرکے گولیوں سے اڑایا جاتا رہا، اندھے اور تاریک کنویں، تیل کے ابلتے کڑاہ، پہاڑوں کی تنگ وتاریک گھاٹیاں، اور دور دراز کے بےآباد جزیروں کی قیدِ بامشقت، یہ سب کچھ برداشت کیا جاتا رہا لیکن راہِ حق میں مجال ہے کہ پایہ ثبات واستقلال کو ذرہ بھر کوتاہی ہوئی ہو۔

عشقِ مصطفیٰ اور شریعت، زندگی سے عزیز

حق تو یہ ہے کہ جو آتشِ عشق ان کے دلوں میں موجود تھی اس نے گولیوں کی تڑتڑاہٹ، کڑاہوں کا ابلنا، تیل چھڑک کر آگ لگا دیا جانا، درختوں پر اور دار کے پھندوں پر

جھول جانا، آسان بنادیا تھا وہ ہر چیز کی قربانی تو دے سکتے تھے لیکن دین کی محبت، خدا اور رسولِ خدا کی محبت کسی صورت میں بھی نہیں قربان کر سکتے تھے۔

خاصانِ خدا کی اولوالعزمی، عشاقِ کبریا کا یہ جذبہ کیف ومستی، رونقِ عشق کی فراوانی، بے مثال وارفتگی اور لازوال الفت وشیفتگی، جسے وہ اپنا سرمایہ حیات سمجھتے تھے سب کچھ لٹا کر بھی اسے بچانا، وہ عینِ ایمان جانتے تھے وہ تو زندگی کی بجائے شریعتِ مصطفیٰ، اور جان کے بدلے لیلائے شہادت کو عزیز جانتے تھے۔

محبوب ﷺ اور مدینہ کی گلیوں پر قربان

سرمایہ ملت حضرت شیخ الحدیث ابوالزاہد مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مختصر مگر جامع مجموعہ ''بانی دارالعلوم دیوبند'' صفحہ 43 پر اکابر واسلاف طرزِ اتباع اور اندازِ الفت بہ نوائے دل یوں بیان کرتے ہیں:۔

''حضرت نانوتوی اور آپ کے رفقاء کار اور عقیدت مندوں کو جس درجہ اور جس قدر والہانہ عشق ومحبت اور اخلاص وعقیدت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اس کا انکار بغیر کسی متعصب اور سوائے کسی متعنت کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ رومانوی افسانوں میں مجنوں بنی عامر کے عشق ومحبت کے بڑے بڑے افسانے زبان زدِ خلائق ہیں، لیکن اگر مجنوں سگِ کوچہ لیلیٰ پر فدا تھا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقائے کار مدینہ طیبہ کی مبارک گلیوں کے ذرات پر قربان ونثار تھے، اگر مجنوں، لیلیٰ کے عشق میں مجبور ومقہور تھا تو یہ حضرات عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتوں کے شیدائی تھے اگر مجنوں لیلیٰ کے اُنس والفت کے دام میں گرفتار تھا تو یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق وعلاقہ پر نثار تھے اور آپ کے لگاؤ اور آپ کی پسند کو جانِ عزیز سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے تھے۔

☆☆☆

علماء اہل سنت دیوبند کا عشق نبی ﷺ نذرانۂ عقیدت در بارگاہِ رسالت ﷺ

از حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

لیس لی طاعۃ ولا عمل نبذ حبک فھولی عندی
کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس ہے مگر دل میں محبت آپ کی

یارسول الالہ بابک من غمام الغموم ملتحدی
میں ہوں بس اور آپ کا در، یا رسول ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جذبلقیاک فی المنام وکن ساتر الذنوب والفند
خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے اور مرے عیبوں کو کردیجئے خفی

انت عاف أبر خلق اللہ ومقیل العشار واللددی
درگزر کرنا خطا و عیب سے سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپ کی

رحمۃ للعباد قاطبۃ بل خصوصا لکل ذی اود
سب خلائق کے لئے رحمت ہیں آپ خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی

لیتنی کنت تراب طیبتکم فالتشمت النعال ذاک قدمی
کاش ہوجاتا مدینہ کی خاک نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی

فاصلی علیک بالتسلیم متحفاً عند حضرۃ الصمد
آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا حضرت حق کی طرف سے دائمی

بعداد الرمال والانفاس والنبات الکثیر منتضد
جس قدر دنیامیں ہیں ریت اور سانس اور بھی ہے جس قدر روئیدگی

وعلی الأل کلھم ابدا بالغاً عند منھی الامد
اور تمہاری آل پر اصحاب پر تابقائے عمر دار اخروی

نوٹ: یہ مضمون علماء دیوبند کے عقائد مولانا روح اللہ نقشبندی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب (عاشقانِ رسول ﷺ کو زیارت نبی ﷺ سے لیا گیا ہے)۔ جس کے ناشر مکتبہ عمر فاروق ہیں۔

اہل اسلام کی عظیم درسگاہ دار العلوم دیوبند

۱۸۵۷ء کا دور مسلمانوں کے لئے پسپائی اور عالمِ مایوسی کا دور تھا، دہلی کے تاج وتخت پر انگریز قابض ہو چکے تھے، مسلمانوں کی عسکری قوت مفلوج ہوگئی اور اسلامی مدارس کے اوقاف ضبط کر کے ان کا نظامِ تعلیم درہم برہم کر دیا گیا تھا۔ ان حالات میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی علوم وشعائر کی حفاظت اور مسلمانوں میں جوش جہاد اور جذبۂ آزادی پیدا کرنے کے لئے دینی ادارہ کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا، قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علماء کرام واولیاء عظام کے تعاون سے ۱۲۸۳ھ، ۱۸۶۷ء میں دیوبند میں دارالعلوم کے نام سے اسلامی مدرسہ قائم کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام کے ایک مضبوط قلعہ اور چھاؤنی کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس مدرسہ نے ہزاروں مفسر، محدث اور مجاہدین پیدا کئے، انہوں نے ہندوستان اور پوری دنیا میں پھیل کر علومِ نبویہ کی قندیلیں روشن کیں اور ہر محاذ پر اسلام دشمن قوتوں کا پوری ہمت اور پامردی سے مقابلہ کیا۔ اسلام کے چالاک دشمن انگریز نے اس مدرسہ کے ہاتھوں اپنی جڑیں کھوکھلی ہوتی دیکھیں تو اس کے خلاف تمام حربے استعمال کرنے شروع کئے، جن میں سے ایک خطرناک حربہ یہ بھی تھا کہ علماء اہل سنت والجماعت دیوبند پر جناب رسول اللہ ﷺ کا گستاخ اور بے ادب ہونے کا غلط اور بے بنیاد الزام لگوایا اور بہت سے مسلمان اس پروپیگنڈہ سے متاثر بھی ہوئے۔ حالانکہ علماء اہلِ سنت دیوبند جناب رسول اللہ ﷺ کے سچے عاشق اور جاں نثار محبّ ہیں، جن لوگوں نے ان حضرات کو قریب سے دیکھا، یا ان کے حالات وارشادات کو پڑھا ہے ان پر یہ حقیقت واضح اور روشن ہے۔ ان حضرات کا حال تو وہ ہے جو ایک شاعر نے پوری احتیاط سے بیان کیا ہے۔

صبا یہ جا کے کہو مرے سلام کے بعد   کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

اس وقت بھی اکابر دیوبند کے خلاف سادہ لوح مسلمانوں کو بدظن کرنے کی ایک مہم چل

رہی ہے اس لئے ہم اس رسالہ میں کچھ مبشرات، واقعات اور ارشادات نہایت اختصار سے پیش کررہے ہیں جن سے اکابر علماء اہل سنت والجماعت دیوبند کے بارگاہ رسالت ﷺ سے تعلق اور محبت اور بارگاہ رسالت میں ان کی مقبولیت ومحبوبیت کا کسی قدر اندازہ ہوسکے گا۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

رسول اللہ ﷺ کی نشاندہی اور حکم پر تعمیر

۱۲۹۲ھ ۱۸۷٦ء میں جب دارالعلوم دیوبند کی موجودہ عمارتوں میں سب سے پہلی عمارت نودرہ کی بنیاد کھدوائی گئی تو اس وقت کے مہتمم مدرسہ مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ مجوزہ مقام پر تشریف رکھتے ہیں اور ان سے خطاب فرمارہے ہیں کہ "یہ احاطہ تو بہت مختصر ہے" ۔ یہ فرما کر خود عصائے مبارک سے احاطہ و عمارت کا نقشہ کھینچ کر بتلایا کہ "ان نشانات پر تعمیر کی جائے" مولانا نے صبح اٹھ کر دیکھا تو نشانات موجود تھے چنانچہ ان ہی نشانات پر بنیادیں کھدوا کر تعمیر شروع کرائی گئی (تاریخ دیوبند ص۱٦۲)

محبوب ﷺ کی مسرت اور تبرکاتِ نبوی ﷺ

دارالحدیث کی تعمیر کے لئے سید یوسف علی مرحوم اپنے وطن ٹونک میں چندہ جمع کررہے تھے کہ انہیں خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی حضور اقدس ﷺ نے ہنس کر فرمایا کہ "تم نے کس قدر چندہ وصول کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا باسٹھ روپے۔ (تاریخ دیوبند ص۸٦،۸۷)

ترکی کے سلطان المعظم نے دارالعلوم دیوبند کو ایک رومال عنایت فرمایا تھا جس میں جناب رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک ایک سال تک لپٹا ہوا رکھا رہا ہے۔ یہ رومال نہایت ادب واحترام کے ساتھ دارالعلوم کے خزانہ میں رکھا گیا جہاں وہ اب تک موجود ہے، اور کبھی زیارت کے مشتاق لوگوں کو اب بھی اس رومال شریف کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

شادباش و شادزی اے سرزمین دیوبند ہند میں تونے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

ملت بیضا کی عزت کو لگائے چار چاند حکمت بطحا کی قیمت کو کیا تونے دو چند
اسم تیرا با مسمی ضرب تیری بے پناہ دیو استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند
تیری رجعت پر ہزار اقدام سو جان سے نثار قرن اول کی خبر لائی تیری الٹی زقند
تو علم بردار حق ہے حق نگہباں ہے تیرا خیل باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند
ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو کرلیا ان عالمان دین قیم نے پسند
جان کر دیں گے جو ناموس پیمبر ﷺ پر فدا حق کے رستے پر کٹادیں گے جو اپنا بند بند
کفر، ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند
اس میں قاسمؒ ہوں کہ انور شہ کہ محمود الحسن سب کے دل تھے دردمند اور سبکی فطرت ارجمند
گرمئی ہنگامہ تیری ہے حسینؒ احمد سے آج جن سے پرچم ہے روایات سلف کا سر بلند

علمائے اہل سنت دیوبند کا اعتقادی پہلو

علمائے دیوبند اپنے مذہبی عقائد کے اعتبار سے وہی مسلک رکھتے ہیں جو شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے خاندان کا مسلک تھا، اور وہ اہل سنت والجماعت کے طریقے پر تھے۔ اس مسلک کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت اور رسول پاک ﷺ کی سنت کی پیروی کے باعث اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے بعض علمائے ہند نے ان کے بعض اقوال کو لے کر ان کے خلاف وہ زہر اگلا، کہ اس کی سمیت (زہر کی تاثیر) ابھی تک بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ حالانکہ بات کچھ بھی نہیں اگر تعصب اور تنگ نظری کی عینک کو اتار کر دیکھا جائے تو ان جملوں کے صحیح معنی اور حقیقی مفہوم کو کہا جائے تو یہ بات آگے نہیں بڑھتی۔

علمائے اہل سنت دیوبند اپنے عقائد واعمال میں اعتدال اور میانہ روی کا رنگ رکھتے ہیں وہ توحید ورسالت، احکام قرآن وسنت پر سختی سے عامل نظر آتے ہیں۔ البتہ شرک و بدعت کا استحصال اپنا فریضہ اولین سمجھتے ہیں، وہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ اولیائے کرام اور بزرگان دین کی عظمت بلکہ کرامت کے قائل ہیں۔ ان کے یہاں رشد و ہدایت اور روحانی تعلیم دونوں کا سلسلہ ساتھ ساتھ ہے، وہ اگر اپنے ظاہری علوم کے اعتبار

سے خاندان ولی اللہ کے شاگرد ہیں تو روحانی طور پر وہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی کے مرید ہیں۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہما دونوں نے حاجی صاحب کے دست مبارک پر بیعت کی، حاجی صاحب کے مریدین میں اہل حدیث، بریلوی مکتب خیال، اور دیوبند مسلک کے ہر قسم کے اصحاب بکثرت تھے لیکن انہوں نے ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے علوم کے بارے میں اپنا جانشین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو ہی منتخب کیا اور ضیاء القلوب کے آخر میں تحریر فرمایا۔

حضرت حاجی امداد اللہؒ کی الہامی تحریر

مولوی رشید احمد سلمہ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ، را کہ جامع جمیع کمالات ظاہری و باطنی اند بجای من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند...... وطریق سلوک کہ دریں رسالہ (ضیاء القلوب) نوشتہ شد درنظر الیشاں تحصیل نمایند"۔ (صفحہ ۶۰)

ترجمہ: مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو کہ تمام ظاہری اور باطنی کمالات کے خزانہ ہیں، مجھ راقم الحروف (حاجی امداد اللہ صاحب) کی جگہ بلکہ مجھ سے بھی زیادہ بلند خیال کریں اور سلوک کا طریقہ جو اس رسالے میں لکھا گیا ان دونوں کی نظر ہدایت حاصل کریں۔"

اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہے کہ ان دونوں حضرات کو حضرت حاجی صاحب نے تمام ظاہری اور روحانی علوم کا سرچشمہ فرمایا ہے اور سلوک کی راہوں کو طے کرنے کے لئے ان دونوں کو اپنا قائم مقام بنایا ہے لہٰذا حق انہیں حضرات کے ساتھ ہے ورنہ پھر حضرت حاجی صاحب کی رائے پر زبردست اعتراض لازم آتا ہے اور ان کے خیال کی تردید بلاشبہ ہو جاتی ہے۔

رشید احمد کا مخالف، اللہ اور رسول ﷺ کا مخالف ہے

اپنے ایک خط مورخہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ میں حاجی صاحب مکہ معظمہ سے تحریر فرماتے ہیں

"فقیر نے جو کچھ ان کی ثنا، میں ضیاء القلوب میں تحریر کیا ہے وہ حق ہے اب فقیر کا حسن ظن اور محبت بہ نسبت پہلے ان کے ساتھ بہت زیادہ ہے۔ فقیر ان کو اپنے واسطے ذریعہ نجات سمجھتا ہے، میں صاف کہتا ہوں کہ جو شخص مولوی صاحب کو برا کہتا ہے وہ میرا دل دکھاتا ہے۔ میرے دو بازو ہیں اک مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم دوسرے مولوی رشید احمد صاحب ایک جو باقی ہے اس کو بھی نظر لگاتے ہیں۔ میرا اور مولوی صاحب کا ایک عقیدہ ہے۔ میں بھی بدعات کو برا سمجھتا ہوں۔ جو مولوی صاحب کا امور دینیہ میں مخالف ہے وہ میرا مخالف ہے اور خدا اور رسول کا مخالف ہے۔" (الشہاب الثاقب)

اس تحریر کے بعد ان لوگوں کو جو حاجی صاحب سے بیعت رکھتے ہیں علمائے اہل سنت و الجماعت دیو بند کے متعلق لب کشائی کی ذرہ برابر بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ گویا شریعت اور طریقت دونوں میں حاجی صاحب کے نزدیک علمائے دیو بند کا مسلک درست اور قابل قبول ہے۔ وہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو نہ صرف اپنا صحیح جانشین ٹھہراتے ہیں بلکہ ان کو آخرت میں ذریعہ نجات سمجھتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر آخری فیصلہ یہ فرماتے ہیں کہ امور دینیہ میں جو ان کا مخالف ہے وہ میرا مخالف اور خدا اور رسول کا مخالف ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف کے مفتی، مولانا غلام محمد صاحب کی رائے

گولڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اپنے زمانے میں روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں ان کے مفتی صاحب سے جب علمائے اہل سنت دیو بند کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے تحریر فرمایا۔

"واضح ہو کہ علمائے مسؤل عنہم شکر اللہ سعیہم، ان کی نیات مبنی بر خیر تھیں یعنی یہ لوگ نیک نیت تھے اور اغراض ان کے حسنہ اور افعال ان کے حسنہ تھے اور چند مسائل کی وجہ سے

جو،ان کی نسبت زبان درازیاں ہیں ہمیں ان سے خداوند کریم نے محفوظ رکھا ہے اور آئندہ بھی اس کی درگاہ عالی سے ان کے لئے خیر خواہ ہیں۔"

دیوبند میں چار نوری وجود ہیں

بقول حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری جو کہ حضرت میاں شیر محمد صاحب کے خلیفہ تھے انہوں نے خزینۂ معرفت میں میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت میاں صاحب نے فرمایا۔

"دیوبند میں چار نوری وجود ہیں،ان میں سے ایک شاہ صاحب (مولانا سید محمد انور شاہ صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) ہیں۔

اب نہ تو حضرت مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف کے مفتی اور نہ حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں اور نہ ہی ان سے روحانیت میں وابستہ ہیں لیکن ان حضرات کا تقویٰ علمائے اہل سنت دیوبند کے متعلق صحیح خیال پیش کرنے کا باعث ہوا ہے۔ لہٰذا ان چار حضرات کے نوری ہونے کا معاملہ ان کے عقائد کی صحت کا سٹرفکیٹ ہے۔

الغرض دنیائے اسلام کے تمام غیر جانبدار لیڈر، علماء، مفکر، صوفیاء اور سنجیدہ حضرات دارالعلوم اور اس کے مکتبہ فکر کے حامی نظر آتے ہیں۔

علمائے دیوبند کا رنگ اعتدال

کسی خاص اہلِ علم کے جلسے میں ایک دفعہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تقریر فرماتے تھے کسی نے اثنائے تقریر میں کہا کہ آپ کی جماعت کو بھی تو "گلابی وہابی" کہا جاتا ہے۔ علامہ نے برجستہ جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"الحمدللہ کہ آپ ہماری جماعت کو گلابی وہابی کہہ کر اس کی برائی نہیں بلکہ اس کی اچھائی بیان کر رہے ہیں، کیونکہ گلابی رنگ نہ تو شدید گہرا ہوتا ہے اور نہ بالکل پھیکا۔ بلکہ دونوں کے

درمیان اعتدال کی شان رکھتا ہے، علمائے دیوبند بھی نہ احکام شریعت میں بعض جماعتوں کی طرح سخت ہیں کہ دین کو دشوار اور بوجھل بنادیں اور نہ بعض جماعتوں کی طرح بالکل نرم ہی ہیں کہ دین کو قبر پرستی، اوہام پرستی اور جنوں اور بھوتوں کی کہانی بنادیں۔ ہاں ان کا ایک معتدل رنگ ہے کہ وہ توحید، رسالت، ولایت کو اپنے اپنے مقام پر رکھ کر تجاوز سے پرہیز کرتے ہیں۔لہٰذا ہمیں اپنی گلابیت پر الحمدللہ فخر ہے۔''

یہ ہے علامہ عثمانی کا برجستہ حقیقت افروز مختصر جواب جس میں انہوں نے دریا کو کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔

گلابی وہابیت

دیوبندی حضرات کو گلابی وہابی کا خطاب، ستم ظریفی اور نادانی کا بہترین شاہکار ہے۔ دراصل وہابی کی نسبت عبدالوہاب نجدی کی طرف ہے جو ایک سخت قسم کا موحد شخص تھا اور بدعات، شرک کا سخت دشمن، اس کے معتقدات کے خلاف دنیائے اسلام میں عجیب طرح کا پروپیگنڈا کیا گیا۔ بالخصوص حکومتِ برطانیہ کے زمانے میں ہر اس عالم کے خلاف جو توحید میں راسخ، بدعات وشرک اور کافرانہ رسم ورواج کا سخت دشمن اور مجاہدانہ روحانیت رکھتا ہو اس کو انگریز اپنی سیاست کے ماتحت بعض ہندوستانی مسلمانوں سے وہابی کہلا کر زبردست پروپیگنڈا کراتا تھا۔ چنانچہ امام المجاہدین حضرت مولانا سید احمد شہید، شہید اسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہید جیسے مجاہدین کے خلاف وہابیت کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ بہر حال علمائے دیوبند کو عبدالوہاب نجدی سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کے کتنے ہی عقائد سے علمائے دیوبند کو اختلاف ہے۔ ملاحظہ ہو شہاب ثاقب مصنفہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

علمائے اہل سنت دیوبند کے عقائد

علمائے دیوبند کے عقائد کے سلسلے میں ہم کچھ مختصر عقائد آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند اپنے ایک فتوے میں لکھتے ہیں۔

ا۔ ''جملہ سلاسل کے بزرگان دین ہمارے مقتدر و پیشوا، ان کی محبت ذریعہ نجات ان کی کرامت ثابت، ان سے بغض و عداوت شقاوت و محرومی کی علامت یہ ہمارا اعتقاد ہے۔ ہاں بزرگوں کو نبی نہیں سمجھتے، ان کو خدا، یا خدائی کا مالک نہیں سمجھتے۔ ان کو دربارِ خداوندی میں شفیع اور وسیلہ جانتے ہیں، کارخانہ عالم ان کے قبضۂ قدرت میں نہیں سمجھتے کہ وہ جو چاہیں کریں، جس کو چاہیں دیں نہ دیں، ہاں جس سے خداوندِ عالم جس کام کو چاہے لے لے۔ یہ امر ثابت ہے، ہم ان کی قبروں کو سجدہ نہیں کرتے، خانہ کعبہ کی طرح ان کے مزارات کا طواف نہیں کرتے، خدائے ذوالجلال کی مختص صفات میں کوئی نبی شریک نہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ التسلیم کے کمالات مختصہ میں کوئی مخلوق شریک نہیں، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کوئی ولی افضل نہیں، ان کے بعد تابعین کا مرتبہ ہے، پھر اولیائے امت کا۔ خیار امت (امت کے نیک لوگ) خلاصہ اسلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ممتاز فرمایا ہے ان کی محبت ذریعہ نجات اور عداوت، شقاوت و حرمان کی علامت جس سے سوء خاتمہ کا خوف ہے، یہ ہمارے وہ عقائد ہیں جن پر اپنی موت و حیات چاہتے ہیں اور یہ کہ ہمارا اسی پر خاتمہ ہو ہم بالکل سچے پکے حنفی (امام ابوحنیفہ کے مقلد) اور سلاسل حضرات اولیاء نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ کے طبقہ بگوش ہیں، ہاں انہی حضرات کی برکت سے بدعات سے تنفر تام (پوری نفرت) ہے۔ (ماخوذ از فتویٰ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مندرجہ الختم ص ۱۵)

آنحضور ﷺ پر کثرت درود عین ثواب ہے

سرتاج المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب المہند میں لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ پر درود شریف کی کثرت مستحب اور نہایت موجب اجر و ثواب ہے...... لیکن افضل ہمارے نزدیک وہ درود ہے جس کے لفظ آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں۔ گو غیر منقول کا پڑھنا بھی فضیلت سے خالی نہیں۔ (المہند ص ۱۸)

''ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ ہے کہ سیدنا و مولانا حبیبنا محمد رسول اللہ ﷺ تمام

مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قرب و منزلت میں کوئی شخص آپ کے برابر تو کیا، قریب بھی نہیں ہوسکتا۔ (المہند ص ۲۰)

ختم نبوت اور قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تحذیر الناس'' میں ختم نبوت کی بحیثیتِ مرتبہ و بحیثیت زمانہ تائید کی گئی ہے لیکن ان کی عبارت کو پورے طور پر پیش نہ کر کے زہر پھیلایا گیا ہے۔ کسی مولوی صاحب نے مولانا کے زمانے ہی میں آپ سے آپ کی عبارت کا مطلب معلوم کیا تو آپ نے مناظرہ عجیبہ کے نام سے ایک مضمون چھاپ کر شائع کیا۔ چنانچہ مناظرۂ عجیبہ میں لکھتے ہیں۔

''مولانا حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے'' (ص ۳) آگے چل کر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''مولانا خاتمیت زمانی کی تو میں نے توجیہ اور تائید کی ہے۔ تغلیط نہیں کی مگر ہاں آپ گوشہ توجہ اور عنایت سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں۔ (ص ۳۷)

پھر مولانا لکھتے ہیں:

''حاصلِ مطلب یہ ہے کہ خاتمیتِ زمانی سے مجھ کو انکار نہیں، بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جمادیئے۔'' (مناظرہ عجیبہ ص ۵۰)

آپ کی نظر میں ختم نبوت کا مخالف کافر ہے

اور آخر میں چل کر تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لکھ دیا۔

''بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو

کافر سمجھتا ہوں۔'' (مناظرۂ عجیبہ ص ۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا کلام جملہ عیوب سے پاک ہے

شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتوے میں تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی ذات جملہ نقائص اور عیبوں سے پاک ہے۔ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز کذب کا شائبہ نہیں ہے، یعنی جھوٹ کے کروڑویں کے کروڑویں حصے کا بھی احتمال نہیں نکل سکتا۔ آیۂ کریمہ ''ومن اصدق من اللہ قیلا'' (اللہ سے زیادہ کون سچا ہوسکتا ہے) پر ہمارا ایمان ہے جو شخص ایسا نہ مانے وہ قطعاً کافر اور ملعون ہے اور مخالف قرآن وحدیث اور اجماع امت کا ہے، وہ ہرگز مومن نہیں۔ (بحوالہ شہاب ثاقب ص: ۱۰۰، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ)

حضور اکرم ﷺ کو صرف بڑے بھائی کی طرح فضیلت دینا کفر ہے

علمائے دیوبند کے مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، المہند میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارے نزدیک رسول خدا ﷺ افضل البشر، تمام مخلوقات سے اشرف، جمیع پیغمبروں کے سردار، سارے نبیوں کے امام ہیں اور جو اس بات کا قائل ہو کہ نبی کریم ﷺ کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو وہ ہمارے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسی واہیات باتوں کی ہمارے یا ہمارے بزرگوں کی طرف نسبت کرنا بہتان عظیم اور کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ (مہند ص ۲۳۔۲۴)

علم غیب اور علمائے اہل سنت دیوبند

علمِ غیب کے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک قرآنی آیات کے ماتحت نہایت واضح ہے۔ وہ غیب کا علم کلی خدا ہی کے لئے مانتے ہیں۔ البتہ آنحضرت ﷺ، کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کا علم تمام مخلوق سے بڑھ کر تھا۔ تمام اولیاء اور تمام انبیاء سے آپ زیادہ

علوم کے جاننے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کا علم نہیں۔

دراصل اللہ کے لئے تو کوئی غیب ہے ہی نہیں، اس کے سامنے تو تمام کائنات حاضر ہے، ہماری آنکھوں سے جو چیزیں اوجھل اور غائب ہیں اور ہماری معلومات سے جو چیزیں پوشیدہ ہیں وہ سب اللہ کے سامنے ہیں۔ اولیاء اور پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے کشف، الہام اور وحی کے ذریعہ جو بتادیا ہے وہ ان کو معلوم ہے۔ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہ۔ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں غیب کوئی نہیں جانتا۔ اس پر صاف دلیل ہے۔ خود حضور ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہلوایا لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ، اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بھی برائی نہ پہنچتی اور ''وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ '' اور اللہ کے پاس ہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، مذکورہ بالا آیات کے ضمن میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں ...... ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر بااختیار خود مطلع کر دیتا ہے...... شرعیات کا علم جو انبیاء علیہم السلام کے منصب سے متعلق ہے کامل ہونا چاہئے اور تکوینیات کا علم خدا تعالیٰ جس کو جس قدر دینا مناسب جانے عطا فرماتا ہے۔ اس نوع میں ہمارے حضور تمام اولین و آخرین سے فائق ہیں۔ آپ ﷺ کو اتنے بے شمار علوم و معارف حق تعالیٰ نے مرحمت فرمائے ہیں جن کا شمار کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں۔

(پارہ نمبر ۹ سورۂ اعراف، رکوع نمبر ۱۳)

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی مذکورہ آیات میں غیب کے متعلق جو لکھا ہے وہی متقدمین علماء اور اہلِ عقائد کا مسلک ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر ان کے زمانے میں علومِ شرعیہ کا جاننے والا کوئی نہ تھا لیکن دنیا کے جزئی علوم کا علم جن کو تکوینیات کا علم کہا جاتا ہے آپ کو معلوم ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو زیادہ تھا، چنانچہ کشتی کے توڑنے، ایک بچے کو قتل کرنے اور دیوار کو سیدھا کرنے کے سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام لاعلمی کی وجہ

سے سخت حیران ہو کر رہ گئے ہیں۔

رسول پاک ﷺ کی محبت اور عظمت ایمان ہے

کسی مسلمان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے یا آپ سے محبت نہیں کرتا، عقل و علم کا دیوالیہ پن ہے۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ "ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم" کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حضور کی تعظیم و محبت ہی وہ نکتہ ہے جس پر قومِ مسلم کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہو جاتے ہیں اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوت کا نظام قائم ہے۔ (سورۂ حجرات)

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے امداد مانگنا

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے امداد طلب کرنے کا یہ مطلب ہے کہ بزرگوں کو حاجت روا سمجھ کر ان سے درخواست کی جائے کہ آپ ہمیں اولاد، روزی، شفا عطا فرمائیں، وہ امور جو مستقل طور پر خدائے تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں مثلاً مینہ برسانا، رزق دینا اور غلہ اگانا، اولاد دینا، ان میں سے کسی چیز کا مخلوق سے اس نیت کے ساتھ دعا کرنا یا مدد مانگنا کہ آپ ہمیں یہ چیزیں عنایت فرمائیں کفر اور شرک ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے فتوے میں اسی طرح لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ (۵۴)۔

یہ بات عقل سلیم کے نزدیک مسلم ہے کہ نفع و نقصان، صحت و بیماری، رزق اور فراخی، موت و حیات سب اللہ تعالیٰ کے قبضہِ قدرت میں ہیں کسی انسان کے قبضہ میں نہیں۔ البتہ اولیاء اور انبیاء کی دعائیں اور ان کی برکتیں اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ذریعہ مرادوں کے حصول میں اثر رکھتی ہیں اور بزرگان دین کی ارواحِ طیبہ اور ان کے باطنی فیوض اور برکات سے فائدہ پہنچتا ہے مگر اس طریقے سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے نہ کہ اس طریقے سے جیسا کہ عوام کے عقائد میں ہے۔ دنیا اور دین کے وہ معاملات جو عام طور پر ایک

دوسرے کے تعاون اور مدد سے چلتے ہیں ان میں ایک دوسرے کی مدد طلب کرتے اور تعاون حاصل کرنے کا کوئی مضائقہ نہیں، یہ ہماری بحث سے خارج ہیں۔

مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیر سید مہر علی شاہ کی نظر میں

تم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھتے ہو؟ سائل نے عرض کیا: جی ہاں! ان ہی کے متعلق، حضرت پیر صاحب نے فرمایا ''وہ حضرت حق کی صفتِ علم کے مظہر اتم تھے ''۔ (بروایت مولانا محمد سعید خطیب مسجد کوہ مری)

اسی طرح کے الفاظ مہر علی شاہ صاحب نے بروایت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی مریدِ خاص پیر سید مہر علی شاہ صاحب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اور مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے متعلق فرمائے جو حسب ذیل ہیں۔

''مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا زمانہ میں نے نہیں پایا، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کی زیارت ایک دفعہ کی ہے، مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی ایک دفعہ زیارت کی ہے اور ایک دفعہ وعظ بھی سنا ہے، اس سے زیادہ ان حضرات کے ساتھ مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا مگر میرا اعتقاد ان بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ یہ سب حضرات علمائے ربانیین اور اولیائے امت محمدیہ میں سے تھے۔ احقر کو بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے مگر میرا اعتقاد یہی ہے اور اس اعتقاد کے اختیار کرنے کا سبب ان کی تصنیفات کا مطالعہ اور استفادہ اور قبول عام ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مجدد تھے

بالخصوص مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ طریقت پر نظر کر کے شبہ ہوتا ہے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں۔ (چراغ سنت ص ۲۷۰، مصنفہ مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب)

الحاصل

ان عقائد پر قارئین کرام غور کریں اور دل میں انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ علمائے اہل سنت دیوبند کا مسلک اور ان کے عقائد کس قدر صاف اور واضح ہیں۔ وہ اسلام کو ٹھوس، متین اور سادہ مذہب سمجھتے اور ثابت کرتے ہیں، وہ نہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جنہوں نے مذہب کو بے لچک سمجھا ہے اور نہ ان لوگوں کے حامی ہیں جنہوں نے مذہب کو اوہام پرستی، لہو ولعب اور کھیل تماشہ بنا دیا ہے۔

حرمین شریفین کے علماء کو اکابر دیوبند کے جوابات اور تصدیقات

علمائے دیوبند کے حقائق

بعض لوگوں نے اکابر علمائے دیوبند کے خلاف ایک غلط اور گمراہ کن فتویٰ پر حرمین شریفین کے علماء کی تصدیقات حاصل کر لیں اور ۱۳۲۵ھ میں وہ فتویٰ ہندوستان میں شائع کر دیا، جب علماء حرمین کو اس دھوکہ دہی اور مغالطہ انگیزی کا علم ہوا تو انہوں نے ۲۶ سوالات مرتب کر کے اکابر دیوبند کو بھیجے، جن کے جوابات فخر المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فصیح عربی زبان میں مرتب کیے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، قطب العالم مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی اعظم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہم اللہ اور دوسرے اکابر دیوبند نے ان جوابات پر اپنی تصدیقات لکھیں اور وہ جوابات حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) کے علماء کو بھیج دیئے گئے۔ ان حضرات نے جوابات کو بہت پسند فرمایا اور برحق و درست تسلیم کرتے ہوئے ان کی تصدیق کی، مصر و شام وغیرہ کے علماء نے بھی ان جوابات کی تحسین کی اور اپنی تصدیقات سے مزین فرمایا، یہ سوالات، جوابات اور تصدیقات عقائد علمائے اہل سنت دیوبند کے نام سے چھپے ہوئے موجود ہیں، ہم اپنے موضوع کے مناسب ان جوابات کے بعض حصوں کا ترجمہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا و مولانا و حبیبنا و شفیعنا محمد رسول اللہ ﷺ تمامی مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے قرب و منزلت میں کوئی شخص آپ کے برابر تو کیا قریب بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ سردار ہیں جملہ انبیاء اور رسل کے، اور خاتم ہیں سارے برگزیدہ گروہ کے، جیسا نصوص سے ثابت ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی دین و ایمان۔

(عقائد علماء اہل سنت دیوبند مطبوعہ جہلم ص ۴۷)

جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے۔ (عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۴۶)

ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول ﷺ کو تمام مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں، جن کو ذات و صفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ اور حکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اسرارِ مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا، نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول۔ اور بے شک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا، اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ (عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۴۸)

ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم، نبی ﷺ سے زیادہ ہے کافر ہے۔ (عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۵۲)

جو شخص نبی ﷺ کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے، وہ قطعا کافر ہے۔ (عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۵۶)

ہمارے سردار و آقا اور پیارے شفیع محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا۔ " ولکن رسول الله و خاتم النبیین (ولیکن محمد ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں) اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے

جو معنا حد تواتر تک پہنچ گئیں اور نیز اجماع امت سے۔ (عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۴۲)

آپ کی نبوت بالذات ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت بالعرض اس لئے کہ سارے انبیاء کی نبوت آپ کی نبوت کے واسطہ سے ہے اور آپ ہی فرد اکمل ویگانہ اور دائرہ رسالت ونبوت کے مرکز اور عقد نبوت کے واسطہ ہیں، پس آپ خاتم النبیین ہوئے ذاتا بھی۔ (عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۴۳،۴۴)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان) اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے، بلکہ واجب کے قریب ہے، گوشد رحال سے اور بذل جان ومال سے نصیب ہو۔ اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ ہی مسجد نبوی اور دیگر مقامات وزیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے بلکہ یہ ہے کہ جو علامہ ابن ہمام نے فرمایا ہے خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت ہو جائے گی۔ اس صورت میں جناب رسالت مآب ﷺ کی تعظیم زیادہ ہے اور اس کی موافقت خود حضرت کے ارشاد سے ہو رہی ہے کہ جو میری زیارت کو آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو تو، مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں، اور ایسا ہی ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے زیارت کے لئے حج سے علیحدہ سفر کیا اور یہی طرز مذہب عشاق سے زیادہ ملتا ہے۔ (عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۲۶، ۲۷)

وہ حصۂ زمین جو جناب رسول اللہ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے، علی الاطلاق افضل ہے، یہاں تک کہ کعبہ اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

(عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۲۷)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت محمد ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہدا کے ساتھ برزخی ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں

بلکہ تمام آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء، بحیوۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہدا کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی، اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالمِ برزخ میں حاصل ہے۔ (عقائد علماء اسنت دیوبند ص ۳۰)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء صلحاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور کہ کہے، یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں، اسی جیسے اور کلمات کہے۔ (عقائد علماء اہل سنت دیوبند ص ۲۹)

سید الطائفہ شیخ العرب والعجم

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

مسلمانوں کیلئے یہ زمانہ سخت جانفشانی اور ابتلاء وکرب کا زمانہ تھا، فرنگی برصغیر میں مسلمانوں کے شاندار چھ سوسالہ عروج سے نبرد آزما تھے، ان کے دجل وفریب اور آتشِ ظلم و بربریت نے مسلمانوں کا جینا تک دوبھر کر دیا تھا، اس پر آشوب و پرفتن حالات میں حضرت شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے تصوف وسیاست کے حسین امتزاج کے ساتھ ایک ایسی دوررس نتائج کی حامل جماعت کی داغ بیل ڈالی، جس نے ایک طرف علم وعرفان اور رشد وہدایت کا چراغ روشن رکھا تو دوسری طرف فرنگیوں کے خلاف جنگ و جہاد اور میدان سیاست میں طالع آزما ہوکر شاہسواری کا حق ادا کیا یوں آپ اس محرک جماعت کے مؤسس وبانی ٹھہرے جس نے اس سرزمین سے فرنگیوں کو نکال پھینکنے میں سعی وکاوش کی۔

آنحضرت ﷺ آپ کو یاد فرما رہے ہیں

حضرت حاجی صاحب کے لقب ''مہاجر مکی'' کو دیکھتے ہوئے آپ کے شوق وجذبہ بیت اللہ کی عکاسی ہوتی ہے ۱۲۶۰ھ میں خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ یاد فرما رہے ہیں، فرطِ جذبات میں بغیر کسی مال ومتاع اور زادِ راہ کے حرمین شریفین جا پہنچے اور اپنے بے چین دل کی تشنگی بجھائی۔

انگریز فوج کے ظلم وجبر اور استبداد نے جب ہندوستانی مسلمانوں پر عداوت ودشمنی کی آگ بھڑکا دی اور یہاں کی سرزمین مسلمانوں پر تنگ ہوگئی تو عام کیفیت یہی ہے کہ مصیبت وآفات میں انسان محفوظ مقام کی جستجو کرتا ہے، اہل ایمان کیلئے محفوظ پناہ گاہ ''حرمین شریفین'' ہی ہے، چنانچہ حضرت حاجی صاحب بھی ۱۸۵۹ء میں ہند سے ہجرت کر کے حرم کعبہ میں پناہ گزین ہوگئے اور ''مہاجر مکی'' کہلائے۔ مکہ مکرمہ میں پانی کی شدید قلت تھی نہرِ زبیدہ بھی عدم صفائی سے خام وناکارہ ہوگئی تھی، حضرت حاجی صاحب کی دعا کی برکت سے

نہر کی صفائی پر بھی لوگوں کی توجہ مرکوز ہوئی اور بہت جلد پانی کے وافر چشمے مکہ کے گلی کوچوں میں جاری ہو گئے۔

۴۱ سال حرم شریف میں روحانی تسکین

حرم شریف کے ساتھ کچھ ایسا ہی دل لگا کہ اب اس سے فرقت و جدائی ناممکن رہی، ہجرت کرتے وقت عمر مبارک ۴۳ سال تھی، زندگی کے باقی ۴۱ سال حرم میں ہی جسمانی و روحانی تسکین اور آرائشِ عشق کو ٹھنڈا کرتے ہوئے گزارے، وسط البلاد حرم میں ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تربیت باطنی وافادہ کیلئے منتخب فرمایا۔ حرم کے مقابلے میں ہندوستان کی کیا حیثیت ہے؟ ایک گمنام گوشہ ہی سمجھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس گمنام و پوشیدگی کے گوشے سے نکال کر ایک عالم گیر اور ہدایت کے مینارہ میں آبسایا جہاں سے دم بدم اور لحہ بہ لحہ لاتعداد لوگوں نے کسبِ فیض کیا۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی جب قسطنطنیہ سے باحترام و اکرام مکہ واپس آئے تو حضرت حاجی صاحب سے کہنے لگے کہ "اگر اجازت ہو تو سلطان المعظم کے حضور میں آپ کا تذکرہ کروں"، عشق و جذبۂ حرم سے سرشار آپ نے جواب دیا کہ "زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ سلطان المعظم معتقد ہو جائیں گے اور آپ نے دیکھ لیا کہ معتقد ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ قربِ سلطانی کی وجہ سے بیت اللہ سے بعُد ہو گیا"

چور اسی ۸۴ سال کی عمر میں آخر حرمین شریفین کے عشق و محبت نے اثر دکھایا۔ ۱۳۱۷ھ میں انتقال ہوا جنت المعلیٰ میں آخری آرام گاہ کیلئے جگہ ملی۔

کوئی دیکھے تو ذرا اُن کے غلاموں کا نصیب!!
اُن کی چاہت میں مَرے اُن کی محبت میں جئے

خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ ایسا وظیفہ بتلا دیجئے کہ خواب میں حضور پاک ﷺ کی زیارت ہو جائے۔

حضرت نے فرمایا: آپ کا بڑا حوصلہ ہے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضہ شریف کے گنبد شریف ہی کی زیارت ہو جائے۔ اللہ اکبر کس قدر تواضع اور شکستگی کا غلبہ تھا، اس پر حضرت والا (حکیم الامت حضرت تھانویؒ) نے فرمایا: یہ سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں۔

بارگاہ رسالت کے عاشقان

تاریخ اسلام کا یہ عجیب ترین واقعہ ہے کہ جس طبقہ علماء نے رحمت مجسم، فخرِ دوعالم، سرکار دوعالم ﷺ کی سنتِ مطہرہ اور آپ کے عطا کردہ آفاقی پیغام کی سب سے زیادہ حفاظت کی، ان کو کچھ ناعاقبت اندیش لوگوں کے ہاں سے جناب رسالت مآب ﷺ کا گستاخ قرار دیا گیا۔

اگر انسان انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہتا ہو تو وہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نعتیہ اشعار ''قصیدہ بہاریہ'' اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وجہ آفرین کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ'' اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے سدابہار رسالے ''فضائل درود شریف'' پڑھنے کے بعد کسی طرح بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ علماء دیوبند بارگاہ رسالت ﷺ کے مقام شناس نہ تھے۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ انہوں نے اپنے عشق کو بے راہ ہونے کے بجائے عقلِ سلیم کے کھونٹے کے ساتھ باندھے رکھا، انہوں نے اپنے جذبات کی رو میں بہہ جانے کے بجائے ہر قدم پر انہیں شریعت کی کسوٹی پر پرکھا۔ انہوں نے اسوۂ رسول اکرم ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو بعض ناواقفانِ حال اور بعض وارفتگانِ بدعت نے انہیں عشقِ خام کا طعنہ دیا۔

اس سلسلے میں اکابرین دیوبند کے حالات اتنے زیادہ ہیں کہ ان سے کئی جلدوں پر مشتمل ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم صرف چند واقعات کو نقل کر رہے ہیں۔

علمائے دیوبند کے سرپرست اعلیٰ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اور حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے پیرومرشد تھے آپ کو اپنے ان دونوں مریدوں پر بڑا فخر تھا، ان کی بلند استعداد اور خلوص وعلو مرتبہ کا برملا اظہار فرماتے اور لوگوں کو ان بزرگوں سے فیض حاصل کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں

مولوی قاسم اور مولوی رشید کو میرے درجے پر سمجھے

''جو شخص مجھ سے محبت وعقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کو (جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں) میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں، اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھئے کہ ان جیسے لوگ اس زمانہ میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے (جو اس کتاب میں ہیں) ان کے سامنے حاصل کرے۔ انشاء اللہ بے بہرہ نہ رہے گا۔ خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند رتبوں تک پہنچائے اور ان کے نورِ ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور سرور دوعالم ﷺ کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے۔'' (ضیاء القلوب، دیوبند ص ٦٦)

رسول ﷺ کے اشارے پر بیعت

حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، حضور ﷺ نے آپ کا ہاتھ لے کر ایک بزرگ کے حوالے کر دیا، آپ بیدار ہوئے تو حیرت میں پڑ گئے کہ کن بزرگ کے حوالے کیا گیا ہوں، کئی سال تک پریشان پھرتے رہے اور ان بزرگ کا پتہ نہ ملا، آخر اپنے استاد مولانا محمد قلندرؒ محدث جلال آبادی کے حکم پر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب حضرت میاں جی پر نظر پڑی

تو فوراً پہچان گئے کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے حوالے رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ میاں جی نور محمد صاحب سے بیعت ہوئے اور فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ (ملخصا کرامات امدادیہ ص ۲۰، ۲۱)

آپ نے ۱۲۶۰ھ میں جناب رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو حضور ﷺ نے آپ کو فرمایا کہ "تم ہمارے پاس آؤ" بیدار ہوئے تو دل زیارت مدینہ کیلئے بے قرار تھا، مگر اسباب سفر مفقود تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر کے چل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے اسباب بھی پیدا فرمادیئے اور منزل مقصود کو پہنچ کر جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ زیارت حرمین شریفین سے سرفراز ہو کر واپس آئے۔ یہ آپ کا پہلا حج تھا جو سرور دو عالم ﷺ کے بلاوے پر نصیب ہوا تھا، اسی موقع پر آپ کے دل میں قیام بیت اللہ کی تڑپ پیدا ہوئی اور ۱۲۷۶ھ میں ہندوستان سے ہجرت کر کے حجاز مقدس تشریف لے گئے اور مکہ شریف میں مستقل قیام کیا۔

حضرت حاجی امداد اللہؒ کا دربارِ رسالت میں مقام

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ جب جوار پاک شہ لولاک (ﷺ) میں پہنچے تو شرف جواب صلوٰۃ و سلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ و السلام سے مشرف ہوئے۔ (امداد المشتاق، صفحہ ۱۲)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہو جاؤ

ایک شکی طبیعت آدمی کسی بزرگ سے بیعت ہونا چاہتا تھا۔ وہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب وہ وضو کر رہے تھے۔ آپ نے قصداً سر کا مسح ہاتھ کی ہتھیلیوں کی بجائے ہاتھوں کی الٹی جانب سے کیا۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا آپ کو تو مسح تک کرنا نہیں آتا۔ اس پر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسح کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ آپ کسی بھی کتاب میں جا کر دیکھ لیں۔ اب اس

نے جو کتاب کھول کر دیکھی تو وہاں مسح کرنے کا یہی طریقہ تحریر پایا۔ سخت مذبذب ہوا۔ رات حضور انور ﷺ کی زیارت بابرکت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو جا کر حاجی صاحب سے بیعت ہو۔ صبح وہ حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوا۔ حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے پھر اسے بیعت کر لیا۔ حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کاملین میں سے تھے۔ یہاں ان کے تصرف کی ہلکی سی جھلک دیکھی جا سکتی ہے)۔

حضرت امداد اللہؒ خواب میں رسول اللہ ﷺ کا جبہ شریف پہنے ہوئے ہیں

مصنف "انوار العارفین "عاشق رسول ﷺ نور المشائخ حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں کہ مولانا نے فرمایا کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا جبہ شریف جو جلال آباد میں پہنے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ لباس شریعت و آداب طریقت سے آراستہ و پیرانہ ہیں۔

(انوار العاشقین از مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی صابری رحمتہ اللہ علیہ صفحہ ۸۳ تا ۸۴)

حضرت حاجی امداد اللہؒ دیگر اولیاء پر سبقت لے گئے

مولوی غلام حسین جس نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کا یک مرید کہ رہا ہے کہ حضرت خاتم المرسلین ﷺ فرماتے ہیں کہ "حاجی صاحب دیگر اولیاء پر سبقت لے گئے"۔ جب حاجی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا عجب معاملہ ہے کہ تم لوگ کیا کیا دیکھتے ہو اور مجھ پر کیا کیا اعتقاد کرتے ہو؟ حالانکہ مجھ میں کچھ بھی کمال نہیں ہے، صرف اللہ کی ستاری ہے جس نے میرے عیوب چھپا رکھے ہیں، امید ہے اسی طرح عاقبت میں بھی اپنے فضل و کرم سے میرے جرائم کسی پر ظاہر نہ کرے گا۔ بطور تحدیث نعمت اس خواب کا تذکرہ کئی مرتبہ آپ نے فرمایا۔

(امداد المشتاق، صفحہ ۱۲۴)

آپ نے حضور ﷺ کی تعریف میں بہت سی نعتیں لکھی ہیں جن میں سے ایک نعت ہم یہاں پیش کرتا ہوں۔

کہے ہے شوق نبی ﷺ یہ آکر چلو مدینے
میں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو مدینے

صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیمِ طیبہ
کہے ہے شوق اب ہوا میں اڑ کر چلو مدینے چلو مدینے

خدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی آخر ہوئی ہے آخر
مریں گے اب تو نبی ﷺ کے در پر چلو مدینے چلو مدینے

یہ جذبِ عشق محمدی ﷺ ہیں دلوں کو امت کے کھینچتے ہیں
کہے ہے ہر دل جو ہو کے مضطر چلو مدینے چلو مدینے

جوکفر و ظلم و فساد عصیاں ہر اِک شہر میں ہوئے نمایاں
تو دینِ اسلام اٹھے یہ کہہ کر، چلو مدینے چلو مدینے

رجب کے ہوتے ہیں جب مہینے بھرے ہیں شوق نبی ﷺ سے سینے
صدا یہ مکے میں کوبکو ہے چلو مدینے چلو مدینے

ہلاکت امداد اب تو آئی، جو فوجِ عصیاں نے کی چڑھائی
نجات چاہو تو اے برادر چلو مدینے چلو مدینے

(گلزار معرفت ص۵)

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ السلام قطب زماں

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ تین دن پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے اور کھلے بندوں پھرنے لگے لوگوں نے پھر بمنت روپوشی کیلئے عرض کیا تو فرمانے لگے کہ "تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سنت سے ثابت نہیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ ہجرت کے وقت غار ثور میں تین دن ہی روپوش رہے ہیں"

عشق رسول کے جذبہ سے سرشار یہ الفاظ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم کے ہیں روپوشی ظالم انگریز کی طرف سے گرفتاریوں کے پیش نظر دوستوں کے سخت اصرار پر کی تھی لیکن سخت حالات کے باوجود بھی اپنے محبوب سے زیادہ روپوش نہ ہوئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی بلاشبہ صرف بلادِ ہند کے نہیں بلکہ افق عالم کے اہل علم کے سرخیل وسالار ہیں، اشارہ رسول ﷺ سے آپ کا لگایا ہوا علم کا پودا مشرق ومغرب کو منور وشاداب کررہا ہے۔ لاتعداد تشنگان علم اس چشمہ عمیق سے سیراب ہوئے اور ہورہے ہیں، خود حضرت نانوتوی نے طالب علمی کے زمانے میں خواب دیکھا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہورہی ہیں، تعبیر ظاہر ہے۔

اسلام چند سالوں کا مہمان ہے

انگریز کے بلاد ہند پر عروج وقبضہ کو دیکھتے ہوئے بعض تبصرہ نگاروں نے رائے قائم کی تھی کہ "اب اسلام صرف چند سالوں کا مہمان ہے" علماء دیوبند نے ان نامساعد ونا موافق حالات میں جس ہمت واستقلال کا ثبوت دے کر اسلام کا دفاع کیا اور اسے استحکام بخشا اس نے ان تمام اندھیرے خیالات کو مات دیدی ان تمام قربانیوں کا سہرا بانی دیوبند مولانا نانوتویؒ کے سر ہے۔

کہیں ایسا عاشق ہے تو دکھاؤ

حضرت نانوتویؒ کا عشق رسول قابل دید تھا حرم نبوی کیلئے مدینہ روانہ ہوئے، سخت نو کیلے سنگریزوں اور چبھتے ہوئے پتھروں کے اس سنگلاخ خطہ میں آپ کی حرم نبوی کے ساتھ عقیدت و فریفتگی کا اظہار دیکھئے، آپ کے رفیق سفر مولانا حکیم منصور علی خان صاحب فرماتے ہیں کہ ''جب منزل بہ منزل مدینہ شریف کے قریب ہمارا قافلہ پہنچا جہاں روضہ پاک صاحب لولاک نظر آتا تھا فوراً جناب مولانا صاحب مرحوم نے اپنے نعلین اتار کر بغل میں دبالیں اور پابرہنہ چلنا شروع کردیا'' کہ کہیں چودہ سو سال پہلے اس جگہ پر رسول اللہ ﷺ کے نبوت والے قدم نہ پڑے ہوں اور نانوتوی کا جوتا قدموں پر آجائے۔

دیار حبیب میں جوتا پہن کر چلنا بھی جسے گوارانہیں اس محبّ رسول نے زندگی بھر سبز رنگ کے چپل استعمال کرنے سے محض اس لئے گریز کیا کہ محبوب کے روضے کا رنگ سبز ہے۔ لوگ محبت میں لیلیٰ ومجنوں کی داستانیں سناتے ہیں، مجنوں سگ کوچہ لیلیٰ فدا تھا اور یہاں محبّ محبوب کے شہر کی گلیوں کے ذرات پر فداو جاں نثار ہے، وہ لیلیٰ کے عشق میں مجبور و بیقرار تھا اور یہاں تو محبّ اپنے محبوب برگزیدہ ہستی کی ہر ادا کو اپنی دینی و دنیاوی لذتوں کا سرچشمہ سمجھ رہا ہے اور اس کے ایک ارشاد کو دنیا بھر کے زر و جواہر اور لعل و قیمتی موتیوں سے زیادہ حیثیت دے رہا ہے۔ کہاں لیلیٰ ومجنوں کا بے فائدہ، دنیاوی وغیر شرعی عشق اور کہاں قاسم کی ابوالقاسم ﷺ سے والہانہ دینوی و اخروی منافع وفوائد سے لبریز محبت والفت؟ آیئے! حضرت نانوتوی کے محبوب دو جہاں سرور کونین ﷺ کی مدح میں لکھے گئے چند اشعار پڑھتے ہیں کہ کس طرح اشعار کے ہر ہر مصرع سے ان کا عشق نبوی ٹپک اور جھلک رہا ہے۔

عشق نبوی میں ڈوبا ہوا کلام

الٰہی کس سے بیاں ہوسکے ثنا اس کی — کہ جس پر ایسا تیری ذات خاص کا ہو پیار

جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو — نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی ﷺ اقرار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار
اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
غرض نہیں مجھے اس سے بھی کچھ رہی لیکن خدا کی اور تیری الفت سے میرا سینہ فگار
لگے وہ تیر غم عشق کا مرے دل میں ہزار پارہ ہو دل خون دل میں ہوں سرشار

بیت اللہ کی چھت اور حضرت نانوتوی کا فیض

ارواحِ ثلاثہ میں ہے کہ مولانا نانوتویؒ نے خواب میں دیکھا تھا کہ "میں خانہ کعبہ کی چھت پر اُونچی چیز پر بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا مُنہ ہے اور اُدھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاؤں سے ٹکرا کر جاتی۔ اس خواب کو انہوں نے مولوی یعقوب صاحب (المتوفی ۱۲۷۲ھ برادر شاہ محمد اسحٰق صاحب المتوفی ۱۲۶۴ء۔ سے اس عنوان سے بیان فرمایا کہ حضرت ایک شخص نے اس قسم کا خواب دیکھ رکھا ہے تو انہوں نے یہ تعبیر دی کہ اس شخص سے مذہب حنفی کو بہت تقویت ملے گی اور وہ پکا حنفی ہوگا اور اس کی خوب شہرت ہوگی، لیکن شہرت کے بعد جلد ہی اس کا انتقال ہو جائے گا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۶۹)۔

بلا ریب ہندوستان میں قیام دارالعلوم دیوبند کے ذریعے جس طرح قرآن وحدیث کے بعد مذہب حنفی کی علمی اور ٹھوس خدمت ہوئی وہ اظہر من الشمس ہے۔

مدینہ اور اہل مدینہ سے محبت ایمان کی علامت ہے

حضرت نانوتوی کا ارشاد ملاحظہ کیجئے:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی وجہ سے وہ مکانات باعظمت ہوگئے۔ وہاں کے اشخاص باعظمت ہوگئے۔ عربوں سے بغض وعناد رکھنا نفاق کی

علامت ہے اور اس سے الفت اور محبت کی پینگیں بڑھانا ایمان کی علامت ہے۔
(ماہنامہ دارالعلوم فروری ۱۹۵۶ء)

سرزمین عرب اور اہلیان عرب سے یہ تعلق کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ محبوب یہاں مقیم ہے۔ محبوب کا در اور گھر ہے اور یہ لوگ محبوب کے شہر کے باشندے ہیں۔ اس لیئے ان سے بھی محبت اور عشق علامت محبت و عشق ہے۔

نام مبارک ﷺ سن کر بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے

حضرت نانوتویؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلبی تعلق کتنا تھا؟ اور آپ کے نام اقدس کی ان کے دل میں کس قدر عظمت تھی اس کا اندازہ کیجئے کہ اسم گرامی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سن کر لرزہ بدن میں پڑ جاتا تھا اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور ایک عجیب حالت نمایاں ہوتی تھی جو معرض بیان میں نہیں آسکتی۔
(سوانح قاسمی جلد ۱ ص ۲۸۲)

حضرت نانوتویؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی خود بھی کثرت فرماتے تھے اور اپنے معتقدین و متوسلین کو بھی اسی کی نصیحت وصیت فرماتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ درود شریف کی جتنی کثرت ہو سکے اتنی بہتر ہے۔ (مکتوبات اکابر ص ۵۴)

تین دن روپوشی اور سنت پر عمل

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو کون نہیں جانتا کہ وہ علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ان کے پیچھے انگریز لگا ہوا تھا، چاہتا تھا کہ جان سے مار ڈالوں۔ آپ کو بھی پتہ چل گیا۔ رشتہ داروں نے کہا، حضرت! آپ کہیں چھپ جائیں تا کہ آپ بچ سکیں۔ آپؒ نے بات مان لی، لہٰذا چھپ گئے۔ ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ پھر باہر پھرتے نظر آئے۔ پھر کسی نے کہا جان کا معاملہ ہے، آپ کو چاہئے کہ ذرا اوجھل ہو جائیں۔ فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کی حدیث پر نظر ڈالی۔ مجھے پوری زندگی میں حضور ﷺ تین دن غار میں چھپے نظر آتے ہیں۔

میں نے اس سنت پر عمل کر لیا ہے اب باہر آ گیا ہوں، چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

نکاح بیوگاہ کی سنت

حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ تم اپنی بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو۔ قرآن پاک میں بھی ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی ایک ہمشیرہ 90 سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں۔ آپ کو پتہ چلا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ کچھ دن گزر گئے تو پھر دوبارہ اپنی بہن کے پاس گئے اور کہنے لگے، بہن! میں آپ کے پاس ایک بات کرنے آیا ہوں۔ بہن نے کہا بتاؤ بھائی، کیا بات ہے؟ حضرت فرمانے لگے کہ میرے آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ تم بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو، آپ میری اس بات کو مان لیجئے اور نکاح کر لیجئے۔ میں جانتا ہوں کہ اس عمر میں آپ کو ازدواجی زندگی کی ضرورت نہیں ہے مگر قاسم نانوتوی کو سنت پر عمل کی توفیق ہو جائے گی۔ بہن رونے لگ گئیں۔ آپؒ نے اپنی پگڑی کو اتارا اور بہن کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ تیری وجہ سے مجھے حضور اکرم ﷺ کی ایک سنت پر عمل کی توفیق نصیب ہو سکتی ہے۔ چنانچہ 90 سال کی عمر میں اپنی بہن کا ایک اور نکاح کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ہندوستان میں نکاح بیوگان کی سنت پھر سے زندہ ہو گئی اور ہزاروں کی تعداد میں اس پر عمل ہوا۔

سگان مدینہ میں نام میرا شمار

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ جب حج پر گئے تو آپ نے راستہ میں حضور ﷺ کی محبت میں کچھ اشعار لکھے۔ وہ بھی آپ کو سناتا چلوں، فرماتے ہیں:

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مور و مار

کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! اُمیدیں تو بہت ہیں مگر سب سے بڑی امید یہ ہے کہ مدینہ کے کتوں میں میرا شمار ہو جائے۔ اگر جیوں تو مدینہ کے کتوں کے ساتھ پھرتا رہوں اور اگر مرجاؤں تو مدینہ کے کیڑے مکوڑے مجھے کھا جائیں۔ رسول ﷺ کی ایسی شدید محبت تھی دل میں۔

ساری زندگی سبز جوتا نہیں پہنا:

ایک آدمی آپؒ کی خدمت میں آیا۔ اس نے سبز رنگ کا جوتا پیش کر دیا۔ حضرتؒ نے وہ جوتا لے تو لیا مگر اس کو گھر میں رکھ دیا۔ کسی نے بعد میں پوچھا، حضرت! فلاں نے بہت اچھا جوتا دیا تھا، علاقہ میں اکثر لوگ پہنتے ہیں، خوبصورت بھی بنا ہوا تھا۔ فرمایا، میں نے جوتا لے تو لیا، کہ اس کی دل جوئی ہو جائے مگر پہنا اس لئے نہیں کہ دل میں سوچا کہ میرے آقا ﷺ کے روضہ اقدس کا رنگ سبز ہے اب میں اپنے پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں۔

نقش قدم ﷺ کے ادب میں پاؤں سے خون رستا رہا:

آپؒ حرم تشریف لے گئے۔ آپؒ بہت نازک بدن تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا کہ آپؒ ننگے پاؤں مدینہ کی گلیوں میں چل رہے ہیں اور پاؤں کے اندر سے خون رستا چلا جا رہا ہے۔ کسی نے پوچھا حضرت جوتے پہن لیتے۔ فرمایا، ہاں پہن تو لیتا، لیکن جب میں نے سوچا کہ اس دیار میں میرے آقا ﷺ چلا کرتے تھے تو میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ قاسم اس کے اوپر جوتوں کے ساتھ چلتا پھرے۔ کیسے دیوانے اور پروانے تھے رسول اللہ ﷺ کے۔

علمائے دیوبند کا فقید المثال عقیدہ

علمائے دیوبند نے اپنا عقیدہ لکھا۔ ذرا دل کے کانوں سے سنیں تا کہ پتہ چل سکے کہ ان پر بہتان لگانے والے کتنی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ حضور

ﷺ کی قبر مبارک میں جو مٹی لگ رہی ہے۔ وہ اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے۔

حضرت نانوتویؒ اور سنتِ رسول ﷺ

حضرت نانوتویؒ نے اپنے شیخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کی زیرِ قیادت 1857ء میں انگریزوں سے جہاد کیا تھا اور شاملی کی مشہور لڑائی میں آپ کی یہ کرامت بھی ظاہر ہوئی تھی کہ آپ کو کنپٹی پر گولی لگی اور سر کو پار کر گئی. کپڑے خون سے تر ہو گئے۔ حضرت گنگوہیؒ نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا، پھر دیکھا گیا تو زخم کا کہیں نشان نہ ملا۔ جب مجاہد علماء کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو آپ کی گرفتاری کے بھی وارنٹ جاری ہوئے۔ خدام اور متوسلین کے بہت زیادہ اصرار پر آپ ایک مکان میں روپوش ہوئے اور تین دن کے بعد پھر کھلے بندوں چلنے پھرنے لگے۔ لوگوں نے پھر روپوشی کے لئے بہت راضی کیا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کے تین دن سے زیادہ روپوشی سنت سے ثابت نہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہجرت کے وقت غار ثور میں تین دن ہی روپوش رہے ہیں۔ (سوانح قاسمی جلد دوم ص ۱۷۳)

رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری پڑھتے دیکھا ہے

آپؒ حج کو جاتے ہوئے پنجلاسہ (ضلع انبالہ) کے ایک باکمال بزرگ راؤ عبداللہ شاہؒ کو ملنے کے لئے تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ:

حضرت میرے لئے دعا فرمائیے ۔اس پر راؤ عبداللہ شاہؒ نے فرمایا، بھائی میں تمہارے لئے کیا دعا کروں، میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہانوں کے بادشاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۹۳)

نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے:

حضرت نانوتویؒ جب مواجہہ شریف پر سلام کے لئے حاضر ہوتے تو نہایت ادب کے ساتھ اور یکسوئی کے ساتھ سلام پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ جب واپس لوٹے تو چہرے پر انوارات کی بارش ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت آج تو خاص کیفیت ہے۔ آپ نے

شعر میں جواب دیا کہ:

میرے آقا کا، مجھ پر تو اتنا کرم ہے
بھر دیا میرا دامن پھیلانے سے پہلے
یہ اتنے کرم کا عجب سلسلہ ہے
نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

جب مدینہ منورہ سے واپسی ہونے لگی تو آپ نے گنبد خضریٰ پر آخر نظر ڈال کر یہ اشعار کہے:۔

ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جدا ہوتا

اسوۂ حسنہ پر عمل قدرت کا انعام ہے

حضرت نانوتویؒ کا مقولہ سوانح قاسمی ص ۲۰۵/ا میں نقل کیا گیا ہے، فرمایا کرتے تھے کہ درزی کو نمونہ کا کوئی کپڑا مثلاً قمیص، اچکن دیدیا جاتا ہے، اور حکم دیا جاتا ہے کہ اسی نمونہ پر کپڑے سیتے چلے جاؤ۔ خراش، تراش، سلائی وغیرہ کے اعتبار سے جس حد تک اس نمونہ کے مطابق کپڑوں کے سینے میں درزی کامیاب ہوگا اسی حد تک سلانے والے سے مزدور انعام کا مستحق ہوگا۔ اس تمثیل کو پیش کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اسوۂ حسنہ محمد ﷺ قدرت کا بخشا ہوا نمونہ ہے، ساری انسانیت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ آپ اپنے کو رنگ میں ڈھنگ میں، چال چلن میں، فکر میں، نظر میں اسی نمونہ کے مطابق ڈھالتے چلے جائیں، جو جس حد تک اس نمونہ کے مطابق ہوگا اسکو اسی حد تک اپنے محبوب کی محبوبیت سے حصہ عطا کیا جائے گا۔

سوانح قاسمی ص ۴۸۸/ا میں لکھا ہے کہ حضرت جب سفر سے نانوتہ تشریف لاتے تو دستور تھا کہ گھر سے پہلے کچھ دیر کے لئے مسجد میں قیام فرماتے، نفل ادا کرتے اور جب قصبہ والوں کو آپ کے آنے کی خبر پہنچتی تو سب مسجد کی طرف دوڑ جاتے۔ معترضین آویں اور

اتباعِ سنت میں اکابرین دیوبند کا مقابلہ کر کے دکھادیں۔ چلنے میں، بیٹھنے میں، اٹھنے میں، خورد و نوش میں بہت مشکل سے ان کی نظیر ملے گی۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اسی مبارک سفر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ جناب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہ ہوتے حالانکہ اونٹ ان کی سواری کا موجود تھا اور خالی رہا۔ اور پیر میں زخم پڑ گئے تھے۔ کانٹے لگتے تھے پتھروں سے ٹھکرا ٹھکرا کر پاؤں کا حال دگرگوں کر دیا تھا۔ (الشہاب الثاقب ص ۵۰)

حفظ قرآن کریم

حضرت نانوتویؒ تصحیح کتب اور دینی بحث و مباحثہ اور سرگرمیوں میں ایسے منہمک رہتے تھے کہ ان اہم دینی کاموں سے فراغت کا موقع ہی ہاتھ نہ آسکا اور دل میں قرآن کریم کے حفظ کا جو شوق تھا وہ کب چین لینے دیتا تھا بالآخر دو سال کے صرف رمضان میں قرآن پاک یاد کر لیا اور ایسی روانی کے ساتھ سناتے تھے کہ کوئی کہنہ مشق پختہ کار حافظ بھی ایسا نہ سنا سکتا ہو۔ چنانچہ خود ان کا بیان (سوانح قاسمی ص ۱۱۴، از مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں) ہے کہ فقط دو سال رمضان میں، میں نے یاد کیا ہے۔ اور جب یاد کیا پاؤ سیپارہ کی قدر یا اس سے کچھ زائد یاد کر لیا۔ اور جب سنایا ایسا صاف سنایا جیسے اچھے پرانے حافظ'' اور یہ کلام اللہ کی عظمت اور اس کی طرف پوری توجہ اور محبت کا نتیجہ تھا کہ اس کا ایک ایک حرف سینہ میں نقش ہو گیا۔

عشق رسول ﷺ میں مست ہیں

جب حضرت نانوتوی نے حج کیا تو بڑے بڑے اکابر ساتھ تھے مثلاً حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کا ایک مجمع تھا آخری منزل جس کے بعد مدینہ طیبہ بالکل سامنے آجاتا ہے اور حرم نبوی کے مینار نظر آنے لگتے ہیں اس آخری منزل کا نام ''بِئرِ علی '' ہے یہاں ایک پہاڑی ہے جب اس پر چڑھے اور حرم شریف کے مینار پر نظر پڑی...... تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ ایک دم اونٹ سے اچھل کر زمین پر کود پڑے، جوتے اتار کر اونٹ کے کجاوے میں رکھے اور

ننگے پاؤں چلنا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب تھی اس لئے عاشقانہ اشعار پڑھتے ہوئے اور اپنے حال میں مست ننگے پاؤں چلے جارہے تھے مدینہ طیبہ کی کنکریاں بھی نوکیلی ہیں وہ پاؤں میں ایسے چبھتی ہیں جیسے کانٹے چبھتے ہیں ان کی وجہ سے پاؤں لہولہان ہوگئے۔

شاعر نے انہی کیفیات کو الفاظ کا روپ دینا چاہا ہے۔۔۔۔۔

شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
یہ کوچۂ حبیب ہے پلکوں پہ چل کے آ
امت کے اولیاء بھی ادب سے ہیں دم بخود
یہ بارگاہِ سرورِدیں ہے سنبھل کے آ
سوز و تپش ، سخن میں اگر چاہتا ہے تو
عشقِ نبیؐ کی آگ میں تائب پگھل کے آ

زمزمِ عشق سے آنکھوں کا وضو لازم ہے

دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی اونٹوں سے اتر کر پیدل چلنا شروع کر دیا تو حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ لوگ کیوں نیچے اتر کر چلنے لگے۔ حضرت نانوتوی پر تو محبت اور عشق کی وجہ سے حال طاری ہے یہ کہاں تک نقالی کریں گے اس لئے کوئی بیس قدم کوئی سو قدم چل کر رک گیا کیونکہ ان کنکریوں پر چلنا مشکل تھا مگر جو اپنے حال میں مست ہو اسے تو کچھ خبر نہیں رہتی، اس پر تیر پڑیں چاہے تلواریں۔۔۔۔۔

حضرت اسی حال میں حرمِ نبوی تک پیدل ہی چلتے رہے اور آپ کے پاؤں لہولہان ہو چکے تھے۔ مگر حضرت محبت اور عشق کی وجہ سے اپنے حال میں مست تھے۔ تو معاملہ یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ در محبت تلخ ہا شیریں بود۔۔۔۔۔ یعنی محبت کی وجہ سے تلخیاں بھی شیریں ہو جاتی ہیں اور انسان ان کو بخوشی جھیل لیتا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

مولانا قاسم نانوتویؒ کو محبوب ﷺ کی زیارت

علی گڑھ (یوپی، بھارت) میں مولانا شاہ عبدالجلیل شہید اکابر علماء سے تھے۔ 1857ء مطابق 1271ھ میں جنگ آزادی کے دوران شہید ہوئے۔ آپ کے بیٹے محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ 1264ھ میں پیدا ہوئے۔ املاک ضبط ہوچکی تھی، سہارا صرف ریاست چھتاری کا وظیفہ تھا، اسی اثنا میں حضرت مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند (جواس وقت مطبع احمدی میرٹھ میں متعین تھے) نے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ، قاسم علی گڑھ جاؤ اور ہمارے دوست عبدالجلیل کے بیٹے اسماعیل کو حدیث پڑھاؤ۔'' مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا خلوص ومحبت مشہور ہے۔ مدرسہ دیوبند میں 50 روپے مشاہیر پر ملازم تھے مگر صرف 10 روپے لیتے تھے۔ اس پر بھی کوئی ملاقاتی آجاتا تو گھڑی سامنے رکھ لیتے اس طرح مہینہ میں جتنا وقت صرف ہوتا اپنے حساب میں لگا لیتے تھے۔ نہایت معمولی اور موٹا کپڑا پہنتے تھے، عام انسان تین دن میں جتنا کھانا کھاتا ہے آپ پورے مہینہ میں اتنا کھانا کھاتے تھے۔ غرض زندگی کے اخراجات محض برائے نام تھے۔ خواب دیکھنے کے بعد مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ علی گڑھ تشریف لائے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے دوست عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کو نو ماہ میں صحاح ستہ کا دورختم کرا کے واپس چلے گئے اس مدّت میں اجرت بجز نان جویں کے کچھ قبول نہ کی (تراجم علمائے حدیث ہند جلد اول از یحییٰ امام خاں نوشہروی صفحہ 224 تا 228)۔

اپنے تو اپنے غیر بھی محبت کرتے ہیں

حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بعض مفسدہ پردازوں نے حکومت ہند کو یہ درخواست دی کہ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند میں ایک مدرسہ گورنمنٹ کے مقابلہ پر کھولا ہے جس کا مقصد ہے کہ سرحد کے لوگوں سے تعلقات پیدا کئے جائیں تا کہ گورنمنٹ سے جہاد آسان ہو۔ یہ مدرسہ خفیہ طور پر طلبہ کو قواعد جنگ کی تعلیم دیتا ہے اور ہندوستان پر چڑھائی کرنے کے لئے کابل کو تیار کر رہا ہے۔ ہم حکومت کے خیر خواہ ہیں مطلع

کرتے ہیں کہ وہ بیدار رہے۔ حکومت سے فوراً تفتیش کے احکامات جاری ہو گئے اور تفتیش کے مراکز، نانوتہ، رام پور اور جلال آباد قرار پائے اور دیو بند کو صدر مقام بنایا گیا۔ حکام نے دورے کئے اور بعض نے نانوتہ پہنچ کر حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے مسجد میں آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے اجازت دے دی کہ جوتا اتار کر آئیں۔ حاکم آیا بیٹھا نہیں بلکہ نہایت ادب سے چپ چاپ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے کھڑا رہا۔ واپس جا کر اس نے حکومت ہند کو رپورٹ دی کہ جو لوگ ایسی مقدس صورتوں پر نقص امن اور غدر و فساد کا الزام لگاتے ہیں وہ خود مفسد ہیں اور یہ محض چند مفسدوں کی شرارت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی شفقت کا سایہ اور کثرت سے زیارت

اس واقعہ کے بعد حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں اور اپنی ردائے مبارک میں ڈھانپ کر مجھے کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں اور سوتے جاگتے اکثر اوقات یہی منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ سب نے یہ سمجھا کہ مفسدوں کی مفسدہ پروازی اور شر سے تحفظ منظور ہے لیکن حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مولانا کی عمر ختم ہو چکی ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ جب لوگ اپنے ہو کر ایسے مفسد ہو گئے کہ خدا تعالیٰ کے ایسے مقدس بندوں پر الزام لگانے سے نہیں شرماتے تو ہم بھی ایسی ہستی کو اب ایسے لوگوں میں نہیں رکھنا چاہتے کہ یہ اس قابل نہیں، چنانچہ حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ اس واقعہ کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہے اور قریب ہی زمانہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ (حکایات اولیاء، جمع کردہ حضرت تھانوی ص ۲۵۱ تا ۲۵۲)

حضرت شاہ ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد مولانا عبد العلی رحمتہ اللہ علیہ کے انگرکھے کے دامن کو اپنی آنکھوں سے لگاتے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس میں سے رسول اللہ ﷺ کی خوشبو آتی ہے۔

خداوندی فیصلہ اٹل ہے:

رات کے گھنیرے سائے پھیلتے جارہے ہیں اوران تاریک فضاؤں میں ایک شمع ٹمٹمارہی ہے۔اس کی دھیمی روشنی میں پروانے تڑپ رہے ہیں کہ یہ شمع کہیں بجھ نہ جائے۔ مسیحا نفس چاروں طرف گھرے ہوئے ہیں۔دعاؤں کے لئے دلوں میں اضطراب اور بے قراری کروٹیں لے رہی ہے۔گنگوہی جیسا قطب الارشاد سرہانے بیٹھا ہے۔مولانا محمد یعقوب صاحب جیسا سالک ومجذوب ولی اپنی عمر کا بقیہ حصہ قاسم العلوم کو دے رہا ہے۔لیکن خداوندی اٹل فیصلہ کے باعث کسی کی درخواست بھی قبولیت کے مقام پرنہیں پہنچ پاتی۔

ملاء اعلیٰ سے رابطہ قائم ہے:

حضرت قاسم دنیا کے سب رفیقوں سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں سرکار مدینہ ﷺ بھی ان کے انتظار میں ہیں کہ میرا نائب کب آتا ہے،قاسم العلوم بے ہوش نہیں ہے بلکہ محو اشتیاق دیدار رسول اللہ ﷺ ہیں۔وقت گزر رہا ہے۔یہ لو بدھ کی سحر ہوگئی منگل کی شام سے جو دنیا اور مافیہا سے آنکھیں بند کی تھیں ابھی تک بند ہیں۔ملاء اعلیٰ سے رشتہ ہے۔اور عالم لاہوتی کی طرف دھیان ہے۔

قاسم العلوم رحمتہ اللہ علیہ کو رسول خدا ﷺ سے رابطہ نہانی:

آپ نے قاسم العلوم کی ولایت کے باب میں پڑھا ہے کہ ان کو عشق الٰہی اور عشق رسول میں اس مقام پر رسائی حاصل تھی کہ جو مقام کسی کسی کو حاصل ہوتا ہے، وہ عشق رسول ﷺ کے ایک دریائے بے کنار تھے جس کی تہ میں بڑے بڑے روحانیت کے غواص غوطہ لگا کر نہ پہنچ سکتے تھے۔جب سرکار مدینہ ﷺ کا ذکر مبارک ان کے سامنے ہوتا تو سر سے پاؤں تک ان کے جسم کو اہتزاز (کپکپی طاری ہونا) ہوتا تھا۔

ان کی زبان سے نکلے ہوئے یہ جملے یاد رکھئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آنحضور ﷺ مجھے اپنی چادر مبارک میں چھپائے ہوئے ہیں اور کبھی اندر اور کبھی باہر لے جاتے ہیں۔

وہ آخری حج میں خانہ کعبہ سے لقائے ربی کی تڑپ لے کر آئے تھے اور اس میں تڑپ رہے تھے۔ وہ روضۂ نبوی پر وفات سے دو سال پہلے گئے تھے اور ملاقاتِ نبوی ﷺ کا شوق دل میں لے آئے تھے۔

بدھ کے دن ۳ جمادی الاولیٰ کی بے ہوشی ہے جس کا آغاز منگل کی شام سے ہوا تھا۔ بدھ کے دن کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اب جمعرات اور بدھ کی درمیانی شب آ گئی ہے لیکن وہ عالم بالا کے جلوؤں میں مدہوش ہیں۔

بدھ کا تمام دن یہی حالت رہی۔ زبان بند ہوش مطلقا مفقود" (مکتوبات صفحہ:۱۰۶)

ذکر اللہ کے سانس:

ہم نے ابھی کہا ہے کہ دنیا سے بے ہوش تھے مگر خدا کی یاد میں مدہوش تھے۔ بدھ کے روز کی روئداد مولانا محمد یعقوب صاحب جہاں بے ہوشی کی دیتے ہیں، وہاں یہ بھی لکھتے ہیں:

زبان بند ہوش مطلقا مفقود البتہ سانس کے ساتھ پاس انفاس جاری ہے، پاس انفاس کا یہ مطلب ہے کہ سانس کے ساتھ دل چل رہا تھا اور اللہ اللہ دل سے سانس کے ذریعہ نکل رہا تھا۔ (مکتوبات یعقوبیہ صفحہ:۱۰۶)

رسول اللہ ﷺ انتظار میں:۔

ہم نے گزشتہ اوراق میں لکھا ہے کہ قاسم العلوم کو ذات رسالت مآب سے خاص تعلق تھا۔ تو سنئے اب کیا ہوا۔ تحقیق کی روشنی میں ہم یہ خواب بیان کرنے پر مجبور ہیں اور روایت اور درایت کے اعتبار سے یہ خواب درست ہے۔

اے حبیب آنے میں کیا دیر ہے:

نجیب آباد کے رہنے والے ایک طالب علم مولوی احمد اللہ مرحوم نے خواب میں دیکھا کہ: "مدرسے کے احاطے میں ایک مکلّف مکان ہے جس کے اندر ایک مرصّع کرسی

بچھی ہوئی ہے، اس پر سرور کائنات خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ جلوہ فرما ہیں اور آپ کے ارد گرد خلفائے اربعہ راشدین رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں۔ دوسری طرف ایک پر ان کو فرشتوں کا بھی نظر آیا۔ مولوی احمد اللہ نے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیسے تشریف آوری ہوئی؟ ارشاد ہوا۔ ''مولوی محمد قاسم کو لینے آیا ہوں''

سامنے ایک پلنگ پر سوار دیکھا کہ مولانا آئے۔ (اور پھر کیا دیکھا کہ) ''رسول اللہ ﷺ مولانا کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں: ''اے حبیب آنے میں کیا دیر ہے'' (سوانح قاسمی گیلانی، جلد سوم صفحہ: ۱۲۰)

جب حضور ﷺ ہی فرمائیں کہ اے حبیب اب کیا دیر ہے تو یہ قاسم العلوم کی روانگی کا فیصلہ شدہ امر ہے کہ انہیں دنیا سے ضرور رخصت ہونا ہے۔

پاس انفاس ہر سانس کے ساتھ اللہ اللہ

بقول مولانا حکیم منصور علی خاں صاحب ''پاس انفاس کی آواز اس زور سے آنے لگی کہ باہر دروازے کے بھی میں نے سنی''۔ (مذہب منصور جلد دوم)۔

بے ہوشی ہے مگر دل بیدار ہے، اس کی طرف سب کو جانا ہے۔ اس کی یاد میں آخری وقت دل سرشار ہے۔ آخر موت کا ذائقہ جو سب کو چکھنا ہے وہ قاسم العلوم کو بھی چھکنا پڑا۔ عارف باللہ سوانح قاسمی میں لکھتے ہیں: ''چوتھی جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء جمعرات کو بعد نماز ظہر اچانک دم آخر ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (سوانح قاسمی صفحہ: ۲۱۸)۔

رسول اللہ ﷺ کے ہر نقش قدم پر قدم

منشی فضل حق صاحب سوانح مخطوط میں لکھتے ہیں کہ سائیں توکل علی شاہ انبالے والے جو ولایت کا مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ: ''ایک وسیع شاہراہ ہے اس میں بہت سے نقش قدم معلوم ہوتے ہیں اور چلنے والا کوئی نظر نہیں آتا (شاہ توکل علی صاحب نے پوچھا کہ یہ نشان کس کے قدم کے ہیں؟ (جواب میں) آواز آئی کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی سواری اسی راہ سے گئی ہے اور جملہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین بھی اسی راہ

سے گئے ہیں۔'' شاہ جی کو شوق زیارت حضرت ﷺ کا از حد ہوا اور کمال شوق میں بے تحاشا دوڑے کہ جلد تر زیارت سے مشرف ہوں۔ اسی دوا دوش میں کبھی شاہ جی کا قدم رسول اللہ ﷺ پر پڑا۔ اور کبھی صحابہ کرام اور کبھی تابعین تبع تابعین پر، اسی حالت میں جو یکا یک (شاہ جی صاحب کی) نظر پھری تو دیکھا کہ ایک اور شخص بھی اسی راستے کو آتا ہے مگر آہستہ آہستہ اور کچھ دیکھتا ہوا۔ شاہ جی کو حیرت ہوئی کہ کیسا کاہل شخص ہے کہ ایسا آہستہ آہستہ سے چلتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو شوق کم ہے۔ اور اس شخص کے پاس آ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ (جواب دیا کہ میں) ''محمد قاسم ہوں'' شاہ جی نے کہا: بابا شوق نال بھجا'' بابا شوق کے ساتھ دوڑ (مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا) ''میں تو نشان قدم رسول مقبول ﷺ پر قدم رکھ رکھ کر چلتا ہوں اور جس جگہ قدم خوب محسوس نہیں ہوتا وہاں تامل کرتا ہوں جب تک خوب یقین نہیں ہو جاتا کہ یہی نشان قدم ہے۔ اسی وقت تک دوسرا قدم نہیں اٹھاتا گو دیر میں پہنچوں مگر قدم بقدم رسول اللہ ﷺ ہی کے چلوں گا''۔ (مقتدائے اسلام کے آخری لمحات ص ۱۴۴)

رسول اللہ ﷺ کے پاس والی جگہ مولوی محمد قاسم کی ہے

مولانا حکیم منصور علی خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ایک صاحب نے (خواب میں) دیکھا کہ جامع مسجد مراد آباد میں جناب رسول اللہ ﷺ چادر سفید پر تشریف رکھتے ہیں اور (اس چادر پر صرف) ایک آدمی کی جگہ خالی ہے۔ جنہوں نے یہ خواب دیکھا وہ خالی جگہ پر بیٹھنے لگے۔ (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا یہ جگہ مولوی محمد قاسم کی ہے''۔ (مذہب منصور حصہ دوم)

کتنے ہی حضرات کے خواب ایسے ہیں جو قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں قربت کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں وہ فنافی الشیخ سے گزر کر فنافی الرسول اور پھر فنافی اللہ کے مقام پر فائز تھے۔ اور ان کی زد میں کائنات آ چکی تھی۔

(مقتدائے اسلام کے آخری لمحات ص ۱۴۵)

امام ربانی قطب الارشاد

حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ

اتباعِ سنت کا اہتمام

اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

"اے محمد ﷺ اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنالے گا۔"

دُرِ منثور میں کثرت سے روایات ذکر کی گئی ہیں کہ بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ جل شانہ نے حضورِ اقدس ﷺ کو اپنی محبت کیلئے علامت قرار دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضورِ اقدس کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس کے تابع نہ بن جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔"

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں حضورِ اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ میرا اتباع کرو نیک کاموں میں، تقویٰ میں، تواضع میں اور اپنے نفس کو ذلیل سمجھنے میں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اتباعِ سنت ہے۔

میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو

حضرت عرباضؓ ہی سے ایک اور حدیث نقل کی ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ایک دفعہ نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر بڑا بلیغ وعظ فرمایا کہ جس سے آنکھیں بہہ

پڑیں، قلوب دہل گئے۔ ایک آدمی نے کہا کہ "یارسول اللہ ﷺ! یہ تو جیسے رخصتی وعظ ہو، لہٰذا کوئی نصیحت ہمیں فرمائیے۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"..........میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور دین میں نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

حضور اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد چھوڑ دی گئی تھی تو اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا عمل کرنے والوں کو ملیگا اور ان کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اور جو کوئی دین میں نئی چیز پیدا کرے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہے تو اس کو عمل کرنیوالوں کے برابر گناہ ملے گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے، جو جماعت سے نکلے گا جہنم میں جائے گا۔ حضورِ اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے گویا مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس ﷺ کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی میری سنت پر عمل کرے میری امت کے فساد کے وقت تو اس کو سو۱۰۰ شہیدوں کا اجر ملے گا۔ نیز ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میرے اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

مؤطاء امام مالک میں ایک حدیث مرسل نقل کی گئی ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک ان کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہوگے، کتابُ اللہ اور سُنت۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے "جو کسی بدعتی کی تعظیم کرے تو اس نے گویا اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کی۔" یہ چند احادیث مشکوٰۃ شریف سے اتباعِ سنت کے اہتمام میں نقل کی ہیں۔

سنت کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی سی ہے

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہمارے اکابر فرمایا کرتے تھے کہ سنت کو پختہ پکڑنا نجات ہے۔اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ سنت مثل کشتی نوح علیہ السلام کے ہے، جو اس میں بیٹھ گیا وہ بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا۔

{العبودیہ ۷۴}

اصل چیز اتباع سنت ہے۔اور جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائیگا جو شخص اتباعِ سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و مقرب ہوگا، روشن دماغی چاہے اس کے پاس کبھی نہ آئی ہو۔اور جو شخص اتباع سنت سے جتنا دور ہے اللہ تعالیٰ سے بھی اتنا ہی دور ہے چاہے وہ مفکرِ اسلام مفکرِ دنیا، مفکر سمٰوات بن جائے۔

اولیاء کے لئے کتاب وسنت کی موافقت لازمی ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ کتابُ اللہ اور سنت کو مضبوطی سے پکڑیں، ان میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ جو اس کے دل میں آئے اس پر بغیر کتاب وسنت کی موافقت کے عمل کرے۔اور یہ قاعدۂ کلیہ جس پر جملہ اولیاء اللہ متفق ہیں، جو اس کے خلاف کرے وہ اولیاء اللہ میں سے نہیں ہوگا، بلکہ یہ تو کافر ہوگا یا جاہل۔اور یہ بات مشائخ کے کلام میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔

چنانچہ شیخ ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میرے قلب میں بعض صوفیانہ رموز وارد ہوتے ہیں مگر میں انہیں بغیر دو ۲ گواہ (کتاب وسنت) کے قبول نہیں کرتا۔

اور حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ علم (تصوف) قرآن اور سنت کے ساتھ مربوط ہے، جس نے قرآن وحدیث نہ پڑھا ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ ہمارے علوم میں کلام کرے۔

حضرت ابوعثمان نیشاپوری فرماتے ہیں کہ جس نے سنت کو اپنے قول وفعل میں حاکم

بنالیا اس کا کلام حکمت ہوگا اور جس نے خواہشات نفس کو حاکم بنایا وہ بدعت میں مبتلا ہوگا۔ اس لئے کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ:

"وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا"

"یعنی رسول ﷺ کا اتباع کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔"

اور ابن نجید فرماتے ہیں "وہ ہر حال جس پر کتاب وسنت کی شہادت نہ ہو وہ باطل ہے"۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ عمل جب تک خالص اور صواب نہ ہو قابلِ قبول نہیں۔ خالص کا تو مطلب یہ ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور صواب کا مطلب یہ ہے کہ سنت کے موافق ہو۔ (اکابر دیوبند اور عشق رسول ﷺ صفحہ 126 تا 130)

ہٹ دھرمی چھوڑیئے، حقیقت پسند بنیئے

اب ذرا ہٹ دھرمی اور عناد سے ہٹ کر اکابر دیوبند کا اہتمامِ سنت پر بھی نظر ڈال لیجئے کہ اتباعِ سنت کا اہتمام اس گروہ میں کتنا رہا۔ اسکے واقعات تو اکابر کی سوانحوں میں لاتعداد لاتحصی ملیں گے، ان کا احصاء تو اس رسالہ میں بہت مشکل ہے۔، بلکہ ضخیم کتابوں میں بھی مشکل ہے۔

حضرت گنگوہیؒ اور اتباعِ سنت

حضرت گنگوہی قدس سرہ جب مسجد سے نکلتے تو پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے یا کھڑاؤں پر رکھتے، پھر دایاں پاؤں نکال کر پہلے اس میں جوتا یا کھڑاؤں پہنتے پھر بائیں پاؤں میں جو پہلے سے جوتے پر رکھا ہوتا پہنتے۔ ایک شخص آئے، قصہ تو لمبا ہے، حضرت قدس سرہ اس وقت استنجاء کے لئے گئے ہوئے تھے، حضرت کے آنے پر کہا: جناب آداب! حضرت نے غصہ میں فرمایا: یہ کون بے ادب ہے، جس کو شریعت کا ایک ادب بھی معلوم نہیں۔ ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور بولے حضرت سلامت! آپ کے چہرہ پر غصہ کا اثر ظاہر ہوگیا اور فرمایا: مسلمانوں والا اسلام چاہیئے یہ کون ہے حضرت سلامت والا۔

(تذکرۃ الرشید ص ۲/۴۹)

حضرت کے وصیت نامہ میں بہت زور سے لکھا ہے ''اپنی زوجہ، اپنی اولاد اور سب دوستوں کو بتاکید وصیت کرتا ہوں کہ اتباعِ سنت کو بہت ضروری جان کر شرع کے موافق عمل کریں۔ تھوڑی مخالفت کو بہت سخت دشمن اپنا جانیں''۔

مدینہ کی ہوا تو لگی ہوگی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فقیہ وقت تھے۔ ایک آدمی حج سے واپس آیا اور وہاں سے کچھ کپڑا لایا۔ اس نے وہ کپڑا حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؒ نے جب اسے لیا تو اسے چوما اور اپنے سر کے اوپر رکھ لیا، جیسے بڑی عزت والی کوئی چیز ہو۔ طلباء بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عرض کیا، حضرت! یہ تو فلاں ملک کا بنا ہوا کپڑا ہے، مدینہ کے لوگ خرید کر آگے فروخت کرتے ہیں۔ فرمایا میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ مدینہ کا بنا ہوا نہیں ہے، مگر میں تو اس لئے اس کی عزت کرتا ہوں کہ اسے مدینے کی ہوا لگی ہوئی ہے۔

مدینہ کے ہیرے موتی

ایک آدمی حج سے واپس آیا اور اس نے تین کھجوریں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں بھیجیں۔ آپؒ کو جب ملیں تو آپؒ نے اپنی ہتھیلی پر وہ کھجوریں ایسے رکھیں جیسے دنیا کی دولت آپ کی ہتھیلی میں سمٹ آئی ہو۔ آپ نے ایک شاگرد کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے جو قریبی ملنے جلنے والے ہیں، ذرا ان کے ناموں کی فہرست تیار کر دینا۔ اس نے فہرست بنائی تو پچاس سے زیادہ نام ہوئے۔ فرمایا، ان تینوں کھجوروں کے ناموں کی تعداد کے برابر حصے کر دو۔ چنانچہ اتنے حصے کیے گئے۔ چھوٹے چھوٹے حصے بنے۔ فرمایا، ایک ایک حصے میرے ایک ایک دوست کو دے دو۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ ہیرے اور موتی آپ کے ہاتھ لگ گئے ہیں جو اپنے دوستوں کو پیش کر رہے ہیں۔ ایک شاگرد نے کہا، حضرت! اتنے چھوٹے حصے سے کیا بنے گا؟ اس کی یہ بات سن کر حضرتؒ کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ مدینہ کی کھجور ہو اور تو اس کے حصے کو چھوٹا کہے۔ چنانچہ کتنے ہی دنوں تک اس سے بولنا چھوڑ دیا۔

حجرہ شریف کے غلاف سے محبت

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تبرکات میں حجرۂ مطہرۂ نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا بروز جمعہ کبھی حاضرین و خدام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تھے تو صندوقچہ خود اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے۔ (الثاقب ص ۵۲)

مدینہ کے کھجوروں سے محبت اور ادب

مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں تو نہایت عظمت و حفاظت سے رکھی جاتیں اور اوقات مبارکہ متعددہ میں خود بھی استعمال فرماتے اور حضار بارگاہ مخلصین کو بھی نہایت تعظیم اور ادب سے اس طرح تقسیم فرماتے کہ گویا نعمت غیر مترقبہ اور اثمار جنت ہاتھ آ گئے ہیں۔ (الثاقب ص ۵۲)

مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے لوگوں کو پھینکنے نہ دیتے اور نہ خود پھینکتے تھے۔ ان کو ہاون دستہ میں کٹوا کر نوش فرماتے۔ مثل چھالیوں کے کترواکر لوگوں کو استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ (الشہاب الثاقب ص ۵۲)

روضہ اطہر کی خاک کا سرمہ

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ احقر ماہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ میں بھراہی بھائی محمد صدیق صاحب جب حاضر خدمت ہوا تھا تو بھائی صاحب سے پہلے ہی حاضری میں حضرت قدس سرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ حجرہ شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں چونکہ وہ احقر کے پاس موجود تھے اس لئے باادب ایستادہ پیشکش خدمت اقدس کیا تو نہایت وقعت اور عظمت سے قبول فرما کر سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد عشاء خواب استراحت فرماتے وقت اتباعاً للسنہ اس سرمہ کو آخر عمر تک استعمال فرماتے

رہے۔(الشہاب الثاقب ص۵۲،۵۳)

مدینہ کی ہواؤں کی برکت

بعض مخلصین نے کچھ کپڑے مدینہ منورہ سے خدمت اقدس میں تبرکاً ارسال کئے حضرت نے نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے ان کو دیکھا اور شرف قبول سے ممتاز فرمایا، بعض طلبہ حضار مجلس نے عرض بھی کیا کہ حضرت اس کپڑے میں کیا برکت حاصل ہوتی، یورپ کا بنا ہوا ہے تاجر مدینہ میں لائے وہاں سے دوسرے لوگ خرید لائے اس میں تو کوئی وجہ تبرک ہونے کی نہیں معلوم ہوتی۔ حضرت نے شبہ کو رد فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کی اس کو ہوا تو لگی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو یہ اعزاز اور برکت حاصل ہوئی ہے۔ (الشہاب الثاقب ۵۲)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خود احقر کا مشاہدہ ہے کہ تین دانے ان کھجوروں کے جو صحن خاص مسجد نبوی میں نصب ہیں اسی سال لا کر حضرت اعلیٰ کی خدمت میں پیش کئے تھے۔ اس کی حضرت نے اس قدر وقعت فرمائی کہ نہایت اہتمام سے ان کے ستر سے کچھ زائد حصے فرما کر اپنے اقربا و مخلصین و محبین میں تقسیم فرمائے اور اپنا بھی ان میں ایک حصہ قرار دیا۔ (الشہاب الثاقب ص۵۳)

حجرہ مطہرہ کا جلا ہوا زیتون کا تیل

حجرۂ مطہرہ نبویہ کا جلا ہوا زیتون کا تیل وہاں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مخلصین نے ارسال کیا تھا۔ حضرت نے باوجود نزاکت طبعی کے جسکی حالت عام لوگوں پر ظاہر ہے اس کو پی ڈالا حالانکہ اولاً زیتون کا تیل خود بے مزہ ہوتا ہے۔ ثانیاً بعد جلنے کے اس میں اور بھی تغیر ہو جاتا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص۵۰)

گستاخ رسول ﷺ کے لئے سخت سزا

جن الفاظ میں ایہام گستاخی و بے ادبی ہوتا تھا ان کو بھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے

باعث ایذا جناب رسالت مآب علیہ السلام ذکر کیا اور آخر میں فرمایا کہ بس ان کلمات کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہئے اگر مقدور ہو اور اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہئے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول امین ﷺ کا ہے۔

(الشہاب ص ۵۰)

حرم نبوی ﷺ کے آداب

حرم نبوی میں حاضری کے آداب لکھتے ہوئے زبدۃ المناسک میں فرماتے ہیں کہ جب مدینہ منورہ کو چلے تو کثرت درود شریف کی راہ میں بہت کرتا رہے۔ پھر جب درخت وہاں کے نظر پڑیں تو اور زیادہ کثرت کرے جب عمارت وہاں کی نظر آوے تو درود پڑھ کر کہے **اللھم ھذا حرم نبیک فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب** اور مستحب ہے کہ غسل کرے یا وضو اور کپڑا صاف اچھا لباس پہنے اور نئے کپڑے ہوں تو بہتر اور خوشبو لگائے اور پہلے سے پیادہ ہولے اور خشوع اور خضوع جس قدر ہوسکے فروگذاشت نہ کرے اور عظمت مکان کی خیال کئے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا چلے جب مدینہ مطہرہ میں داخل ہو کہے۔ "**رب ادخلنی الخ**" اور باادب اور حضور قلب دعا اور درود شریف بہت پڑھے۔ وہاں جابجا موقع قدم رسول اللہ ﷺ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوتے تھے، فرماتے تھے کہ مجھ کو حیا آتی ہے کہ سواری کے کھروں سے اس سرزمین کو پامال کروں کہ جس میں حبیب اللہ ﷺ چلے، پھرے ہوں، اور بعد تحیۃ المسجد کے سجدہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت اس کے نصیب کی، پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور باادب تمام اور خشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب اور ہیبت ہے اور حضرت ﷺ کی لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرۂ مبارک کئے ہوئے تصور کرے اور کہے "السلام علیک یارسول اللہ" اور بہت پکار کر نہ بولے آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۹،۵۰)

حدیث شریف پر یقین کامل

ایک مرتبہ صحن مسجد میں طلبہ کو درس دے رہے تھے کہ بارش ہونے لگی تو طلبہ کتابیں اور تپائیاں لے کر اندر بھاگے۔ حضرت مولانا نے اپنی چادر بچھائی، تمام طالب علموں کے جوتے اٹھا کر اس میں ڈال کر ان کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ طلبہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو پریشان ہوئے اور بعض طلبہ نے کہا کہ حضرت یہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ طلبہ کے لئے چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں دعا کرتی ہیں اور فرشتے ان کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، ایسے لوگوں کی خدمت کر کے میں نے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ آپ مجھے سعادت سے کیوں محروم کرتے ہیں۔

(بیس بڑے مسلمان ۱۷۱)

اتباع سنت کی وصیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

حضرت گنگوہیؒ کے وصیت نامہ میں بہت زور سے لکھا ہے کہ اپنی آل اولاد سب دوستوں کو بتاکید وصیت کرتا ہوں کہ اتباعِ سنت کو بہت ضروری جان کر شروع کے موافق عمل کریں، تھوڑی سی مخالفت کو بھی اپنا بہت سخت دشمن جانیں۔ (اکابر علماء دیوبند ص ۲۹)

درود شریف سے محبت اور تاکید

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں حضرت گنگوہیؒ کو دیکھا کرتا کہ ہر وقت درود شریف کا ورد فرماتے تھے اور بات بہت کم کرتے تھے۔ (وعظ النور ص ۲۰)

آپؒ کی اپنی مریدوں کو تاکید تھی کہ کم از کم تین سو مرتبہ درود شریف روزانہ پڑھا جائے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

علامہ سخاویؒ نے قوت القلوب سے نقل کیا ہے کہ کثرت کی کم سے کم مقدار تین سو مرتبہ

ہے اور حضرت اقدس گنگوہیؒ بھی اپنے متوسلین کو تین سو مرتبہ بتایا کرتے تھے۔

(فضائل درود شریف ص ۱۷)

درودِ ابراہیمی

حضرت اقدس گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

اگر اتنا ہو سکے تو ایک تسبیح میں تو کمی نہ ہونی چاہئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا بہت بڑا احسان ہے۔ پھر آپ کے درود بھیجنے میں بخل ہو تو یہ بڑی بے مروتی اور خسران کی بات ہے۔ درود شریف میں آپ کو درودِ ابراہیمی زیادہ پسند تھا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ (بیس بڑے مسلمان ص ۲۰۵)

حضرت گنگوہیؒ کا مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیوں کا ناشتہ

دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف کے ختم کے موقعہ پر ایک مرتبہ حضرت مدنی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

حضرت گنگوہیؒ حضور ﷺ کے مزارِ اقدس کی خاک پاک سرمہ میں ملا کر آنکھوں میں لگایا کرتے تھے اور مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ہاون دستہ میں کٹوا کر رکھ لیا کرتے تھے جس کو ناشتہ میں تناول فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ حضرات ہیں جن کو بریلوی کافر کہتے ہیں۔

ایّام طفلی سے ہی عاشقِ سنت تھے

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ حضرت حاجی صاحب کے اجل خلفاء میں سے تھے، آپ کے رتبے اور مقام کو سمجھنے کیلئے صرف یہ بات کافی ہے کہ دارالعلوم دیوبند جس کے فیض سے آج صرف پاک و ہند نہیں بلکہ دنیا کا کونہ کونہ سیراب ہو رہا ہے اس کے سب سے پہلے مدرس شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی کے شاگردوں میں سے تھے۔ اتباع سنت کا اس قدر اہتمام تھا کہ ایام طفلی سے ہی کوئی کام سنت کے خلاف کرنا گوارا نہیں

کرتے تھے۔

مدینہ کی ہر چیز سے محبت

انسان کو جس کسی کا ساتھ محبت ہوتی ہے اس کے تمام متعلقات سے محبت ہو جاتی ہے امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کے دل میں حق تعالیٰ شانہ، اور جناب رسول ﷺ کی محبت از حد راسخ تھی اس لئے حرمین کے خس و خاشاک تک کو آپ محبوب سمجھتے اور سر آنکھوں پر رکھتے تھے، مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں پسوا کر رکھتے اور ان کو کبھی پھانکا کرتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ "لوگ زمزم کے ٹینوں اور گٹھلیوں کو یوں ہی پھینک دیتے ہیں یہ خیال نہیں کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے" ایک مرتبہ مدنی کھجور کی گٹھلی پسی ہوئی حضرت مولانا عاشق الٰہی کو دی اور فرمایا کہ اس کو پھانک لو۔

اگر کوئی مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے آپ کیلئے کوئی تبرک یا ہدیہ لاتا تو آپ اسقدر خوشی سے قبول فرماتے کہ ہدیہ دینے والے کا جی خوش ہو جاتا۔

پیغمبر ﷺ اجازت دیتے ہیں کہ نہیں؟

یہ سب کچھ محض ثمرہ تھا حُبِ خدا اور حُبِ رسول ﷺ کا کہ جس نے حضرت مولانا کو سنت کا دلداہ جان نثار، شیدا اور عاشق زار بنا رکھا تھا آپ کے بال بال اور روئیں روئیں سے بطحائے پیغمبر ﷺ کی ہر ہر ادا پر شگفتگی ٹپکتی تھی اور آپ کا ہر بن مو گویا زبان بنا ہوا تھا جس سے بجز اتباع شریعت کی آواز کے دوسری صدا نکلتی ہی نہ تھی آپ اس محبت کے جام سے اس درجہ سرشار تھے کہ عضو عضو فاتبعونی یحببکم الله پکار رہا تھا آپ کو اس جان فروش میں کچھ ایسی لذت حاصل ہوئی تھی کہ ہر لحظہ ھل من مزید کا سوال تھا آپ نے اپنا مال، اپنی اولاد اپنا گھر، اپنی راحت، اپنا ناموس، اپنی عزت، یہاں تک کہ اپنی جان اس کے ہاتھوں فروخت کر دی تھی۔ آپ کی زبان اس سے قبل کہ کوئی کلمہ نکالے، سوچ لیتی تھی کہ شرع کے موافق یا مخالف؟ اور آپ کی آنکھیں اس سے پہلے کہ اوپر اٹھیں اور کسی شے پر نظر ڈالیں، پوچھ لیتی تھی کہ پیغمبر ﷺ اجازت دیتے ہیں کہ نہیں؟ سبحان اللہ! محویت و فنائیت کا کیا

خوب عالم تھا۔

صحابہ کرام جیسی محبت مانگوں گا

حضرت گنگوہی سے کسی نے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ سے دریافت کریں اور کہیں کہ مانگو کیا مانگتے ہو تو آپ کیا مانگیں گے۔ حضرت نے فرمایا: کچھ نہیں صرف یہ درخواست کرونگا کہ تیرے نبی ﷺ کی محبت جو صحابہ کرام اجمعین کو تھی، اس کا کچھ حصہ مجھے مل جائے۔ بس صرف یہ طلب کرونگا۔

حضرت گنگوہی کا مقام

ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی بکثرت زیارت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کیسے آدمی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ ایسے آدمی ہیں کہ ایک طرف ان کے مولانا خلیل احمد ہوں گے اور ایک طرف مولانا یحیٰی ہونگے۔ ایک جماعت علماء کی ان کے پیچھے ہونگی۔ ایک جم غفیر مسلمانوں کا ان کے ساتھ ہوگا ان سب کو لے کر جنت میں داخل ہونگے۔

یہ عین صحابہ کرام کا طریق ہے اس پر ثابت قدم رہنا

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے اخلاق اوصاف کا اگر کوئی شخص سوال کرے کہ کیا تھے تو میرے پاس بجز اسکے کوئی جواب نہیں کہ آپ کا خلق جناب رسول ﷺ کا اتباع تھا اور آپ کا وصف خاتم النبیین کی سنت پر استقامت اور عاشقانہ فرط محبت کیساتھ اُسپر جان نثاری ودلدادگی۔ اس اصل کمال اور یکتائے زمانہ حسن خلق کے متعلق دو چار واقعات ہوں تو ذکر کردیے جائیں آپ کا وجود سر تاپا گویا شریعت کے سانچہ میں ڈھال دیا گیا جسمیں خلاف شرع ارتکاب کی گویا قابلیت و استعداد ہی نہ رہی تھی ایک روز مجمع کثیر میں آپ نے یہ فرمایا کہ بھائیو! ایک بات کہتا ہوں اور یا اللہ تو خوب جانتا ہے کہ کیوں کہتا ہوں (یعنی فخر مقصود نہیں بلکہ اظہار حق مطلوب ہے)۔ وہ یہ کہ میرا طریقہ بعینہ صحابہؓ کا طریق ہے اسپر ثابت

قدم رہنا اور اسکو ہاتھ سے جانے نہ دینا۔ (تذکرہ الرشید صفحہ نمبر ۳۴)

خدا سب کو ہدایت دے

میں نے اس طویل قیام میں ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا کہ آپ کسی شاگرد یا خادم پر کبھی خفا ہوئے ہوں اور اسکو جھڑکا یا برا بھلا کہا ہو، مخالفوں کا عناد اس وقت میں بھی اس حد تک پہونچا ہوا تھا کہ حضرت مولانا اور دیگر بزرگان دین کی شان میں نہایت کریہہ اور گستاخ الفاظ لکھ کر بذریعہ ڈاک حضرت کے پاس بھیجد یا کرتے تھے وہ الفاظ کبھی حضرت خود پڑھتے اور کبھی دوسروں کی وساطت سے آپکے گوش گزار ہوتے تھے مگر بخدا میرے کانوں نے ایسے شخص کی نسبت بھی آپکی زبان سے کوئی لفظ نہیں سنا اور لفظ سننا کیا معنی! میں دیکھا کرتا تھا کہ رنج یا غصہ کا کوئی شمہ آپ کے چہرہ پر بھی محسوس نہ ہوتا تھا زیادہ سے زیادہ آپ کا جواب یہ ہوتا تھا کہ خدا ہدایت کرے اور بعض مرتبہ تو تبسم فرماتے اور مسکرا کر منہ پھیر لیا کرتے تھے۔

عام اصطلاح میں جسکا نام خلق رکھا گیا ہے وہ بھی حضرت امام ربانی قدس سرہ میں بدرجہ کمال موجود تھا مگر سنت کے موافق اور شریعت مصطفویہ کے مطابق جس میں افراط و تفریط کا نام نہ تھا۔ آپ اپنے تمام متوسلین کیساتھ عموماً اور اخلاص کے ملنے والوں کیساتھ خصوصاً اس درجہ ملاطفت و مداراۃ کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ہر شخص یوں سمجھتا تھا جو تعلق محبت کا حضرت کو میرے ساتھ ہے وہ دوسرے کیساتھ نہیں

ادعیہ ماثورہ اذکار منقولہ کا اہتمام

اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے غرض جملہ حرکات وسکنات اور انتقالات و حالات میں وہ اذکار آپکے معمول اور ورد زبان تھے جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں، آپکی لطیف نسبت عبدیت حق تعالیٰ شانہ کے نازل فرمائے ہوئے قرآن مجید اور جناب رسول ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ادعیہ ماثورہ واذکار منقولہ کے ساتھ اس درجہ مانوس تھی کہ دوسری جانب توجہ ومیلان کی گنجائش بھی نہ تھی وہاں۔ (تذکرہ الرشید)

قطب الارشاد کا مقام

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام مجدہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ولایت ومقبولیت تو ظاہر ہے مگر اولیاء اللہ کے مراتب مختلف ہیں خدا جانے حضرت کا مرتبہ کیا ہے؟ ایک دن کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا، دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت قدس سرہ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور میں سامنے بیٹھا ہوں ایک بزرگ عصا ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے اور حضرت کی طرف اشارہ فرما کر مجھ سے مخاطب ہو کر یوں ارشاد فرمایا کہ دیکھ لو یہ قطب الارشاد ہیں'' اسکے بعد فوراً آنکھ کھل گئی اور دل کو اطمینان ہو گیا۔ (تذکرہ الرشید صفحہ نمبر ۳۰۶)

ابدال اور اقطاب میں شامل ہو گئے

ایکبار آپ نے فرمایا کہ جب میں حج بیت اللہ کو گیا تو ایک دن جناب حاجی صاحبؒ کے چبوترے سے پڑ کر سو گیا دیکھتا ہوں کہ میں کسی کوچہ میں ہوں اور چند آدمی جو تقریباً چالیس ہوں گے۔ مجھ سے آگے جا رہے ہیں خواب ہی میں میری سمجھ میں یوں آیا کہ یہ لوگ ابدال واقطاب اور یہاں کے اہل خدمت ہیں میں نے خواب ہی میں دعا مانگی کہ الٰہی مجھے انکے ساتھ لاحق کر دے۔ یہ دعا مانگ کر میں اُنکے پیچھے دوڑا اور لپک کران میں شامل ہو گیا اسکے بعد آنکھ کھل گئی اور میں اُٹھ بیٹھا جب مرشدنا حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے یہ خواب عرض کیا حضرت مسکرا کر فرمانے لگے: لاحق تو ہو گئے اب کیا چاہتے ہو؟ (تذکرہ الرشید صفحہ نمبر ۳۱۶)

محبوب ﷺ کے دیدار کی تمنا پوری ہوئی

ایک مرتبہ آپ فرمانے لگے کہ خواب ماؤل بھی ہوتے ہیں ایک زمانہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شوق مجھ پر اس درجہ غالب ہوا کہ کھانا پینا کم ہو گیا اور درود شریف کی اتنی کثرت کرنے لگا کہ صبح وشام کی غذا کا کام بھی یہی دیتا تھا چہرہ زرد پڑ گیا اور

جسم لاغر ہو گیا تھا لوگ پوچھا کرتے کہ میاں رشید احمد کیا تم بیمار ہو؟ میں چپ ہو رہتا، جواب ہی کسی کو کیا دیتا۔ آخر کچھ دنوں بعد حالت جناب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک مونڈھے پر رونق افروز ہیں، میں جو اس طرف سے گذر رہا تو آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ ''فلاں افیونی کو بلا لاؤ'' یہ ارشاد سن کر میں تعمیل کیلئے چلا اسوقت خواب ہی میں یہ خیال گذرا کہ کپڑے طاہر اور بدن پاک صاف کر کے حضرت کے حضور میں چلنا چاہئے غرض طہارت میں مشغول ہو گیا اتنے میں آنکھ کھل گئی''۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ حضرت اسکی تعبیر کیا ہوئی آپ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے لوگ جو نشہ غفلت میں پڑے ہیں یا یوں فرمایا کہ جو لوگ دنیا کے نشہ میں پڑے ہیں اُن کو نشہ غفلت سے ہوش میں لا کر خدمت اقدس میں پہنچایا کروں۔ (تذکرہ الرشید صفحہ نمبر ۳۱۷)

رسول اللہ ﷺ کا پیرزادے کو حکم

اسی تذکرہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کہیں کے کوئی پیرزادے تھے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے خاندان کے کوئی بزرگ ہیں ان بزرگ کی وساطت سے یہ شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش کئے گئے اُسوقت حضرت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ''رشید احمد ہندی کے پاس لیجاؤ'' حضرت نے اس خواب کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا مگر الفاظ چونکہ یاد نہیں رہے اسلئے مختصر مضمون عرض کر دیا گیا یہ خواب دیکھ کر پیرزادہ کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے بذریعہ خط کے اپنا قصد اور خواب کا قصہ حضرت سے عرض کیا آپ نے جواب لکھوا دیا کہ بدعات سے توبہ کر کے آؤ تو مجھے کیا عذر ہے۔ (تذکرہ الرشید صفحہ نمبر ۳۱۸)

ضیاء القلوب اور الہامی فیصلہ

حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ معظمہ سے چلنے لگے تو حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے کہہ دینا کہ گو آپ کے مخالف لوگ یہاں آ کر طرح طرح کی باتیں لگاتے ہیں مگر آپ اطمینان رکھیں یہاں

اُن کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ہماری آپ کی محبت اللہ کے واسطے ہے اور جب اللہ باقی ہو تو جو محبت اللہ واسطے ہوتی ہے وہ بھی باقی رہتی ہے اور میں نے جو ضیاء القلوب میں آپ کی نسبت کچھ لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے کیا میرا وہ علم اب بدل جاویگا؟ حضرت مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان واپس آ کر حضرت کا پیام حضرت مولانا کو پہونچا دیا، حضرت مولانا قدس سرہ نے فرمایا: بھائی ہم تو توکل کئے بیٹھے ہیں۔ اس ارشاد سے حضرت حاجی صاحب کے قلب میں جو گنجائش حضرت مولانا کی تھی وہ ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے شیخ کامل کی شہادت کیا وقعت رکھتی ہے۔ (تذکرہ الرشید صفحہ نمبر ۳۲۰)

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بروز جمعہ 8 یا 9 جمادی الثانی 1323ھ مطابق 1904ء کو وصال فرمایا۔ اس وقت تک برابر آپ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست رہے۔ آپ 6 ذیقعدہ 1244 بیوم دوشنبہ بوقت چاشت گنگوہ (ضلع سہارنپور) میں پیدا ہوئے تھے۔ شیخ زادہ انصاری وایوبی النسل تھے۔ والد بزرگوار کا نام مولوی ہدایت احمد انصاری تھا۔ سات برس ہی کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نہایت پارسا عابدہ زاہدہ ولیہ باخدا تھیں۔ آپ سے تین سو سے زائد مشائخ نے دینی علوم حاصل کئے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عظیم بشارت اور حضرت گنگوہی کا مقام

ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت زیارت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کیسے آدمی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسے آدمی ہیں کہ ایک طرف ان کے مولانا خلیل احمدؒ ہوں گے ایک طرف مولانا یحییٰؒ ہوں گے۔ ایک جماعت علماء کی ان کے پیچھے ہوگی۔ ایک جمِ غفیر مسلمانوں کا ان کے ساتھ ہوگا۔ ان سب کو لے کر جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت گنگوہی کی مجلس کیلئے بشارت

ایک صاحب گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کی مجلس میں بہت روتے تھے ویسے بھی کثرت سے روتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اتنا

کیوں روتے ہو؟ پریشان کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت! دوزخ سے ڈر لگتا ہے وہ آگ کیسے برداشت ہوگی؟ فرمایا نہیں نہیں! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تیرے آدمیوں کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ سے تعلق اور فنائیت کا مقام

رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر کوئی کام نہ کیا

ارواحِ ثلاثہ کے راوی امیر شاہ خاں صاحب نے ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ وہاں حجاز میں ایک مرتبہ مسجد میں بیٹھا تھا وہاں ایک بزرگ تھے ان کے پاس کچھ لوگ تھے ایک شخص آیا انھوں نے اس کو فرمایا، میاں تمہارے سینے میں ایک صورت ہے۔ انھوں نے شرم کے مارے آنکھیں نیچی کرلیں۔ اس نے کہا کہ جی مجھے جوانی میں ایک عورت سے عشق ہوگیا تھا جس کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ اب بھی آنکھیں بند کر کے تصور کر لیتا ہوں تو کچھ سکون مل جاتا ہے۔

حضرت گنگوہیؒ نے اس پر کچھ نہیں فرمایا۔ پھر حاضر ہوئے امیر شاہ خاں صاحب نے کچھ روز کے بعد اس قصے کو پھر سُنایا۔ حضرت نے کچھ نہیں فرمایا۔ پھر حاضر ہوئے کچھ روز بعد امیر شاہ خاں صاحب...... اور یہی قصہ سنایا۔ تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میاں امیر شاہ خاں صاحب تمہارا حافظہ کچھ کمزور ہوگیا ہے کیا؟ انھوں نے عرض کیا۔ کیوں حضرت؟ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا: اس قصے کو تم کئی مرتبہ سنا چکے ہو۔ امیر شاہ خاں صاحب نے عرض کیا: حضرت بالکل ایسی بات نہیں۔ میرا حافظہ کمزور نہیں ہوا۔ بار بار عرض کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ اس سلسلہ میں آپ سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کچھ بڑی بات نہیں۔ اس بیچارے کو تصور کرنے کے لئے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ اور میرا اتنے سال تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ تعلق رہا کہ معمولی نشست و برخاست بھی بغیر ان کی اجازت کے نہیں ہوا، حالانکہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ اور میں یہاں گنگوہ میں تھا۔ اور پھر اس

کے بعد اتنے سال تک حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ یہی تعلق رہا کہ معمولی نقل وحرکت، نشست و برخاست بھی بغیر ان کے مشورہ کے نہیں ہوئی۔ پھر خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ آگے بھی کہدوں۔ پھر خاموش ہو گئے۔ بتایا نہیں کہ آگے کیا؟ پھر دوسرے وقت کسی نے پوچھا۔ اس کے آگے کیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ ''پھر درجۂ احسان رہا۔ (مسلک علمائے دیوبند اور حب رسول (صفحہ 19)

مجھے کچھ غم نہیں اگر چہ سارا عالم میرے خلاف ہو

حاجی امیر شاہ خان خورجوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت علیل تھی اور میں آپ کے پاس اکیلا بیٹھا پاؤں دبا رہا تھا، یہ وہ زمانہ تھا جس میں ''براہین قاطعہ'' شائع ہوئی تھی اور لوگوں میں اس پر شورش ہو رہی تھی۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تخت پر جلوہ افروز ہیں اور مجھے سامنے کھڑا کیا ہے اور مجھ سے امتحاناً سو مسئلے دریافت کئے اور سو کے سو کا میں نے جواب دے دیا ہے اور آپ ﷺ نے سب کی تصویب فرمائی ہے اور نہایت مسرور ہوئے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اس روز سے میں نہایت خوش ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اگر سارے عالم میرے خلاف ہوں گے تو بھی انشاء اللہ حق میری جانب ہوگا۔ (حکایت 299 ارواح ثلاثہ ملقبہ حکایات اولیاء حاشیہ از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ 204)۔

رسول اللہ ﷺ کی کثرت سے زیارات

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ برسوں میں میرا یہ تعلق رہا کہ آپ کے مشورے کے بغیر میری نشست و برخاست نہیں ہوئی، حالانکہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں تھے اور میں گنگوہ (یوپی، بھارت) میں اور اس کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا، اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے، مزید کچھ نہ فرمایا اور دیر

تک ساکت وسرنگوں رہے۔ (تذکرۃ الرشید صفحہ 196) کیا ایسا قوی تعلق بدون اعتقاد کامل بلکہ اکمل کے ہوسکتا ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ آیۃ من آیات اللہ تھے۔

حق تعالیٰ نے جونعمت دی وہ آپ کوعطا کردی

امام ربانی قطب زمانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی صحابی رسولؐ حضرت ابوایوب انصاری کی اولاد میں سے ہیں۔علم،تفقہ،تدین وتقوی کی حیثیت سے نہ صرف برصغیر بلکہ عالم اسلام کی ممتاز ومنفرد شخصیتوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔آپ شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے مرید اور خلیفہ خاص تھے، آپ نے قرآن وحدیث اور علوم اسلامیہ کی نشرواشاعت اور علم دین کے تمام شعبوں (شریعت وطریقت دونوں) میں بے پایاں خدمات انجام دیکر امت مسلمہ کے کئی مشکل مسائل کا حل فرمایا،آپ نے حضرت حاجی صاحب سے تھانہ بھون میں بیعت فرمائی اور چالیس دن میں خلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے حضرت حاجی صاحب نے تحریر فرمایا کہ:۔

میاں مولوی رشید احمد! جونعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کودے دی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے۔

آپ کی محبت کونجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں

ایک خط میں تحریر فرمایا کہ:

ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے اور الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کردیا ہے کہ کوئی شئی اس کو ہلا نہیں سکتی اور جوکوئی فقیر کو دوست رکھتا ہے وہ ضرور آپ سے محبت رکھتا ہے۔

ایک اور خط میں فرماتے ہیں:

آپ اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہیں محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق خداوندی میں مستغرق ہیں،حق گو ہیں لایخافون لومۃ لائم کے مصداق تھے

خدا کے اوپر پورے طور سے توکل رکھتے ہیں بدعات سے پورے طور پر مجتنب تھے اشاعت سنت ان کا پیشہ ہے۔

عربی مہینوں کے ناموں سے الفت

حضرت گنگوہی کا سنت مصطفویہ کے ساتھ عشق اس درجہ کامل اور فائق تھا کہ آپ کو عربی مہینوں کے اسماء چھوڑ کر بلا ضرورت انگریزی مہینوں کے ناموں کا استعمال بھی گراں گذرتا تھا، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب، حضرت کی خدمت میں ایک مرتبہ تشریف فرما تھے کہ کسی شخص نے پوچھا کہ گوالیار کب جاؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا جولائی کی فلاں تاریخ کو حضرت گنگوہی نے تاسف کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اور ماہ تاریخ نہیں ہے جو انگریزی مہینوں کا استعمال کیا جاوے۔

اتباع سنت کی تاکید:

مولانا عاشق الٰہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ سائل کو آپ جو کچھ تعلیم ارشاد فرمایا کرتے تھے اس کا خلاصہ صرف اس قدر تھا کہ حق تعالیٰ کی سچی محبت سودائے قلب میں راسخ ہو جائے اس کا ثمر ہر حال میں اتباع شرع اور قدم قدم پر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اقتدار ہے (تذکرۃ الرشید)

بینائی کی خاطر ایک سجدہ بھی تکیہ پر گوارہ نہیں

مفتی محمود صاحب نے بروایت اپنے والد صاحبؒ حضرت قطب العالم مولانا گنگوہیؒ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ نزول آب (موتیا) کے بعد حضرت سے آنکھ بنوانے کیلئے عرض کیا گیا تو آپ نے انکار فرما دیا۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے وعدہ کیا کہ حضرت کی کوئی نماز قضا نہ ہونے دوں گا۔ فجر اول وقت اور ظہر آخر وقت میں پڑھ لیں۔ البتہ چند روز تک سجدہ زمین پر نہ فرمائیں اور نماز میں تکیہ رکھ کر اس پر کر لیں۔

اس پر ارشاد فرمایا کہ چند دن کی نمازیں تو بہت ہوتی ہیں۔ ایک سجدہ بھی اس طرح گوارہ نہیں۔

بصارت سلب ہونے پر جنت کی بشارت

کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت درس حدیث دیتے تھے۔ اب یہ فیض بند ہو گیا ہے، آنکھ بنوانے سے پھر یہ فیض جاری ہو جائے گا۔ اس پر ارشاد فرمایا: اس میں میرے کسی عمل کو کیا دخل ہے؟ جب تک قدرت نے چاہا جاری رہا، جب چاہا بند ہو گیا۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ حضرت اس میں حرج ہی کیا ہے؟ فرمایا: حدیث شریف میں بصارت سلب ہونے پر جنت کی بشارت ہے، مجھ کو یہ نعمت ملی ہے اس کو کیوں ضائع کروں چنانچہ آخر تک آنکھ نہ بنوائی۔

تین بار درود شریف پڑھ کر ہاتھ پھیرا

ایک اور موقعہ پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماتھے میں انگریز نے گولی ماردی، لہو کی دھار دور دور جا پڑی چکر کھا کر مولانا نانوتوی بیٹھ گئے، مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے دور سے دیکھا کہ بیٹھ گئے دوڑ کر آئے پوچھا مولانا کیا ہوا؟ فرمایا گولی لگ گئی لہو بہہ گیا اور نظر جواب دے گئی ہے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ واہ رے گنگوہی! تجھے کالی کملی والے سے کتنا پیار تھا، تجھے شہنشاہِ کائنات سے کتنی عقیدت تھی کتنی محبت تھی، ترے مقامِ ولایت میں کیا شک ہے۔

مولانا گنگوہی آگے بڑھے اور تین مرتبہ درود پاک پڑھ کر مولانا نانوتوی کے ماتھے پر پھونک مار کر ہاتھ پھیر کر کہا: کہاں ہے زخم؟ کیا ہوا؟ ع......

دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے ماتھے میں گولی کا زخم تو کیا کوئی خراش بھی باقی نہ رہی (مجموعہ خطباتِ اکابر، ص:165)

آفتاب کمالات کا غروب

ایک وقت وہ تھا کہ آفتاب کمالات کے طلوع کا سماں بعنوان ولایت کھلایا گیا اور ایک وقت یہ ہے اسی آفتاب ولایت وہدایت اور علم وعرفان کے غروب کا تذکرہ بعنوان وفات کیا

جاتا ہے۔

اہل اللہ کی وفات جس کا نام وصال ہے اس لئے حسرت ناک نہیں کہ ان سے دنیا اور لذت دنیا کا چھوٹا نئی بات نہیں کیونکہ وہ ان کو پہلے ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر اس وجہ سے المناک ضرور ہے کہ ان کے عالمتاب شہرہ کے نظروں سے غائب اور پوشیدہ ہونے پر محبین و طالبین کی تمنائیں دفن ہو جاتی ہیں۔ ایسے ایک انسان کی پیدائش لاکھوں انسانوں کی پیدائش سے بہتر اور ایسے کی موت ایک جہاں کی موت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔

محبؒ کا اپنے محبوب سے لقاء اور استغراق کا عالم

اسی مناسبت سے حضرت امام ربانی کا سانحہ وصال وارتحال ایک متبع سنت نبوی اور قطب زمانہ کے فیوض سے تشنگان علوم و معرفت کا محروم ہو جانا ایک عظیم حادثہ تھا۔ 1323 ہجری جو مخدوم العالم قدس سرہ العزیز کے وصال کا سال ہے شروع ہی سے اپنا رنگ بدلے ہوئے تھا۔ آپ کی محویت استغراق کا اس درجہ بڑھ جانا کہ بعض وقت واقف کار متوسلین کو بھی آپ نہ پہچانتے تھے ظاہر کر رہا تھا کہ آپ دنیا کا ظاہری علاقہ بھی جلد توڑنے والے ہیں۔

جوں جوں زمانہ گزرتا گیا آثار وصال ظاہر ہوتے گئے۔ محبؒ کا اپنے محبوب سے لقاء (ملاقات) کا وقت قریب آ رہا تھا اور مخلصین کو بذریعہ رویائے صادقہ و صالحہ آپ کی مفارقت کی اطلاع ملتی رہی مگر محبین کے غلبہ محبت نے ان اشارات پر بھی آپ کے انتقال کا خیال دلوں پر جمنے نہ دیا۔ اسی اطمینان کے ساتھ وقت پورا ہوتا رہا۔

جمادی الاولی 1323ھ کی بارھویں یا تیرھویں شب میں سردی کے سبب حضرت امام ربانی قدس سرہ، نوافل ادا فرمانے کے لئے حجرے میں تشریف لے گئے اور حق تعالیٰ سے مناجات میں مشغول ہو گئے۔ اسی حالت میں آپ کے پاؤں کی دو انگلیوں میں ناخن سے ذرا نیچے کسی جانور نے کاٹا مگر صلوۃ میں محویت کے سبب محسوس نہ ہوا۔ صبح کے وقت حسب معمول جب آپ مسجد میں تشریف لے جانے لگے تو کسی خادم نے کپڑوں پر خون کے متعدد

دھبے دیکھے تو حضرت سے عرض کیا طلوع کا وقت قریب تھا آپ نے جلدی سے کپڑے بدلے اور نماز پڑھائی۔ جب گھر تشریف لائے اور کھڑاؤں سے پاؤں نکالا تو خون انگلیوں سے جاری تھا۔

اس سے متوسلین کا فکر بڑھا، حجرے میں سے مصلے کو لا کر دیکھا تو خون میں تر تھا، غرضیکہ علاج میں پوری کوشش کی گئی مگر افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ 27 جمادی الاولی کو نماز عشاء سے فارغ ہو کر جب آپ چارپائی پر لیٹے تو لرزہ بخار شدت سے چڑھا۔ بلکہ زخم کی جگہ نیلگوں چھالے بھی پیدا ہو گئے۔ بعض کا خیال سحر کی اور بعض کا سانپ کی اور بعض کا کسی دشمن کا ثمرہ عداوت کی طرف گیا۔ چنانچہ ان سب اسباب کی تدابیر عمل میں لائی گئیں مگر کارگر ثابت نہ ہوئیں اور فیصلہ خداوندی رد عمل ہوا۔

باختلاف روایت 8 یا 9 جمادی الثانی 1323ھ مطابق 11 اگست 1905ء کو بیوم جمعہ بعد اذان ساڑھے بارہ بجے آپ نے دنیا کو الوداع کہا اور اٹھتر سال سات ماہ تین یوم اس سرائے فانی میں قیام کر کے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

جمعہ کے روز کا انتظار

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو چھ روز پہلے سے جمعہ کا انتظار تھا خدام سے دریافت فرمایا کہ کیا آج جمعہ ہے جواب ملا کہ شنبہ ہے۔ اس کے بعد درمیان میں کئی بار دریافت کیا، بالآخر جمعہ کے دن یعنی جس روز وصال ہوا علی الصبح دریافت کیا تو بتایا کہ جمعہ ہے یہ سن کر فرمایا اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ میں شرکت زیادہ تر علماء کی تھی اور جو علماء نہ تھے وہ بھی اذکیا و ذوی العقول میں چیدہ ومنتخب زمانہ تھے اس لئے آپ کے وصال کی تاریخ بھی بکثرت اور عجیب وغریب لکھی گئیں۔ عربی، فارسی، اردو، نظم، نثر، تخرجہ، صوری، معنوی ہر قسم کے مادے نکالے گئے ہیں۔ تاریخی مادہ یہ ہے۔ (وان موت العالم لموت العالم) آپ کی نماز جنازہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند نے پڑھائی۔

سرتاج المحدثین امام المتقین

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سات حج کئے۔نسباً حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے متعلق ہیں۔ دسویں پشت پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا سلسلہ جاملتا ہے۔ اواخر صفر 1369ھ م 1852ء میں آپ اپنی ننھیال نانوتہ میں پیدا ہوئے اور پانچ برس کی عمر میں آپ کے نانا جان حضرت مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ نے خود آپ کی بسم اللہ کرائی۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خالو اور مدرس اول حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ماموں تھے۔آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

تین خاص دعاؤں کی قبولیت

مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔فرمایا میں نے تین دعائیں کی تھیں،ایک دعا یہ تھی کہ عرب میں حکومت اسلامیہ شرعیہ دیکھ لوں۔ دوسرے شرح ابی داؤد زندگی میں پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔تیسرے جنت البقیع جوار رسول اللہ ﷺ میں دفن ہونا نصیب ہو۔الحمدللہ دو دعاؤں کی قبولیت تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تیسری کا انتظار ہے(وہ بھی الحمدللہ پوری ہوئی) شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا محدث سہارنپوری ثم مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے حواشی کے ساتھ یہ شرح سنن ابی داؤد دوبارہ بیس جلدوں کی ٹائپ میں مصر سے نہایت آب وتاب کے ساتھ شائع ہوئی ہے اور خود عربوں کے لئے باعث حیرت واستعجاب ہے۔شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ اور اتباع سنت

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ نوراللہ مرقدہ، کے حالات میں تذکرۃ الخلیل

میں لکھا ہے کہ:

منیٰ کے قیام میں کھچا کھچ اسباب کے گرد برابر شغدف لگے ہوئے تھے کہ قبیل صبح صادق مطوف آیا اور شور مچایا کہ تیار ہو جاؤ عرفات کے لئے۔ دیکھتا ہوں تو حضرت دو شغدفعوں کے بیچ میں گل نما جو تنگ جگہ چھٹتی ہے اس میں کھڑے ہوئے اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہیں اور پارہ ہائے قرآن مجید تلاوت فرما رہے ہیں۔ مطوف اور جمالین (اونٹ والے) نے بہت کچھ شور مچایا مگر حضرت کے طویل قیام میں ایک آیت کا بھی فرق نہ آیا۔ تلاوتِ قرآن جس سکون کو چاہتی ہے اس کا حق ادا فرما کر جب آپ نے سلام پھیرا تو اللہ کے شیر پر غصہ کے آثار نمودار تھے اور تند و تیز لہجے میں آپ نے مطوف سے کہا، تم بھول گئے ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ سنت کے خلاف ہم ہرگز نہ کریں گے اور تم نے اقرار کیا تھا کہ جس طرح کہو گے اسی طرح کروں گا۔ پھر قبل طلوع آفتاب لے چلنے پر ہم سے کہنے کا تم کو کیا حق ہے فضول پریشان کر رہے ہو؟

مطوف نے کہا کہ میں کیا کروں جمال (اونٹ والے) نہیں مانتے، جن پر کسی کا زور نہیں اور یہ اونٹ لے کر چل دیئے تو حج فوت ہو جائے گا، سنت کی خاطر فرض کو خطرہ میں ڈالنا تو اچھا نہیں۔ اس جواب پر حضرت کا غصہ تیز ہو گیا۔ بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا، ہم نے تم کو مطوف قرار دیا ہے، استاد اور پیر قرار نہیں دیا ہے کہ علمی مشورہ لیں۔ جاؤ اپنا کام کرو، ہم شروق آفتاب سے ایک منٹ پہلے بھی نہیں اٹھیں گے۔ ہمارا مال خرچ اور صعوبت برداشت کر کے آنا حج کو بطریق سنت ادا کرنے کے شوق میں ہوتا ہے، نہ کہ تمہارے اور جمالوں کے غلام بننے کے لئے۔ جمالوں کو اپنے اونٹوں کا اختیار ہے، ان کا جی چاہے تو وہ ان کو لے جائیں، باقی ہم پر ان کو کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں۔ تم نے ناوقت شور مچا کر ہم کو پریشان کر دیا اور نماز تک نہیں پڑھنے دی، اس لئے ہم تم کو بھی آزاد کرتے ہیں، اپنے دوسرے حاجیوں کو سنبھالو۔ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہم لولے لنجے نہیں ہیں اور نہ عرفات کچھ زیادہ دور ہے، اونٹ چلے جائیں گے تو پیدل بھی ہم انشاء اللہ پہنچ

جائیں گے مگر تم یہ چاہو کہ سنت چھوڑ کر تمہارا کہنا مانیں، سو اس کی ہرگز ہم سے توقع مت رکھو۔

سنت سے محبت اور بدعت سے اجتناب

ایک مرتبہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے ایک مرید نے ضلع روہتک کے ایک عالم کی صفائی کرتے ہوئے یوں کہا کہ:

وہ تو حضور کے رشتہ دار ہیں اور بالکل ہمارے ہم خیال ہیں، صرف بعض عقائد میں کچھ یوں ہی جزوی سا اختلاف ہے جیسا باہم ائمہ میں .... وہ صاحب اپنی تقریر ختم نہ کر پائے تھے کہ آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار بیدار ہو گئے اور آپ نے تعجب کے ساتھ فرمایا کہ ہائیں، عقائد میں اور اختلاف۔ یہ تو جزوی ہونا خود ہی آپ کو تسلیم ہے، میرا تجربہ تو یہ ہے کہ عقائد میں جز تو جز، اگر بالکل بھی اختلاف نہ ہو مگر شک اور شبہ کا درجہ ہو تو وہ بھی برباد اور گمراہ ہوئے بغیر نہیں بچتا، پھر اس کو ائمہ کے اختلاف سے تشبیہ دینا تو بڑی ہی دلیری کی بات ہے۔ پس چاہے عمل میں کتنی ہی کمزوری ہو، مگر خدا نہ کرے کہ کوئی مسلمان بدعت کو سنت سمجھے یا سنت کے سنت ہونے میں شک لائے کہ یہ بلائے بے درماں، مہلک اور سم قاتل ہے۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۵۵)

مسواک سفر میں بھی آپ کے کرتہ کی جیب یا تکیہ کے غلاف میں رہتی تھی اور کوئی وضو آپ کا مسواک کے بغیر نہ ہوتا تھا۔

جوار رسول ﷺ کی تمنا اور عشق

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ثم مہاجر مدنی شیخ الہند کے معاصر اور حضرت گنگوہی کے اجل خلفاء میں سے ہیں، اپنے وقت کے عظیم محدث، جلیل القدر فقیہ علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے پیکر تھے، علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، حدیث و فقہ سے آپ کو عجیب و غریب مناسبت تھی، مظاہر علوم کی مسند حدیث پر فائز رہ کر مدتوں علم حدیث کی خدمت کرتے رہے، حدیث کی کتاب ''ابوداؤد'' کی شرح "بذل المجہود" لکھی تو عرب و عجم

انگشت بدنداں رہ گئے۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ نے آپ کی سوانح حیات پر مستقل کتاب ''تذکرۃ الخلیل'' لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ

مولانا کو عرب کے آدمی نہیں بلکہ ہر چیز بالخصوص مدینہ منورہ کی مٹی بہت پیاری تھی، زائرین کو آپ بئرِ سبعہ کا پانی اور تراب مدینے لے جانے کی ترغیب دیا کرتے اور فرماتے کہ ان میں شفا ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتے کہ مٹی کھانا نہیں کیونکہ ناجائز ہے ہاں لیپ وغیرہ میں استعمال کر لینا۔

غبارِ راہِ طیبہ سرمہ چشم بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاک شفا کہئے

حرم شریف سے عشق اور نمازوں کا اہتمام

مکہ مکرمہ تشریف لیجاتے تو پانچوں نمازوں کے حرم میں ادا کرنے کے اہتمام کے پیش نظر اِدھر اُدھر کہیں بھی نہ جاتے، ایک مرتبہ سخت بارش اور کیچڑ تھی، سڑک پر تا دیوار مسجد الحرام پچیس تیس فٹ پھاٹ کا دریا بہہ رہا تھا اور اس زور سے پانی چل رہا تھا کہ دیکھ کر ڈر معلوم ہوتا تھا، لیکن مجال کہ حضرت کے اس اہتمام میں کوئی خلل آیا پابندی کے ساتھ باوجود ضعف کے موسلا دھار بارش کے ہوتے ہوئے حرم پہنچے اور نماز ادا فرمائی۔ مکہ کی گرمی مشہور ہے فرش پر پاؤں رکھنے سے چھالے پڑتے تھے مگر انگلیوں کے بل چلتے چلتے مسجد میں آ پہنچتے۔ رفقاء اور احباب نے اصرار کیا کہ حضرت گرمی سخت ہے چند دنوں کیلئے طائف تشریف لے چلیں مگر آپ نے جب فرمایا یہی فرمایا کہ بھئی ہندوستان چھوڑ کر تو مسجد الحرام ہی کی خاطر آئے ہیں، اس کو چھوڑ کر طائف جائیں تو ہندوستان ہی چھوڑنا کیا ضرور تھا۔

دل ہر وقت بیت اللہ اور بیت الرسول ﷺ میں ہے

آپ نے سات حج کئے مگر اس لحاظ سے کہ آپ کا دل ہر سال حاضری حرمین شریفین کا متمنی و مشتاق رہتا اور زندگی کا ہر لمحہ اس تمنا و شوق میں گزرتا تھا گویا کہ آپ کا بدن بھی دل کی طرح

بیت اللہ اور بیت الرسول ہی پر پڑا رہتا تھا، جب کوئی آپ کے واقفین میں سے حج کو جاتا تو آپ اسے حج کی اجازت دیتے اور بکسرت فرماتے کہ "کاش مجھے بھی یہ دن نصیب ہوتا" عمر شریف کے آخر میں جبکہ حضرت قدس سرہ نے بذل المجھود سے بلدۃ الرسول میں فراغ پایا تو فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے حق تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی تھیں جن میں دو کی قبولیت دیکھ چکا ہوں اور تیسری کا متوقع ومنتظر ہوں، ایک دعا یہ مانگی تھی کہ عرب میں امن وامان کی حکومت اسلامیہ دیکھ لوں، سوالحمدللہ وہ امن وامان آنکھوں سے دیکھ لیا، دوسری بذل المجھود زندگی میں مکمل کرلوں، سوالحمدللہ فارغ ہوگیا، تیسری دعا یہ تھی کہ بجوار رسول اس سرزمین میں دفن ہونا نصیب ہو سوتوقع ضرور ہے کہ انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا" چنانچہ دو ہی ماہ بعد اس بے تاب انتظار کا بھی خاتمہ ہوا، جوارِ رسول نصیب ہوا اور قبہ اہل بیت کے متصل دفن ہوئے۔

(تذکرۃ الخلیل)

مدینہ تو ضرور جانا ہے

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: حج سے فارغ ہوکر قافلہ کے مدینہ منورہ چلنے کا وقت آیا اور چار طرف یہ افواہ پھیلی کہ راستہ مامون نہیں اور جان و مال ہر قسم کا خطرہ ہے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ "مولوی خلیل احمد کہو کیا ارادہ ہے؟ سنتا ہوں کہ مدینہ منورہ کے راستہ میں امن نہیں ہے اور اس لئے حجاج بکثرت واپس وطن جارہے ہیں۔" میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا قصد تو مدینہ طیبہ کا پختہ ہے کہ موت کیلئے جو وقت مقرر و مقدر ہو چکا وہ کہیں بھی ٹل نہیں سکتا اور اس راستے میں آجائے تو زہے نصیب کہ مسلمان کو اور چاہئے کیا۔ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے یہاں تک پہنچادیا۔ اب اگر موت کے ڈر سے مدینہ طیبہ کا سفر چھوڑ دوں تو مجھ سے زیادہ بدنصیب کون۔

یہ سن کر حضرت حاجی صاحبؒ کا چہرہ خوشی کے مارے دمکنے لگا اور فرمایا بس بس تمہارے لئے یہی رائے ہے کہ ضرور جاؤ اور انشاءاللہ تعالیٰ پہنچو گے۔ چنانچہ میں حضرت سے رخصت ہوکر مدینہ منورہ روانہ ہوا اور جس طمانیت وراحت کے ساتھ پہنچا وہ میرا ہی دل

خوب جانتا ہے۔ تقریباً دو ہفتہ حاضر آستانہ رہا اور پھر بخیریت تمام وطن پہنچ کر حضرت امام ربانی کا قدم بوس ہوا۔ (تذکرۃ الخلیل ۱۱۹)

روضہ اقدس پر رسول ﷺ کو قرآن پاک سنایا

ایک خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ تھے۔ انھوں نے دین کی خدمت کی۔ اہلِ بدعت سے مناظرے کئے۔ ان کو شکستیں دیں۔ حال یہ کہ روضۂ اقدس پر مدینہ پاک میں کھڑے ہوکر وہاں تراویح میں پورا قرآن پاک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنایا۔

روضۂ اقدس پر عاشقانہ کیفیات اور بدن پر لرزہ

روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لئے سر سے پیر تک تمام بدن کانپ جاتا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ابھی بتا ہی چکا ہوں۔ جو صاحب ان کے ساتھ تھے مدینہ منورہ میں انھوں نے بتلایا کہ مولانا روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ گردن جھکی ہوئی بالکل خاموش، آواز نہیں نکالتے تھے ادب کی وجہ سے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ ایک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بالکل اسی طرح کھڑے رہتے تھے۔ صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے۔ کیا یہ سب کچھ بغیر عشق کے ہوتا تھا؟ محبت وعشق اصل تو قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے۔ آنکھوں پر بھی کہ وہ اتباعِ سُنّت کرتی ہیں۔ کانوں پر بھی کہ وہ اتباعِ سُنّت کرتے ہیں۔ زبان پر بھی کہ اتباعِ سُنّت اس کے اندر آجاتا ہے۔ ہر چیز کا یہی حال ہے۔ صرف نام اہلِ سُنّت رکھنے سے اتباعِ سُنّت نہیں ہوتا۔ (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول ﷺ ص ۳۴)

حضرتؒ کی نماز میں حضوری کے واقعات

مولوی عبداللہ جان (مشہور بیرسٹر سہارنپور) لکھتے ہیں کہ ایک خاص واقعہ جو میں نے

حضرت کے متعلق ہمیشہ ٹوٹ کیا اور وہ میرے دل پر نہایت موثر رہا ہے یہ ہے کہ ادائے نماز کی حالت میں بمصداق کانک تراہ حضرت پر وقار اور خشوع اور سکینہ کی ایک خاص حالت طاری رہتی تھی بچپن سے بحمد اللہ تعالیٰ میری تعلیم و تربیت اور نشست و برخاست علماء کرام کی صحبت میں رہی ہے مگر حضرت کے سوا میرے ذہن میں اور کوئی مثال نہیں جس کو حضرت کی نماز کے مماثل کہہ سکوں۔ بدن میں کھجلی لگے تو ہر شخص کو کھجاتے دیکھا ہے، مگر حضرت کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ نماز کی حالت میں کوئی خارجی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی بلکہ میں نے تو یہ بھی دیکھا ہے کہ کبھی حضرت کو زکام یا کھانسی کی شدت ہوئی تو نماز کے شروع کر دینے کے بعد ختم نماز تک حضرت کو کبھی کھانسی بھی نہیں آئی، بار بار دیکھا کہ فارغ ہونے کے بعد حضرت کو فوراً کھانسی اٹھی اور حضرت اٹھ کر نالی پر جا بیٹھے، وہاں خوب کھانسے بلغم تھوکا اور سب ضروریات کو رفع کیا لیکن جب پھر نماز شروع فرمادی تو معلوم ہوتا تھا کہ کسی مرض کا کوئی اثر آپ پر نہیں ہے میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ حضورِ قلب نام ہے اس کیفیت کا، جب ابتداء مجھے احساس ہوا تو اس کے بعد میں ہمیشہ حضرت کی نماز کا غور سے مشاہدہ کیا کرتا اور برسوں اس کا نظارہ یکساں کرتا رہا، کبھی حضرت کو صحت یا علالت میں بیٹھ کر نماز پڑھتے میں نے نہیں دیکھا، بجز ایک دفعہ کے کہ دو آدمیوں نے پکڑ کر حضرت کی خواہش کے موافق مغرب کی نماز ادا کروائی، اس وقت حضرت ایسے علیل تھے، کہ جانبر ہونے کی ظاہری توقع بالکل جاتی رہی تھی۔

تہجد کا ناغہ کبھی نہیں ہوا

تذکرہ الخلیل ص ۳۴۵ میں مولانا ظفر احمد (شیخ الاسلام پاکستان) کی روایت سے لکھا ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں چھ سال رہا ہوں، مجھے یاد نہیں کہ حضرت کی تکبیر کبھی فوت ہوئی ہو۔ البتہ ایک دن صبح کو وضو، کرتے ہوئے آپ کے دانتوں میں سے خون آنے لگا اور دیر تک اس کا سلسلہ چلتا رہا، تو مسجد میں خادم کو بھیجا کہ نماز میں میری وجہ سے دیر نہ کی جائے میرے دانتوں سے خون جاری ہے جو بند نہیں ہوتا، اس روز بے شک عذر کی وجہ سے حضرت

کی تکبیر تحریمہ فوت ہوئی مگر رکعت اس روز بھی فوت نہیں ہوئی، احقر کو اس چھ سال میں حضرت کے ساتھ سفر و حضر کا بارہا اتفاق ہوا مگر میں نے حضرت کا تہجد ناغہ ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔

روضہ اقدس پر خوب کثرت سے روتے تھے

حضرت کی خدمت میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب "المہند علی المفند" سے امکانِ کذب وغیرہ مسائل پر مشتمل عبارات پیش کی گئیں۔ حضرت سہارنپوری نے علماء حرمین شریفین کے سوالات کے جوابات دیئے اور عقائدِ حقہ کا اظہار کیا وہ سب پڑھ کر سُنائے گئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں نے حضرت سہانپوریؒ کو دیکھا کہ عرصہ سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ پہلے پہل جو ذوق شوق ہوتا ہے اور جو جوش وخروش لوگ ظاہر کرتے ہیں وہ زیادہ عرصہ تک نہیں رہتا۔ لیکن حضرت سہارنپوریؒ کا یہ حال دیکھا کہ باوجودیکہ مدت سے وہاں رہتے تھے مگر جب بھی مواجہہ شریف پر حاضر ہوتے ہر دفعہ اتنے روتے کہ جیسے ابھی آئے ہوں۔ پھر حضرت کی ان کیفیات کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ (حیات طیبہ،سوانح حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ)

مدینے میں موت کی تمنا

فرمایا حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کا بھی یہی حال دیکھا ہے کہ اخیر میں موت کا بہت شوق ہو گیا تھا حضرت شیخ الہندؒ جب مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے تو رائے پور بھی آئے۔ اِدھر اُدھر حیرانی سے دیکھتے۔ میں نے محسوس کیا اب بڑے میاں بھی جانے والے ہیں۔ حضرت سہارنپوریؒ سات دفعہ حج پر تشریف لے گئے ہر دفعہ اسی شوق میں جاتے تھے کہ وہاں موت نصیب ہو۔ آخری دفعہ حضرت شیخ الحدیث صاحب (مولانا محمد زکریا صاحب) اور ہم کو تو مدینہ منورہ سے رخصت کر دیا اور خود وہیں ٹھہرے اور کہا میں تو نہیں جاؤں گا۔ رخصت کے وقت حضرت شیخ الحدیث پر بھی بہت رقّت طاری ہوئی اور حضرت سہارنپوریؒ پر بھی۔

حضرت کے انتقال کے وقت ایک عجیب واقعہ

جب حضرت سہارنپوریؒ کا انتقال ہوا اور جنازہ لاکر مسجد میں رکھا گیا تو دو مولوی صاحبان کہیں سے آئے ،انہوں نے کہا ذرا ٹھہریئے ہم نے ایک بات کہنی ہے اس کے بعد جنازہ پڑھنا۔ایک صاحب نے دوسرے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان مولوی صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بہت شوق تھا۔ درود شریف بکثرت پڑھتے تھے ایک دن زیارت سے مشرف ہوئے اور عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہاں تشریف آوری کیسے ہوئی ،فرمایا: مولوی خلیل احمد ہندی کے جنازہ کے لئے آیا ہوں۔ہم نے ہر جگہ سے پوچھا کہ مولوی خلیل احمد ہندی کون سے ہیں لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ جب حضرت سہارنپوری یہاں مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد صاحب ہندی یہ ہیں۔اور آج ان کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

الحاج محمد ارشد صاحب نے عرض کیا کہ خواب تو ان کو پہلے آیا اور جنازہ بہت مدت بعد پڑھا گیا۔فرمایا عالم ارواح میں ماضی، حال، استقبال نہیں وہ زمانہ سے بالاتر ہے،عرض کیا گیا کہ شب معراج کے بارے میں روایات میں آتا ہیکہ جنت دوزخ اور ان میں رہنے والوں کے حالات کی حضور ﷺ کو سیر کرائی گئی حالانکہ وہ حالات بعد میں پیش آئیں گے کیا یہ بھی اسی قسم سے ہے فرمایا وہ عالمِ زمانی نہیں ہے۔ (حیات طیبہ،سوانح حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ)

سارا حرم انوار سے بھر گیا

وہاں (مکہ میں) مولانا محب الدین صاحب تھے جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔اپنے خلوت خانہ میں رہتے تھے۔ بڑے صاحبِ کشف تھے۔مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا تھا کہ آپ میرے لئے دعا فرمادیں کہ مجھے مدینہ طیبہ کی مٹی قبول کرلے،میرا انتقال یہاں ہو۔

ایک مرتبہ انھوں نے مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو خط لکھا کہ آپ جلدی آجائیں۔مولانا نے سمجھا کہ شاید ان کو کشف ہوا ہو،میرے انتقال کا وقت قریب ہو۔جلدی سے پہنچ گئے۔

ان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ملاقات کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ کوئی کام ہے جو رُکا ہوا ہے وہ آپ سے لینا ہے جب تک وہ کام پورا نہیں ہو جائے گا آپ کا وقت نہیں آئیگا۔ آپ جائیے واپس۔ ہندوستان واپس آئے۔ بذل المجہود (کتاب کا نام ہے جو حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد کی عربی شرح ہے) کی تصنیف شروع کی، کئی سال اس میں لگے۔

مولانا احتشام صاحبؒ بیان کرتے تھے کہ صبح کی نماز پڑھ کر میری ملاقات مولانا محبّ الدینؒ سے ہوئی، انھوں نے پوچھا: کیا مولانا خلیل احمد صاحب آگئے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں آگئے ہیں۔ کہا ہاں آج بیت اللہ میں انوار عجیب عجیب ہیں۔ مولانا خلیل احمد سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ مولانا جب آپ آتے ہیں تو مجھے پہلے سے خبر ہو جایا کرتی تھی۔ کیا بات ہے کہ اس مرتبہ خبر نہیں ہوئی۔ انھوں نے جواب دیا (مولانا خلیل احمدؒ نے) میرا اچانک آنا ہوا۔ پہلے سے انتظام نہیں تھا۔

حرم شریف میں بھی ان کا خلوت خانہ تھا ''دلائل الخیرات'' پڑھ رہے تھے کہ اچانک مولانا ظفر احمد صاحب سے کہا (جو کہ پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے) مولوی ظفر احمد! کون آیا ہے حرم شریف میں؟ کہ سارا حرم نور سے بھر گیا۔ اس کے بعد مولانا خلیل احمدؒ پہنچے۔ تو ان سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا (مولانا محبّ الدین نے) ہاں میں بھی سوچوں کہ کون آیا ہے سارا حرم نور سے بھر گیا ہے۔

میں آفتاب کو دیکھ سکتا ہوں ان کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا

مولانا خلیل احمدؒ تو ملاقات کر کے صفا و مروہ کی سعی کرنے کے لئے چلے گئے، تو مولوی محبّ الدین نے فرمایا۔ مولوی ظفر! جانتے ہو ان کو یہ کون ہیں۔ مولانا ظفر احمدؒ نے فرمایا۔ ہاں کیوں نہیں جانتا۔ میرے استاد ہیں شیخ ہیں۔ فرمایا (مولوی محبّ الدین نے) تم نہیں جانتے۔ یہ ایسے شخص ہیں کہ جب یہ حرم شریف میں بیت اللہ کی طرف نظر جما کر بیٹھتے ہیں۔ تو ان پر اتنے انوارات برستے ہیں کہ میں آفتاب کو دیکھ سکتا ہوں مگر ان کے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا۔ (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول ص ۱۰)

رسول اللہ ﷺ کا حکم میرے پاس مدینے تشریف لے آیئے

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد کی عظیم اور بے مثال شرح عربی میں ''بذل المجھود فی حل سنن ابی داؤد'' کے نام سے پانچ جلدوں میں تحریر فرمائی۔ 11 ربیع الاول 1335ھ کو شروع کی اور 21 شعبان 1345ھ میں پورے دس سال پانچ ماہ اور دس دن میں بڑی تقطیع کے تقریباً دو ہزار صفحات پر مکمل کی۔ 1345ھ میں آپ کو حضرت نبی الامی ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آپ میرے پاس مدینہ تشریف لے آیئے۔'' حضرت مولانا دوسرے ہی دن مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ شرح کا باقی حصہ وہاں جا کر پورا کیا اور اس موقع پر علمائے مدینہ طیبہ کو شاندار ضیافت دی اور اس کے چھ ماہ بعد 15 ربیع الثانی 1346ھ بروز چہار شنبہ بعد نماز عصر وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ (تذکرۃ الخلیل از حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ)

درسِ حدیث میں صاحب حدیث ﷺ کا دیدار

مولوی احمد الدین صاحب، تاج المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پرانے شاگرد تھے۔ وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حدیث کا سبق ہو رہا تھا کہ ہمارے استاد حضرت مولانا خلیل احمد پر غنودگی طاری ہوگئی جو دیر تک رہی، طلبہ کی خاصی تعداد تھی اور سب کو بے وقت نیند پر تعجب ہوا۔ نیند سے بیدار ہو کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: الحمد للہ! اس وقت دربار نبوی ﷺ میں حاضر تھا، دیر تک باتیں ہوئیں اور مسائل حدیث شریف پیش تھے (تذکرۃ الخلیل از مولانا محمد عاشق الٰہیؒ صفحہ 119 مکتبہ قاسمیہ، سیالکوٹ)

خلیل احمدؒ کے جنازے میں رسول ﷺ کی شرکت

شیخ سعید تکروتی مدنی فرماتے ہیں کہ مجھے ہمیشہ سے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا بہت شوق تھا، بہت دعائیں مانگیں، مگر کامیاب نہ ہوا۔ جس زمانے میں حضرت مولانا

خلیل احمد سہارنپوری ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس سے قبل کہ مولانا سے میری شناسائی ہو، میں نے خواب میں دیکھا کہ سرور دو عالم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ مجھ سے کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، ایک ہندی عالم خلیل احمد نامی انتقال کر گیا ہے، لہٰذا ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ میں نے اپنا خواب اسی زمانہ میں مولانا شیخ الفا ہاشم سے بیان کیا، جب مولانا زکریا صاحب وغیرہ ہندوستان واپس آئے تو مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ واپس نہ ہوئے۔ مولانا شیخ الفا ہاشم نے مجھ سے کہا کہ تمہارے خواب کی صداقت کے بعض قرائن ظاہر ہو رہے ہیں کہ مولانا نے مدینہ منورہ میں اقامت کی نیت کر لی ہے۔ مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ پر آخر زمانے میں بات بات پر گریہ طاری ہو جاتا تھا اور سوز و گداز بہت بڑھ گیا تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا: حضرت ہندوستان کا کب تک ارادہ ہے؟ تو چشم پر آب ہو گئے اور فرمایا: اب تو بقیع کا ارادہ ہے اور چھ ماہ بعد بعمر 77 سال جنت البقیع میں جا سوئے (تذکرۃ الخلیل، صفحہ 469 تا 470)۔

یہ محبوب کے ہم وطن ہیں

''اہل عرب کا آپ احترام بہت زیادہ فرماتے تھے بالخصوص اہل مدینہ کا، آپ کے رفقاء اور کسی جمال (اونٹ والے) میں نزاع ہوتا تو آپ جمال (اونٹ والے) کی طرف داری کرتے اور حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے کہ لوگوں کو ان کی قدر نہیں۔ معلوم بھی ہے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار تک پہنچانے والے ہیں یہ محبوب کے ہم وطن ہیں۔''

مسجد نبوی کی نماز سے زیادہ حضرت کو کوئی چیز پیاری نہ تھی، تمرِ مدینہ (کھجور) سے آپ کو گو عشق تھا اور ہر نوع رغبت سے کھاتے تھے (تذکرۃ الخلیل، ص: 397)

آستانہ محمدیہ پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی آواز نکلنا تو کیا مواجہہ شریفہ کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم و قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے، بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے

اور چلے جاتے تھے زائرین جو بے باکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ کے ایذاء کا سبب ہے لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔

محبوب کا وطن، قرب ووصال کی راتیں

مناسکِ حج سے فارغ ہوکر، دارِ محبوب کا قصد فرمایا اور ۱۲ محرم ۱۳۴۵ھ کو حرمِ نبوی کی خاک پاک کو سرمۂ چشم بنانا آپ کو نصیب ہوا۔ آپ کی عمر کا سوا برس باقی رہ گیا تھا، خوشی کی گھڑیاں گذرتی محسوس نہیں ہوا کرتی تھیں یہ زمانہ آپ کے لئے ایسی فرحت وسرور کا تھا کہ آپ کی تہتر سال ڈیڑھ ماہ کی عمر میں کوئی وقت بھی اس کی نظیر نہیں کہا جا سکتا۔ محبوب کا وطن محبوب کا قرب، وصال کی راتیں، وصال کے دن جو کچھ بھی لذت ہو وہ تھوڑی ہے۔

پھر مشغلہ کلام محبوب کی شرح کا، کہ اسی میں ہر آن دماغ مشغول اور اسی میں زبان اور خیال منہمک، بچپن سے جس تمنا وشوق کی آگ اعشاء میں جل رہی تھی اس پر ٹھنڈے پانی کی پھوار برسی اور جس توقع وامید میں زندگی کے پل اور لمحے گذارے تھے خدا خدا کر کے اس کے برآنے کی صورت نظر آئی خدام در دِ فرقت میں بے تاب مگر آپ وہاں سے مجھے تحریر فرماتے ہیں کہ میں ابتداءِ سفر سے اس وقت تک بحمد اللہ نہایت راحت وآرام سے ہوں اور حق تعالیٰ شانہ کے اس بے انتہاء انعام پر مجھ جیسے ناکارہ کو یہاں پہنچا دیا، نہایت شاداں وفرحاں ہوں۔ (تذکرہ خلیل ص 462)

عشق کی تڑپ منزل آسان کر دیتی ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا عشق اس درجہ میں تھا کہ آپ کی تمنا تھی کہ میری وفات مدینہ منورہ میں ہی ہو، چنانچہ آپ جب آخری بار مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''جب کبھی حاضر آستانہ ہوا ہوں یہی تمنا ساتھ لے کر گیا ہوں کہ وہاں کی پاک زمین نصیب ہو جائے اب بھی اس توقع پر جا رہا ہوں کہ شاید اب میرا وقت آ گیا ہو اور

مدینہ طیبہ کی خاک پا مجھے نصیب ہو جائے اور جوارِ نبوی میں مجھ کو جگہ مل جائے''۔

(تذکرہ خلیل ص420)

وہ محبت جو خون کی طرح رگ رگ میں گردش کرے

حضرت مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ آپ کی سوانح میں رقم فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی طبیعت کو قدرت نے اتباع سنت نبویہ کا سانچہ بنا دیا تھا اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ محبت جو خون کی طرح آپ کی رگ رگ میں جاری و ساری تھی آپ کی مبارک طویل زندگی کے لمحہ لمحہ کو ایک بے نظیر کرامت بنائے ہوئے تھی آپ کی عمر بھر دینی خدمت میں انہماک، حدیث میں تبحر، فقہ میں اجتہاد، تحریر وتقریر میں اشاعت دین، حرکت وسکوں میں اظہارِ حق، قیام وقعود میں اتباع سنت، لازمی ومتعدی نفعِ دینی کا وہ بے پایاں سمندر تھا جس میں کوئی بھی غوطہ لگانے والا غواص موتیوں سے کبھی محروم نہیں رہا۔

مرض الموت کا آغاز

سینہ کے اوپر حصہ میں پھر آج کچھ درد محسوس ہو رہا تھا۔ وفات سے تین چار دن پہلے بھی اسی طرح ایک درد محسوس ہوا تھا جو مالش اور سینک سے دو تین گھنٹہ میں جاتا رہا تھا۔ گھر پہنچ کر مالش اور سینک ہوئی مگر عصر کے وقت معلوم ہوا کہ درد تو کم ہے لیکن ضعف بہت ہے کہ حرم شریف جانے کی ہمت نہیں ہے۔ چنانچہ عصر کی نماز مکان پر مولوی سید احمد صاحب کے اقتدا میں پڑھی اور باوجود ضعف کے کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے، بیٹھ کر پڑھی بلکہ مولوی سید احمد سے فرمایا کہ مختصر اور جلدی پڑھا دیں۔

ساری رات کلمہ درود اور استغفار پڑھتے رہے

عشاء کی نماز کیلئے نیچے اترنا بھی دشوار ہو گیا اور پلنگ ہی پر بیٹھ کر پڑھی۔ کرب اور بے چینی کے ساتھ ساتھ ضعف بڑھتا رہا اور تمام رات واستغفار اور درود کا ورد زبان پر رہا مطلق نیند

نہیں آئی۔ صبح سہ شنبہ نمودار ہوئی تو نماز فجر بھی پلنگ پر بیٹھ کر ادا فرمائی مگر پسینہ اور برد اطراف (ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑھ جانا) بڑھتا جارہا تھا اور وقت پکار رہا تھا کہ یہ صبح ہوش و حواس کی آخری صبح ہے۔ظہر کے وقت اتنا ضعف ہوگیا کہ وضو بھی کرنے کی طاقت نہ رہی اور تیمّم فرما کر پلنگ پر بحالت قعود نماز پڑھی اور اس کے بعد حرکت وسکون بہ تکلف اور دوسرے کامحتاج ہوگیا۔عصر کے وقت ہوش وحواس میں اختلال شروع ہوگیا اور امام کی آواز پر خود رکوع نہ کیا بلکہ جب حاجی مقبول احمد صاحب نے رکوع کا لفظ کہہ کر اشارہ کیا اور جب سجدہ کو کہا تو سجدہ کرلیا۔اس طرح چار رکعت بمشکل پوری کر کے آپ کو لٹادیا گیا اور اس کے بعد سکوت بڑھتا گیا کہ اس سے پہلے بات کا سمجھنا اور جواب دینا یا ازخود کوئی بات فرمانا برابر جاری تھا۔مغرب کے وقت مولانا سید احمد صاحب نماز پڑھانے کے لئے آئے تو بالکل غفلت تھی کہ نماز کے واسطے پکار کر اطلاع کی مگر کچھ جواب نہ ملا اور نہ اٹھنے کی طاقت محسوس ہوئی۔خدام نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی مگر انتظار رہا کہ کچھ التفات یا افاقہ ہو تو نماز کیلئے عرض کیا جائے گا لیکن بالکل دنیا سے قطع تعلق ہو چکا تھا اور سوائے پاس انفاس کے نہ کوئی حرکت تھی نہ کسی بات کا جواب نہ سوال۔شب میں ایک دو مرتبہ ماءِ زمزم ڈالا گیا تو اس کے حلق سے اترنے میں بھی تکلیف ہوئی لہٰذا وہ بھی ترک کردیا گیا۔

اللہ اللہ کہتے ہوئے اللہ کے دربار میں حاضری

پورے چوبیس گھنٹے اس عالم خموشی میں گذار کر بیوم چہار شنبہ کہ عرب میں ۱۶ اور ہندوستان میں ۱۵ ربیع الثانی تھی منزل مقصود پر پہنچ گئے کہ بآواز بلند اللہ اللہ کہنا شروع کیا اور دفعتہً آنکھیں بند کر کے خاموش ہوگئے۔ ہر چند کہ وقت تنگ تھا مگر غیب سے عجلت کے سامان مہیا ہوگئے۔غسل کا انتظام ہوا سید احمد تو اب صاحب مرور نے نہلایا۔ابومسعود نے پانی دیا اور مولوی سید احمد اور مولوی عبدالکریم نے مدد پہنچائی۔جلد جلد جنازہ تیار ہوا اور آستانہ محمدیہ پر باب جبریل کے باہر صلوٰۃ جنازہ کی جگہ لاکر رکھا گیا۔صلوٰۃ مغرب سے فراغ کے بعد مدرسہ شرعیہ مدینہ کے صدر مدرس مولانا شیخ طیب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع کو لے

چلے۔ بایں ضیق وقت کہ اطلاع کا موقع ہی نہیں ملا جنازہ کے ساتھ اتنا اژدحام تھا کہ بہتیروں کو باوجود کوشش کے کندھا دینا نصیب نہ ہوا اور چارپائی کو صرف ہاتھ لگا دینا ہی غنیمت معلوم ہوا۔

اے تماشا گاہ روئے تو
تو کجا بہر تماشای روی

آخر آپ کا جسد انور جو آتش محبت میں گھل گھل کر مغز استخواں رہ گیا تھا قبۂ اہل بیت کے متصل عشاء سے قبل آغوش لحد کی سپرد کردیا گیا اور وہ شب، شب عروس قرار پائی کہ دیرینہ مراد جو صدہا مرتبہ آپ کی زبان اور قلم سے نکلی تھی کہ کاش میری مٹی بقیع کی خاک پاک میں مل جائے الحمدللہ پوری ہوگئی۔ فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون. للہ ما اخذ ولہ ما اعطی . کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام.

(مقتدائے اسلام اور صوفیائے کرام کے آخری لمحات ص۱۹۶)

مرض موت سے پیشتر حسین خواب اور اس کی تعبیر

مرض کے پہلے ہی دن آپ نے فرمایا تھا ''میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں ایک مکان میں ہوں جس کے نیچے تہ خانہ ہے اور چھت اس کی تختوں سے پٹی ہے۔ اس میں سے دو تختے نیچے کو جھکے ہیں اور نکل گئے ہیں۔ پس میں بہت سہولت سے اس تہ خانہ میں اتر رہا ہوں، وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بہت بڑا اور اچھا چونہ قلعی کیا ہوا روشن مکان اور اس میں ایک طرف دروازہ ہے جس سے روشنی وغیرہ آتی ہے لیکن لوٹنے وغیرہ کا ارادہ انہی تختوں کی طرف سے جدھر سے آیا ہوں، کر رہا ہوں۔ اتنا کہنے کے بعد فرمایا اس کے بعد میرا خیال دوسری طرف چلا گیا اور پھر آنکھ کھل گئی، اس کے بعد خود ہی تعبیر بتائی کہ وقت تو جب کبھی ہو یہ میرے لئے بشارت ہے کہ انشاءاللہ قبر میں سہولت ہوگی۔ اور وہ دروازہ، دروازۂ جنت کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

مدینہ کی تکالیف پر شفاعت

اخیر زمانہ میں اہلیہ کے ساتھ حسن معاشرت بہت بڑھ گیا اور ان کی بیوگی کے تصور سے ان کی دلدہی زیادہ فرمانے لگے تھے۔

ایک مرتبہ ان سے فرمانے لگے کہ مدینہ منورہ میں رہ کر یہاں کے مصائب و تکالیف پر اگر کوئی صبر کرے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں خاص طور پر اس کی شفاعت کروں گا۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ مجھے تو کوئی تکلیف یا مصیبت نہیں ہے میں تو بحمد اللہ بہت راحت سے ہوں۔

گریہ وبکا اور جنت البقیع کی تمناء

اخیر زمانہ میں آپ کا اندرونی سوز وگداز زیادہ بڑھ گیا تھا کہ ضبط نہ فرما سکتے اور بات بات پر رقت و گریہ طاری ہو جاتا تھا، بزرگوں کی عمروں کا ایک بار ذکر ہو رہا تھا فرمانے لگے دو سال زندہ رہا تو اپنے شیخ کی عمر کو پہنچ جاؤں۔ اتنا کہہ کر رو دیئے اور فرمایا سب چلے گئے میں ہی رہ گیا۔

ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ حضرت ہندوستان کا کب تک ارادہ ہے؟ تو چشم پر آب ہو گئے اور فرمایا اب تو بقیع کا ارادہ ہے۔ آخرت کا قیامت کا یا بزرگوں کا جس وقت بھی ذکر آتا تو آبدیدہ ہو جاتے اور آواز میں تغیر آ جاتا تھا۔

(مقتدائے اسلام اور صوفیائے کرام کے آخری لمحات ص ۱۹۶)

تاجدارِ علومِ نبوت کوہِ استقامت شیخ الہند

حضرت مفتی محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

ہر ہر عمل نبی ﷺ کے نقش قدم پر

ملفوظات فقیہ الامت میں حضرت شیخ الہند کے بارے میں لکھا ہے کہ:

کوئی قول و فعل خلافِ شریعت ہونا تو درکنار، مدتوں خدمت میں رہنے والے خادم بھی یہ نہیں بتلا سکتے کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلافِ سنت سرزد ہوا۔ دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں حضرت کو اتباعِ سنت کا خیال تھا۔ خود بھی عمل کرتے اور اپنے متبعین متوسلین کو بھی قولاً وعملاً اسی کی ترغیب دیتے اور رفتہ رفتہ عمل بالسنۃ حضرت کے لئے ایک امرِ طبعی ہوگیا تھا جس میں کسی تکلف وتحریک کی ضرورت ہی نہ تھی۔ نہایت سہولت ومتانت سے سنن ومستحبات کو ملحوظ رکھتے تھے۔ مگر یہ نہیں کہ ہر وقت ہر ہر فعل پر حاضرین کے جتلانے یا ان سے داد لینے کے لئے حدیث شریف پڑھ کر سنائیں یا عمل کریں۔

حدیث شریف پر عمل

نیا پھل کسی نے پیش کیا تو خوشبو سونگھی، آنکھوں سے لگایا، پھر کسی بچہ کو پکارا اور اس کو دے دیا۔ اور کبھی کبھی یہ دیکھنے کے حیلہ سے کہ بارش ختم ہوگئی یا نہیں دو چار قطرے سر اور جسم پر لے کر حدیث عہد بر بی کا لطف اٹھالیا۔ ایک روز مولانا میاں اصغر حسین صاحب کی عیادت کو تشریف لائے اور صرف مصافحہ کر کے واپس ہونے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو آج بھی حدیث شریف پر عمل کرنا تھا تبسم فرما کر فوراً پڑھ دیا۔ (حیات شیخ الہند ۱۶۱)

مالٹا کی جیل میں سنتِ رسول ﷺ کا اہتمام

مالٹا کی حراست کے زمانے میں اگرچہ مسافر پر قربانی نہیں اور قیدی پر تو ذبح کرنے کی

بھی اجازت نہیں تھی مگر حضرت کا معمول ہندوستان میں کئی کئی قربانیاں کرنے کا تھا۔ یہ جذبہ حضرت کو پیش آیا اور محافظانِ جیل کو اطلاع کی کہ ہمیں قربانی کی اجازت دی جائے اور جانور مہیا کیا جائے۔ دل کی نکلی ہوئی بات اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ محافظوں پر اثر ہوا اور ایک دنبہ سات گنا میں خرید کر دیا جس کی قیمت حضرت نے بہت طیبِ خاطر سے ادا کی اور اس دارالکفر جہاں زوالِ سلطنت اسلامیہ کے بعد کبھی اس سنتِ ابراہیمؑ کے ادا ہونے کی نوبت نہ آئی ہوگی، دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے تکبیر کہہ کر قربانی کر کے واضح کر دیا کہ علو ہمت ہو تو زنداں میں مستحبات بھی ادا ہو سکتے ہیں۔ (حیات شیخ الہند ۱۱۸)

جیل میں بھی جمعہ کا اہتمام

ان کا حال یہ تھا کہ جمعہ کا دن آتے مگر جیل کا دروازہ تو بند ہوتا تھا۔ جہاں تک اپنے بس میں تھا کہ جمعہ کی تیاری کی۔ غسل کیا۔ اس میں کمی نہیں کی۔ آتے ہیں نماز کیلئے جمعہ کی تیاری کر کے۔ آگے دروازہ بند ہے۔ وہ آنسو ٹپکا کر واپس ہو جاتے۔ اپنے ہاں ظہر کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں محبوب مال کی قربانی

قربانی کیلئے گائے پالتے، سال بھر تک اس کو خود نہلاتے، گھاس دانہ خود کھلاتے۔ گائے کو بھی اتنا تعلق ہو جاتا کہ جب وہ سبق پڑھانے کیلئے گھر سے چلتے تو گائے پیچھے پیچھے آتی اور دارالعلوم کے دروازے پر بیٹھ جاتی بارہ بجے سبق پڑھا کر فارغ ہو کر چلتے تو گائے ساتھ ساتھ چلتی اور جب قربانی کا زمانہ قریب آ جاتا تو گائے کا گھاس کم کرتے۔ بجائے گھاس کے دودھ جلیبی کھلاتے بالٹی میں بھر بھر کر اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا کے راستہ میں اپنا محبوب مال خرچ کرو۔ اس سے محبت بہت ہو جاتی۔ بقرعید کی نماز پڑھ کر اس کو ذبح کرتے اور کچھ آنسو بھی ٹپکایا کرتے اور اگلے سال کیلئے قربانی کے واسطے اسی وقت سے دوسری گائے خرید لیتے۔ رمضان میں رات رات بھر نہیں سوتے تھے۔ خود حافظ نہیں تھے لیکن دوسرے لوگوں کو تجویز کرتے تھے۔ ایک کو بلایا ایک پارہ اس نے پڑھا۔ دوسرا آیا

ایک پارہ اس نے پڑھا۔ تیسرا آیا ایک پارہ اس نے پڑھا۔ رات بھر نفلوں میں اسی طرح مشغول رہتے تھے۔

نفلیں پڑھتے پڑھتے ایک مرتبہ پیروں پر ورم آ گیا۔ اس روز بہت خوش ہوئے کہ حدیث میں آیا کہ حضور ﷺ کے بھی پیروں پر ورم آتا تھا۔ نماز پڑھتے ہوئے آج حضور ﷺ کی سنت کا اتباع نصیب ہوا۔

نکاح میں سادگی اور سرکہ کا استعمال اتباع سنت میں

حدیثِ پاک میں سرکہ کے متعلق آیا ہے کہ:

''بہترین سالن ہے۔'' حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں جب بھی دسترخوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس طرف رغبت فرماتے اور کبھی گھونٹ بھی بھر لیتے۔ ایک مرتبہ بدن پر پھنسیاں وغیرہ نکل آئیں، اطباء نے سرکہ کو منع کر دیا۔ پھر بھی حضرت سرکہ نوشی فرما ہی لیتے۔ حضرت نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی شادی اپنے استاد حضرت نانوتویؒ کے طرف پر ایسی ہی سادگی اور اتباعِ سنت سے کی جو حضرت جیسے محدثِ اعظم اور عاشقِ سنت کے شایانِ شان تھی۔ کبھی جامع مسجد میں نماز کے بعد اعلان کر کے داماد کو بٹھا کر نکاح پڑھ دیا، کبھی مدرسہ میں علماء اور طلباء کے مجمع میں بطریقِ مسنون عقد کر دیا اور معمولی کپڑے پہنا کر ڈولی میں بٹھا کر رخصت کر دیا۔ (حیاتِ شیخ الہند ص ۲۰۵)

ہمیں ثواب سے نہیں اتباع رسول سے عشق ہے

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو ۲ رکعت پڑھتے تھے۔ کسی شاگرد نے عرض کیا حضرت بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب تو آدھا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا ہاں بھائی یہ تو مجھے بھی معلوم ہے، مگر بیٹھ کر پڑھنا حضورِ اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی قربانیوں کی داستان

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو دین کے لیے بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات حکیم محمد اجمل کی کوٹھی پر ہوئی ،غسل دینے والے نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ پر زخموں کے بڑے بڑے نشان ہیں۔اس نے رشتہ داروں سے پوچھا۔ انہوں نے گھر والوں سے پوچھا،لیکن کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔سب حیران تھے اہل خانہ سے بھی اس بات کو چھپائے رکھا،آخر یہ کیا معاملہ ہے۔

آگ کے انگاروں پر ایمان کی حرارت

اسیر مالٹا حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کلکتہ گئے ہوئے تھے۔ان کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا پتہ چلا تو وہاں سے جنازہ میں شرکت کے لیے آئے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ بتائیے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔فرمانے لگے، یہ ایک راز تھا اور حضرت نے منع فرمادیا تھا کہ میری زندگی میں تم نے کسی کو نہیں بتانا،اس لیے یہ امانت تھی اور میں بتا نہیں سکتا تھا،اب تو حضرت وفات پا گئے ہیں لہٰذا اب تو میں بتا سکتا ہوں۔وہ فرمانے لگے کہ جب ہم مالٹا میں قید تھے، اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی سزا دی جاتی ،اتنی سزا دی جاتی کہ جسم پر زخم ہو جاتے تھے اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ فرنگی انگارے بچھا دیتے اور حضرت کو اوپر لٹا دیتے تھے۔جیل کے حکام کہتے کہ محمود! صرف اتنا کہہ دو کہ میں فرنگیوں کا مخالف نہیں ہوں۔آپ کو ہم اتنا کہنے پر چھوڑ دیں گے۔مگر حضرت فرماتے کہ نہیں، میں یہ الفاظ نہیں کہہ سکتا۔وہ ان کو بہت زیادہ تکلیف دیتے تھے۔حضرت جب اپنی جگہ پر رات کو سونے کے لیے آتے تو سو بھی نہیں سکتے تھے۔نیند نہ آنے کی وجہ سے بھی تکلیف اور ادھر سے بھی اذیتیں۔ہم لوگ حضرت کی حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتے۔ہم نے ایک دن رو کر کہا،حضرت! آخر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الحیل'' لکھی ہے لہٰذا کیا کوئی ایسا حیلہ ہے کہ آپ ان کی سزا سے بچ جائیں۔حضرت نے فرمایا نہیں۔اگلے دن پھر حضرت کو سزا دی گئی۔

اللہ کے دفتر سے نام کٹوانا نہیں چاہتا

جب کئی دن متواتر یہ سزا ملتی رہی تو ایک دن ایک فرنگی کھڑا ہو کر کہنے لگا: تجھے ہے کیا، تو یہ کیوں نہیں کہنا چاہتا کہ میں فرنگیوں کا مخالف نہیں ہوں؟ اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس لیے نہیں کہنا چاہتا کہ میں اللہ کے دفتر سے نام کٹوا کر تمہارے دفتر میں نام نہیں لکھوانا چاہتا۔

حضرت بلالؓ اور خبیبؓ کا روحانی بیٹا

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کو اذیت ناک سزا دی گئی ہے۔ ہم حضرت کے ساتھ تین چار شاگرد تھے۔ ہم نے مل کر عرض کیا، حضرت! کچھ مہربانی فرمائیں۔ اب جب حضرت نے دیکھا کہ مل کر بات کی تو ان کے چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے۔ فرمانے لگے، حسین احمد! تم مجھے کیا سمجھتے ہو، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہ کا، میں روحانی بیٹا ہوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جنہیں منہ پر سیاہی مل کر مدینہ کے اندر پھرایا گیا، میں روحانی بیٹا ہوں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہ جن کی لاش جیل سے باہر نکلی، میں روحانی بیٹا ہوں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کہ جن کو اتنے کوڑے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو بھی مارے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا، میں روحانی بیٹا ہوں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ جن کو دو سال کے لیے گوالیار کے قلعے میں قید رکھا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ جن کے ہاتھوں کو کلائیوں کے قریب سے توڑ کر بیکار بنا دیا گیا تھا،

جان نکال سکتے ہیں ایمان نہیں

حسین احمد! کیا میں ان فرنگیوں کے سامنے شکست تسلیم کرلوں، یہ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں مگر دل سے ایمان نہیں نکال سکتے۔ سبحان اللہ، جب ایسی استقامت ہوتی

ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فیض بھی جاری فرما دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی استقامت اور اخلاص کے ساتھ دین کا کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ (اکابر دیوبند کے ایمان افروز واقعات صفحہ ۲۵۶)

جسم کے خون سے بھی حق حق کی آواز آئے گی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ ہیں مولانا محمود حسن، شیخ الہند۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس رہے۔ ساری عمر حدیث شریف پڑھائی۔ سیاست میں اٹھے۔ ہندوستان کو آزاد کرانے کیلئے گرفتار ہو گئے کئی برس مالٹا جیل میں رہے۔ سخت سے سخت سزائیں دی گئیں مگر وہ اپنی بات کے بڑے پکے اور مضبوط تھے۔ سینہ پر ان کے نشانات تھے۔ پسلیوں پر نشانات تھے۔ مالٹا سے جب واپس تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ تہجد کے وقت جب حضرت وہاں اٹھتے تھے۔ سردی زیادہ تھی۔ لوٹے میں پانی لے کر مولانا حسین احمد مدنی اپنے پیٹ سے لگا لیتے تھے تاکہ پیٹ کی گرمی سے اس کی ٹھنڈک کچھ کم ہو جائے اس سے وضو کرتے تھے اور نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جو گورے (انگریز سپاہی) پہرے پر تھے۔ وہ سنگین (لاٹھی جس کے آگے چھری سی ہوتی ہے) کے چوکے نماز پڑھتے پڑھتے سینے پر اور پسلیوں پر مارتے تھے۔ ان کا جو افسر تھا وہ بھی انگریز تھا اس نے کہا: اے کیا غضب کرتے ہو۔ یہ ایسا شخص ہے کہ اگر تم نے قتل کر کے جلا بھی دیا تو اس کے خون سے، اسکی خاک سے، حق حق کی آواز آئے گی۔

مرض الموت

چنانچہ ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء بروز جمعہ علی گڑھ میں جلسہ ہوا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ پڑھ کر صدارت فرمائی، کمزوری اس قدر تھی کہ خود نہیں پڑھ سکتے تھے، مولانا شبیر احمد مرحوم نے خطبہ پڑھا۔ اگلے روز علی گڑھ سے واپس ہو گئے، ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر دہلی تشریف لے گئے، معالجہ نہایت توجہ سے ہوا جس سے تخفیف کے آثار نمایاں تھے، ۱۴ ربیع الاول تک اطمینانی حالت رہی، مگر ۱۵ ربیع الاول یوم شنبہ کو پھر لرزہ بخار

آیا اور حالت نہایت نازک ہوگئی، بخار بہت تیز ہوگیا، حالت اگر چہ تشویشناک تھی مگر ہوش و حواس بجا تھے آدمی کو پہچانتے تھے، بہت ضعیف آواز میں بات بھی فرماتے تھے، مولانا اصغر حسین صاحب مرحوم سوانح ص ۱۴۶ میں ۱۸ کی شب کے متعلق لکھتے ہیں: رات بھر یہی حالت رہی، سینہ پر بلغم تھا، جس کو ضعف کی وجہ سے دفعہ نہیں کر سکتے تھے۔

رفیق اعلیٰ کی طرف توجہ

ضعف لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جارہا تھا، اور باوجود ہوش بجا ہونے کے ایک استغراقی حالت تھی، مخصوص لوگ چارپائی کے گرد جمع تھے، دل دھڑک رہے تھے طبیعت ہراساں تھی کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے، سات بجے کے بعد ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ یوم سہ شنبہ ۳۰ نومبر کو بہت تغیر ہوگیا، حضرت دنیا سے بالکل غافل ہوگئے، تنفس طویل اور غیر طبعی ہوگیا اور ''انقطاع الدنیا وتوجہ الی رفیق الاعلی'' کا گمان غالب آنے لگا، چارپائی کے گرد حاضرین خاموشی اور آہستگی سے ذکر اللہ میں مشغول تھے، کہ اسی حالت میں حضرت نے اس غیر فانی اور واجب الوجود ہستی کو یاد کیا جس کے نام پر اپنے آپ کو محو کر دیا تھا۔

شہادت کی تمنا

مولانا شبیر احمد مرحوم کا بیان ہے (جس کو مولانا خلیل احمد صاحب نے نقل فرمایا کہ) حضرت نے تھوڑی دیر آنکھ کھول کر چھت کی طرف دیکھا، پھر فرمایا کہ مرنے کا تو کچھ افسوس نہیں ہے مگر افسوس تو یہ ہے کہ میں بستر پر مر رہا ہوں، تمنا تو یہ تھی کہ میدان جہاد میں ہوتا اور اعلاء کلمۃ الحق کے جرم میں میرے ٹکڑے کیے جاتے۔

باآواز بلند اللہ اللہ فرماتے ہوئے دربار الٰہی میں حاضر ہوگئے

اس کے بعد بلند آواز سے سات مرتبہ اللہ اللہ کہا، آٹھویں مرتبہ آواز بند ہوگئی، دیکھا تو زبان تالو سے لگی ہوئی تھی، مولانا مفتی کفایت اللہ نے سورۃ یٰسین شروع کی مگر وہ جوش گریہ اور ادب کی وجہ سے اونچی آواز سے نہیں پڑھ سکتے تھے، اس لئے مولوی حافظ محمد الیاس نے

پڑھنا شروع کیا، سورۃ قریب الختم ہوئی تو حضرت نے خود بخود حرکت کر کے اپنا بدن سیدھا کیا اور درست کرلیا، ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر سیدھی کرلیں اور ۸ بجے جبکہ مولوی صاحب اخیر پر پہنچے تو حضرت نے ذرا آنکھ کھولی اور تصدیق قلبی کی تائید کے لیے زبان کو حرکت دی اور خاص ''الیہ ترجعون'' کی آواز پر قبلہ رخ ہوکر ہمیشہ کے لئے آنکھ بند کرلی۔ کسر اور سہولت سے سانس منقطع ہوگیا اور روح مقدس ''فروح وریحان وجنة نعیم'' کی بہار دیکھنے کے لئے تمام اہل اسلام کو یتیم اور بے کس چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئی اور رفیق اعلیٰ سے جا کر مل گئی ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ (سوانح شیخ الہند ص۱۴۰)

دیوبند میں اس وقت تک بڑے بوڑھوں نے بھی کبھی کسی کے جنازہ کے ہمراہ اتنا مجمع نہیں دیکھا تھا، مدرسہ کے دروازہ سے قبرستان تک آدمی ہی آدمی ہی نظر آتے تھے، جنازہ مقبرہ میں پہنچا یعنی بیالیس برس کی ظاہری جدائی کے بعد دنیا کی کشاکش سے استراحت کے لئے یہ شاگرد رشید فخر استاد اپنے مقدس ومرشد واستاد کی خدمت میں حاضر ہوگیا، قبر تیار تھی، جنازہ لاکر رکھا گیا، مولانا حکیم محمد حسن صاحب اور حضرت کے داماد اور بعض مخصوص خادم قبر میں اترے، چاشت کا وقت تھا، نو بجے تھے کہ قدوۃ الواصلین، امام المحدثین والعارفین، قطب عالم مجمع علوم کمالات، بطل حریت، آزاد کنندۂ ہندوستان، حاتم دوراں، بخاری زماں، کوہ وقار وحلم، آفتاب معرفت وعلوم، گنجینہ حکمت الٰہیہ واحادیث وسنن نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کو لحد میں اتارا گیا، اور شریعت وطریقت کے آفتاب عالم تاب کو ہمیشہ کے لئے نظروں سے چھپا دیا گیا۔

سرتاج المحدثین علامۃ العصر

حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

شمائل نبوی ﷺ کی کتاب

حضرت علامۃ العصر مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات اور طرز گفتگو کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ ہم شمائل نبوی کی کتاب مطالعہ کر رہے ہیں۔ عام عادات، اطوار، رفتار میں سر سے پیر تک سنت معلوم ہوتے تھے۔ (مکتوب مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ) آپ سرور کائنات ﷺ کی محبت و اطاعت میں ایسے فنا تھے کہ آپ کا چلنا بھی بالکل حضور ﷺ کی طرح ''کانہ یتحدب'' کے مصداق تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ عمر بھر کی محنت اور کوشش سے بھی یہ بات سمجھ میں آجائے کہ فلاں ارشاد سے سرور کائنات ﷺ کی یہ مراد ہے بہت بڑی سعادت ہے۔ آپ حدیث شریف کے کسی لفظ کو بھی غلط پڑھنے سے انتہائی طور پر ناراض ہوتے تھے اور حدیث شریف کے الفاظ میں معمولی غلطی سے بھی ڈراتے تھے کہ کہیں سرور کائنات ﷺ کے ارشاد کے مطابق باعث جہنم نہ ہو جائے اور ارشاد یہ ہے۔

''من کذب علی متعمد افلیتبوء مقعده من النار''

''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

سرورِ کائنات کی حدیث کا انتہائی ادب

آپ کو سرور کائنات ﷺ کی حدیث کا اتنا ادب ملحوظ تھا کہ باوجود بڑی عمر اور باجود مرض بواسیر کے آپ روزانہ پانچ سو صفحات کا مطالعہ فرماتے اور یہ سارا مطالعہ اکڑو بیٹھ کر فرمایا کرتے تھے مجال کیا کہ آپ ٹیک لگا کر کسی اور طرح بیٹھ یا لیٹ کا مطالعہ کرتے۔ اگر چہ یہ ناجائز نہ تھا مگر ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے۔ حضرت علامہ پر حدیث کا ادب غالب تھا۔

(تحریر مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ)

رسول اللہ ﷺ شفاعت سے انکار نہ فرمادیں

ریاست بہاولپور کی ایک مسلمان خاتون نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ اس کا شوہر مرزائیت قبول کر کے اسلام سے خارج ہو گیا اور اس لئے اس کا نکاح باقی نہیں رہا یہ صرف ایک خاتون کی آبرو کا معاملہ نہ تھا بلکہ اس مسئلہ کا تعلق اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت سے تھا اور خود سردار دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس کا سوال درپیش تھا۔ اس لئے اس مقدمہ کو بے پناہ شہرت و اہمیت حاصل ہوئی۔ نواب آف بہاولپور نے مقدمہ ایک جج کے حوالے کر کے شرعی فیصلہ کرنے کا حکم صادر کیا۔ قادیان کی پوری قوت حرکت میں آ گئی اور مسلمانوں نے بھی ملک کے چوٹی کے علماء کو بیانات کے لئے مدعو کیا۔ علامۃ العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو دیوبند میں جب پہلی پیشی کی اطلاع ملی تو آپ بہت کمزور تھے۔ مرض بڑی شدت پر تھا اور موسم سخت گرم تھا۔ مدرسہ دیوبند کے بڑے بڑے علماء نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ”آپ اس کمزوری اور تکلیف میں سفر نہ فرمائیں، ہم میں سے جن کو آپ حکم دیں ہم اس خدمت کے لئے تیار ہیں“ مگر آپ نہ مانے، خود بہاولپور پہنچے جب واپس گئے تو ان علماء سے فرمایا: ”آپ حضرات ناراض نہ ہونا کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی خود اس لئے گیا ہوں کہ حضور اقدس ﷺ قیامت کے دن میری شفاعت سے انکار نہ فرمادیں کہ جب میری عزت کا سوال تھا تو نے خود سفر کیوں نہ کیا“

(تحریر مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ)

بہاولپور کی مجلس میں فرمایا تھا کہ ”شاید یہ بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ پیغمبر ﷺ کا جانبدار ہو کر بہاولپور آیا تھا۔ (بینات کراچی جمادی الاولیٰ ۸۳ھ)

عدالت میں پانچ پانچ گھنٹے ختم نبوت پر بیان

آپ کے عشق رسالت کا اس سے اندازہ کریں کہ آپ نے انتہائی کمزوری اور نقاہت کے باوجود جناب رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت اور اس کے ضمن میں پیش آنے والے مسائل

پر کئی دن مسلسل پانچ پانچ گھنٹے عدالت میں بیان دے کر علم وعرفان کے دریا بہائے اور مرزائیوں کو ہر مسئلہ میں لاجواب کیا۔ آپ کے بیانات نے مقدمہ کی کایا پلٹ دی۔ آپ نے وفات سے کچھ دن پہلے خدام کو فرمایا کہ میری چار پائی اٹھا کر مدرسہ میں لے چلو وہاں پہنچ کر آپ نے سب علماء کو جمع کیا اور فرمایا ''بہت کمزور ہوں، اٹھ نہیں سکتا، ایک بات کہنے آیا ہوں، جس کسی کو حضور ﷺ کی شفاعت کی آرزو ہو وہ آپ کی عزت وحرمت کی حفاظت کرے اور فتنہ مرزائیت کے مٹانے اور اس سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرتا رہے''۔

(تحریر مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ)

میری قبر پر آ کر فیصلہ سنایا جائے

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر مقدمہ بہاولپور کے فیصلہ سے پہلے میری زندگی پوری ہو جائے تو میری قبر پر فیصلہ سنا دیا جائے۔ ۱۹۳۳ء میں آپ وصال ہوا اور ۱۹۳۵ء میں جج صاحب نے اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ کیا، جس میں مدعا علیہ کے ارتداد کی تاریخ سے نکاح کو منسوخ اور مرزائیوں کو کافر قرار دیا۔

حضرت مولانا محمد صادق مرحوم بہاولپور سے دیوبند گئے اور حضرت کی وصیت کے مطابق مزار پر حاضر ہو کر جج صاحب کا فیصلہ بلند آواز سے سنایا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں آپ نے بہت سے عربی اور فارسی قصیدے لکھے ہیں آپ کے ابتدائی زمانے کے اردو کے نعتیہ اشعار بھی ملے ہیں، چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

شاہ جانباز اگر ہمارا ہے کیا ہے غم جب کہ وہ سہارا ہے
گر وہ نہیں تو کچھ نہیں میرا وہ اگر ہے تو میرا سارا ہے
وصف تیری زباں کی زینت ہے بزم کو آپ نے کیا سنوارا ہے
دونوں جگ میں ہے وہ بآسانی جس کے اوپر تیری مدارا ہے
اپنے در سے نہ کھید انور کو حلقہ درگوش جب تمہارا ہے

(ماہنامہ قائد مراد آباد ربیع الثانی ۱۲۵۸)

ہر ہفتہ میں زیارت حبیب ﷺ

جس کی متاع کل عشق رسول ﷺ ہو، جو ہر آن، ہر گھڑی عشق نبی میں جیتا ہو، اس عظیم ہستی اور ولی کامل کا یہ واقعہ پڑھیئے آپ کا دل شہادت دے گا کہ حقیقت میں یہ لوگ عاشق رسول تھے۔ حضرت خواجہ محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھا کرتا تھا حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کو جس ہفتہ میں رحمت دو جہاں، نبی آخر الزماں، محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت نہ ہوتی تو غم کی وجہ سے خون کے اسہال شروع ہو جاتے کہ پتہ نہیں کونسی بے ادبی ہو گئی جس سے حضور رحمۃ للعالمین کی زیارت نہیں ہوئی۔ (انوار پہلو، ص۔۲۱۴)

رحمتِ حق سے اس کی نجات کی امید ہے

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کے ان اکابر میں سے ہیں جو سن و سال میں حضرت شاہ صاحب کشمیری سے بڑے تھے خانقاہ تھانہ بھون کے میر کارواں، زبان و بیان میں محتاط، مبالغہ آرائی سے محفوظ، اس کے باوجود انہوں نے حضرت شاہ صاحب کے کمالات کا جس طرح اعتراف کیا وہ ان کی منصفانہ طبیعت اور مجتہدانہ بصیرت کی آئینہ دار ہے۔

اپنے بزرگوں سے خوب سنا ہے۔۔۔۔ کہ مرشد تھانوی اکثر فرمایا کرتے تھے "جو شاہ صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھ لے گا مجھے رحمت حق سے اس کی نجات کی توقع ہے "ایک اور جگہ ارشاد فرمایا حضرت شاہ صاحبؒ جیسے بڑے عالم کی توصیف کے بعد میں بیان القرآن کے لئے کسی اور توصیف کا منتظر نہیں ہوں۔ (نقش دوام صفحہ ۲۷۴، ۲۷۶)

مفکر اسلام حضرت علامہ اقبال کے دل میں حضرت کاشمیری کی وہ قدر و منزلت تھی کہ انہیں وضو کرانا علامہ مرحوم اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ (شاہراہ عشق کے مسافر: ص:34)

نعت گوئی آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ تعلق ایمان کی معراج ہے یہ سعادت بھرپور انداز سے آپ کے حصہ میں آئی تھی فارسی ہو یا

عربی اس میں آپ کے عمدگی اظہار کے ساتھ خروش عشق کی مظہر ہیں۔

غلام قادیانی کو جہنم میں جلتا ہوا دکھاؤں

عدالت کے کمرے میں حضرت شاہ صاحبؒ نے قادیانیوں کے بڑے مناظر جلال الدین شمس کا ہاتھ پکڑا اور بڑے جوش سے فرمایا کہ جلال الدین، اگر اب بھی تمھیں قادیانی کے کفر میں شبہ ہو تو آؤ میں تمھیں اسے جہنم میں جلتا ہوا دکھاؤں، یہ سن کر اس نے جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ دکھا بھی دیں تو، میں کہوں کہ یہ استدراج یعنی کوئی شعبدہ ہے، حقیقت نہیں۔

ہمارے حضرات کہتے ہیں کہ وہ بد بخت تھا، اگر ہاں کر لیتا تو حضرت شاہ صاحبؒ پر اس وقت ایسی جذب کی حالت تھی کہ وہ اسے کشفاً جہنم میں جلتا ہوا دیکھ رہے تھے اور دکھا بھی سکتے تھے۔ (چراغ ہدایت میں ص ۳۴، ۳۵، مولانا محمد چراغ، تقریظ مولانا منظور احمد چنیوٹی)

تحفظِ ختم نبوت کا کام نہ کر سکے تو گلی کا کتا بھی بہتر ہے

بہاولپور پہنچنے کے بعد جمعہ آپ نے بہاولپور کی جامع مسجد میں پڑھا اور نماز کے بعد ہزار ہا مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں بواسیر خونی کے مرض کے غلبہ سے نیم جان تھا اور ساتھ ہی اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ڈابھیل کیلئے پا بہ رکاب بھی، اچانک شیخ الجامعہ کا مکتوب مجھے ملا جس میں بہاولپور آ کر مقدمہ میں شہادت دینے کیلئے لکھا گیا تھا، میں نے سوچا کہ میرے پاس کوئی زادِ آخرت تو ہے نہیں، شاید یہی چیز ذریعہ نجات بن جائے کہ میں محمد ﷺ کے دین کا جانب دار بن کر یہاں آیا ہوں، پھر فرمایا، اگر ہم تحفظ ختم نبوت کا کام نہ کر سکیں تو گلی کا کتا بھی ہم سے بہتر ہے (نقشِ دوام ص ۱۹۰)۔

چھ ماہ تک نیند نہ آئی

میں نے خود حضرت شاہ صاحبؒ سے سنا کہ: ''جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی اور یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں دین محمدی (علی صاحبہ الصلوۃ

والسلام) کے زوال کا باعث یہ فتنہ نہ بن جائے۔ فرمایا چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہوگیا کہ انشاءاللہ دین باقی رہے گا اور یہ فتنہ مضمحل ہو جائے گا۔

میں نے اپنی زندگی میں کسی بزرگ اور عالم کو اس فتنہ پر اتنا دردمند نہیں دیکھا جتنا کہ امام العصر حضرت شاہ صاحبؒ کو۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دل میں ایک زخم ہوگیا ہے جس سے ہر وقت خون ٹپکتا رہتا ہے۔ جب مرزا کا نام لیتے تو فرمایا کہ "لعین ابن اللعین قادیان" اور آواز میں ایک عجیب درد کی کیفیت محسوس ہوتی۔ (جمالِ انور ص۲۲۴)

میں جنت کا ضامن ہوں

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا کو الوداع کہنے والے تھے۔ اس کا بھی ایک واقعہ بروایت حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانی سن لیں۔ حضرت علامہ افغانیؒ بھی حضرت علامہ کشمیریؒ کے اجل شاگروں میں سے تھے۔ حضرت علامہ افغانیؒ نے فرمایا کہ :''جب حضرت کشمیریؒ کا آخری وقت آیا، کمزوری بہت زیادہ تھی، چلنے کی طاقت بالکل نہ تھی ،فرمایا کہ مجھے درالعلوم دیو بند کی مسجد پہنچا ئیں۔

اس وقت کاروں کا زمانہ نہ تھا، ایک پالکی لائی گئی، پالکی میں بٹھا کر حضرت شاہ صاحب کو درالعلوم کی مسجد میں پہنچایا گیا۔ حضرت کی آواز ضعف کی وجہ سے انتہائی ضعیف اور دھیمی تھی۔ تمام اجل شاگرد حضرتؒ کے اردگرد ہمہ تن گوش بنے بیٹھے تھے۔ آپ نے صرف دو باتیں فرمائیں۔ پہلی بات تو یہ فرمائی کہ تاریخ اسلام کا میں نے جس قدر مطالعہ کیا ہے، اسلام میں چودہ سو سال کے اندر جس قدر فتنے پیدا ہوئے ہیں، قادیانی فتنہ سے بڑا خطرناک اور سنگین فتنہ کوئی بھی پیدا نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ حضور ﷺ کی جتنی خوشی اس شخص سے ہوگی جو قادیانیت کے استیصال کیلئے آپ کو وقف کردے تو رسول اکرم ﷺ اس کے دوسرے اعمال کی نسبت اس کے عمل سے زیادہ خوش ہوں گے اور پھر آخر میں جوش میں آکر فرمایا کہ جو کوئی اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے اپنے آپ کو لگا دے گا، اس کی جنت کا ضامن میں ہوں۔ سبحان اللہ! دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، آخری وقت ہے اگر فکر ہے تو اس فتنہ کی۔

(چراغِ ہدایت ص ۳۴)

قادیانیت کی تردید

مفکرِ پاکستان علامہ اقبال کو توجہ دلائی، تیار کیا، جنہوں نے پھر کشمیر کمیٹی سے مرزا بشیر الدین محمود کو نکلوایا۔ آپ نے اپنے آخری قیام لاہور کے ایام میں موچی دروازہ لاہور کے قریباً تیس ہزار کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''جو مسلمان قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی شفاعت چاہتا ہے، وہ قادیانیت کی تردید کا کام کرے، کیونکہ اس تحریک کا مقصد حضور علیہ السلام کی نبوت کو مٹا کر قادیانی نبوت کو فروغ دینا ہے؟''

رسول ﷺ کا جانبدار بن کر آیا ہوں

مولانا محمد انوری نے لکھا: ۱۹۳۳ء بہاولپور جامع مسجد میں حضرت مولانا انور شاہؒ نے تقریر فرمائی: ''حضرات! میں نے ڈابھیل جانے کے لئے سامانِ سفر باندھ لیا تھا کہ یکا یک مولانا غلام احمد شیخ الجامعہ کا خط دیوبند موصول ہوا کہ شہادت دینے کے لئے بہاولپور آیئے، چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل کا سفر ملتوی کر دیا، اور بہاولپور کا سفر کیا، یہ خیال کیا کہ ہمارا نامہ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جانب دار ہو کر بہاولپور میں آیا تھا۔'' بس اس فرمانے پر تمام مسجد میں چیخ و پکار پڑ گئی، لوگ دھاڑیں مار مار کر، پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے، خود حضرتؒ پر بھی ایک عجیب کیفیت وجد طاری تھی۔ ایک مولوی صاحب (عبدالحنان ہزاروی) نے اختتام وعظ پر فرمایا کہ: حضرت شاہ صاحب کی شان ایسی ہے اور آپ ایسے بزرگ ہیں...... وغیرہ۔ حضرتؒ فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''حضرت ان صاحب نے غلط کہا ہے، ہم ایسے نہیں، بلکہ ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا ہے، ہم اس سے گئے گزرے ہیں، وہ اپنی گلی و محلے کا حق نمک خوب ادا کرتا ہے، ہمارے ہوتے ہوئے لوگ ناموس رسالت پر حملہ کرتے ہیں اور ہم حق غلامی و امتی کا ادا نہیں کرتے، اگر ہم ناموسِ پیغمبر کا تحفظ کریں گے تو قیامت کے دن شفاعت کے مستحق ٹھہریں گے، تحفظ نہ کیا، یا نہ کر سکے تو ہم مجرم ہوں گے، اور کتے سے بھی بدتر!'' (کمالات انوری ص:)

حضرت بنوریؒ نے "نفحة العنبر" ص:۲۰۴ پر لکھا ہے کہ:

"حضرت شیخ انور شاہؒ فرمایا کرتے تھے کہ: جب میں نے (عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام) کتاب لکھی تو مجھے توقع پیدا ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اس تعلق کے باعث شفاعت فرمائیں گے۔

ختم نبوت کا کام شفاعت کا ذریعہ

حضرت مولانا شمس الحق افغانی فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی وفات سے تین دن پہلے اپنی چارپائی دیوبند کی جامع مسجد کے صحن میں لائے، تمام طالب علموں، اساتذہ اور، علماء کو مخاطب کر کے فرمایا" آپ سب حضرات اور جنھوں نے مجھ سے حدیث شریف پڑھی، ان کی تعداد دو ہزار کے قریب ہوگی آپ سے کہتا ہوں کہ اگر نجات اُخروی و شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہو تو ختم نبوت کا کام کرو، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔ مرزا قادیانی سے تمہیں جتنی نفرت ہوگی اتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہیں قرب نصیب ہوگا، اس لئے کہ دوست کا دُشمن، دُشمن ہوتا ہے، جس طرح دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے" آپؒ کے پیغام وصیت نامہ جو بعد میں "دعوت حفظ الایمان" کے نام سے شائع ہوا، مولانا احمد رضا بجنوری نے پڑھ کر سنایا، سامعین عوام و علماء پر خاص کیفیت طاری تھی، آپؒ کمزوری کے باعث دیوار سے پشت لگا کر لیٹے رہے۔

سنتوں کا چلتا پھرتا نمونہ

آج ہمیں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، حضرت عبد القادر جیلانیؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم جیسے اکابر سے محبت ہے تو محبت کی بنیادیں حُسنِ صورت نہیں، حُسنِ سیرت اور احادیث و سنت پر استوار ہیں۔ ربّ ذو الجلال نے محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کو حسن جمال کے ساتھ ساتھ اخلاق و کمالات اور اتباعِ سنت کی برکات سے مالا مال کر دیا تھا۔ حضرت مولانا قاری محمد

طیب صاحب نے لکھا ہے:

ہم نبی کریم ﷺ کی بہت سی سنتوں کی اصل کیفیت حضرت شاہ صاحب کو دیکھ کر سیکھتے تھے۔ رفتار مسنون انداز کی تھی۔ زمین پر نہایت ہی سبک قدم رکھتے، جس وقت چلتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کا منظر دکھائی دیتا' جس کی کیفیت شمائل کی عام کتابوں میں صحابہؓ نے گویا کہ اوپر سے نیچے کو اُتر رہے ہیں' کے ساتھ بیان کی ہے۔

کھانے کے بعد ہاتھ کو تلوؤں سے ملنے کی سنت کا اہتمام

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کا بیان ہے کہ جب کھانے سامنے آتا تو تواضع کی ایک خاص کیفیت آپ پر طاری ہوتی اور ہر لقمہ کے بعد الحمد للہ پڑھتے رہتے، کھانے سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھوں کو تلوؤں پر ملنے کا مسنون اہتمام علماء میں آپ ہی کے یہاں دیکھا۔ (سیرت انور ص۸۴)

ہر ادا میں اتباعِ سنت کا اہتمام

ہم بہت سی سنتیں حضرت شاہ صاحبؒ کے عمل کو دیکھ کر معلوم کر لیا کرتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد تولیہ یا رومال سے ہاتھ پونچھنے کے بجائے ہمیشہ پاؤں کے تلوؤں سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے۔ اکڑوں بیٹھ کر کھانے کھاتے تھے۔ کھانے میں ہمیشہ تین انگلیاں استعمال فرماتے تھے اور دونوں ہاتھ مشغول رکھتے تھے۔ بائیں ہاتھ میں روٹی، داہنے ہاتھ سے اُسے توڑ توڑ کر استعمال کرتے تھے۔ لقمے ہمیشہ چھوٹے چھوٹے استعمال کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ پاجامہ استعمال کرتے تھے اور پاجامہ نیم ساق (پنڈلی) سے کبھی نیچا نہ ہوتا تھا۔ عمامہ کا استعمال زیادہ ہوتا تھا۔ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جاتے تو فا سعوا الیٰ ذکر اللہ کا منظر سب کو نظر آتا۔ سعی اور دوڑ کی شان، تیز رفتاری اور لمبے لمبے قدم ڈالنے کی چال سے نمایاں ہوتی تھی، حسبنا اللہ تکیہ کلام تھا۔ اُٹھتے بیٹھتے اکثر وبیشتر حسبنا اللہ فرماتے رہتے۔ ایسے ہی موقع بموقع اَللّٰہُ اَجَلُّ فرماتے رہتے۔ (جمال انور ص۷۲)

بیوہ اور سیدہ سے نکاح کروں گا

حضرت شاہ صاحبؒ کافی عرصہ تک نکاح اور شادی کرنے میں تاخیر کرتے ہوئے تجرد کی زندگی کو فوقیت دیتے رہے۔ جب حضرت شاہ صاحبؒ کی عمر تقریباً چوالیس سال کی ہوئی تو اکابر دارالعلوم دیوبند حضرت حبیب الرحمٰن عثمانیؒ اور مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ نے مشورہ کر کے آپ کو نکاح کی ترغیب دی۔ جب رشتہ کی بات چلی تو حضرت شاہ صاحبؒ نے شرط لگائی کہ میں عورت سے نکاح کروں گا جو سیدہ ہو اور بیوہ ہو۔ یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ازدواجی زندگی میں عمل کرنے کا اہتمام تھا، کیونکہ جب آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے پہلے شادی کی تو آپ ﷺ کے عقد میں حضرت خدیجہ آئیں جو سیدہ بھی تھیں اور بیوہ بھی تھیں، ایک جگہ شادی کی بات چلی، وہ عورت نجیب الطرفین سادات میں سے تھی، جب حضرت شاہ صاحب کو اُن کے متمول اور رئیس ہونے کا علم ہوا تو انکار کر دیا۔ بعد میں حضرت حکیم سید محفوظ علی کی ہمشیرہ سے نکاح ہوا۔ (جمال انور ص ۱۶۴)

سوز درون و عشقِ رسول ﷺ

محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد انور شاہؒ کی علمی زندگی سراپا معمورۂ عشق رسول تھی۔ عشقِ رسول ﷺ ان کی زندگی کی سب سے قیمتی متاع عزیز تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب قادیانیت نے اپنے پر پرزے نکالنے شروع کیے تو حضرت شاہ صاحب کے دن کا چین اور رات کی نیند اُڑ گئی، کیونکہ سوزِ درون عشق رسول ﷺ کے راستے کی خشت اول ہے۔

ساری زندگی بغیر وضو مطالعہ نہیں کیا

یہ بھی فرمایا کہ ''میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک دینیات کی کسی کتاب کا مطالعہ بے وضو نہیں کیا''۔ سبحان اللہ! کہنے کو تو یہ بات چھوٹی سی نظر آتی ہے لیکن اُس پر استقامت اور دوام ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ یہ وہ ہی کر سکتا ہے جسے حق تعالیٰ نے ایسے کاموں کے لئے موفق اور میسر کر دیا ہے۔

آخری لمحات میں بھی ایسی اتباعِ سنت

عصر و مغرب کے درمیان بیماری کی شدت بڑھتی رہی، بلکہ مغرب کے بعد سے نزع کی کیفیات طاری ہوگئیں، لیکن ہوش وحواس کی سلامتی اور مکمل تیقظ و بیداری کی وجہ سے آنے جانے والوں اور گھر کے کسی فرد بلکہ تجربہ کار و حاذق طبیب کو بھی اس کیفیت پر نزع کا شبہ نہیں ہوا۔ چوں قضا آید طبیب ابلہ شود۔ وقت گزرنے کے ساتھ آپ کی بے چینی بڑھتی جاتی۔ تشنگی کا یہ عالم تھا کہ چند سیکنڈ کے وقفہ سے پانی کی ضرورت محسوس ہوتی، ایک قریبی عزیز محمد سعید مرحوم خدمت کی آخری سعادت سے بہرہ اندوز تھے۔ آپ بڑی بے تابی کے ساتھ اُٹھتے، ''بھائی سعید! پانی پلاؤ'' کے مضطربانہ کلمہ سے پانی طلب فرماتے۔ چند گھونٹ پی لیتے اور اسی پانی میں انگلیاں تر فرما کر کبھی چہرہ اور کبھی سینہ پر ملتے۔ حسب معمول حسبنا اللہ پڑھتے ہوئے سیدھے لیٹ جاتے، بے تابی سے اُٹھنا، بے قراری سے لیٹ جانا مسلسل ہوتا۔ (جمالِ انور ص ۲۴۱)

علم وکمال کا آفتاب غروب ہوا چاہتا تھا

یہ رات اپنے منظر کے حساب سے بڑی بھیانک تھی۔ رات کی تاریکی بڑھتی جاتی۔ زندگی کے مشرق پر علم وکمال کا آفتابِ جہاں تاب جو نصف صدی سے مصروفِ گردش تھا، جس کی روشنی سے علمی کائنات کے ذرے چمک رہے تھے اور جس کی گرمی سے روح کی گرمی حیات پائے ہوئے تھی، بڑھ کر موت کے مغرب میں چھپا چاہتا تھا۔ ایک تاریکی رات اپنے ساتھ لائی تھی، ایک اندھیرا اس دنیا میں اور پھیلنا چاہتا تھا، جس کیلئے ایک مردِ حق آگاہ کی زندگی اس ناسوتی عالم سے بہ سرعت اپنا تعلق توڑ رہی تھی۔ شب کے گیارہ بجے پندرہ منٹ اور بڑھے اس پر آدھ گھنٹہ کا اضافہ ہوا، ادھر یہ امیر المومنین فی الحدیث موت کے پیہم حملوں سے لاچار ہوکر مصفی و پاکیزہ روح کو قفسِ عنصری سے آزاد کر رہا تھا۔

سفید پوشوں ملائکہ کا ہجوم

میری خالہ کا بیان ہے جن کی زندگی کے اسی سال کی طویل صداقت بیانی ایک شاہدِ عدل کی حیثیت رکھتی ہے کہ میں نے گھر میں جلتے ہوئے چراغ کو پست کیا تو گھر کا پورا صحن سفید پوش انسانوں سے جن کے سروں پر عربی عمامے تھے لبریز ہوگیا۔ کبھی اپنی آنکھوں پر شبہ ہوتا اور کبھی اس منظر پر حیرت ہوتی، کیا یہ دارالعلوم دیوبند کے طلبہ ہیں؟ لیکن آج تو ان کو اندر آنے کی اجازت نہیں، کیا یہ بلند پایہ علماء کا گروہ ہے؟ جنہیں ان کی خصوصیات کی بناء پر اندر آنے کی اجازت مل گئی، لیکن ان کے منور چہرے، عربی طور وطریق میرے تمام تخیلات کو غلط کر دیتے۔ اس خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں تمام انسانوں کی جان ہے، نہ میری آنکھیں دیکھنے میں غلطی کر رہی تھیں اور نہ صورتِ واقعہ کے بیان میں کسی مبالغہ سے کام لیا۔ دیوار پر آویزاں گھنٹہ نے اپنی مانوس آواز میں بارہ بجائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ ایک نا قابلِ گفتی اضطراب کے ساتھ پلنگ پر اُٹھ بیٹھے۔ "بھائی مجھے پانی پلا دو"۔ کانپتے ہاتھوں سے ایک گلاس کو ہونٹوں تک پہنچایا، ابتداء میں حسبنا اللہ اور خاتمہ، کلمہ توحید کے پاکیزہ ورد پر کیا۔ خود ہی چارپائی پر قبلہ رُخ ہوگئے، وہ مقدس ہجوم جس نے گھر کے ماحول کو لبریز کر رکھا تھا کوئی چیز ہاتھوں میں تھام کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا گھر سے باہر جا رہا ہے۔ (جمالِ انور ص ۲۴۳)

کائناتِ علم کا عظیم سانحہ

میں نے جھک کر دیکھا تو پیشانی پسینہ آلود تھی اور شاہ صاحب مرحوم ساکت وصامت لیٹے ہوئے تھے۔ دنیا میں اندھیرا چھا گیا روشنی گل ہوگئی، علم وکمال کا آفتاب غروب ہوگیا اور رشد وہدایت کا چراغ بجھ گیا۔ یہ ۲ صفر ۱۳۵۲ھ اتوار کا دن ختم ہو کر ۳ صفر شبِ پیر تھی۔ تقریباً نصف شب کے وقت کائناتِ علم کا یہ سانحۂ عظیم پیش آیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

امام الحدیث کی وفات اور جنات کی چیخ

اس سانحہ کی اطلاع فوراً دیو بند میں پھیل گئی۔ دارالعلوم دیو بند جہاں طلبہ گرمی کی رات میں اپنے کمروں سے باہر مصروفِ خواب تھے۔ نو درہ کی مشہور عمارت کے سامنے ایک بھیانک پُر درد آواز سنی گئی۔ لوگو! تم سو رہے ہو، امام الحدیث کی وفات ہوگئی۔ آواز کچھ ایسی زہرہ گداز تھی کہ سونے والے جاگ گئے اور سہمے کے سہمے رہ گئے۔ قاری اصغر علی صاحب، حضرت مولانا حسین مدنیؒ کے خصوصی خادم بیان کرتے ہیں کہ اس آواز سے چند منٹ پہلے میں حضرت مدنیؒ کے سر میں مالش سے فارغ ہوا تھا۔ وہ زنان خانے میں تشریف لے گئے۔ ادھر میں اپنے بستر پر دراز ہوا کہ یہ فلک شگاف نعرہ کانوں میں گونجا، میں گھبرا کر اُٹھا دیکھا کہ اندر سے مولانا حسین احمد مدنیؒ برہنہ پاو برہنہ سر باہر تشریف لے آئے۔ مجھ پر خوف کا ایسا غلبہ تھا کہ بے اختیار مولانا کی پناہ گاہ میں آ گیا۔ مولانا مدنیؒ فرما رہے تھے کہ یہ جنات تھے جو حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات پر ماتم کناں ہیں۔ کچھ طلباء نے اس جسم کو دیکھا، جس سے یہ خوفناک آواز نکل رہی تھی۔ اس آواز کو سُن کر طلبہ شاہ صاحبؒ کے گھر پر جمع ہونے لگے۔ (جمالِ انور ص ۲۴۴)

علامہ اقبالؒ کا خراجِ تحسین

سب سے پہلا جلسہ لاہور کا ہے، جس میں علماء وفضلاء کے ساتھ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس شعر کے ساتھ تقریر شروع کی..................

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فرمایا: ''اسلام کی آخری پانچ سو سالہ تاریخ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ایسا بلند پایہ عالم اور فاضل جلیل اب پیدا نہ ہوگا۔ وہ صرف جامع العلوم قسم کی ایک شخصیت ہی کے مالک نہیں تھے بلکہ عصر حاضر کے دینی تقاضوں پر بھی ان کی پوری نظر تھی۔ (جمالِ انور ص ۲۵۰)

آفتاب ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا

چنانچہ آپ کی علالت کا آخری دور گذر رہا تھا تو حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے صاحبزادے نے جو اس وقت دارالعلوم میں طالب علم تھے، خواب میں دیکھا کہ آفتاب ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ مغرب کی نماز حضرت شاہ صاحبؒ کی خانقاہ کی مسجد میں ادا کی۔ بعد نماز ان صاحبزادے نے اپنا یہ خواب حضرت موصوف کو سنایا، سُن کر فرمایا کہ بھائی کسی بہت بڑے عالِم کی وفات ہوگی اور ممکن ہے کہ میری ہی ہو۔

اس خواب کے چند روز بعد ہی مرحوم کا سانحۂ وفات پیش آ گیا۔ بلاشبہ آپ اپنے علم و فضل کے اعتبار سے ایک درخشاں آفتاب تھے اور آپ کا حادثہ آفتابِ علم کا ٹوٹ کر گرنا تھا۔ وفات کے بعد متعدد لوگوں نے ایسے خواب دیکھے جو آپ کی مغفرت کاملہ اور نجات کی جانب مشیر ہیں۔ (جمالِ انور ص ۲۵۴)

فنافی الرسول کا جنازہ ہے

مولوی عبدالواحد صاحب نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک جنازہ ہے اور اس کے پیچھے اتنا بڑا ہجوم جسے شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔ مخلوق جنازے کے پیچھے دوڑ رہی ہے اور ہجوم بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ میں بھی اسی ہجوم میں شریک ہوگیا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ بتایا گیا کہ یہ جناب رسول اکرم ﷺ کا جنازہ ہے جسے لوگ تبرکاً اور حصولِ برکت کیلئے کاندھا دینے کیلئے دوڑ رہے ہیں۔ میں نے ہجوم سے کہا کہ ذرا ٹھہرو ٹھہرو۔ میں جنابِ رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت کرنا چاہتا ہوں، میری بیقراری پر جنازۂ مبارک زمین پر رکھ دیا گیا اور ہجوم نعش مبارک کے قریب سمٹنے لگا۔ میں نے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹائی تو وہ بعینہٖ چہرہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا تھا۔ (جمالِ انور ص ۲۵۴)

انور شاہ کے سینے میں کتب خانہ محفوظ ہے

میں ایسے حضرات کو بھی جانتا ہوں جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہیں اور ایسے حضرات کو بھی جانتا ہوں جن کو صحیحین حفظ یاد ہیں لیکن ایسا عالم کہ کتب خانہ کا کتب خانہ ہی جس کے سینے میں محفوظ ہو، سوائے، سوائے حضرت مولانا انور شاہ کے کوئی نہیں دیکھا۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں "اس قسم پر کوئی کفارہ نہیں جو اس امر پر کھائی جائے کہ مولانا انور شاہؒ اس زمانے میں بے نظیر عالم ہیں"۔

حکیم الامت مجدد ملت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹ ستمبر ۱۸۶۳ء میں تھانہ بھون میں پیدا ہوئے اور ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو بمقام تھانہ بھون وصال فرمایا۔ کم وبیش ایک ہزار کتب ورسائل کے مصنف ہیں جن میں تفسیر ''بیان القرآن'' اور ''بہشتی زیور'' کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ تصنیف وتالیف کا یہ کام روزانہ عصر ومغرب کے درمیان کرتے تھے ورنہ فرصت ہی نہ ملتی تھی۔ ۱۸۹۸ء میں مکہ مکرمہ جا کر حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ مولانا کے علم وفضل اور تقویٰ کے مخالفین بھی قائل رہے۔ علمائے دیوبند میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے علی الاعلان مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح بانی پاکستان کی حمایت کی گو آپ کو قتل تک کی دھمکیاں دی گئیں۔

حضرت تھانوی کا کشف

۱۹۴۳ء میں نماز تہجد کے بعد ایک رات مراقب تھے کہ معاً کشفاً معلوم ہوا کہ پاکستان بن گیا۔ اپنے بھانجے مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو طلب کیا اور فرمایا کہ میرا وقت قریب ہے۔ اگر زندہ رہتا تو پاکستان کے لئے خود کام کرتا۔ مشیت ایزدی یہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ خطہ زمین بنے۔ قیام پاکستان کے لئے جو کچھ ہو سکے کر گزرنا، تم دونوں عثمانی ہو ایک عثمانی میری اور دوسرا عثمانی قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھائے گا اور یہی ہوا کہ مولانا ظفر احمد عثمانی نے مولانا تھانوی کی اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ نے قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ بھی فرمایا کہ قائداعظم پاکستان بن جانے کے بعد فوت ہوں گے۔ یہ تمام باتیں لفظ بہ لفظ درست نکلیں۔ سینکڑوں جید عالم آپ کے مرید وخلیفہ ہوئے، مثلاً: علامہ سید سلیمان ندوی، مفتی محمد حسن امرتسری ثم لاہوری، مولانا محمد رسول خان، مفتی محمد شفیع، قاری محمد طیب صاحب رحمہم اللہ وغیرہم۔ دارالعلوم دیوبند کے

چار بڑے عہدیداروں میں تین پاکستان کے حامی تھے۔ سرپرست مولانا تھانوی، صدر مہتمم مولانا شبیر احمد عثمانی، مہتمم قاری محمد طیب صاحب رحمہم اللہ، البتہ صدر مدرس مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف بھی کسی غرض پر نہیں بلکہ دیانت اور خلوص پر مبنی تھا۔

سیرت نبی ﷺ پہ عاشقانہ کتاب

آپ کی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' سیرت نبوی ﷺ پر ایک عجیب عاشقانہ وعارفانہ کتاب ہے۔ اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

''طاعون کا ایک متبرک علاج، من جملہ اور علاجوں کے ذکر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ہے اور یہ علاج تجربے میں آیا ہے۔ میں نے ایک کتاب ''نشر الطیب'' لکھی حضور ﷺ کے حالات میں۔ اس کے لکھنے کے زمانے میں خود اس قصبے (تھانہ بھون) میں طاعون تھا۔ میں نے یہ تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کچھ حصہ لکھا جاتا تھا اس روز کوئی حادثہ نہیں سنا جاتا تھا اور جس روز ناغہ ہو جاتا تھا، اس روز دو چار اموات سننے میں آتی تھیں۔ ابتداء میں تو میں نے اس کو اتفاق پر محمول کیا، لیکن جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ حضور ﷺ کے ذکر مبارک کی برکت ہے۔ آخر میں نے یہ التزام کیا کہ روزانہ اس کا کچھ حصہ ضرور لکھ لیتا تھا۔

آج کل بھی لوگوں نے مجھے طاعون کے متعلق اطراف وجوانب سے لکھا ہے تو میں نے ان کو بھی جواب میں یہی لکھا ہے کہ ''نشر الطیب'' پڑھا کرو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجلس منعقد کی جائے اور اس میں مٹھائی منگوائی جائے اور ایک شخص بیٹھ کر پڑھے اور سب سنیں...... مطلب یہ ہے کہ دوسرے وظائف کی طرح سے روزمرہ اس کا بھی وظیفہ مقرر کرلیا جائے۔ یہ نہیں کہ سال بھر میں ایک دو مقرر تاریخوں پر کرلیا اہل محرم کی طرح اور پھر سال بھر کروٹ بھی نہ لی۔'' (مواعظ میلاد النبی ج ا،ص ۱۳۲)

''ماہ ربیع الاول شریف کو شریف اس لئے کہا کہ حضور ﷺ کی اس ماہ میں ولادت ہوئی ہے اور جس زمانے میں آپ کی ولادت ہوئی وہ ماہ ایسا نہیں کہ حضور ﷺ کی ولادت

سے اس میں شرف نہ آئے، جیسے ولادت شریف کا مکان اسی وجہ سے معظم ہے کہ حضور ﷺ کی جائے ولادت ہے، چنانچہ وہ موضع شریف محفوظ ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔'' (وعظ ''الظہور'' ص ۲۰)

حضور ﷺ کا ذکر تو جز وایمان ہے

ایک موقع پر بڑی صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا؛

''پس ہم پر خالص تہمت اور محض افتراء اور نرا بہتان ہے کہ توبہ، توبہ، نعوذ باللہ! ہم لوگ حضور ﷺ کے ذکر شریف یا اس پر خوش ہونے سے روکتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ حضور ﷺ کا ذکر تو ہمارا جز وایمان ہے۔ ہاں جو شے خلاف ان قوانین کے ہوگی جن کی پابندی کا ہمیں خود حضور ﷺ نے حکم فرمایا ہے اس سے البتہ ہم روکیں گے۔'' (وعظ ''السرور'' ص ۵۹)

ایک طرف ترک مسلمان اسلام اور آزادی کی خاطر جانیں لڑا رہے تھے اور اپنی گردنیں کٹوا رہے تھے تو دوسری طرف ہندوستان کے مسلمان غفلت کے اندھیروں میں کھوئے ہوئے تھے۔ حکیم الامتؒ نے انہی دنوں وعظ فرمایا اور غافل وخوابیدہ دلوں کو عشقِ رسول ﷺ کا حوالہ دے کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

''اب ربیع الاول کا مہینہ ہے۔ اس میں بہت جگہ مولود ہوا ہوگا۔ ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تم نے اپنے حظ (مزہ) کو محفوظ رکھا لیکن حضور ﷺ کے اسلام پر جو اس وقت سخت مصیبت آرہی ہے اور ڈانواں ڈول ہو رہا ہے اس کی تم نے کیا مدد کی؟ اس کو کیا سہارا پہنچایا؟ افسوس ہے کہ امسال بجائے اس مہم ''امداد اسلام'' کے بعض مقامات پر محض عید میلاد النبی کے منانے کو مٹھائی کے واسطے چھ سو روپے کا چندہ ہوا۔ ایک وہ مسلمان ہیں کہ اسلام کی خدمت کے لئے اپنی گردنیں کٹا رہے ہیں اور ایک یہ ہیں کہ ان کو مٹھائی کھانے کو سوجھ رہی ہے۔''

''ان سے قسم دے کر پوچھا جائے کہ اگر اس وقت حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا جاتا کہ یہ چھ سو روپے ہم مٹھائی میں خرچ کر دیں یا آپ کے

جانبازوں پر لگادیں تو کیا حضور ﷺ یہ رائے دیتے کہ مٹھائی میں صرف کردو۔ صاحب! کسی دردمند کو ایسے وقت میں مٹھائی کا کھانا بھلا معلوم ہوسکتا ہے؟ ہائے کس منہ سے ایسی حالت میں بھی لوگوں سے مٹھائی کھائی جاتی ہوگی۔ کیسی بے حسی ہے! کتنا بڑا ظلم ہے! اور پھر غضب یہ ہے کہ یہ لوگ دعویٰ محبت کرتے ہیں۔ کیوں صاحب! آپ نے تو مولود شریف کیا اور ترکوں نے اپنی جان لڑائی تو کون شخص محب رسول ﷺ ہوا؟'' (وعظ ''النور'' ص ۱۳۰)

ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ۲۵ سال کی فیس جمع کرادی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بانی و امیر اول مجلس تحفظ ختم نبوت، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ بانی مدرسہ خیر المدارس ملتان کے ہمراہ قطب الارشاد حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امیر شریعت حضرت شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ:

''حضرت! میں نے مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ایک شعبہ تبلیغ ختم نبوت قائم کیا ہے۔ (بعد میں تقسیم ملک کے کافی عرصہ بعد مجلس تحفظِ نبوت کے نام سے رد قادیانیت کے لئے باضابطہ ایک جماعت تشکیل دی گئی جس کے سب سے پہلے امیر حضرت امیر شریعتؒ منتخب ہوئے، الحمدللہ یہ جماعت آج بھی قائم ہے اور غیر سیاسی جماعت کی حیثیت سے اندرون و بیرون ملک کام کر رہی ہے) اس شعبہ تبلیغ ختم نبوت کا کام صرف اور صرف ختم نبوت کا تحفظ اور رد قادیانیت اور تبلیغ اسلام ہے اس کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔''

یہ سن کر حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا:

''اس شعبۂ کی رکنیت کی سالانہ فیس کتنی ہے''

حضرت امیر شریعتؒ نے عرض کیا کہ ''ایک روپیہ سالانہ''

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے پچیس روپے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا:

"پچیس سال کی رکنیت کی فیس اور اگر میں ان پچیس سالوں سے پہلے فوت ہوگیا تو ختم نبوت (جماعت) کے رکن کی حیثیت سے میری موت ہوگی اور خدا کرے اسی طرح ہو۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی اور حسنِ اتفاق کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال اسی عرصہ میں ہوا۔

بیان القرآن اور حضور ﷺ کی بشارت

خواب میں دیکھا ایک صاحب نے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ کسی آیت کا مطلب اس خواب دیکھنے والے نے حضور ﷺ سے پوچھا۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "بیان القرآن" میں دیکھو۔ بیان القرآن تفسیر ہے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی۔ انہوں نے یہ خواب مولانا تھانویؒ کو لکھا تو مولانا تھانویؒ نے فرمایا۔

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

کہ اس خوشخبری پر اگر میری جان بھی قربان ہو تو ٹھیک ہے۔ پھر ساری رات نہیں لیٹے۔ برابر درود شریف پڑھتے رہے۔

تین دن تک جائزہ، کوئی عمل سنت کے خلاف نہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف سے آج ایک دنیا فیض یاب ہو رہی ہے، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ ہم اتباع سنت کا بہت ذکر کرتے ہیں، مگر اس کا کچھ حصہ ہمارے اعمال میں ہے بھی کہ نہیں؟ چنانچہ میں تین دن تک صبح سے رات تک اپنے تمام اعمال کا بغور جائزہ لیتا رہا، دیکھنا یہ تھا کہ کتنی اتباع سنت ہم لوگ عادتاً کرتے ہیں، کتنی اتباع کی توفیق علم حاصل کرنے کے بعد ہوئی اور کتنی باتوں میں اب تک محرومی ہے؟ تین دن تک تمام امور زندگی اور معمولاتِ روز و شب کا جائزہ لینے کے بعد اطمینان ہوگیا کہ معمولات میں کوئی عمل خلافِ سنت ہیں۔

جنت کی تمنا اور آپ ﷺ کی ذات مبارک

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: کہ جنت کی اصل تمنا اور آرزو زیادہ اس لئے ہے کہ وہاں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوگی۔ گویا جنت بھی آپ ہی کی ذات بابرکات سے مقصود ہوگئی، جنت تو جنت، آپ کی شان یہ ہے کہ دنیا میں بھی جس مقام پر آپ ہوں وہ مقصود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے، لااقسم بھذا البلد یعنی آپ کی اقامت کی وجہ سے یہ شہر اس درجہ مکرم ہو گیا ایسی بے نظیر ذات کہاں سے لاؤ گے؟ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: حقیقت میں آپ ﷺ کی اداؤں کی یہ حالت ہے

فرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایجا است

آپ ﷺ کی جس ادا کو بھی دیکھو اس میں غضب کی دلربائی ہے، پھر کمال یہ ہے کہ اس میں نہ تصنع ہے نہ تکلف، بلکہ ایک بے ساختہ حال ہے۔ (ماہنامہ الحسن، خصوصی اشاعت بیاد حضرت حکیم الامت نومبر، دسمبر ۱۹۹۸ء)

بڑا ادب یہ ہے کہ اپنی خواہش کو فنا کر دے

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حقیقت ادب کو سمجھا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول ﷺ کے تشریف لانے کے وقت کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ آپ کو کھڑا ہونا ناگوار ہے۔ اگر کوئی صحابہ کو دیکھے کہ حضور تشریف لائے اور وہ بیٹھے ہوئے ہیں تو آج کل کے لوگ تو ان کو بے ادب کہتے، مگر بڑا ادب یہ ہے کہ اپنی خواہش کو فنا کر دے، کھڑا ہونے کو جی چاہتا ہے بیٹھا نہیں جاتا مگر دل پر جبر کر کے بیٹھے ہیں۔ (اصلاح المسلمین، افاداتِ تھانویؒ ۱۴۴)

گھر والوں سے حسن سلوک اور ازواج کے درمیان عدل:

حکیم الامت کے دو مکانات تھے اور دونوں کو اپنی ازداج کی ملکیت میں دے

چکے تھے۔ آپ سخت گیر نہ تھے، کبھی گھر والوں سے تکلف و تحکم کا برتاؤ نہ کیا بلکہ ہمیشہ بہت محبت، شفقت اور لطف و کرم سے پیش آتے تھے اور گھر میں بہت ہشاش بشاش رہتے، گویا اس ارشاد نبوی ﷺ کی تفسیر بن جاتے کہ ''تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے۔'' اپنی ازواج کے مہمانوں کی پوری خاطر مدارت کرتے اور ان کے بچوں سے خوب مزاح فرماتے، کیونکہ اپنے سردار مطاع حضور ﷺ کا طرز یہی تھا۔

اتباع رسول ﷺ میں ہی قرب الٰہی ہے

باوجود کثرت مشاغل کے روزانہ گھر پابندی سے تشریف لے جاتے تاکہ ان کی خبر گیری و دلداری رہے ان کی بیماری پر پوری فراخ دلی سے روپیہ صرف فرماتے اور ضرورت ہوتی تو دور دراز مقامات پر خود لے جا کر علاج کرواتے، اس طرح ''تعلق مع اللہ'' کے بہانے ''حقوق العباد'' کو کبھی پامال ہونے نہ دیتے تھے، یہ تو ان راہبوں یا جوگیوں اور دوکانداروں کا شعار ہے جو سنت نبوی ﷺ سے ناآشنا ہیں، جن کے نزدیک عبادت اور تعلق مع اللہ کا رشتہ اتنا نازک اور کوتاہ ہے کہ مسجد و خانقاہ کے باہر قدم رکھتے ہی تار تار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ سنت کے اتباع میں جو فعل خواہ مسجد و خانقاہ میں ہو، خواہ گھر اور بازار میں، عین عباد ت اور ترقی قرب کا موجب ہے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے دو عقد کر کے عدل و انصاف کی وہ نظیر قائم کی کہ اب لوگوں کے لئے عقد ثانی کی جراُت مشکل ہوگئی، خود فرماتے تھے:

''میں تو ایک باری میں دوسری کا خیال لانا بھی خلافِ عدل سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے اس کی طرف توجہ میں کمی ہوگی جس کی باری ہے۔ اور یہ اس کی حق تلفی ہے۔ اب میں اپنے کپڑے خانقاہ میں رکھتا ہوں کیونکہ اگر میں ایک گھر میں رکھتا ہوں دوسرے گھر والوں کو شکایت ہوتی کہ ہمارے ساتھ اتنی خصوصیت نہیں جتنی دوسری کے ساتھ ہے۔''

ہر کام میں رسول ﷺ کی اتباع

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے متوازن مزاج اور عاشق سنت ہونے کی یہ بھی

دلیل ہے کہ ہر امر میں جہاں تک گنجائش ہوتی سہولت ہی پسند فرماتے تھے کیونکہ حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کو جب دو چیزوں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ہمیشہ اسی چیز کو اختیار فرمایا جو ان دونوں میں آسان تھی۔" راز یہ ہے کہ اس میں اپنی کم طاقتی کا اعتراف ہے اور اپنی درماندگی کا اظہار، اور یہی عاجزی و تواضع "عبدیت" کا خلاصہ ہے!!

دیکھنے والوں نے دیکھا اور صبح سے شام اور شام سے صبح تک، مہینوں نہیں برسوں تک دیکھا کہ اگر خلاف دین اور خلافِ سنت امور پر آپ برہم ہو جاتے تھے تو دوسرے طرف قلبی شفقت کا یہ اثر تھا کہ عام مسلمان پروانہ وار آپ کے اطراف گھر آتے تھے اور جو بظاہر زبان سے جھڑکے جاتے تھے وہ بھی دراصل دل سے کھنچے ہی جاتے تھے۔ آپ کا غصہ بھی احیائے سنت کے لئے ہوتا تھا اور آپ کی شفقت اور محبت بھی اتباع سنت میں ہوتی تھی۔ ان کا ہر عمل عشق رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔

حضور ﷺ کے حقوق

حضور سے سچی محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے جتنے بھی حقوق ہیں ان سب کو پورے طور پر ادا کیا جائے آپ کی محبت کے ساتھ ساتھ آپ کی عظمت، آپ کی اطاعت، اسوۂ حسنہ کی پیروی، غرضیکہ سارے حقوق پورے پورے ادا ہوں ایک طرف قلب بھی عشق رسول ﷺ میں چور چور ہو تو دوسری طرف آپ کی اطاعت کا دامن بھی مضبوطی سے تھاما جائے، یہی کامل محبت کی علامت ہے۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے تین حق ہیں۔

ا۔ حق اطاعت، ۲۔ حق محبت، ۳۔ حق عظمت۔ سو زیادہ حصہ ان لوگوں کا ہے جو صرف زبانی محبت پر اکتفاء کرتے ہیں ان کو حضور ﷺ کی اطاعت کی خبر، نہ حقیقی محبت کی خبر، نہ عظمت کی، بس اس کو کافی سمجھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ذکر کر لیا جائے۔ محبت بے شک بڑا حق ہے لیکن حضور کی محبت کا مقتضا یہ بھی ہے کہ اطاعت کی جائے اس کا مقتضا یہ بھی ہے کہ تعظیم کی

جائے۔ چنانچہ دنیا میں جس سے محبت وخلوص ہوتا ہے اس کا کہنا مانا جاتا ہے اس کی عظمت قلب میں ہوتی ہے، خود اس کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف نہ کیا جائے۔ سو محبت کامل وہ ہے کہ رگ رگ عشق سے چور ہو اور سارے حقوق ادا کیے جائیں۔

نبی خاتم پہ جو سو جان سے قربان ہوتے ہیں
خدا شاہد ہے وہی صاحب ایمان ہوتے ہیں

معیار محبت، کوئی سنت ہاتھ سے نہ جائے

ایک مرتبہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ تھانہ بھون سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں دعوت میں تشریف لے جا رہے تھے اور اہلیہ محترمہ بھی ساتھ تھیں جنگل کا سفر تھا کوئی اور شخص بھی ساتھ نہیں تھا جب جنگل کے درمیان پہنچے تو خیال آیا کہ الحمدللہ حضور اقدس ﷺ کی بہت سی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہوگئی ہے لیکن اہلیہ کے ساتھ دوڑ لگانے کی سنت پر ابھی تک عمل کرنے کا موقع نہیں ملا آج موقع ہے کہ اس سنت پر بھی عمل ہو جائے چنانچہ اس وقت آپ نے دوڑ لگا کر اس سنت پر بھی عمل کر لیا ظاہر ہے کہ دوڑ لگانے کا کوئی شوق نہیں تھا لیکن نبی کریم ﷺ کی سنت، اتباع، عشق ومحبت کی وجہ سے ہی یہ دوڑ لگائی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو کیا خوب پاس محبت تھا۔ (ارشادات اکابر ص ۵۷)

جبہ مبارک ﷺ کا ادب

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا نامزد جبہ شریف جو جلال آباد میں ہے اور اپنے اکابر سے اس کی تصدیق وجدانی سنی ہے، جب تھانہ بھون آتا ہے اگر چہ اس مکان کی طرف جہاں وہ رکھا ہوا ہوتا ہے، پاؤں کرنا جائز ہے، مگر غلبہ ادب کی وجہ سے غالب احوال میں اس طرف پاؤں نہیں کرسکتا۔

جبہ شریف کی زیارت نہایت شوق وذوق کے ساتھ کی

حضرت خواجہ صاحب اس کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت نے جبہ شریف کی

زیارت نہایت شوق وذوق کے ساتھ کی اور اس طرح کہ اس کے خدام سے یہ اجازت لے لی کہ مجھ کو بالکل تنہائی میں زیارت کا موقع دیا جائے، چنانچہ وہ لوگ خود بھی ہٹ گئے اور حضرت والا نے بالکل تنہائی میں نہایت ذوق وشوق کے ساتھ خوب اطمینان سے زیارت کر کے اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچائی۔ اس وقت حضرت والا پر نہ معلوم کیا کیا کیفیات طاری ہوئی ہوں گی جن کی حضرت والا کے سوا اور کسی کو خبر نہیں۔

مجدد ملت، مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو زیارت نبی ﷺ اور عظیم الشان مبشرات

ذیل میں چند ایسی مبشرات جو حضرت تھانویؒ نے خود دیکھی ہیں یا دیگر علماء اور آپ کے متعلقین کو دکھائی گئی ہیں تحریر کی جارہی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانویؒ کو دربار الٰہی اور دربار رسالت میں کیا مقام حاصل تھا

رسول ﷺ کی امامت میں نماز

ایک مسجد میں جو کہ مشابہ جامع مسجد کانپور کے ہے نماز باجماعت ہو رہی ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ خود امام ہیں۔ میں بھی صف میں داہنی جانب ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضرت رسول اللہ ﷺ حج وداع کے لئے تشریف لائے ہیں اور اب مدینہ شریف تشریف لے جائیں گے۔ یہ بھی یاد آتا ہے کہ اب ذی الحجہ ہے اور ربیع الاول میں آپ ﷺ کا وصال ہو جائے گا تو کل تین ماہ حیات مبارکہ کے باقی ہیں۔ اس لئے خیال کر رہا ہوں کہ میں بھی ہمراہ آپ کے چلوں گا اور جب تک آپ ﷺ اس عالم میں تشریف رکھتے ہیں حدیثیں سن سن کر خود لکھوں گا (یہ خواب خود حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تھا)۔

(اشرف السوانح حصہ سوم بقلم عزیز الحسن صاحب وعبدالحق صاحب صفحہ ۱۸۱)

رسول ﷺ نے فرمایا: ہم نے تم کو عزت دی

☆ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بچپن میں خواب بہت دیکھتا تھا، اب تو بالکل نظر نہیں آتے۔ تعبیر حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مدرس اول دارالعلوم دیوبند) سے لیا کرتا تھا۔ مولانا نے بعض اوقات استخارہ تک مجھ سے کرایا ہے کہ تجھے خواب سے مناسبت ہے۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا دیوبندی (شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ) کے مردانہ مکان میں دروازہ کے سامنے جو چبوترا ہے اس کے کنارے پر ایک چارپائی بچھی ہے اور اس پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں، جو نہایت نازک، دبلے پتلے، اچھا قد نہایت نفیس اور قیمتی کپڑے پہنے ہیں۔ انہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا، جس پر لکھا ہوا تھا کہ ہم نے تم کو عزت دی اور اس کاغذ پر بہت سی مہریں تھیں، جو نہایت صاف تھیں اور ان پر لکھا ہوا تھا ''محمد'' (ﷺ) (حضرت رسول ﷺ کو حلیہ شریف میں دیکھنا کچھ ضروری نہیں)۔ اسی خواب میں پھر یوں دیکھا کہ تھانہ بھون میں شادی لال تحصیلدار کے مکان میں پھاٹک سے متصل جو مکتب تھا اس کے اندر کے درجہ میں ایک انگریز اجلاس کر رہا ہے۔ لباس اس کا بالکل سیاہ ہے (یہ معلوم نہیں مکان میں کیونکر پہنچا) اس نے مجھے ایک پرچہ دیا، اس میں بھی یہی عبارت تھی کہ ہم نے تم کو عزت دی۔ اس میں بھی بہت سی مہریں تھی مگر صاف نہ تھی۔

میں نے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خواب عرض کیا تو فرمایا کہ تم کو دین اور دنیا کی عزتیں نصیب ہوں گی (کیسی برجستہ تعبیر ہے، دنیا جس کا مشاہدہ کر رہی ہے)

اشرف علی کی کتابوں پر عمل کرتے رہنا

جمعۃ الوداع کی شب کو فدوی نے ایک خواب دیکھا کہ بندہ کسی جگہ پر بیٹھا ہوا حلقہ کر رہا ہے۔ اوپر سے ایک تخت نمودار ہوا جس میں چار چراغ روشن تھے اور چار ہی اصحاب رضی اللہ عنہم نظر آئے، وہ اصحاب مجھے تخت پر بٹھا کر ہمراہ لے گئے۔ تخت جنگلوں میں سمندروں پر سے گزرا یہاں تک کہ ایک مسجد دکھائی دی۔ یہاں وہ تخت ٹھہرا اور وہاں ہم نے

نماز پڑھی۔ مسجد کی پشت پر ایک نہر بہتی تھی جس سے ہم سب نے پانی پیا، تخت پر بیٹھ کر ہم پھر روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک بازار آیا جس میں ہر قسم کا سامان فروخت ہو رہا تھا، انہوں نے یہ تخت بازار میں ٹھہرالیا۔ ایک بازار آیا جس میں ہر قسم کا سامان فروخت ہو رہا تھا۔ ایک دکان پر لکھا ہوا تھا، یہاں پر رشیدیہ اور اشرفیہ کتابیں ملتی ہیں۔ میں نے یہ پڑھ کر ان بزرگوں سے کہا کہ وہ مجھے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں دیں، انہوں نے چار کتابیں مجھے دیں۔ ان سے وہ کتابیں لے کر پھر اسی تخت پر بیٹھا جو پھر اسی طرح رخصت ہوا۔ پھر ایک سفید مکان نظر آیا جس پر سبز پودے پڑے ہوئے تھے، وہاں تخت ٹھہر گیا اور ایک کمرہ کے اندر یہ چاروں بزرگ بھی چلے گئے۔ اس کمرہ میں اس قدر تیز روشنی تھی کہ میں تاب نہ لاسکتا تھا اور وہاں نہ کوئی چراغ اور نہ بتی نظر آتی تھی، وہاں پر تکیہ اور قالین بچھا ہوا تھا جس پر حضرت رسول اللہ ﷺ کو سفید اونی کپڑے پہنائے جارہے تھے۔ کپڑے پہننے کے بعد آپ ﷺ اس تکیہ سے کمر لگا کر بیٹھ گئے۔ دروازہ کے باہر آپ ﷺ کے سامنے میں کھڑا ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھے اندر بلالیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کا خادم ہے، میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور مصافحہ کیا۔ ایک گلاس پانی آیا جس کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے نوش فرمایا اور چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی وہ پیا اور اس کا باقی بچا ہوا پانی میں نے پیا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مولانا اشرف علی کی کتابوں پر عمل کرتے رہنا اور دوسروں کے کہنے سننے سے نہ رکنا۔ (شریف احمد ثقہ، تحصیل وضع کرنال)

(حیات اشرف از غلام محمد بی اے عثمانیہ یونیورسٹی (حیدر آباد دکن) صفحہ ۹۶ تا ۹۸) (اس رویا سے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ عالی، آپ کے سلسلہ کی صحت و مقبولیت، آپ کے فیوض علمی کی حقانیت اور اس دور میں آپ کے متروکہ خزانہ علمی کی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے۔ حیات اشرف)

محبوب ﷺ کا سلام اور حضرت تھانویؒ کا مقام

ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں ایک بزرگ نے جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شناسا نہ تھے، حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اشرف علی صاحب کو میرا سلام پہنچادو" ان بزرگ نے عرض کیا کہ میں تو ان صاحب سے واقف نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ظفر احمد کے ذریعہ" (مولانا ظفر احمد عثانی، مولانا تھانوی رحمہما اللہ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ڈھاکہ میں مقیم ہیں اور یہ بزرگ ان سے واقف ہیں) چنانچہ صبح کو ان بزرگ نے مولانا ظفر احمد سے یہ واقعہ بیان کیا اور مولانا موصوف نے اس کی اطلاع حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو روانہ کردی۔ جب مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تک یہ مژدہ پہنچا تو آپ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور بے ساختہ زبان سے نکلا، وعلیکم السلام یا نبی اللہ (ﷺ) اور اس کے بعد فرمایا: آج تو دن بھر صرف درود شریف ہی پڑھوں گا اور باقی سب کام بند۔ (اس سے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان عالی اور عند اللہ آپ کی مقبولیت اور محبوبیت عیاں ہے)

حیات اشرف از غلام محمد صاحب بی، اے عثمانیہ صفحہ ۹۸، ۹۹)

حضرت تھانویؒ کا نام یاد رکھو

چونکہ غریب الوطن کو تین سال ہو گئے ہیں کہ وطن سے آیا ہے اور بندہ کا یہ خیال تھا کہ کہیں پیر کامل کی قدم بوسی کروں۔ مدت ہوگئی بندہ اسی پریشانی میں تھا کہ بندہ نے خواب میں دیکھا وہ یہ کہ حضرت رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کے ساتھ ایک صندوق تھا مسدس۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو رکھو اور اس صندوق کے ہر جانب اسماء مکتوب تھے اور فوق جانب "راقم محمد ﷺ" یہ لفظ بعینہ تھا اور شرق جانب میں جناب (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کا نام تھا۔ اس طریق پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے آپ کے نام کی طرف اشارہ فرمادیا اور مجھے فرمایا کہ اس نام کو یاد رکھو اور حضرت رسول اللہ ﷺ صندوق سے شمال کی جانب تھے اور

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ جنوب کی جانب تھے۔ (اشرف السوانح حصہ سوم صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۰)

رسول ﷺ اور صحابہ کے ہمراہ

بتاریخ ۱۹ ذی الحجہ بروز بدھ ۲ بجے رات کو عالمِ رویا میں دیکھتا ہوں کہ حضور (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کے ہمراہ بہت سے مرید ہیں جو حضور کے بائیں جانب برابر چلے جارہے ہیں اور فدوی داہنی جانب دائیں ہاتھ کے قریب پشت مبارک سے نہایت متصل جارہا ہے۔ یہاں تک کہ ایک میدان یا احاطہ میں پہنچ گئے۔ حضرت تھانویؒ وہاں کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا دربار ہے خوب غور سے دیکھو۔ فدوی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم ایک بڑے تخت پررونق افروز ہیں اور ایک مجمع کثیر حلقہ باندھے کھڑا ہے، لیکن فدوی کو یہ تمام مجمع اور تخت مبارک اور حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم دھندلے نظر آرہے ہیں۔ فدوی نے حضرتؒ سے نہایت گریہ وزاری سے عرض کیا کہ مجھے حضرت رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور صاف نہیں دکھائی دیتا، اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ذکر کی کثرت کیا کرو۔ انشاء اللہ صاف دکھائی دے گا، فدوی کی اس وقت بحالت زاری آنکھ کھل گئی۔ (اشرف السوانح حصہ سوم صفحہ ۱۹۰)

امت کے اصلاح اور مجدد ہونے کے بشارت

حضرت محسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ مشہور نعت گو شاعر کے فرزند مولانا انوار الحسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب ذیل میں درج ہے، جس سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے منجانب اللہ مقام ارشاد پر فائز ہونے اور اپنے وقت کے مجدد ہونے کی بشارت ملتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے سفرِ حج میں بمقام مدینہ طیبہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خواب دیکھا، حالانکہ اس زمانہ میں مجھ کو ان سے کوئی خاص عقیدت نہ تھی، البتہ ایک

بڑا عالم ضرور سمجھتا تھا اور میرا خاندان بھی علمائے حق کا زیادہ معتقد نہ تھا۔ غرض مدینہ طیبہ میں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مجھے بعید سے بعید خیال بھی نہ تھا کہ ایک شب میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ ایک چار پائی پر بیمار پڑے ہیں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تیمارداری فرمارہے ہیں اور ایک بزرگ دور بیٹھے دکھائی دیئے جن کے متعلق خواب ہی میں معلوم ہوا کہ یہ طبیب ہیں۔ آنکھ کھلنے پر فوراً میرے ذہن میں یہ تعبیر آئی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تو خیر کیا بیمار ہیں، البتہ آپ ﷺ کی امت بیمار ہے اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تیمارداری یعنی اصلاح فرمارہے ہیں، لیکن وہ بزرگ جو دور بیٹھے نظر آرہے تھے سمجھ میں نہ آئے کہ کون تھے۔ واپسی ہند پر میں نے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ خواب لکھ کر بھیجا اور جتنی تعبیر میری سمجھ میں آئی تھی وہ بھی لکھ دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بزرگ طبیب کون تھے جو دور بیٹھے تھے۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ وہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان ہیں اور چونکہ وہ ابھی زمانا بعید ہیں اس لئے خواب میں بھی مکاناً بعید دکھائی دیئے۔ (حیات اشرف از غلام محمد صاحب بی اے عثمانیہ صفحہ ۹۰)

سات مرتبہ استخارہ اور رسول ﷺ کی بشارت

کمترین ایک مدت سے شیخ کامل کا خواہش مند تھا۔ ملے بہت سے مگر کوئی بھی باشریعت نہ ملا۔ آخر مجبور ہو کر متواتر سات مرتبہ استخارہ کیا۔ آخری تین مرتبہ حضور (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق حضرت رسول اللہ ﷺ نے زیارت کے بعد مجھ کو بشارت دی۔ تصدیقِ خواب کے واسطے متعدد اشخاص سے معلوم کیا۔ آخری خواب میں تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے بالکل واضح بتایا، اب اسی وقت سے حضور کا اشتیاق ہے۔ واقعات خواب مفصلاً بوقتِ ملاقات یا بہ فرمان حضور کے عرض کروں گا۔ اب جس طرح حضور ارشاد فرمائیں بندہ تعمیل کرے گا (غلام قادر سکنہ بھیلہ۔ ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر، ڈاک خانہ ڈھلوان) (اصدق الرویا حصہ دوم بابت ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

مدت گزری کہ ناچیز نے خواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کو مع چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دیکھا تھا اور حضرت والا (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑا دیکھا تھا۔ (سعادت حسین نظام پوری) (اصدق الرویا حصہ دوم بابت ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) مع آٹھ دس علماء کے ایک مسجد میں بیٹھے حضرت رسول اللہ ﷺ سے گفتگو فرمارہے ہیں۔ (محمد ابراہیم ہیڈ مولوی مدرسہ اسلامیہ۔ لاڑوا، ڈاک خانہ رامپور بازار پٹنہ) (اصدق الرویا حصہ دوم بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

رسول ﷺ کو بھی آپؒ کا بیان پسند ہے

حضرت رسول ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کی خدمت میں ہمارے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات علماء حاضر ہیں۔ ایک بڑا مکان ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ انگریزوں نے کئی ملک لے لئے ہیں، اس کے بعد دیکھا کہ کابل کی طرف سے ایک مسلمان نے لڑکر وہ ملک انگریزوں سے واپس لے لئے۔ کسی نے عرض کیا حضرت رسول اللہ ﷺ کابل کے مسلمانوں نے انگریزوں سے کئی ملک واپس لے لئے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خوش ہوئے۔ پھر آپ ﷺ مع علماء کئی شہروں میں پھرے۔ سب علماء نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ وعظ فرمائیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ وعظ بیان کرنے والے بہت سے علماء موجود ہیں، دوبارہ پھر علماء نے درخواست کی۔ آپ ﷺ نے دوبارہ جواب میں ہمارے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وعظ انہیں بیان کرنا چاہئے یہ اچھا وعظ بیان کرنے والے ہیں۔ سب علماء چپ ہوگئے۔ شہر در شہر حضرت رسول اللہ ﷺ مع کل علماء کے پھرتے رہے۔ ایک شہر میں ایک بڑے مکان میں ٹھہرے خواب ختم ہوا۔

رسول ﷺ کی سنت کو زندہ کرنے والے

ایک صاحب علم (جو ایک ایسے شاہ صاحب سے بیعت ہو گئے تھے جن کی حالت قابل اطمینان نہ تھی) کا لکھنؤ سے طویل خط بہ درخواست اصلاح و بیعت موصول ہو، اجس میں ان کے مختلف واقعات، حالات و مشاہدات تحریر ہیں، جن میں سے دو واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

اس کے بعد تنہائی میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ شاہ صاحب حج کو گئے ہیں نہ معلوم کب آئیں گے۔ اس کے ساتھ ہی مدینہ منورہ کا خیال آیا۔ اپنی صورت گنبد خضرا (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) کے پاس دیکھ رہا ہوں اور شاہ صاحب کو بھی۔ شاہ صاحب میری صورت کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں لایا ہوں، گنبد خضرا سے اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ جواب دیتے ہیں کہ اس کو تم کیوں لائے ہو؟ جس کو سن کر میں گھبرا کر رونے لگتا ہوں کہ فوراً ہی مزار مبارک میں ایک دروازہ ہو گیا اور میں اندر چلا گیا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ گھبراتے کیوں ہو جو یہاں تک تم کو پہنچائے گا اس کی صورت دکھاتا ہوں، فوراً بعد دروازہ کے باہر آپ کی صورت دیکھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ تو مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہی ٹھیک بتلائیں گے اور ہماری سنت زندہ کرنے میں نمبر اول ہیں۔ ان کے ساتھ جاؤ۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کچھ دور چلے تو میں نے کہا آپ مجھے چھوڑ دیجئے۔ آپ نے مجھے چھوڑ دیا اور گنبد خضرا (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ سلاماً) میں چلا گیا۔ وہاں دیکھتا ہوں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کبھی سفید کپڑے میں لیٹ جاتے ہیں اور کبھی سرخ دھاریدار چادر کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ سوچتا ہوں ایسا کیوں ہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا حتیٰ کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اشارہ میرے پیٹ کی جانب کیا، یعنی جا، کھانے کا وقت ہو گیا اور میں کھانے کے لئے چلا گیا، اس کے بعد سوچنے لگا کہ اس حالت کو پھر دیکھوں لیکن اس دن دوبارہ پھر نہ دیکھ سکا۔

دوسرے دن پھر گنبد خضرا میں پہنچ گیا، لیکن آنحضرت ﷺ کو اس حالت میں پاتا ہوں کہ کبھی سفید کپڑے میں لیٹ جاتے ہیں اور کبھی سرخ دھاریدار چادر کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ اسی اثناء میں کسی نے مجھے آواز دی اور میں اس کے پاس چلا گیا۔ اسی دن عشاء کی نماز کے بعد سوچ رہا تھا کہ یکا یک کسی نے کہا کہ گنبد خضرا (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) کی طرف دیکھو۔ میں فوراً اس طرف دیکھنے لگا، حضرت رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا سوچتا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) وہی سوچتا ہوں کہ آپ ﷺ کبھی سفید کپڑا اوڑھ کر لیٹ جاتے ہیں اور کبھی سرخ دھاریدار چادر کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور جب شاہ صاحب کا تصور آتا ہے تو آپ ﷺ سفید کپڑے کے ساتھ لیٹ جاتے ہیں اور جب مولانا اشرف علی صاحب کا خیال آتا ہے تو آپ ﷺ سرخ دھاریدار چادر کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کے مریدوں کو دیکھو۔ اب جو میں نے غور کیا تو معاً سمجھ میں آ گیا کہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی سنت کو زندہ کرتے ہیں اور شاہ صاحب اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اب میں بہت خوش ہوا اور آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہی رہنا چاہتا تھا کہ آپ ﷺ نے اشارے سے کہا: تو سوجا، کہیں نماز فجر قضا نہ ہو جائے۔ ادھر اس وقت متوجہ نہ ہو۔

اشرف علی تھانویؒ سے فیضیاب ہوتے رہو

شب جمعرات خواب میں دیکھا کہ ایک حجرہ ہے جس کے دروازہ پر ایک دربان موجود ہے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حجرہ شریف حضرت رسول اللہ ﷺ کا ہے اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ میرے اصرار کرنے پر دربان نے میرا نام دریافت کیا اور کہا میں اندر جا کر اجازت حاصل کرتا ہوں۔ اجازت حاصل کر کے مجھے اندر جانے دیا۔ اندر ایک تخت بچھا ہوا ہے جس پر ایک بزرگ کو بیٹھے دیکھا ہے، میں نے ان کو سلام کیا جس کا انہوں نے جواب مرحمت فرمایا اور دریافت کیا کہ تمہارا یہاں آنا کیسے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے محبت ہے اس لئے آیا ہوں۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ حضرت مولانا

اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ اور ان کی تعلیم سے فیضیاب ہوتے رہو۔ پس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا: مجھے حلقہ مریدین میں شرف بخشیں۔ اس پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں مدت سے تم کو مرید کر چکا ہوں اور میرے سر پر ہاتھ رکھ کر رخصت کر دیا۔ مولانا کے پاس سے رخصت ہو کر گنگوہ شریف آیا، جہاں حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت عبدالقدوس گنگوہی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ کو تشریف فرما دیکھا۔ میں نے سب کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، پھر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کر کے ان کے پاس بیٹھ گیا۔ انہوں نے وقت فرمایا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کر دیا۔ دریافت کیا کہ تم مولانا سے کیسے تعلقات رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پیر ہیں، میں ان کا مرید ہوں ۔ان سے اعتقاد رکھتا ہوں اور ان کی مشہور کتاب ''بہشتی زیور'' پڑھتا ہوں۔ پھر ان کے پاس ایک شخص چائے لایا۔ اس شخص نے ان تینوں بزرگوں اور مجھے چائے پلائی۔ اسی اثناء میں ہماری مسجد میں اذان دے دی گئی۔ میں بیدار ہو گیا اور مسجد جا کر نماز فجر ادا کی (محمد شریف سقہ ساکن گنج پورہ، ضلع کرنا)

(اصداق الرؤیاء بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ)

رسول ﷺ نے فرمایا مناجات مقبول پڑھا کرو

خادم نے حضرت رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ ایک بہت بڑا مجمع ہے جس میں اکثر پیر بھائی ہیں۔ مجھ کو جلسہ میں سب سے پیچھے جگہ ملی۔ حضرت رسول اللہ ﷺ عربی میں تقریر فرما رہے ہیں جو مطلق سنائی نہیں دیتی۔ تقریر کے آخر میں اتنا سنائی دیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی حق تعالیٰ سے مثل قرآن ''یارب ان قومی اتخذ واھذا القرآن مھجورا'' (سورۃ فرقان آیت ۳۰) شکایت کروں گا کہ میری امت نے میری سنت کو ترک کر دیا۔ اس کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ جب حضرت رسول اللہ ﷺ کی تقریر ختم ہوئی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میری حالت نہایت خراب ہے۔ اللہ کے واسطے مجھ کو بھی کچھ فرمائیے۔

فرمایا کہ تم دعائیں کیا پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا "الھم انت السلام .....الخ" اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم "مناجات مقبول" جسے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ (یاد نہیں مولانا کا لفظ بھی فرمایا یا نہیں) وہ پڑھا کرو۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور اپنے آپ کو بہت خوش پایا (عزیز الرحمٰن زمیندار۔ انچولی ضلع میرٹھ) (یوپی، بھارت)

(اصدق الرؤیا حصہ دوم بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ)

حضرت تھانوی جو کہتے ہیں لکھتے ہیں حق ہے

دیکھتا ہوں کہ ایک جلسہ ہو رہا ہے۔ اس کے صدر حضرت رسول اللہ ﷺ ہیں جلسہ ختم ہونے کے بعد لوگ قسم قسم کے مسائل دریافت کرنے لگے۔ میں نے یہ بات دریافت کی کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ صاحب اور مولانا ابوبکر صاحب کیسے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں حسبِ شریعت ہے کہ نہیں؟ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دونوں نہایت نیک انسان ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں حق ہے (امیر حسین مدرسہ مظاہر العلوم۔ سہارنپور، یوپی، بھارت)

(اصدق الردیاء حصہ دوم بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵) (اشرف السوانح حصہ سوم صفحہ ۱۸۸)

رسول ﷺ کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دیدیا

ایک بار خواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ کے سامنے حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ بیٹھے ہیں۔ حاجی صاحب کے پیچھے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے میں ہوں۔ تھوڑی دیر میں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ یہ آپ ﷺ کا غلام تبلیغ اسلام کا کام کرتا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک کہ میں میری ہاتھ لے لئے تو مجھ پر گریہ طاری ہو گیا اور اسی حالت میں میں بیدار ہو گیا۔ بیدار ہو کر درود شریف کی کثرت کی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے

لئے نماز، قرآن پاک پڑھ کر ایصال ثواب کیا۔ (سید نوازش حسین بروایت مولوی ظفر احمد صاحب) (اصدق الرویا، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ)۔

بیان القرآن کی دربار رسالت میں قبولیت

احقر کو پنجشنبہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ آپ ﷺ احقر کے والد بزرگوار محمد عثمان خان صاحب مالک کتب خان شرفیہ دریبہ کلاں دہلی کی دکان پر تشریف فرما ہیں اور مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ کتابیں آپ ﷺ کے دست مبارک میں ہیں۔ (اس خواب میں تصنیفات وتالیفات اشرفیہ کی مقبولیت کی طرف کھلا اشارہ ہے) (حیات اشرف صفحہ۹۲) (اصدق الرؤیا، حصہ دوم بابت ماہ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ)

احقر عید سے پہلے گڑھی گیا تھا، وہاں ایک رات جو شب پنجشنبہ ۸ ذی الحجہ تھی، خواب میں دیکھا کہ مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ ہیں جو "بیان القرآن" کی تعریف کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ فلاں آیت کی تفسیر بیان القرآن میں یوں ہے "بیان القرآن" میں لکھا ہے...... الخ، خواب طویل تھا صرف یہی جز ومحفوظ رہ گیا۔ اتنا خیال اور بھی ہے شاید ان بزرگ کے ارشاد کے بعد احقر نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے مگر اس پر جزم نہیں۔ خواب ہی میں قلب پر یہ بات وارد ہوگئی کہ "بیان القرآن" کی دربار رسالت (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف سلام) میں اس قدر مقبولیت کا سبب حضرت والا (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کا غایتِ اخلاص ہے (حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کی جو تفسیر تحریر فرمائی ہے اس کا نام "بیان القرآن" ہے ظفر احمد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۔۲ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ) (اشرف السوانح حصہ سوم صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۴)۔

(اصدق الرویا حصہ دوم بابت ربیع لاولیٰ ۱۳۵۵ھ)

حضرت حاجی امداداللہ کی بشارت

وفات سے صرف ایک روز قبل عصر کے قریب انتہائی نقاہت کے باوجود ملفوظات کا سلسلہ

یکا یک شروع فرما دیا۔ گو آواز بمشکل نکلتی تھی۔ اور تقریر نہایت آہستہ آہستہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زبان فیض ترجمان سے صادر ہوتی تھیں۔ اس حالت میں آپ نے فرمایا کہ: ''میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ میرے اعزہ مجھ سے لاکھ درجے بڑھ جائیں۔ مگر افسوس ہے کہ اب تو کوئی بڑھا نہیں۔ میں نے تو ہمیشہ اپنے کو مویشیوں سے بھی بدتر اور کمتر سمجھا۔ لیکن حضرت حاجی صاحب کی جوتیوں کی برکت سے مجھے اول یوم ہی وہ بات نصیب ہوگئی۔ حضرت نے ایک ایسی بشارت دی۔ جس کو میں نے اس لئے کبھی ظاہر نہیں کیا۔ کہ گالیاں پڑیں گی۔ بڑے بڑے اکابر کا نام لے کر فرمایا۔ جن کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی میں نے اپنے آپ کو نہیں سمجھتا کہ یہ اب ان سے بڑھ چلے ہیں۔ میں ہمیشہ اس کو آئندہ کیلئے بشارت سمجھا کیونکہ اب تک تو میری حالت اس قابل کبھی نہیں ہوئی''۔

مرض الوفات میں رسول ﷺ والی فکر نماز اور حقوق العباد

دوشنبہ کو بعد نمازِ مغرب اپنی چھوٹی رفیقۂ حیات سے پوچھا ''میں دونوں کا ماہوار خرچ دے چکا ہوں؟''۔ ''ہمیں بہت کچھ مل چکا ہے۔ آپ دے چکے ہیں، بےفکر رہیں''۔

جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے آخری کلمات الصلوٰۃ وما ملکت ایمانھم تھے۔ اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آخری فکر نماز اور حقوق کی تھی خواجہ صاحب سے آخری ایام میں فرماتے تھے کہ'' مجھے دو چیزوں کا بہت خیال ہے نماز کا اور حقوق کا'' بالآخر جب سرکنے کی بھی سکت باقی نہ رہی تھی۔ تو لیٹے لیٹے تیمم اور اشاروں سے نماز ادا فرمانے لگے اور اخیر وقت تک ایک نماز بھی قضا نہ کی۔ یہاں تک کہ آخری غشی اور انتقال سے تھوڑی ہی دیر پہلے دریافت فرمایا کہ مغرب میں کیا دیر ہے۔ عرض کیا گیا کہ دس منٹ ہیں۔ فوراً مکرر استفسار فرمایا کہ وقت کے آنے میں یا وقت کے جانے میں۔ آخری وقت میں بھی اس شان تدقیق نے سب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

اس شان سے اللہ فرمایا

۱۶، رجب المرجب ۶۲ ۱۳ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء یوم سہ شنبہ کو صبح سے

حضرت اقدس فرمانے لگے کہ آج تو ہاتھ پیروں کی جان سی نکل گئی ہے۔ظہر کے بعد سوء تنفس پیدا ہو گیا۔ فرمایا کہ اتنی شدید تکلیف مجھے عمر بھی نہیں ہوئی۔مگر کراہنے کی بجائے لفظ اللہ اس انداز سے فرمایا کہ سب کو کچھ تشویش سی ہوگئی۔مگر گھبراہٹ کے آثار قطعاً نہیں پائے جاتے تھے۔اسی وقت کیا۔تمام بیماری کے دوران میں کوہِ استقلال بنے رہے۔اور اتنی شدید و مدید علالت کی ساری تکالیف کو مردانہ وار نہایت صبر وسکون سے برداشت فرماتے رہے۔غرضیکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اقدس کو یہ محسوس ہو گیا تھا کہ یہ میرا آخری دن ہے۔

آخری لمحات

آخری غشی سوا گھنٹہ طاری رہی اس کے بعد آخیر تک ہوش نہ آیا۔البتہ سانس تیزی سے اور آواز کے ساتھ چلتا رہا۔مولوی ظفر احمد صاحب عثمانی یٰسین شریف پڑھتے رہے اور آب زم زم چمچہ سے دہن مبارک میں ڈالتے رہے۔خسر و دربار اشرفی خواجہ عزیز الحسن و دیگر حضرات نہایت حسرت سے حضرت کے اس دنیا سے رخصت ہونے کا نظارہ بے بسی کے عالم میں کھڑے دیکھ رہے تھے۔

نور کی شعائیں اور خدمات دینیہ کی قبولیت

اس کے بعد پھر جو غشی طاری ہو تو سوا گھنٹہ تک ہوش نہ آیا۔سانس تیزی اور آواز سے چلتا رہا۔ جب سانس اوپر آتا تو کتنے دیکھنے والوں نے دیکھا، کہ آپ کی درمیانی اور شہادت کی انگلی کی بیچ ہتھیلی کی پشت سے ایک ایسی تیز روشنی نکلتی تھی کہ جلتے ہوئے برقی قمقمے ماند پڑ جاتے تھے۔یہ روشنی سانس کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ آتی جاتی رہی اور جب وہ ختم ہوا تو یہ غائب ہوگئی۔کیا عجب کہ جن انگلیوں سے حقائق و معارف ایک عرصہ تک معرضِ تحریر میں آتے رہے، یہ نور اسی کا ہو۔بہر کیف محفل دوشیں کا وہ چراغ جو کئی برس کے مرض کے تند و تیز جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل سنبھل جاتا تھا، بالآخر سہ شنبہ کی (یعنی ۱۶، ۱۷ ار جب ۱۳۶۲ھ/ ۱۹، ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی رات) ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۱ دن کی عمر پا کر ہمیشہ کیلئے

بجھ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سانحۂ عظیم کی اطلاع ہوا کی طرح پھیلی اور برق بن کر عشاق کے قلوب پر گری۔ دہلی اور دوسرے شہروں سے اسپیشل ٹرینیں آئیں اور ہزاروں شیدائیوں کے ساتھ مجدد والملت رحمۃ اللہ تعالیٰ کا جنازہ نکلا۔ عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور پھر آپ ہی کے وقف کردہ تکیہ میں جس کا تاریخی نام ''قبرستان عاشق بازاں'' تھا، جسم مبارک و پیوندِ خاک کیا گیا۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔

بانی جماعت تبلیغ داعی کبیر

مولانا الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

دین کا درد اور بے قراری

مولانا محمد الیاس مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھانے لگے۔ لیکن پڑھاتے ہوئے اکثر یہ خیال آتا کہ یہ کام تو بہت ہو رہا ہے کوئی اور کام کرنا چاہئے۔

آپ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بیعت تھے اور اجازت بھی تھی۔ زہد و تقویٰ میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ لہٰذا لوگوں کو بیعت کر کے تزکیہ نفس کرنے لگے اور اس کے بہت عمدہ نتائج نکلنے لگے۔ لیکن اس کام پر بھی خیال ہوا کہ یہ کام بھی بحمد اللہ دوسرے اکابر کر رہے ہیں۔ طبیعت میں ایک خاص قسم کا کرب اور بے چینی ابتداء ہی سے محسوس کیا کرتے تھے اور ایک خاص قسم کا درد تھا جو انہیں ہر وقت مضطرب رکھتا تھا۔ ایک طوفان تھا جو دل میں اٹھتا رہتا تھا۔

بے طلبوں میں دین کی طلب پیدا کی جائے

اس اضطراب کی وجہ یہ تھی کہ جو طلباء مدارس میں پڑھنے آتے ہیں ان میں علم کی طلب ہوتی ہے اور جو شخص مرید ہوتا ہے اسے بھی مراد یعنی تزکیہ نفس اور تربیت کی خواہش ہوتی ہے۔ مولانا یوں بے قرار رہتے تھے کہ جو لوگ قرار سے بیٹھے ہیں ان کو طالب بنایا جائے جن کا (کوئی دین کا) ارادہ نہیں، انہیں مراد دکھائی دی جائے تاکہ وہ بے مراد نہ رہیں جو سکون سے بیٹھے ہیں انہیں متحرک کیا جائے، جو بے یقین ہیں ان میں یقین پیدا کیا جائے، جو غفلت میں ہیں انہیں عمل کی ترغیب دی جائے، جو دین کی طرف متوجہ نہیں انہیں پیغمبر ﷺ کی سنتوں پر نہ صرف چلایا جائے بلکہ دوسروں کو سنت سکھانے پر لگایا جائے اور تبلیغ کا جو کام رک چکا ہے اس کو رواج دیا جائے اور حضور ﷺ کی اس ہدایت پر عمل کیا جائے جو آپ ﷺ نے صحابہؓ کو خطبہ حجۃ الوداع کے موقعے پر دی تھی کہ میری ان باتوں کو ان لوگوں تک پہنچایا

جائے جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔

اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ آپ یہ بوجھ اور یہ اضطراب علم حاصل کرنے کے بعد ہی محسوس کر رہے تھے، جن دنوں گنگوہ اپنے شیخ کے پاس تربیت حاصل کر رہے تھے، جب ذکر اللہ کرتے تو عجیب سا بوجھ محسوس کرتے۔ شیخ سے عرض کیا تو وہ تھرا گئے اور انہوں نے فرمایا کہ یہی شکایت مولانا محمد قاسمؒ نے مرشدوں کے مرشد حاجی امداداللہ سے کی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ آپؒ سے کوئی کام لے گا۔''

حجاز مقدس مستقل قیام کی نیت سے ہجرت

1344 ہجری میں آپ حضرت خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دوسرے حج کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ مدینہ منورہ اور تین دن مسجدِ نبوی ﷺ کے اندر اعتکاف کی حالت میں آپ نے گزارے۔

خواب میں آپ کو دعوت کے کام کرنے کا حکم

جہاں خواب میں آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے الیاس ہندوستان واپس جا جہاں پر خدا تم سے کام لے گا۔ بس یہ دیکھنا تھا کہ پریشان ہو گئے اور اس پریشانی کے عالم میں آپ مدینہ منورہ سے مکہ تشریف لائے کہ خدا مجھ سے کیا کام لے گا۔ بھلا قرآن سے بڑھ کر بھی کوئی اور کام ہو سکتا ہے اور میں قرآن کا کام تو کر رہا ہوں اور نتائج اس کے دیکھ چکا ہوں۔ اب بھلا کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن پھر بھی یہ مدینہ منورہ کا خواب اور مسجد نبوی ﷺ میں حالت اعتکاف کا خواب تھا اور حضور پاک ﷺ کی زیارت کا خواب تھا جس میں کہا گیا کہ اے الیاس واپس جا تجھ سے کام لیا جائے گا۔ اس دور میں مکہ کے اندر حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ مولانا قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے جن سے آپ نے اپنا خواب ذکر کیا اور بتلایا کہ مجھے خواب میں اس طرح نظر آیا ہے کہ واپس جا وہاں تجھ سے کام لیا جائے گا، میں تو وہاں سے یہاں پر مستقل رہنے کی نیت سے آیا تھا اور اپنے پیچھے سارے انتظام کر آیا تھا اب آپ اس بارے

میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، مولانا قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ گھبراؤ مت اے الیاس تجھے کچھ نہیں کرنا کام لینے والا تجھ سے کام لے لے گا، تو اپنی عقل و دماغ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ یوں کہا گیا ہے تو لینے والا خود لے لے گا تجھے فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ بس مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس تاویل کو سن کر دل میں مطمئن ہو گئے کہ میں تو واقعی کچھ نہیں کر سکتا البتہ جس نے مجھ سے کام لینا ہے وہ خود ہی لے لے گا۔

ہندوستان واپسی اور دعوت کے کام کی ابتداء

اس کے بعد آپ حجاز مقدس سے ہندوستان واپس تشریف لے آئے اور آ کر آپ نے یہاں پر خوب نمازیں پڑھیں اور خوب مراقبہ کیا کہ یا اللہ کیا کام ہے؟ میں کیا کام کروں گا، تو پھر اللہ نے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ خواب یہ طریقہ تبلیغ سکھلایا کہ اے الیاس اس طریقہ پر تم تبلیغ کرو انشاء اللہ اس طریقہ پر خدا تمہیں کامیابی سے ہمکنار کرے گا اور اس طریقے سے پوری دنیا کی اصلاح ہوگی اب آپ نے دیکھا کہ ایک گاؤں میں آپ گئے اور آپ نے ان سے اللہ کے راستے میں نکلنے کے لئے اوقات مانگے اور پھر ان کی ایک جماعت بنائی ان میں سے ایک کو امیر بنا دیا، اس میں آپ نے ایک معلم اور ایک قاری بھی شامل کیا اور انہیں آپ نے مسجد سے دعا کر کے نکالا اور انہیں کسی گاؤں کی طرف روانہ کیا۔ یہ پورا طریقہ آپ نے خواب میں دیکھا، آپ خواب دیکھتے ہی سب سے پہلے دہلی تشریف لائے اور دو چار آدمی لئے انہیں لے کر آپ اپنے مدرسہ تشریف لائے اور وہاں سے بھی آپ نے دو چار آدمی لئے اور لے کر آپ سیدھے میوات گئے، اب کے آپ جو میوات تشریف لے گئے تو اس ارادہ سے نہیں کہ وہاں پر تعلیم قرآن کے مدارس کھولیں گے بلکہ اس مرتبہ آپ تبلیغی جماعت ایک ایک گاؤں سے نکالنے کے لئے تشریف لے گئے۔

سب سے پہلے نکلنے والی تبلیغی جماعت

تو سب سے پہلے آٹھ آدمیوں نے بڑی مشکل سے تین دن یا آٹھ دن کے لئے اپنا نام دیا، اب مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود اس کے امیر اور معلم۔ اپنے ساتھ آپ

نے ایک قاری بھی لے لیا، اب سارے راستے مولانا اپنے ہمراہیوں کو آداب مسجد بتلاتے ہوئے اور کلمۂ ایمان کی باتیں سکھلاتے ہوئے اور چوبیس گھنٹے کی ایمانی اسلامی زندگی سمجھاتے ہوئے مسجد میں لے گئے جہاں آپ نے گشت کا عمل کروایا اور بے نمازیوں کو بڑی خوشامد درآمد اور بڑی منت سماجت کے ساتھ یہاں تک کہ پگڑیاں ان کے پاؤں میں رکھ کر مسجد میں بلوایا، اس طرح آپ نے کام شروع کیا اور بڑی تیزی سے شروع کیا اتنی تیزی سے شروع کیا کہ آپ نے چند سالوں میں دیکھ لیا کہ وہاں پر تو تین سال بعد جب بچہ حافظ ہو کر نکلا تو دینی ماحول نہ ہونے کی وجہ سے داڑھی مونچھ صاف اور یہاں پر داڑھی منڈھا جب اللہ کے راستے میں گیا تو چند دنوں میں اس نے داڑھی رکھ لی۔ اب جناب بڑی تیزی سے آپ گاؤں گاؤں گھومے اور بار بار آپ نظام الدین آئے اور پھر گاؤں گئے، اس لئے کہ یہ کام صرف میوات میں ہی نہ رہ جائے۔ بلکہ یہ کام دوسرے علاقوں اور قوموں کے اندر بھی پھیل جائے۔ (تاریخ دعوت وتبلیغ از مولانا عبیداللہ بلیاوی صفحہ ۵۴۔۵۳)

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ

بانی تبلیغ و دعوت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک تبلیغی سفر پر کلتاج پور جا رہے تھے۔ راستے میں پہاڑ کی چڑھائی تھی اور بیل گاڑی کا سفر راستہ میں گاڑی الٹ گئی۔ لوگوں کو چوٹ بھی کافی آئی۔ خدا خدا کر کے لوگ اوپر پہنچے، لیکن نہایت خستہ حال اور گرد آلود۔ اس قافلہ میں بعض وہ علماء بھی شامل تھے جو ایسی تکالیف کے عادی نہ تھے۔ تاہم اس سے پہلے کہ وہ مولانا مرحوم سے اپنی تکان، تکلیف اور خستگی کی شکایت کرتے، مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا:

''ساری عمر میں آج ایک دن تم کو غار حرا کی سی چڑھائی پیش آئی، بتاؤ وہ رسول اللہ ﷺ کو کتنی بار پیش آئی تھی۔ ہمیں اپنی اس محرومی اور کوتاہی پر شرمندہ ہونا چاہئے۔''

جاگنے والا ایک نہ رہے، دو ہو جائیں

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ

''کبھی کبھی دین کے اس درد اور اس فکر میں بستر پر کروٹیں بدلتے اور بے چینی بڑھتی تو اٹھ اٹھ کر ٹہلنے لگتے۔ ایک رات والدہ مولانا محمد یوسف صاحب نے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے کہ نیند نہیں آتی؟ فرمایا: کیا بتلاؤں اگر تم کو وہ بات معلوم ہو جائے تو جاگنے والا ایک نہ رہے دو ہو جائیں''

علالت و بیماری میں بھی مولانا الیاسؒ کی دعوت جاری رہی

مولانا محمد الیاسؒ نے دعوت و تبلیغ کا کام نہایت توجہ، دل سوزی، لگن اور ایثار کے ساتھ انجام دیا۔ بلکہ ان کی زندگی اس کام کے لئے وقف تھی۔ مولانا منظور نعمانیؒ مولانا الیاسؒ کی علالت و بیماری کی حالت بیان کرتے ہیں۔

''نماز وغیرہ کے لئے دو خادم آپ کو بستر سے اٹھاتے اور وہی بستر پر لٹاتے۔ لیکن بعض اوقات آپ خود بیٹھ بھی نہ سکتے، لیکن اس حالت میں بھی سنن و نوافل تو بیٹھ کر پڑھتے مگر فرض نماز جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر ہی ادا فرماتے۔ حالانکہ نماز ختم کر چکنے کے بعد خود اٹھنے کے قابل نہ ہوتے اور خادم ہی کمر اور بازوؤں میں ہاتھ ڈال کر اٹھاتے اور حجرے میں لے جا کر لٹا دیتے۔ لیکن دعوت الی اللہ اور سعی و تبلیغ و اصلاح کا آپ کو جو ''جنون نما'' سودا ہے، اس کا جوش و ولولہ اس نازک حالت میں ہمیشہ سے زیادہ دیکھا۔ تنہا ہیں او خاموش لیٹے ہیں تو اسی کی سوچ و بچار میں ہیں اور اگر کوئی پاس بیٹھا ہے تو دل کے پورے درد اور سینے کی پوری قوت کے ساتھ اس سلسلے میں اس سے مصروف خطاب ہیں''

اور پھر جب ان کو علالت اور بیماری کا احساس دلا کر باز رکھا جاتا تو فرماتے۔

زندگی کے خطرے کی وجہ سے تبلیغ نہ چھوڑونگا

''میں دعوت الی اللہ دین کی عمومی تعلیم و تربیت اور تبلیغ و اصلاح کے جن نبوی طریقوں کے زندہ کرنے اور رواج دینے میں لگا ہوا ہوں، زندگی کے خطرے کی وجہ سے ان

کاموں کو نہ کرنا میں کسی حال میں اپنے لئے جائز نہیں سمجھتا۔ کیونکہ نماز میں قیام کی فرضیت کا علم واحساس تو امت میں عام طور سے الحمدللہ باقی ہے، لیکن دعوت الی اللہ اور تبلیغ واصلاح کی کوشش کے فریضے کو عام طور پر بھلا دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ وہ فریضہ ہے کہ دین کے باقی تمام فرائض اور شعائر کا قیام و بقا اسی پر موقوف ہے۔ اسی لئے اس بارے میں، میں اپنے لئے کوئی رخصت نہیں سمجھتا۔ ہاں اگر ایک معتد بہ تعداد اس فریضے کی واقعی اہمیت کا احساس کما حقہ کرنے لگے تو پھر میرے لئے بھی اس میں رخصت ہو جائے گی۔ لیکن جب تک ایسی ایک جماعت پیدا ہو نہیں جاتی جو اس کام کی اہمیت کا پورا احساس اور اندازہ کر کے اسکے تقاضے کے لئے تیار ہو، اس وقت تک میرے لئے جائز نہیں ہے کہ بخوف جان اس کام کو چھوڑ دوں یا ملتوی کر دوں۔''

اللہ کے حبیب تمہیں گلے سے لگائیں گے

مولانا الیاسؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو اس گئے گزرے دور میں نبی ﷺ کے کام کو لے کر، گھروں کو چھوڑ کر، جان قربان کر کے، گھر سے بے گھر ہو کر، لوگوں کی گالیاں سن کر، دھکے برداشت کر کے نبی ﷺ کے کلمے کو بلند کرے گا، لوگوں کی خدمت وخوشامد کرے گا تو اللہ کے لاڈلے حبیب ﷺ محشر کے میدان میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر گلے سے لگا کر اپنے ہاتھوں سے اس امتی کو جام کوثر پلائیں گے کہ تو نے گئے گزرے دور میں میرے کلمے کو بلند کیا، آج تو میرے ہاتھ سے آب کوثر پی۔

حضرت کی بصیرت اور کشف

الحاج میاں جی رحیم بخش صاحب روپڑا (ضلع فرید آباد میوات) کے ایک اجتماع کا آنکھوں دیکھا حال اس طرح لکھتے ہیں۔

''اس اجتماع میں حضرت جی نے بہت دیر تقریر فرمائی اور کہا کہ دین سیکھنے کے لئے ایک چلے کے واسطے جماعت میں نام لکھوادو۔ یہ سن کر لوگ گھبرا گئے۔ اور ایک نام بھی کسی نے نہیں بولا۔ تو یہ منظر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب

نے آسمان کی طرف بہت دیر تک نظر فرمائی اور جب سر نیچے کیا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مگر انگوٹھوں سے آنکھوں میں جذب کر لئے، نیچے نہیں گرنے دیئے۔ اس کے بعد مخاطب ہو کر پورے مجمع کو خفگی کے لہجے میں للکارا کہ آج میرے کہنے سے نام نہیں لکھوا رہے ہو۔ اللہ کی قسم وہ وقت دور نہیں جب تمہاری جماعتیں عرب کو جائیں گی، امریکہ کو جائیں گی، افریقہ کو جائیں گی۔ حضرت جی کے ان الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ ڈیڑھ سو لوگوں نے نام لکھوائے''

(تبلیغی جماعت کے تاریخی حالات)

رسول اللہ ﷺ کی کثرت سے زیارت

مولانا شمس الرحمٰن عفوری دامت برکاتھم فرماتے ہیں کہ میں نے خود مولانا ظاہر شاہ صاحب بلکہ ان سے بھی پہلے مولانا عبید اللہ صاحبؒ سے سنا کہ وہ فرمانے لگے کہ مولانا الیاس کو آپ ﷺ کی ذات گرامی اور آپ ﷺ کے دین کی اتنی فکر اور تڑپ تھی کہ راتوں کو اُٹھ کر ٹہلتے رہتے تھے، اہلیہ نے پوچھا کہ آپ کو کیا پریشانی ہے تو فرمایا اگر تم کو بھی وہ غم لگ جائے تو جاگنے والے دو ہو جائیں۔ تو اس عشق اور تعلق کی وجہ سے دنیا میں ہی یہ برکات حاصل ہوئیں کہ مولانا الیاسؒ کو اپنے آخری زمانے میں یہ کیفیت حاصل تھی کہ دن میں کئی مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوتی تھی۔ آخرت کے انعامات تو اپنی جگہ ہیں دنیا میں بھی اس محبت کے ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔

محبوب ﷺ کی روحِ مبارک کو اذیت ہے

مولانا نے اپنے کام اور اپنی دعوت کے لئے برسوں سے اپنے کو کامل طور پر یکسر کر لیا تھا اور خلاف مقصد اور غیر متعلق چیزوں سے کوئی تعلق نہیں رکھا تھا۔ بہت عرصہ پہلے شیخ الحدیث کو ایک خط میں تحریر فرمایا تھا:

''میرے دل کی تمنا ہے کہ کم سے کم میرا دماغ اور خیال اور وقت اور قوت اس امر کے سوا ہر چیز سے فارغ رہے۔''

فرماتے تھے کہ ''میرے لئے کسی دوسری چیز سے اشتغال کب جائز ہے جبکہ میں دیکھتا

ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو (مسلمانوں کی موجودہ حالت اور دین کے ضعف وتنزل اور کفر کے غلبہ سے) اذیت ہے۔'' ایک روز ایک خادم نے شکایت کی کہ جو شفقت اور نظر خاص پہلے تھی اس میں کمی معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا ''میں بہت مشغول ہوں، میں محسوس کر رہا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہے، میں کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔''

مخالفین کے لئے دعائیں

مولانا حضرت الیاس صاحبؒ جب مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر بیت اللہ کا پردہ پکڑ پکڑ اور رورو کر دعائیں کیں کہ یا اللہ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں ان پر بھی مہربانی اور کرم فرما۔ جو میرے مخالف ہیں ان پر بھی رحم فرما۔ وہ اپنے مخالفین کے لئے دعائیں کرتے تھے۔

اور ایسا مجاہدہ کیا ہے شروع شروع میں تبلیغ کے سلسلہ میں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اللہ الصمد۔ دبلے پتلے چھوٹے سے آدمی مگر جوش تھا جوش۔ رات کو رو رہے ہیں۔ سارے گھر میں اٹھ کر رات کو گشت کر رہے ہیں گھوم رہے ہیں۔ ہائے میں کیا کروں۔ ہائے میں کیا کروں۔ بیوی کی آنکھ کھل گئی۔ بیوی نے کہا کیا بات ہے۔ کچھ پیٹ میں درد ہے؟ کیا تکلیف ہے؟ کہا اللہ کی بندی تو پڑی سو رہی ہے، تو بھی اٹھ جا۔ چار آنکھیں رونے والی ہوجائیں گی خدا کے سامنے۔

مولانا الیاسؒ نے جب مار کھانے کی سنت زندہ کی

مولانا الیاسؒ نے جب تبلیغ شروع کی تو بڑے روح فرسا حالات پیش آئے۔ ایک گشت میں ایک جگہ چند چوہدری بیٹھے تھے۔ ان کو مناسب انداز میں حکمت کے ساتھ تبلیغ شروع کی تو ان کو اتنا بھی گوارا نہ ہوا کہ ایک ملا اور درویش ہمیں نصیحت کر رہا ہے۔ مارنا شروع کر دیا۔ آپؒ کمزور ونحیف تھے۔ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو پھر وہی کام انھوں نے کیا۔ پھر مارا، لیکن بالآخر ان کا دل پسیج گیا کہ آخر یہ مولوی کیوں مار کھائے جا رہا ہے۔ اس

کی بات سن لو۔

آپؒ دعوت و تبلیغ کے لیے پہاڑیوں پر چڑھتے' تیز دھوپ اور لو میں کام کرتے۔ مئی جون کی گرمیوں میں میوات کا دورہ کرتے' سخت سردی میں شہروں شہروں پھرتے اور گاؤں جاتے۔ (تبلیغی جماعت کی محنت کے عالم میں ثمرات صفحہ ۷۴)

ایک دیہاتی کی بدتمیزی برداشت کرنے کا واقعہ

ایک جگہ مولانا الیاس تشریف لے گئے۔ ایک میواتی سے تبلیغ کی بات کرنے لگے۔ وہ اجڈ اتنا بگڑ گیا کہ مولانا کو گھونسہ رسید کیا۔ حضرت مولانا دبلے پتلے تھے' گھونسے کی تاب نہ لا سکے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد حواس بحال ہوئے تو بڑے اطمینان وسکون سے اس کے دامن کو تھام کر فرمایا کہ اچھا اب تم اپنا کام کر چکے' اب میری بات سنو۔

یہ دیکھ کر وہ شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ فوراً مولانا کے قدموں میں گر پڑا۔ مولوی مجھے معاف کر دے ورنہ میری بخشش نہ ہو گی۔ (تبلیغی جماعت کی محنت کے عالم میں ثمرات صفحہ ۷۳)

زندگی کا آخری دن اور اتباع سنت کی وصیت

آخری دن جو زندگی کا مصروف ترین دن ہوتا ہے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کو بلا کر بڑے اہتمام سے فرمایا کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ احادیث سے حضور ﷺ کے واقعات و عادات واخلاق کا تتبع کر کے ان کے پھیلانے کی جتنی سعی کر سکتے ہو کرتے رہو۔ بعض خدام جو حاضر نہیں تھے حاجی عبدالرحمٰن صاحب کے ذریعے ان کو وصیت فرمائی اور انکے نام پیغام چھوڑا، جس میں سب سے زیادہ تاکید اتباع سنت کی تھی اور یہ فقہاء کی اصطلاحیں اور تقسیم برحق اور بجائے خود صحیح ہے مگر آپ ﷺ سے جس چیز کی نسبت ہو اس کو عملاً ضروری سمجھنا چاہیے۔

مرضِ الوفات میں مسنون کیفیت

محبت و اتباع کے غلبہ نے عبادات کے علاوہ عام عادات پر بھی اثر کیا تھا۔

عادات وطبعی امور میں آپ ﷺ سے مشابہت کو ان کا جی چاہتا تھا' مرض وفات کے درمیان زمانہ میں دو آدمیوں کی مدد سے مسجد میں نماز کے لئے آتے جاتے تھے کہ اس میں بھی وہی مسنون کیفیت ہو جو آنحضرت ﷺ کے مرض وفات میں مسجد میں آنے کی احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ دو آدمیوں کے سہارے تشریف لاتے۔

حدیث کا ادب

حدیث کا درس دیتے تو پہلے وضو کرتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے' اور فرماتے کہ حدیث کا حق تو اس سے زیادہ ہے یہ اقل درجہ ہے حدیث پڑھاتے وقت کسی سے بات نہ کرتے، کوئی معزز آدمی آجاتا تو درس چھوڑ کر اس کی طرف التفات نہ فرماتے۔

صحابہ کی خوشبو

مولانا کی نانی بی امۃ الرحمٰن جو مولانا مظفرؒ کی صاحبزادی تھیں اور جن کو خاندان میں عام طور پر ''اُمی بی'' کے نام سے یاد کرتے تھے، ایک رابعہ سیرت بی بی تھیں، ان کی نماز کا یہ حال تھا کہ مولانا نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اُمی بی کی نماز کا نمونہ میں نے مولانا گنگوہیؒ کی نماز میں دیکھا۔ اُمی بی مولانا پر بہت شفیق تھیں، فرمایا کرتی تھیں کہ ''مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے''، کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں، کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ میں ابتدا سے صحابہ کرامؓ کی والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی ایک جھلک تھی جس کو دیکھ کر مولانا محمود حسن صاحبؒ (شیخ الہند) بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں جب مولوی الیاسؒ کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہؓ یاد آجاتے تھے۔

حضرت مولانا الیاسؒ کی علالت اور وفات

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے چند ماہ کی علالت کے بعد (جس میں تبلیغی کام پر برابر توجہ جاری رکھی اور واردین وصادرین سے اس سلسلے میں سوزِ دروں کے ساتھ

گفتگو فرماتے رہے)۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ کی شب میں (جو پنجشنبہ کی رات تھی) وفات پائی۔
مولاناؒ کی سیرت میں لکھا ہے کہ
''رات سے ہی سفر کا اہتمام تھا، پوچھا: کیا کل جمعرات ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔
فرمایا کہ میرے کپڑوں کو دیکھ لو کہیں کوئی نجاست تو نہیں؟
یہ معلوم کر کے کہ (نجاست) نہیں ہے اطمینان و خوشی ہوئی۔ چارپائی سے اتر کر وضو کے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش کی۔ مگر تیمارداروں نے منع کیا۔ جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز حجرے میں پڑھی۔
فرمایا آج کی رات دعا اور دم کثرت سے کراؤ۔ یہ بھی فرمایا کہ آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں تمیز کر سکیں۔
مولوی انعام الحسن سے پوچھا کہ وہ دعا کس طرح ہے۔''اللھم مغفرتک الخ''
انہوں نے پوری دعا یاد دلائی۔

اللھم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجیٰ عندی من عملی

اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے، اور مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کی امید ہے۔
یہ دعا ورد زبان رہی۔ فرمایا آج یوں جی چاہتا ہے کہ مجھے غسل کرادو اور نیچے اتار دو۔ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ دیکھوں نماز کیا رنگ لاتی ہے۔

رات بھر کمرے سے اللہ اکبر کی آواز آتی رہی

۱۲ بجے گھبراہٹ کا ایک دورہ پڑا۔ جس پر ڈاکٹر کو فون کیا گیا۔ ڈاکٹر آئے اور گولی دی۔ رات کو بار بار اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز آتی رہی۔ صبح کی اذان سے پہلے جان، جانِ آفرین کے سپرد کی، اور عمر بھر کا تھکا مسافر جو شاید کبھی اطمینان کی نیند نہ سویا ہو، منزل پر پہنچ کر میٹھی نیند سویا۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک

راضیة مرضیة فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی

صبح کی نماز کے بعد بہتے ہوئے آنسوؤں کے درمیان مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جانشینی عمل میں آئی اور مولاناؒ کا عمامہ ان کے سر پر باندھا گیا۔

امام المتقین امام الصالحین

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت رائے پوریؒ اور عشقِ رسول ﷺ

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ حج کو تشریف لے گئے تو مکہ شریف سے مدینہ طیبہ کو جاتے ہوئے آخری منزل پر بدو سے کہہ دیا کہ:

''جب وہ جگہ آئے جہاں سے سبز گنبد خضریٰ نظر آتا ہے تو فوراً بتادے''۔ اس نے بتادیا، وہاں سے اتر کر پیدل چلتے رہے، رفقاء کو پہلے ہی تاکید فرمادی تھی کہ درود شریف کی کثرت رکھیں، خاموش رہیں اور بہت ادب واحترام کے ساتھ حاضری دیں۔

(سوانح حضرت رائے پوریؒ ص ۲۲۰)

دلم زندہ شد از وصالِ محمدؐ

آپ کبھی کبھی ذوق اور محبت سے نعتیہ کلام سنا کرتے تھے۔ کوئی پنجابی زبان کا شاعر بھی آجاتا تو حضور اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی تعریف میں کلام سنانے کا حکم ہوتا۔ بعض اشعار سے آپ پر گریہ طاری ہوجاتا اور دیر تک طبیعت پر اثر رہتا، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی طرف منسوب قصیدہ (یہ قصیدہ نعتیہ دراصل نواب غازی الدین خان المتخلص بہ نظام کا ہے جو حضرت سلطان المشائخؒ سے غلط طور پر منسوب ہو چکا ہے) اکثر پڑھوا کر سنا کرتے جس کا مطلع ہے:

صباء بسوئے مدینہ روکن زیں دعا گو سلام برخواں
بگرد شاہ مدینہ گردد بصد تضرع پیام برخواں
دلم زندہ شد از وصالِ محمدؐ
جہاں روشن است از جمالِ محمدؐ

مدینہ کا ذکر پر ڈھاریں مار کر رونے لگے

مرضِ وفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہوجاتی اور بعض اوقات بلند آواز سے رونے لگتے۔ مولانا محمد صاحب انوری عمرہ کے لئے روانہ ہورہے تھے، حضرت سے رخصت ہونے کے لئے آئے، مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا تو حضرت دھاڑیں مار مار کر روئے۔ مولانا محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی حضرت اقدس کو اس سے بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، بابو عبدالعزیز صاحب آئے تو ان سے فرمایا کہ دیکھو، یہ مدینہ جارہے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت کی چیخیں نکل گئیں۔ (سوانح حضرت رائے پوری ص ۲۲۱)

محبتِ رسول ﷺ کا سینہ بہ سینہ منتقل ہونا

ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا سینہ مبارک نور و معرفت کا گنجینہ تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی صحبت، محبت کے ساتھ کی۔ اس محبت کی خاصیت ظاہر ہوئی اور جتنی جتنی کسی کی محبت تھی، اسی قدر حضورِ اکرم ﷺ کے سینہ مبارک کی دولت اس محبّ کے سینہ میں آگئی۔ پھر صحابہؓ کی صحبت تابعین نے اٹھائی اور تابعین کی تبع تابعین نے، اسی طرح حضورِ اکرم ﷺ کا وہی نورِ یقین و معرفت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا، پھر اس سے آگے مشائخ کے سلسلے چلے۔ (سوانح حضرت رائے پوری ص ۳۰۰)

ختم نبوت کے تکوینی انچارج

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صلحائے امت کہتے ہیں کہ ''آپؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے بعد ختمِ نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔'' ہر وقت اس فتنۂ عمیاء قادیانیت کے خلاف پروگرام بناتے رہتے تھے، حضرت بخاری صاحبؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ صاحب، حضرت جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ سب آپؒ کے مرید تھے اور آپؒ ہی نے ان حضرات کو اس کام پر لگایا۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے کتاب لکھوائی، ساری عرب دنیا میں تقسیم کرنے کا مجلس

تحفظ ختم نبوت کو حکم فرمایا، ''شہادۃ القرآن'' کی طبع ثانی بھی آپؒ کی توجہ خاص کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ سنیے! آپؒ نے وصال سے پندرہ دن پہلے مولانا لال حسین اخترؒ سے فرمایا کہ ''مجھے آپ سے مولانا محمد علی، مولانا محمد حیات سے بہت زیادہ پیار ہے، اس لئے کہ آپ ختم نبوت کا کام کرتے ہیں۔'' مولانا لال حسین اخترؒ نے عرض کیا ''پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں'' حضرت والا نے فرمایا ''مولوی صاحب! آپ روزانہ کچھ درود شریف پڑھ لیا کریں، باقی آپ کا وظیفہ یہ ہے کہ ختم نبوت پر وعظ کیا کریں، یہ چھوٹا وظیفہ نہیں، بہت بڑا وظیفہ ہے، پورے دین کا دارومدار حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ہے۔''

(روئیداد مجلس ۸۲ھ ص ۱۴)

دربار رسالت ﷺ میں مقام اور تحفظ ختم نبوت کا انعام

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ نے ایک جلسہ عام میں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ جی کی خدمات کا بھی ذکر کیا اور فرمایا چونکہ شاہ جی نے اپنی ساری زندگی ختم نبوت کی حفاظت میں صرف کردی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بہت بلند کردیئے اور انہیں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا۔ مولانا نے اس مجمع عام میں بتایا کہ مجھ سے ایک بہت بڑے عارف اور بزرگ نے اپنا خواب یوں بیان کیا۔ میں ان کا نام عام لوگوں میں نہیں بتاؤں گا۔ ہاں کوئی خاص شخصیت تنہائی میں دریافت کرے تو بتاؤں گا! پھر بیان کیا کہ وہ بزرگ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ دائیں بائیں سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ بیٹھے ہیں اور سامنے ایک تو سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور دوسرے حضرت عبدالقادر صاحب رائے پوری بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو عمامے ہیں آپ نے ایک عمامہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو دے کر بخاری صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ عمامہ اس کے سر پر رکھ دو اس نے ہماری ختم نبوت کی حفاظت کے لئے بڑی محنت کی اور دوسرا عمامہ حضرت رائے پوری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ان کے سر پر رکھ دو۔ حضرت صدیق اکبرؓ جب عمامہ عطا اللہ

بخاری کے سر پر رکھنے کے لئے بڑھے تو بخاری نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو کچھ لیا اپنے حضرت سے لیا ہے۔ یعنی حضرت رائے پوری سے اگر مناسب خیال فرمائیں تو پہلے عمامہ ان کے سر پر رکھیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جناب صدیق اکبرؓ نے حضرت رائے پوری کا عمامہ ان کے سر پر پہلے پہنایا اور پھر شاہ جیؒ کا عمامہ شاہ جی کے سر پر پہنا دیا گیا۔ (بخاری کی باتیں) (واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند صفحہ ۳۳۵)

قطب الارشاد امام العلماء

حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نیر تابان حضرت قطب الارشاد مولانا محمد فضل علی قریشی ،عباسی، ہاشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چودھویں صدی ہجری کے نصف اول کے عظیم بزرگ اور مرشد لاثانی گذرے ہیں، آپ کے حلقۂ بیعت میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ بیرونی اسلامی ممالک کے مقتدر علماء اور پاکیزہ نفوس شامل تھے، آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ذریعے رشد و ہدایت اور اصلاح و تبلیغ کی جو شمع روشن کی، اس کی روشنی دور دور تک پھیلی اور ہزار ہا بندگانِ خدا اس سے مستفید و منور ہو گئے۔ آپ کی زندگی کا بڑا مقصد اتباع سنت، اسلام کا احیاء اور شریعت مطہرہ کی ترویج و اشاعت تھی، آپ کی ساری عمر اصلاح نفوس، احیائے سنت اور ترویج و اشاعتِ اسلام میں بسر ہوئی۔

علمائے دیوبند کے لیے رسول ﷺ کی بشارت

قیام دیوبند کے اثناء میں حضرت قبلہ قریشی نے ایک دن قبرستان میں مولانا محمد قاسم صاحب، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے مزارات کے قریب مع جماعت مراقبہ فرمایا، مراقبہ میں خلافِ عادت کافی تاخیر ہوئی اور فراغت کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا میں کچھ احوال عرض کروں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ جماعت علماء کی ہے اور اہلِ دانش و بینش کا اجتماع ہے، اس لئے یہاں اظہارِ کشف و بیان میں کوئی خطرہ نہیں ہے، آپ نے بجواب حضرت صدیقی فرمایا کہ میں نے آج مراقبہ (غنودگی) میں ایک واقعہ دیکھا، ایک نہایت سرسبز میدان ہے جس میں محدثین دیوبند، دہلی اور گنگوہ کے موجود ہیں، جس کی تفصیل بھی حضرت نے فرمائی، غالبًا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ وغیرہ موجود تھے، یہ

سب حضرات حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے لئے جمع تھے۔

علمائے دیوبند سنت کے زندہ کرنے والے ہیں

چنانچہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے، ان سب حضرات نے مصافحہ کیا، حضور اکرم ﷺ نے مصافحہ لیا، مجھے (قریشی صاحب کو) بھی مصافحہ کا شرف حاصل ہوا، بعد مصافحہ حضور اکرم ﷺ نے بطور اظہارِ خوشنودی فرمایا کہ یہ لوگ میری سنت کے زندہ کرنے والے "محی السنّت" ہیں۔ میں (صدیقی صاحب) نے عرض کیا، حضرت کچھ لوگ ان پر بدظنیاں کرتے ہیں، حضرت شیخ نے فرمایا کہ چمگادڑ صفت لوگوں کا کچھ علاج نہیں۔ یہ حالات علماء کے ذریعے حضرت مدنیؒ تک پہنچے، انہوں نے انتہائی خوشی کے عالم میں فرمایا کہ ہمیں شیخ وقت کی زبان مبارک سے دنیا کے عالم میں خبر مل گئی کہ ہمارے اکابر مقبولِ بارگاہِ رسالت ﷺ ہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ (عاشقان رسول ﷺ کو زیارت نبی ص ۲۳۵)

جب مخدوم المشائخ حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ بوڑھے اور ضعیف ہو گئے، تو عالمِ رؤیا میں تاجدار مدنی ﷺ سے مشورہ کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں دن بھر کی تبلیغ کی وجہ سے تھکا ماندہ ہوتا ہوں، رات کو تہجد کے لئے اٹھا نہیں جاتا، تو تاجدارِ مدنی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تبلیغ کا سلسلہ ترک نہ کرو، کہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

(عاشقان رسول ﷺ کو زیارت نبی ص ۲۳۶)

حضرت قریشی کا مقام

قارئین کرام! یہ بات دل کے کانوں سے سنیئے گا، حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ محفل میں تشریف لائے اور فرمانے لگے، فقیرو! لوگ متوجہ ہو گئے کہ حضرت کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ پھر فرمایا، فقیرو! اور پھر چپ ہو گئے۔ سوچتے رہے۔ بات شروع نہیں کی اور سوچ کر کہنے لگے، ایک دفعہ میرے پیٹ کے اندر بہت ریح پیدا ہو گئی اور وہ نکلتی نہیں تھی۔ پیٹ میں شدت سے درد ہوا، حتیٰ کہ میں تو زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگ گیا، میری حالت غیر تھی، اب لوگ حیران ہیں کہ پیر صاحب لوگوں کو متوجہ کر کے کیا قصہ سنا رہے ہیں۔ بھلا

کوئی سناتا ہے کسی کو کہ میرے پیٹ میں ریح پیدا ہوگئی اور نکلتی نہیں تھی اور درد کی وجہ سے میں لوٹ پوٹ ہونے لگ گیا۔ حضرت مزے سے واقعہ سنا رہے تھے، فرمانے لگے کہ میری تو یہ حالت تھی، لگتا تھا کہ شاید میری جان ہی نکل جائے، اتنے میں میرے جسم سے ریح خارج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سکون عطا فرمایا۔ لوگ حیران تھے، پھر فرمانے لگے، فقیرو! جو آدمی جسم سے گندی ہوا کے نکلنے کا محتاج ہو، کیا وہ بھی کوئی بڑا بول بول سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا، حضرت! وہ تو نہیں بول سکتا۔ فرمایا، اچھا میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ اب وہ بات بتائی جو ابتداء میں بتانا چاہتے تھے۔ فرمایا: مجھے آج رات خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فضل علی قریشی! تو نے متبع سنت لوگوں کی ایسی جماعت تیار کی ہے کہ من حیث الجماعت اس وقت پوری دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں ہے۔

(حیات حبیب ص ۱۶۳)

سبحان اللہ! نبی اکرم ﷺ سے بشارت کیا ملی؟ مگر بتانے سے پہلے معاملہ ہی صاف کر دیا کہ کہیں عجب اور تکبر کی بات ہی نہ آئے۔ دیکھا ہمارے مشائخ کا یہ طریقہ رہا ہے۔ اللہ رب العزت کے ہاں اتنی مقبولیت کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ بتا رہے ہیں کہ فضل علی قریشی! جیسی متبع سنت لوگوں کی جماعت تو نے تیار کی ایسی جماعت اس وقت دنیا میں موجود نہیں، مگر عاجزی ایسی کہ اس کو بتانے سے پہلے اپنے بارے میں ایسی بات کرتے ہیں تاکہ نفس کے اندر کوئی عجب اور تکبر پیدا نہ ہو جائے۔ (عاشقان رسول ﷺ کو زیارت نبی ص ۲۳۶)

حضرت قریشی کو رسول ﷺ سے قرب کا مقام

شیخ العرب، والعجم حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت خواجہ فضل علی شاہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا، آپ نے اس سے فرمایا کہ تم تھکے ہوئے ہو، رات آرام کرو، صبح بیعت کریں گے۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ اپنے شیخ خواجہ سراج الدین کے ہاتھ میں دیا۔ اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ تک پہنچا جنہوں نے اس کا ہاتھ حضرت رسول کریم ﷺ کے دست مبارک میں دیا اور آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر اللہ کا ہاتھ ہے۔(انوار غفوریہ مدنیہ یعنی ملفوظات مولانا شاہ عبد الغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ از آپ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد عبد الرشید پھلن شریف والے۔ صفحہ 12 تا 13، صدیقی ٹرسٹ، نزد لسبیلہ چوک، کراچی)

دارالعلوم دیوبند میں افضل سنت کا اہتمام

ظہر کے وقت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب نے نماز پڑھائی، سر پر کپڑے کی ٹوپی تھی، نماز سے فراغت کے بعد حضرت قریشی نے قاری صاحب سے فرمایا کہ دارالعلوم میں ہوتے ہوئے افضل سنت کا ترک! فوراً قاری صاحب نے اشارہ کیا، صافہ لایا گیا، اس کو مسجد کے مصلے پر رکھ دیا گیا۔ ہر نماز کے وقت جو کوئی امامت کو آتا ٹوپی پر صافہ باندھتا۔

تجھے اللہ اور رسول ﷺ نہ پہچانے گا

حضرت قریشی پر اتباع سنت کا اتنا غلبہ تھا کہ ایک دن گل محمد نامی اسٹیشن ماسٹر چینی کوٹ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے اس سے ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا، گل محمد کو یہ خیال آیا کہ حضرت شیخ نے پہچانا نہیں۔

عرض کیا حضرت میں تو آپ کا غلام ہوں آپ نے پہچانا نہیں، حضرت شیخ کو بوجہ غلبہ اتباع سنت کے پر جوش الفاظ استعمال کرنے پڑے۔ آپ نے فرمایا: تو مجھے ملامت کرتا ہے، تجھے نہ خدا پہچانے گا نہ رسول ﷺ پہچانے گا۔ باعث یہ تھا کہ وہ شخص ڈاڑھی منڈوایا کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ تائب ہوا، اور ڈاڑھی رکھی اور مرتے دم تک اس سنت پر قائم رہا۔

باوضو رہنے کی تلقین وترغیب

حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی زمین تھی اسمیں خود ہل چلاتے تھے، خود پانی دیتے تھے، خود کاٹتے، خود بیج نکالتے، پھر وہ گندم آتی تھی پھر رات کو عشائے کے بعد میاں

بیوی اسے پیسا کرتے اور اس آٹے سے بنی ہوئی روٹی خانقاہ میں مریدوں کو کھلائی جاتی تھی۔ آپ اندازہ کیجئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ سب کچھ خود کرتے تھے۔ حضرت کی عادت تھی کہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے، گھر والوں کی بھی عادت تھی، ایک دن حضرت نے کھانا پکوایا اور خانقاہ میں لے آئے، اللہ اللہ سیکھنے والے سالکین آئے ہوئے تھے، وہ کھانا حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سامنے رکھا جب وہ کھانے لگے آپ نے انہیں کہا: فقیرو! (حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ مریدوں کو فقیر کہتے تھے) تمہارے سامنے جو روٹی پڑی ہے، اس کیلئے ہل چلایا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر بیج ڈالا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر اس کو پانی دیا تو وضو کے ساتھ پھر اس کو کاٹا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر گندم بھورے سے الگ کی گئی تو وضو کے ساتھ، پھر گندم کو پیسا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر آٹا گوندھا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر روٹی پکائی گئی وضو کے ساتھ، پھر آپ کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا وضو کے ساتھ۔'' کاش کہ تم وضو کے ساتھ کھا لیتے۔'' (سلسلہ نقشبندیہ کی روشن کرنیں ص ۴۵۹)

اللہ اور رسول ﷺ کی مہمانوں کی خدمت

ایک مرتبہ فقیر پور شریف میں مہمانوں کا زبردست ہجوم تھا، جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت شیخ آرام فرما رہے تھے۔ حضرت صدیقی فرماتے ہیں کہ میں بھی لیٹ گیا۔ حضرت شیخ اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر نکل کر جماعت کے جوتے جھاڑ جھاڑ کر سیدھے کرتے گئے۔ میرے کان میں اس وقت آواز پڑی جب جوتے بہت تھوڑے رہ گئے تھے۔ میں دوڑ کر بھاگا اس وقت میری زبان سے ایسے الفاظ نکلے کہ جماعت جاگ اٹھی۔ ساری جماعت پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ ہر کوئی روتا تھا آپ نے فرمایا تم اللہ کہنے والی جماعت ہو۔ اس لئے میں نے تمہارے جوتے صاف کئے کہ میری قیامت اچھی ہو، تم بخل کرتے ہو کہ روتے ہو۔ (سلسلہ نقشبندیہ کی روشن کرنیں ص ۴۶۰)

مہمانوں کا اکرام

ایثار کا یہ عالم تھا کہ آپ کی غذا وہ ہوتی جو جماعت کی ہوتی، پہلے جماعت کو کھلایا

کرتے اور سب کے بعد آخر میں خود تناول فرماتے۔ اگر اس وقت باہر سے مہمان آ جاتے تو لانگری کو حکم تھا کہ فوری اطلاع دے۔ اطلاع دینے کا طریقہ یہ تھا کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہے، ایسی صورت میں حضرت قریشی اپنا کھانا باہر لا کر مہمان کو پیش کرتے اور خود بھوکے رہتے۔ (سلسلہ نقشبندیہ کی روشن کرنیں ص ۴۶۳)

امیر شریعت کی حاضری اور ذکرِ قلبی

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حضرت قریشی کے قریہ سے گزر رہے تھے کہ حضرت کی تلاش میں وہ کھیت پر پہنچے۔ حضرت شیخ اس وقت ہل چلا رہے تھے، حضرت شاہ صاحب نے حضرت شیخ سے دعا کی درخواست کی، حضرت نے ان کے قلب پر انگلی رکھ کر قلبی ذکر کی تعلیم کی۔ انگلی رکھنے کے ساتھ ہی ذکرِ قلبی جاری ہو گیا وہ اسی وقت عقیدت مند ہو گئے۔

جب حضرت شاہ صاحب نے قادیان جا کر وہاں تقریر کرنے کی تیاری کی تو بوجہ عقیدت حضرت کے پاس ملتان تشریف لائے، اس وقت آپ ملتان میں تشریف رکھتے تھے۔ شاہ صاحب نے حضرت سے بذریعہ اسپیشل ٹرین اپنے ہمراہ قادیان چلنے کی درخواست کی تا کہ حضرت کے فیض سے اس تبلیغی مہم میں باحسن وجہ کامیاب ہوں۔ حضرت نے تحفظ ختم نبوت کے جذبے سے یہ درخواست بخوشی منظور فرمائی اور قادیان تشریف لے گئے۔ حضرت مرشد صدیقی کا بیان ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت شیخ قبلہ کی صدارت میں قادیان کے اس عظیم الشان تبلیغی جلسے سے ایمان افروز اور ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔

(سلسلہ نقشبندیہ کی روشن کرنیں ص ۴۶۴)

حضرت اپنے مریدین سے فرمایا کرتے تھے کہ تین چیزیں مسواک، عصا اور تسبیح ہر وقت اپنے ساتھ رکھا کریں اور اتباع سنت کا ہر عمل میں خیال رکھیں۔

☆......☆......☆

ممتاز سیرت نگار عالم بالسنۃ

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

سراپا محبت اور عشق رسول ﷺ میں غرق

آپ نعت گوئی کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے اور بسا اوقات حاضرین اور خاص متعلقین کو ترنم سے سنا بھی دیا کرتے اور ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسو بھی رواں رہتے تھے ان نعتوں میں ان کی محبت، سوز، بارگاہ نبوی ﷺ سے عاشقانہ تعلق، بغیر کسی تعلق کے ظاہر ہوگیا تھا، ہندی کے میٹھے بول مولانا کا ترنم، اور نعت کا موضوع، ان سب نے مل کر اس میں عجیب دلکشی اور دلآویزی پیدا کردی تھا، مولانا خود بھی اپنی آنکھوں کو قابو میں نہ رکھ سکتے اور سننے والے بھی متاثر اور آبدیدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ مولانا گیلانیؒ سراپا محبت اور عشق رسول میں غرق تھے۔

ذکرِ محبوب ﷺ اور عشق کی شدت

راقم فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر اپنی نعتوں کا تذکرہ فرمایا کہ فلاں موقع سے ایک نعت کہی تھی جو مجھے خود بہت پسند ہے۔ یہ کہہ کر ترنم کے ساتھ پڑھنا شروع کیا، مولانا کی آواز میں بڑا سوز اور درد تھا، اور کوئی شک نہیں کہ ان کی آواز میں بڑی جاذبیت کی شان ہوا کرتی تھی، میری آنکھیں تو اشک آلود تھیں ہی، لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا کی آنکھ سے سیل رواں جاری ہے۔ پڑھتے جارہے ہیں اور روتے جارہے ہیں، سسکیاں بندھ گئی ہیں اور ایک وجد کا عالم طاری ہے، آنکھیں سرخ ہورہی تھیں، کوئی آدھ گھنٹہ تک ذرا ذرا ٹھہر کر یہ سلسلہ جاری رہا، اس وقت ہم دو کے سوا کوئی تیسرا نہیں تھا، دوپہر کا وقت تھا۔ اس کیفیت اور لذت کو میں زندگی بھر بھول نہیں سکتا۔ میں بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ مجھے کچھ خبر نہیں رہی کہ کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں، مولانا کا حال تو اور بھی عجیب وغریب تھا کوئی شبہ

نہیں کہ مولانا کی نعتوں میں آج بھی وہی اثر ہے، کوئی بھی مسلمان اسے پڑھ کر اپنے آنسو نہیں روک سکتا ہے۔ (حیات گیلانی از مفتی ظفیر الدین ص ۲۵۳)

النبی الخاتم محبوب کی سیرت

مولانا گیلانی کی تصنیفات میں ایک کتاب ''النبی الخاتم'' بھی ہے جو سیرت نبوی ﷺ پر آپ نے لکھی ہے، پڑھنے والا جب پڑھتا ہے تو اس پر جذب و مستی کا ایک عالم چھا جاتا ہے، اس قدر موثر، دلآویز اور جامع سیرت شاید دوسری نہیں ہے، اختصار نویسی میں اپنی مثال آپ ہے، مگر اسی کے ساتھ اثر اندازی میں بھی بے مثال، سیرت کا کوئی گوشہ مولانا نے چھوڑا نہیں ہے، اس کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسالتِ نبوی ﷺ سے مولانا کو کیسا والہانہ تعلق تھا، مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے درست لکھا ہے:

''مولانا کی تصنیفات میں سے غالباً سب سے پہلے ''النبی الخاتم'' پڑھی، کتاب عجیب البیلے انداز میں لکھی گئی ہے، صحفِ سماوی کا اندازِ بیان، خطیبوں کا جوش و برجستگی، عشاق کی مستی و وارفتگی، عقل و جذب کی لطیف آمیزش حسب عادت معمولی معمولی اور مشہور واقعات سے لطیف نکتے، اور عظیم نتیجے نکالتے چلے جاتے ہیں اور اس سرعت و کثرت کے ساتھ کہ پڑھنے والا مصنف سے شکایت کرنے لگتا ہے۔ میں نے اپنی ساری عمر میں سیرت نبوی ﷺ میں رحمۃ اللعالمین اور النبی الخاتم سے زیادہ موثر کتاب نہیں پڑھی، کتاب پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف علم وانشاء پردازی کی کرشمہ سازی نہیں ہے، اس کے اندر ان کا سوز دروں اور خون جگر بھی شامل ہے۔ (حیات گیلانی از مفتی ظفیر الدین ص ۲۵۶)

محبوب ﷺ کا دیدار کرتے ہی کہیں عاشق مر نہ جائے

النبی الخاتم کے تعارف میں مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ نے لکھا ہے: ''مجھ سے ایک ثقہ بزرگ نے بیان کیا تھا، کہ جن دنوں یہ کتاب (النبی الخاتم) تصنیف ہورہی تھی، ایک صاحب دل بزرگ نے ایک رات عالم واقعہ میں دیکھا، کہ حضرت خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جمال کی پوری تابشوں کے ساتھ رونق افروز ہیں اور

مولانا گیلانی قدموں میں تڑپ رہے ہیں۔لیکن ان سے نظر بچائی جارہی ہے۔صاحب واقعہ بزرگ نے یہ دیکھ کر حضرت بلالؓ سے جو وہیں موجود تھے،عرض کیا اس بے چارے کو ایک نظر کیوں نہیں دیکھ لیا جاتا؟ حضرت بلالؓ نے فرمایا اس کو اگر دیکھ لیا،تو مرجائے گا۔

(حیات گیلانی از مفتی ظفیر الدین ص ۲۵۶)

مدینہ منورہ کی محبت

مولانا گیلانی کا سفر بڑے اطمینان وسکون سے طے ہوا،مولانا نے لکھا ہے کہ جب ان کا جہاز یلملم کے سامنے پہنچا تو گھنٹی بجی، جہاز پر سوار مسافروں نے حج،عمرہ کا احرام باندھا،مگر مولانا اور آپ کے دوساتھیوں نے یہاں احرام نہیں باندھا، طے یہ ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے جہاں پہنچ کر احرام باندھا تھا وہیں پہنچ کر احرام باندھا جائے گا۔

جذبات کا طوفان

جدہ پہنچ کر مولانا کا قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہوگیا،چونکہ ابھی حج میں ایک ماہ باقی تھا، اس لئے وہاں قیام رہا، جدہ سے منورہ روانگی بذریعہ بس ہوئی تھی۔اور مختلف منزلوں پر ٹھہرے ہوئے گئے تھے،مولانا نے لکھا ہے کہ جب رابغ پہنچا تو قلب کے احوال میں ایک انقلاب محسوس کیا،تا آنکہ بس مدینہ منورہ شہر کے حدود میں داخل ہوئی،پھر کیا ہوا،مولانا کے قلم سے سنیں،لکھتے ہیں:۔

ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو شاید بھول گیا،مدینۃ النبی ﷺ سننے کے بعد اندر جذبات کا طوفان تھا،جو ابل رہا تھا،ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بلالؓ آرہے ہیں،حضرت ابوذرؓ جارہے ہیں، یہ فاروق اعظمؓ ہیں،ادھر ابوبکر صدیقؓ ہیں۔

جذب ومستی کا عالم

جوش ودیوانگی کا عالم یہ تھا کہ بقول خود مولانا مرحوم''جو کچھ پڑھا لکھا تھا،ایسا معلوم ہوتا تھا،سب فراموش ہوگئے،اب تو معلم سے جو ہدایتیں مل رہی تھیں ان پر عمل ہورہا تھا

چوبیس گھنٹے تک مستی و جذب کا عالم رہا، اپنے آپے میں تھا ہی نہیں، اس کے بعد ہوش و حواس نے کچھ انگڑائی لی اور تاریخ میں کچھ پڑھا تھا ذہن میں آنے لگا۔

حواس درست ہونے کے بعد مولانا کا حال یہ ہوا کہ جن مقامات اور احوال کے متعلق کتابوں میں پڑھا تھا ایک ایک چیز اور ایک ایک مقام کو تلاش کرنے لگے اور وہاں پہنچ کر سنت کے مطابق زیارت کرنے کا جذبہ انگڑائی لیتا رہا تھا مثلاً قبا کی مسجد میں بار بار حاضری دی، اور بار بار دوگانہ ادا کیا۔ (حیات گیلانی از مفتی ظفیر الدین ص ۲۶۵)

مدینہ کے سوا کچھ یاد نہیں

مولانا نے لکھا ہے:۔''ایک ہفتہ کے بعد دل کی کیفیت یہ ہوگئی کہ مدینہ کے سوا کچھ یاد نہ رہا ہندوستان کے اعزہ، اقرباء جامعہ عثمانیہ کی پروفیسری، ہر چیز دماغ سے نکل گئی، یہ قطعی فیصلہ دل کا ہوا، زبان کا ہوا، ذائقہ کا ہوا، کہ جو پانی یہاں پینے کو مل رہا ہے، نہ پہلے کبھی کسی ملک میں ملا تھا اور نہ آئندہ ملے گا۔

مولانا مرحوم کی ان تحریروں سے اندازہ لگائیں کہ محبت رسول ﷺ اور دیار حبیب ﷺ کی محبت کا یہ عالم تھا، وارفتگی اور دیوانگی کیسی تھی، کہ وہاں پہنچ کر روضہ مبارک ﷺ دیکھ کر ساری دنیا کو بھول گئے۔ ساری باتیں ذہن سے نکل گئیں، محبوب اور محبوب کے دیارِ پاک کی ایک ایک چیز پر جان نچھاور کرنے کو جی چاہتا تھا واقعہ یہ ہے کہ ایسے لوگ لذت ایمان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (حیات گیلانی از مفتی ظفیر الدین ص ۲۶۶)

موت کی تیاری

محترم صباح الدین عبد الرحمٰن نے لکھا ہے کہ جب وہ مئی ۱۹۵۶ء میں مولانا گیلانی کی خدمت میں گیلانی حاضر ہوئے تو دیکھا کہ مولانا کافی نحیف و کمزور ہو چکے ہیں۔ دونوں پاؤں پر سوجن کے آثار ہیں، پہلی ہی ملاقات میں مولانا نے فرمایا ''خوب آگئے ،اب چل چلاؤ ہے''۔ یہ بھی فرمایا ''گیلانی (مولانا کا رہائشی قصبہ) بہت عزیز ہے اسی لئے یہیں پڑا ہوا ہوں۔

فجر کی نماز پڑھ کر سکون کی نیند سو گئے

صباح الدین صاحب نے اپنے مضمون میں مولانا کے منجھلے بھائی کی زبانی لکھا ہے:

بھائی صاحب مرحوم ادھر کئی دن سے بہت اچھے تھے، گذشتہ رات اور بھی زیادہ خوش تھے، اور ہر شخص سے لطف ومحبت کی باتیں کرتے رہے، بارہ بجے ان کو آرام کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا، ان کو دیر تک نیند نہیں آئی، مگر پھر سو گئے، صبح سویرے اٹھے وضو کیا کھڑے ہو کر فجر کی نماز ادا کی، پھر پلنگ پر آکر لیٹ گئے، ملازم سے کہا: رات نیند کم آئی تھی اس لئے چادر اوڑھا دو، سوؤں گا، سوئے تو ابدی نیند سو گئے، اور جب ہم لوگوں نے سانس رکتے ہوئے دیکھا تو ان کا چہرہ جوانوں کی طرح شگفتہ اور شاداب تھا''۔ (معارف اپریل 1957)

۵ جون ۱۹۵۶ء مطابق ۲۵ شوال ۱۳۷۵ھ بوقت سات بجے صبح داعی اجل کو لبیک کہا اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے، بعد نماز ظہر نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں آس پاس کے تمام مسلمانوں نے شرکت کی، نماز جنازہ اس علاقہ کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید فصیح احمد تھانویؒ نے پڑھائی، اور اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت گیلانیؒ کی بعد از وفات کرامت

مولانا کے شاگرد غلام محمد صاحب نے صدق جدید لکھنؤ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء کے حوالے سے لکھا ہے۔

''حضرت گیلانی کی حسی کرامات زندگی میں خواہ نہ دیکھی گئی ہوں، مگر اس عالم ناسوت سے جاتے ہوئے انہوں نے عقلیت کے ماروں اور روحانیت کے بے خبروں کے لئے عجیب کرشمہ دکھایا۔ مکارم احسن (مولانا کے چھوٹے بھائی) کا بیان ہے کہ ''مرض الموت میں اکثر یہ فرماتے تھے کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہ جائے گا ہر شخص جوان ہو کر جائے گا'' چنانچہ جیسے جیسے وہ اپنے وقت موعود سے قریب ہوتے جا رہے تھے، ان میں جوش ومسرت بڑھتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ جس رات سفر آخرت طے تھا اس میں فرط انبساط سے بے قابو

ہوتے جارہے تھے اور اسی عالم فرحت میں بظاہر سو بھی گئے، جب صبح ان کی روح پرواز کر چکی تھی، تو چہرہ پر گوشت تروتازہ تھا۔ سفید ڈاڑھی بالکل سیاہ تھی، اور لاغر ونزار جسم بالکل گداز تھا۔ اس منظر کو مکارم احسن صاحب ہی نے نہیں دیکھا بلکہ ہر شریکِ جنازہ نے حیرت کی آنکھ سے دیکھا اور اس میں لذت روحانی محسوس کی، مولانا کے جنتی ہونے کی اس سے زیادہ واضح نشانی اور کیا ہوسکتی ہے۔ (حیات مولانا گیلانی) ، (علماء دیوبند کے آخری لمحات ص ۸۸)

شیخ الاسلام قطب عالم محدث عظیم

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

عشق رسول ﷺ کی حقیقت

محبت کے تمام اسباب حضور ﷺ میں بدرجہ اتم موجود ہیں، لیکن محبتِ رسولؐ معنوی اور اصولی چیز ہے۔ اس محبت اور لگاؤ کا مطلب یہ ہے کہ ہم زندگی کے اس ڈھنگ کو پسند کرتے ہیں، جس کو ہمارے نبیؐ نے ہمارے سامنے پیش کیا۔ صرف سرورِ کائنات کا نام لے کر اُچھل پڑنا، وجد میں آنا اور بے ہوش ہونا محبت نہیں۔ محبت یہ ہے کہ روزمرہ کے کاموں میں ہم ان کی سیرت سے رہنمائی حاصل کریں اور پوری زندگی کا نقشہ یوں ترتیب دیں کہ ہماری ہر ہر بات اور ہر ہر ادا میں سنت و اطاعتِ رسول ﷺ کی پیروی کا جذبہ اور ولولہ ہو۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ محمد عربی ﷺ کے سچے عاشق، محب اور جانثار تھے۔ انہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر محبتِ رسول ﷺ کا اظہار زبان سے نہیں عمل سے کیا اور کامل اتباع نبوی کو اپنا شعار بنایا۔ (سوانح حضرت مدنی ص 134 عبدالقیوم حقانی)

مدینہ طیبہ کی مٹی سے محبت

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں: اس عاجز نے اس باب میں حضرت مدنیؒ کو بہت ممتاز پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ادنیٰ نسبت رکھنے والی ہر چیز کے ساتھ حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کی مٹی کے ساتھ حضرت کو جو خاص قلبی تعلق تھا، جس کا اظہار کئی موقع پر عملی زندگی میں قدرتی طور پر ہوتا رہتا تھا، اس کی مثال اس عاجز نے دوسری جگہ نہیں دیکھی۔ (ایضاً)

روزمرہ کے اعمال میں سنت کی پابندی اور چمڑے کا تکیہ

اسی طرح اتباعِ سنت کا اہتمام اور شغف، عبادات ہی میں نہیں بلکہ اُمورِ معاشرت

اور عادات میں بھی جس قدر فرماتے تھے۔ تلاش کرنے والے کو اس کی مثالیں خواصِ اہل دین میں بھی شاذ و نادر ہی ملیں گی۔ اس سلسلہ میں بعض عادات اور روزمرہ کی بعض ایسی باتوں کا ذکر کرنا غالبًا نامناسب نہ ہوگا، جن سے اندازہ ہو سکے کہ سننِ نبویہ کا اتباع گویا آپ کا مزاج بن گیا تھا۔

مثلاً تکیہ چمڑے کا استعمال فرماتے تھے، کھانا کھاتے وقت نشست ہمیشہ سنت کے مطابق ہوتی تھی۔ اپنے دسترخوان پر (جو عام طور پر گول ہوتا اور جس پر دس بارہ آدمی آپ کے ساتھ دائرہ بنا کر بیٹھتے) سالن ایک ہی بڑے برتن میں ہوتا اور سب کے ہاتھ اسی ایک برتن میں پڑتے، حتیٰ کہ اگر کہیں دعوت میں شرکت فرماتے اور وہاں آج کل کے رواج کے مطابق ہر شخص کے کھانے کی پلیٹ الگ ہوتی تو اپنے قریب والوں کو اپنے ساتھ شامل فرما کر وہاں بھی مسنون طریقہ پر ان کے ساتھ ایک ہی پلیٹ میں کھانا تناول فرماتے۔ (ایضاً)

تعظیماً کھڑے ہونے پر ناراضگی

اسی طرح اٹھنے بیٹھنے اور لیٹنے سونے میں حتیٰ کہ لباس اور جوتا پہننے میں بھی طریقہ سنت کی پابندی فرماتے...... اگر آپ کے تشریف لانے پر آپ کے نیاز مند اور خدام تعظیماً کھڑے ہو جاتے (جیسا کہ آج کل عام دستور ہے) تو ناراضگی کا اظہار فرماتے، بلکہ بعض اوقات اس اظہارِ ناراضگی میں برافروختی بھی ہوتی...... اور فرماتے کہ:

"آپ لوگ کیوں کھڑے ہوئے، کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کھڑے ہونے سے ناگواری ہوتی تھی۔" (سوانح حضرت مدنی ص 135)

حرمین کی یاد میں عاشق کا تڑپنا

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے تھے اور مشاہرہ اتنا تھا کہ مشکل سے گزارا ہوتا تھا۔ جو کچھ ملتا گھر کی ضروریات پر لگ جاتا۔ اسی وجہ سے حج بھی نہ کر سکے۔ مگر دل میں تمنا بہت تھی۔ حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حج کے دن شروع ہوتے تھے تو آپؒ کو گھر کے اندر چین نہیں آتا تھا۔ کبھی ادھر چلے جاتے اور کبھی ادھر چلے

جاتے۔ حتیٰ کہ دستر خوان پر کھانا کھاتے ہوئے بھی جب خیال آ جاتا تو کہتے، معلوم نہیں عشاق کیا کر رہے ہوں گے۔ حج پر جانے والوں کو عشاق کہتے تھے۔ یہ خیال آتے ہی کھانا چھوڑ دیتے اور آہیں بھرنے لگتے۔ اور کہتے: کاش کوئی دن آئے کہ حسین احمد کو بھی اس جگہ کی زیارت نصیب ہو جائے۔

ایک دفعہ رات کو سوئے ہوئے تھے اور آنکھ کھل گئی۔ اٹھ بیٹھے، پریشانی سے نیند نہ آئی۔ اسی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کیا، اے اللہ! معلوم نہیں تیرے عاشق کیا کر رہے ہوں گے۔ کاش کہ حسین احمد کو بھی ان میں شمار فرما لیتا۔ ذوالحج کے دس دن آپ کو یہاں آرام نہیں آتا تھا۔ دعائیں مانگتے تھے، کڑھتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے آپ کی اس محبت کو قبول فرما لیا اور آپؒ کیلئے حرم شریف کے دروازے کھلے اور اٹھارہ سال تک حضور ﷺ کے پاس بیٹھ کر حدیث پاک کا درس دیتے رہے۔ عاشق ہی ایسا کر سکتا ہے، کوئی اور تو نہیں کر سکتا۔

محبوب کے روضہٴ مبارک کی ریش مبارک سے صفائی

آپؒ حدیث مبارکہ کا درس دیتے وقت اس اندازے سے بیٹھتے تھے کہ مواجہہ شریف بالکل سامنے ہوتا تھا۔ ہم تو کہتے ہیں **قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** مگر جب آپؒ حدیث شریف پڑھاتے تو فرماتے، **قال ھذا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم**۔ جب آپؒ تعلیم سے فارغ ہو جاتے تو اکثر لوگوں نے دیکھا کہ رات کے اندھیرے میں عشاء کے بعد یا تہجد سے پہلے اپنی ڈاڑھی مبارک سے حضور ﷺ کے روضہ اقدس کے قریب کی جگہ کو صاف کر رہے ہوتے تھے۔ سبحان اللہ۔ اللہ ہمیں بھی ایسا عشق اور ایسا ادب نصیب فرما دے۔ کسی نے کیا خوب بات کہی:

نازاں ہے جس پہ حسن، وہ حسن رسولؐ ہے
یہ کہکشاں تو آپؐ کے قدموں کی دھول ہے

اے کاروان شوق یہاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا تو کانٹا بھی پھول ہے

عاشق کی پہچان

ارے! عاشق کی پہچان کیا ہے؟ عاشق وہ ہوتا ہے جو محبت کا دعویٰ کرے اور ایک ایک عمل حضور ﷺ کے حکم کے مطابق کرے۔ اگر حضور ﷺ کی ادائیں پسند نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ زبانی محبت ہے حقیقی نہیں ہے۔ کسی عارف نے کہا:

وہی سمجھا جائے گا شیدائے جمال مصطفیٰؐ
جس کا حال حال مصطفیٰؐ ہو جس کا قال قال مصطفیٰؐ

حضور ﷺ کا عاشق کون سمجھا جائے گا؟ جس کی باتیں حضور ﷺ کے حکم کے مطابق ہوں اور جس کا عمل بھی حضور ﷺ کے عمل کے مطابق ہو، سنت کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے علمائے دیوبند کی قبروں پر کہ جنہوں نے حضور ﷺ کی ایک ایک سنت پر ڈیرے ڈالے اور حفاظت فرمائی۔

کافر کے ساتھ حسن سلوک والی سنت پر عمل

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ سے روایت ہے کہ:

جب حضرت مدنیؒ آخری حج سے تشریف لا رہے تھے تو ہم لوگ اسٹیشن پر شرف زیارت کے لئے گئے۔ حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحب زادہ محمد عارف ضلع جھنگ دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھا جس کو ضرورت فراغت لاحق ہوئی۔ وہ رفع حاجت کے لئے گیا اور الٹے پاؤں بادل ناخواستہ واپس ہوا۔ حضرت مولانا مدنیؒ سمجھ گئے۔ فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں ادھر ادھر سے اکٹھی کیں، لوٹا لے کر پاخانے میں گئے اور اچھی طرح صاف کر کے ہندو دوست سے فرمانے لگے کہ جائیے پاخانہ بالکل صاف ہے۔ نوجوان نے کہا، مولانا! میں نے دیکھا ہے، پاخانہ

بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر، وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا، یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔

اس واقعہ کو دیکھ کر خواجہ نظام الدین تونسوی مرحوم نے ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کھدر پوش کون ہے؟ جواب ملا کہ یہ مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں تو خواجہ صاحب مرحوم بے اختیار ہو کر حضرت مدنیؒ کے پاؤں سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ حضرت نے جلد پاؤں چھڑائے اور پوچھا، کیا بات ہے؟ خواجہ صاحب نے کہا، سیاسی اختلاف کی وجہ سے میں نے آپ کے خلاف فتوے دیئے اور برا بھلا کہا، آج آپ کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر تائب نہ ہوتا تو شاید سیدھا جہنم میں جاتا۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا، میرے بھائی! میں نے تو حضور ﷺ کی سنت پر عمل کیا ہے اور وہ سنت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ایک یہودی مہمان نے بستر پر پاخانہ کر دیا تھا۔ صبح جلدی اٹھ کر چلا گیا، جب اپنی بھولی ہوئی تلوار لینے آیا تو دیکھا حضور ﷺ بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے بستر کو دھو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

(ماہنامہ الرشید، مدنی و اقبال نمبر ص ۱۷۲)

نماز میں گریہ اور سینہ مبارک کھولنے کی آواز

قاری محمد میاں صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی لکھتے ہیں کہ:

تہجد میں اوّل دو رکعتیں مختصر پڑھتے اور اس کے بعد دو رکعتیں طویل جن میں ڈیڑھ دو پارے قرات فرماتے۔ تہجد کی قرات قدرے جہر سے ادا فرماتے۔ پاس بیٹھا ہوا آدمی غور سے سنے تو پوری قرات سن سکے۔ قرات کرتے وقت اس قدر خشوع، اتنا گریہ، سینہ مبارک سے ایسے کھولتے ہوئے گرم سانس۔ جنابِ رسول اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت احادیث میں ذکر کی گئی ہے:

كان يصلي ولجوفه ازيز كازيز المرجل من البكاء.

''آپ ﷺ نماز ایسی پڑھا کرتے تھے کہ آپؐ کے اندرون سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز کی طرح سے آواز آتی تھی۔''

وہ منظر کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر پہلے دعا مانگتے، پھر مصلّے پر استغفار کرنے کے لئے بیٹھ جاتے۔ تسبیح ہاتھ میں ہوتی، جیب میں سے رومال نکال کر آگے رکھ لیتے۔ اگالدان قریب رکھ لیا کرتے، اس وقت رونے کا جو منظر بارہا دیکھنے میں آیا ہے، وہ کسی اور وقت نہیں آیا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں مسلسل جاری، رومال سے صاف کرتے جاتے اور:

استغفر اللّٰه الذی لااله الا هو الحی القیّوم واتوب الیه.

جھوم جھوم کر پڑھتے جاتے، کبھی کبھی اور بھی کلمات پڑھتے۔ بعض اوقات اسی کرب و بے چینی کے عالم میں فارسی یا اردو کا کوئی شعر بھی پڑھا کرتے۔ فجر کی نماز تک یہی معمول رہتا۔ (الجمعیہ شیخ الاسلام نمبر ص ۸۰)

کیکر کے درخت سے محبت

مفتی مہدی حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

عبادتِ خداوندی کا یہ ذوق کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نمازِ فجر میں طوالِ مفصل ہی پڑھا کرتے تھے۔ سنت کی شیدائیت اتنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ جن امور کا ادنیٰ تعلق بھی رسول اللہ ﷺ سے ہو، ان پر عمل کرتے تھے۔ دنیا کو حیرت ہوگی کہ دارالعلوم کے چمن میں کیکر کا درخت لگوایا۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ؟ نہ اس میں پھول نہ پھل، نہ اس سے خوشنمائی نہ یہ زینتِ چمن، پھر کیوں لگوایا؟ تحقیق سے پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے بیعت لی تھی ''جو بیعتِ رضوان'' کے نام سے زباں زدِ خاص و عام ہے۔ یہ درخت اس کی یادگار ہے۔ (الجمعیہ شیخ الاسلام نمبر ص ۵۲)

مجھ کو خلافِ سنت میں مزہ ہی نہیں آتا

ایک مرتبہ حکیم محمد یٰسین صاحب بجنوری ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ حضرت آپ کے اوپر مرض کا غلبہ ہوتا جارہا ہے اور اس مرض میں آرام کی کرنے کی بہت

زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ حرکت وغیرہ خاص طور پر اس کے لئے مضر ہوتی ہے۔ اوّل تو آپ باہر تشریف نہ لے جائیں اور اگر تشریف لے ہی جائیں تو پھر ذرا نماز ہلکی ادا فرمائیں۔ آپ کے یہاں وہی صحت اور تندرستی والا دستور چل رہا ہے۔ مرض کی حالت میں اگر کچھ سنن و مستحبات وغیرہ چھوٹ جائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے مگر میں کیا کروں کہ مجھ کو خلافِ سنت نماز میں مزہ ہی نہیں آتا۔ اس جواب کا حکیم صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ (رشید الدین حمیدی)

ہندوستان بھر کے ائمہ مساجد نے اس سنت کو بھلا دیا

جب کہیں جمعہ کے دن حضرت کو نمازِ فجر پڑھانے کا اتفاق ہوتا تو آپ سورۂ الٓمٓ سجدہ اور سورۂ دہر تلاوت فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ہندوستان بھر کے ائمہ مساجد نے اس سنت کو ترک ہی نہیں کیا بلکہ بھلا دیا ہے۔ اس وجہ سے پڑھتا ہوں کہ ائمہ مساجد توجہ کریں۔

رمضان شریف میں صلوٰۃ وتر میں سورۂ اعلیٰ، سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص اکثر تلاوت فرماتے اور جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ کی تلاوت کا معمول تھا۔

مہر فاطمی پر نکاح پڑھانے کا معمول

مہر فاطمی پر نکاح پڑھانے پر سختی سے عمل فرماتے۔ اس نکاح کو پڑھانے سے انکار فرمایا کرتے جس میں مہر فاطمی نہ ہوتا۔ ارشاد فرماتے کہ کیا آپ کی صاحبزادی رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سے زیادہ افضل ہے۔

عبدالحق! حضور ﷺ کی سنت کبھی کبھی تو پوری ہونی چاہئے

حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

مدینہ منورہ کے لوگ جتنی عزت حضرت مولانا حسین احمد کی کرتے تھے، اتنی کسی اور عالم کی نہیں کرتے تھے۔ مگر حضرت رمضان شریف میں روزہ پر روزہ رکھتے رہے اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ ایک دن مجھے شوق ہوا کہ آج استاد محترم کے ساتھ افطار و سحر کیا جائے۔ چنانچہ

کھانا پکوا کر حرم شریف میں لایا اور انتظار کرتا رہا کہ اب حضرت کے گھر سے کھانا آئے گا۔ نمازِ مغرب قریب ہوگئی مگر کھانا نہیں آیا۔ میں نے دستر خوان بچھایا اور حضرت سے عرض کیا کہ تشریف لائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کھانا کھالو، میں کھجور سے افطار کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس شوق میں حاضر ہوا ہوں کہ کھانا آپ کے ساتھ کھاؤں۔ آپ روزہ کھجور سے افطار فرمالیں، میں بھی کھجور سے افطار کروں گا مگر کھانے میں میرے ساتھ شرکت فرمائیں۔ چنانچہ حضرت نے میری ضد پوری کردی۔ کچھ تھوڑا سا کھانا کھا کر نماز شروع کردی اور نماز کے اس سلسلہ کو عشاء تک جاری رکھا یہاں تک کہ تراویح شروع ہوگئی۔ تراویح کے ختم ہونے کے بعد میں نے درخواست کی تو فرمایا کہ سحر میں دیکھا جائے گا۔ پھر سحر تک نوافل میں مشغول رہے۔ میں سوگیا، حضرت نے مجھے سحر میں جگایا اور استغناء کے ساتھ فرمایا کہ تم کھانا کھالو۔ اس وقت میں نے سوال کیا کہ حضرت کیا بات ہے؟ آنجناب کے گھر سے افطار میں بھی کھانا نہیں آیا اور اب سحر میں بھی نہیں آرہا۔ حضرت خاموش رہے، بات کو ٹالنا چاہا، سنتے رہے، ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ اصل بات کو چھپانے کی بہت کوشش کی لیکن میرا اصرار بڑھتا رہا۔ تو حضرت نے مجبور ہوکر صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ شاید آج گھر میں کچھ نہیں تھا۔ غرض کہ میں نے پھر زبردستی حضرت کو کھانا کے لئے بٹھایا تو کھانا کھاتے ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ عبدالحق! حضور ﷺ کی سنت کبھی کبھی تو پوری ہونی چاہئے اور پھر بہت لجاجت کے لہجہ میں فرمایا کہ دیکھو میرے گھر کی بات کسی سے نہ کہنا۔

(تذکرہ شیخ مدنی)

مولانا حسین احمد مدنیؒ اور اتباعِ سنت

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے اتباع سنت کے واقعات اس قدر مشہور اور زباں زد ہیں کہ ان سب کا لکھوانا تو بہت مشکل ہے اور اس کے دیکھنے والے بھی تک بہت موجود ہیں۔ اس ناکارہ نے اپنے اکابر میں اخیر شب میں رات کو گڑگڑاتے

ہوئے رونے والا دو ۲ کو دیکھا۔ ایک اپنے والد صاحبؒ کو اور دوسرے حضرت شیخ الاسلامؒ کو۔ ایسی ہچکیاں اور سسکیاں لیتے تھے جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔

سنت کے عشق میں ثواب میں کمی

بذل کی تحریر کے وقت جب نظائر والی حدیث ابوداؤد میں آئی جس کی ترتیب مصحفِ عثمانی کے خلاف ہے تو میرے حضرت قدس سرہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس حدیث کو ایک پرچہ پر نقل کردو اور مجھے دیدو، آج تہجد اسی سے پڑھیں گے۔ یہ حضرات سنت کے شوق میں ثواب کی کمی کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ میرے والد صاحبؒ کا مشہور مقولہ تھا کہ سنت کے موافق پاخانہ میں جانا خلافِ سنت نفلیں پڑھنے سے افضل ہے۔

منہ پر مدح کرنے والے کی یہی جزاء ہے

حضرت میرٹھیؒ تذکرۃ الرشید ص ۱۶۲ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا اتباع سنت میں وہ ثبات قدم جس کو استقامت کہتے ہیں ایسا واضح اور عالم آشکارا ہے کہ محتاجِ دلیل بنانا بے ادبی کے علاوہ گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ سنت کے ساتھ محبت رکھنے والے دنیا میں اور بھی ہیں مگر اصل حبۃ القلب اور سودائے دل میں اس محبت کا وہ رسوخ بہت ہی کم نظر آئے گا جس کو محویت اور فنائیت کہہ سکیں اور جس کا جسم پر یہ ثمرہ ظاہر ہو کہ کبھی بھول کر بھی بلاقصد امر خلاف شرع صدور نہ ہو۔

مولوی حکیم محمد اسمٰعیلؒ صاحب گنگوہی اجمیری نے ایک قصیدہ آپ کی مدح میں لکھا اور چونکہ موردِ عنایات ہونے کی وجہ سے بے تکلف زیادہ تھے اس لئے ہر چند حضرت نے سننے سے تنفر فرمایا مگر انہوں نے باصرار سنایا، جب ختم کر چکے تو آپ جھکے اور زمین سے خاک اُٹھا کر ان پر ڈالدی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے کپڑے خراب ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ منہ پر مدح کرنے والے کی یہی جزاء ہے میں کیا کروں، جناب رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا عشق رسول ﷺ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت پاک باز بزرگ تھے۔ اس زمانہ کے مشہور بزرگ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی اور شیخ ہی کی بارگاہ میں بارگہ رسالت کا عشق رگ وریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا۔ شیخ کا وصال ہوا تو آپ کو بے پناہ صدمہ وہوا۔ ہر وقت بے چین رہتے، اپنے وطن ہندوستان سے دل اچاٹ ہوگیا اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں علوم دینیہ کی تکمیل کر کے فارغ ہوئے تو آپ کے والد حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت کی تیاری مکمل کرلی اور اپنے خاندان سمیت ترک وطن کر کے دیار حبیب میں جا آباد ہوئے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا کچھ نعتیہ کلام بھی ''نقش حیات'' میں نقل کیا ہے جس کا ایک ایک لفظ عشق نبوی ﷺ میں دوبا ہوا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

اے بہار باغ رضواں کوئے تو بلبل سدرہ اسیر ہوئے تو
سجدہ ریزاں آمدہ سوئے حبیب اے ہزاراں کعبہ درا بروئے تو
اے رسول عربی آپ کی فرقت کے قتیل پل محشر سے سبک یار اتر جاتے ہیں
سر رہے یا نہ رہے پر رہے سودا سر میں عشق احمد کا خدایا یہی ہم چاہتے ہیں
اس حبیب دل خستہ پہ نظر ہوجائے دردمندوں کی دوا آپ کیے جاتے ہیں
زن وفرزند میں خود بھی دل وجان بھی سبھی تجھ تصدق یا نبی اللہ تو محبوب یگانہ ہے
بصارت تیز کرتی ہے حبیب اس کوچہ کی مٹی دل وجاں خانماں سب ہیچ وہ سرمہ لگانا ہے

18 برس مسجد نبوی میں درس حدیث

حضرت مدنی رحمتہ اللہ نے اپنے استاد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق مسجد نبوی کی مبارک اور پر انوار فضاؤں میں تدریس کا آغاز کیا۔ آپ کا حلقہ درس

بہت جلدی مقبول ہوگیا اور ممالک اسلامیہ کے طلباء آپ کے پاس کھینچ کھینچ آنے لگے یہاں تک کہ آپ کو شیخ الحرمین کے بلند خطاب سے یاد کیا جانے لگا۔ مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۸ برس حرم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ السلام میں بیٹھ کر اور خود صاحب کتاب وسنت (جناب رسول اللہ ﷺ) کے پاس اور ان کے زیر نظر رہ کر درس کتاب وسنت دیا۔ جس سے مشرق ومغرب کے ہزار ہا عوام وخواص اور علماء وفضلاء مستفید ہوئے اور حجاز وشام، مصر وعراق اور ترک وتا تار وغیرہ تک آپ کے کمالات کا شہرہ پہنچ گیا، قیام مدینہ کی انتہا اس پر ہوئی کہ آپ حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کی اسارت مالٹا کے موقع پر اپنے استاد کی معیت میں پانچ برس اسارت خانہ میں رہے۔ گویا حرم نبوی کے اشارہ پر حرم شیخ میں مکرر داخل ہوئے۔ (مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام)

مدینہ کی مقدس وادیوں میں سلوک طے کیا

تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ آپ نے پیرومرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کے مطابق پوری مستعدی اور ہمت سے ذکر وشغل بھی جاری رکھا اور مدینہ کی مقدس وادیوں میں سلوک وطریقت کی مشکل ترین گھاٹیاں بھی عبور کر ڈالیں۔ روزانہ بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پیش کر کے وہیں مسجد شریف میں ہی ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے، بدن میں غیر اختیاری حرکت پیدا ہو جاتی تو اٹھ کر جنگل میں تشریف لے جاتے، کبھی مسجد الاجابہ کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں بیٹھ کر اللہ کے نام کی ضربیں لگاتے اور کبھی کسی دوسری وادی میں جا کر اوراد ووظائف پورے کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور جناب رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت کی برکت سے مبشرات اور رؤیائے صالحہ کا سلسلہ شروع ہوا تو معاملہ یہاں تک پہنچا کہ بلا حجاب زیارت اور "وعلیکم السلام یاولدی" کے مبارک جواب سے سرفراز ہوئے۔

اے حبیب ﷺ رخ سے ہٹا دو نقاب کو

ایک دن آپ اردو شعروں کی کتاب پڑھ رہے تھے کہ آپ کے سامنے یہ مصرعہ آیا۔ ہاں

اے حبیب رخ سے ہٹادو نقاب کو۔ یہ آپ کو بہت بھلا معلوم ہوا۔ روضۂ اطہر کے قریب پہنچ کر صلوٰۃ وسلام کے بعد نہایت بیقراری کے عالم میں مصرعہ پڑھنا اور شوق دیدار میں رونا شروع کیا۔ کچھ دیر بعد آپ کو اسی بیداری میں نظر آیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سامنے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔آپ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔(ملخصاً نقش حیات جلد اول ص ۹۲)

اس سے عظیم سعادت کیا ہوگی

مشہور عالم اور بزرگ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی مرحوم نے بیان فرمایا کہ ایک بار زیارت بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربار رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دوران قیام مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ امسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ہے، ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربار رسالت سے " وعلیکم السلام یا ولدی" کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا۔ اس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا، مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے۔ دل تڑپ اٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی تاکہ اس محبوب بارگاہ رسالت کی زیارت سے مشرف ہوسکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کرلوں۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان سید حبیب اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرزند ارجمند ہے۔ گھر پہنچا ملاقات کی، تنہائی پاکر اپنی طلب و جستجو کا راز بتایا۔ ابتداء خاموشی اختیار کی، لیکن اصرار کے بعد کہا کہ "بیشک جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے"۔ یہ نوجوان تھے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۴۹)

عاشقوں کے سردار اور آداب دربار

آپ آخری بار ۱۳۷۶ھ میں جب زیارت بیت اللہ شریف وزیارت روضۃ النبی ﷺ کے لئے تشریف لے گئے تو محمدی جہاز میں آپ نے ایک تقریر فرمائی جس کا ایک ایک جملہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے عشق ومحبت سے لبریز ہے۔ اس تقریر میں

دربار رسالت میں حاضری کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کا عشق لے کر جا رہے ہو تو جس قدر ممکن ہو عجز و انکسار اختیار کرو۔ جملہ عاشقوں کے سردار آقائے نامدار ﷺ پر جس قدر ممکن ہو درود شریف پڑھتے ہوئے تلاوت کر کے ہدیہ کیجئے۔

اس راہ عشق کے سردار آنحضرت ﷺ ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک اور علماء کے ایک گروہ کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے۔ ولوانهم اذظلموا انفسهم جاء وک فاستغفرو الله واستغفرلهم الرسول لو جدو الله توابا رحيما۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ تمام امت کے لئے رحمت ہیں، آپ کے پاس حاضری دے کر عرض کرو، یارسول اللہ! ہم حاضر ہوئے ہیں ہمارے لئے حج کی قبولیت کی دعا فرمایئے، شفاعت فرمایئے، پھر جناب باری سبحانہ کے گھر کی طرف لوٹا جائے تاکہ آپ کے وسیلہ سے اللہ پاک حج کی اس عاشقانہ عبادت کو قبول فرمائے۔ (ارشادات ص ۱۰۲)

اپنے ایک مرید کو خط کے جواب میں لکھتے ہیں، بارگاہ نبوت سے استفادہ کرنا سوءادب کیوں ہوگا؟ بارگاہ میں حاضر ہو کر بعد ادائے صیغ صلوٰۃ وسلام مذکورہ درود شریف کی کثرت بصیغہ خطاب زیادہ مفید ہے۔ اس کے علاوہ استفادہ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ مراقبہ ذات الٰہیہ میں مشغول رہیں جو کچھ فیوض پہنچنے والے ہیں وہ پہنچیں گے۔ اس کے قصد یا سوال کی ضرورت نہیں، حاضری روضۂ مبارک کے وقت میں آنحضرت ﷺ کی روح پرفتوح کو وہاں جلوہ افروز، سننے والی، جاننے والی، غایت جمال وجلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضری خیال کی جائے اور جملہ طریق ادب کا لحاظ رکھا جائے، جو لوگ مقصر آداب وسنن ہوں ان کی تحقیر وتوہین کی طرف خیال نہ کیا جائے اور نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلاضرورت شدید توجہ کی جائے۔ فضول باتوں اور لوگوں کی مجالس میں بلاضرورت حاضری سے گریز کیا جائے اوقات کو درود شریف، ذکر، مراقبہ، قرأت قرآن، نوافل سے معمور رکھا جائے۔ (ارشادات ص ۸۵)

مدینہ کی ہر شے کی تعظیم ضروری ہے

ایک مرتبہ درس بخاری میں ارشاد فرمایا کہ ایک حاجی صاحب مدینہ منورہ پہنچے اور یہ کہہ دیا کہ مدینہ منورہ کا دہی کھٹا ہوتا ہے۔ رات کو جناب رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ جب مدینہ کا دہی کھٹا ہے تو آپ یہاں کیوں تشریف لائے۔ یہاں سے چلے جاؤ، یہ صاحب جب بیدار ہوئے تو بہت گھبرائے، لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے کہ اب کیا کروں، کسی صاحب نے فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر دعا کرو ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم فرمائے۔ چنانچہ یہ صاحب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر گئے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ رات کو حضرت حمزہ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا، مدینہ منورہ سے چلے جاؤ ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔ اس کے بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، مدینہ منورہ کی چیزوں میں ہرگز عیب نہ نکالنا چاہئے بلکہ وہاں کی مصیبتوں کو خوشی سے برداشت کرنا چاہئے، مدینہ منورہ کے باشندوں کا احترام کرنا چاہئے اگر ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو ہنسی خوشی برداشت کرنا چاہئے۔ (انفاس قدسیہ ص ۲۵۹)

آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک تک نورانی دھاگوں کا سلسلہ

ختم بخاری شریف کے موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ اصلاح نفس کے لئے اشتغال بالحدیث سب سے اقرب ذریعہ ہے اور اس کے بعد فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہدہ بیان فرمایا کہ شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے مزار مقدس (زاد اللہ شرفا) پر حاضر ہو کر مشاہدہ کیا کہ جو لوگ اشتغال بالحدیث رکھنے والے ہیں ان کے قلب اور آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک تک نورانی دھاگوں کا سلسلہ جاری ہے۔ (انفاس قدسیہ ص ۲۴۹)

حیاۃ النبی اور بیداری میں زیارت نبی ﷺ

مدینہ منورہ میں قبلہ جنوب کی جانب ہے۔ گنبد خضرا مشرقی گوشے میں واقع ہے۔ مغرب کی جانب باب الرحمت کے متصل دالان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ درس دے رہے تھے۔ گنبد خضرا کی جالیاں سامنے تھیں۔ تلامذہ میں سے ایک کو "حیات النبی ﷺ کے متعلق کافی شکوک تھے۔ دوران درس انہوں نے ایک بار جو نظر اٹھا کر دیکھا تو نہ قبہ خضرا تھا، نہ جالیاں، بلکہ خود سید البشر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے انہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلباء کو متوجہ کرنا چاہتے ہوں) کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ سے انہیں منع فرمادیا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو پھر تمام چیزیں اپنی پہلی حالت پر موجود تھیں۔ (شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نمبر، صفحہ نمبر ۴۰ پر مولانا احمد حسین صاحب لاہر پوری نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پر جو مضمون لکھا ہے، اس میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام کی زندگی کے حیرت انگیز واقعہ صفحہ ۳۱)

ہم تو صرف تمہاری عیادت کیلئے آئے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کا دایاں حصہ ۲ مارچ ۱۹۵۲ء کو سُن ہوگیا۔ ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ فالج کا اثر ہے۔ آپ کو بڑا صدمہ اور تکلیف ہوئی، دوسرے دن آپ نے فرمایا کہ رات مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے داہنے ہاتھ پر دعا پڑھی اور دم کیا اور فرمایا: "حسین احمد تشویش کی کوئی بات نہیں، ہم صرف تمہاری عیادت کو آئے ہیں"۔ چنانچہ حضرت بفضلہٖ تعالیٰ بالکل تندرست ہوگئے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام)

نبی ﷺ اور صدیقؓ کی زیارت

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب میں کراچی سے گنگوہ شریف کیلئے سفر کر رہا تھا اور گاڑی ملتان کے قریب سے گزر رہی تھی تو

خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ علیہ تشریف لائے ہیں اور ہر دو صاحبان کے ہاتھ ایک دوسرے سے تشبیک یعنی ایک کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں اس طرح ہے کہ ایک کی انگلیاں دوسرے کی انگلیوں میں جالی کی طرح پھنسی ہوئی ہیں۔ جیسے کہ بے تکلفی اور انتہائی دوستی میں ساتھ چلتے وقت دو دوست ہتھیلی میں ہتھیلی اور انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں، کئے ہوئے ہیں۔

نبی ﷺ کی طرف سے علم کا تحفہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مکہ معظمہ سے روانہ ہونے کے بعد چوتھے روز جبکہ قضیمہ سے رابغ کو قافلہ جارہا تھا میں نے اونٹ پر سوتے ہوئے خواب دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میں قدموں پر گر گیا۔ آپ ﷺ نے میرا سر اٹھا کر فرمایا کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جو کتابیں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں ان کو سمجھنے کی قوت حاصل ہو جائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تجھ کو دیا۔ (نقش حیات حصہ اول صفحہ ۸۰)

☆ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ مسجد نبوی (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) میں چارزانو بیٹھا ہوا ہوں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بائیں جانب تشریف فرما ہیں اور حضرت رسول اللہ ﷺ داہنی جانب سے تشریف لائے اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں کوئی کتاب ہے۔

(نقش حیات حصہ اول صفحہ ۹۵)

انتقال کے بعد چہرۂ انور پر حسن اور انوارات کی بارش

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آخر ایام تک باجماعت کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائی اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور ناظم تعلیمات کے حیثیت سے ۳۲ سال خدمت کر کے بعمر ۸۰ سال بعد نصف النہار قریب ڈیڑھ بجے پنج شنبہ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳ جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ وصال فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند کے قبرستان میں دفن کئے گئے، غسل

دینے والے بزرگوں کو یہ دیکھ کر سخت حیرانی تھی کہ جسم مبارک اس طرح نرم تھا جیسے کہ کسی زندہ کا، یہاں تک کہ ہاتھ دھوئے تو انگلیوں کے چٹخنے کی آواز سنی گئی۔ نزع روح کے وقت آنکھیں نیم باز اور دہن نیم وا ہو جاتا ہے، ناک اور بانسے اور چہرہ کی تازگی میں فرق آ جاتا ہے لیکن ہر ایک کو حیرت تھی کہ آنکھیں بند، ہونٹ اس طرح ملے ہوئے جیسے سونے کے وقت عادت تھی اور روئے انور پر وہ تازگی اور تازگی میں ایک لطیف تبسم کی وہ شگفتگی کہ اگر پہلے سے یقین نہ ہو تو اس شہید ناز کو مردہ تصور کرنا ناممکن تھا (سید محمد میاں، ناظم جمعیۃ العلماء ہند، دہلی) چہرہ انور کا ایک ایک بال سنت کے مطابق سجا ہوا تھا، گویا مشاطہ قدرت نے خاص اپنے ہاتھ سے ریش مبارک میں کنگھی کر دی ہے اور درست کر دیا ہے۔ آپ کے چہرہ مبارک پر جو طمانیت اور سکون تھا۔ بشاشت ونشاط کی جو نورانی کیفیت رقصاں تھی۔

قطب عالم کا ہر عمل محبوب ﷺ کے نقشِ قدم پر

قطب عالم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اس دور میں شریعت محمد اور سنت نبوی کا بہترین نمونہ تھی۔ اس لئے ان کی ہر ادا سے انسانیت نمایاں تھی۔ کیونکہ اصل انسانیت دنیا کے سب سے بڑے انسان کے نقش قدم پر چلنے میں ہے۔ جو آدمی دنیا کے سب سے بڑے انسان کی جتنی اتباع کرے گا۔ وہ اتنا انسانیت سے قریب ہوگا۔ حضرت مدنیؒ چونکہ متبع سنت تھے۔ لہٰذا دیکھنے والا پہلی نگاہ میں بھانپ لیتا تھا کہ واقعی انسان ایسے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم بھی آپ سے ملتا تھا۔ تو وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

ہر لقمے پر ذکر اللہ کے انوار

وہ ہزاروں لاکھوں ارادت مند حضرت سے ذاتی طور پر واقفیت رکھتے ہیں۔ اس بات کی شہادت دینے میں قطعاً تامل نہیں کریں گے۔ مرشد عالم کے دامانِ رشد و ہدیٰ سے جو وابستہ ہیں۔ اس کی تعلقات کی خوشگواریوں کا معیار صرف یہی ایک تھا۔ یعنی اتباعِ سنت، داہنے ہاتھ سے کھانا۔ چھوٹا نوالہ کھانا۔ اس طرح کھانا کہ برابر کے آدمی کو تکلیف نہ ہو۔ پلیٹ میں اپنے آگے سے کھانا، منہ اس طرح چلانا کہ آواز نہ ہو بسم اللہ سے شروع کرنا، دعا

مسنونہ پر ختم کرنا، اول اور آخر ہاتھ دھونا، کلی وغیرہ کرنا، ہر سنت کا لحاظ تھا اور اگر کسی کو معلوم نہ ہو۔ کہ فلاں کام یا فلاں وقت میں کونسی سنت ہے تو وہ اس وقت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل دیکھ لے۔ بس وہی سنت ہوگا۔ کھانا کھاتے وقت ساتھ ساتھ ذکر ہوتا رہتا تھا۔ ہر لقمہ پر بسم اللہ کھاتے ہوئے۔ سبحان اللہ، الحمدللہ ہمیشہ کا معمول تھا کہ کوئی لقمہ بغیر ذکر کے حلق سے نیچے نہیں جاتا تھا۔ اگر چہ قرآن حکیم نے اجازت دی ہے کہ اکیلئے کھاؤ یا ملکر مگر ہمیشہ اپنے ساتھ والے کو اپنی پلیٹ میں کر لیتے تھے۔ یہ معمول جیل میں بھی رہتا تھا۔ اگر وہاں کوئی ساتھی نہیں ہے تو اے اور بی کلاس والوں کو جو اخلاقی قیدی خدمت کے لئے ملتا ہے۔ اس کو شریک کر لیتے تھے غرضیکہ شیخ الاسلام کی زندگی کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالی جائے، اتباع سنت، عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم محو استغراق فی ذکر اللہ کو وہ روشنی نظر آئے گی جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔

بیٹی کی شادی اور اتباعِ سنت

چنانچہ ٹانڈہ تشریف لے گئے، تو ایک روز بعد نمازِ عصر حاضرین سے بیٹھے رہنے کے لئے فرمایا اور بغیر کسی اہتمام و انصرام خالہ زاد بھائی مولانا سید حمید الدین صاحب کے صاحبزادے مولوی رشید الدین کے ساتھ صاحبزادی کا عقد فرمادیا اور اسی تاریخ کو رخصتی ہوگئی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے ایک امتی نے اپنی لختِ جگر کو ٹھیک آقا کی طرح اپنے غربت کدہ سے رخصت کیا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص 233)۔

جو مہمان کا دل دکھائے گا میں اسے معاف نہیں کرونگا:

مہمان نوازی سارے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، مگر ابراہیم علیہ السلام کا وصفِ خاص تھا۔ ان کا طبعی جذبہ تھا کہ کوئی مہمان آئے اور اس کو کھانا کھلائیں۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی بھی طبعی طور پر مہمان نواز تھے۔ ان پر یہ وصف غالب تھا۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ سارا گھر مہمان کے حوالے کر دیں۔ حضرتؒ کا طبعی جذبہ تھا کہ مہمان کی جتنی خدمت ہو سکے، کی جائے۔

مجھے حضرتؒ کے ایک خادم نے خود بتایا کہ ایک دفعہ انہوں نے ایسے ہی ایک صاحب سے کچھ کہہ دیا تو حضرتؒ ان پر سخت غصہ ہوئے اور یہاں تک فرمایا کہ میرے آنے والے کسی بھی مہمان کا جو شخص دل دُکھائے گا، میں اس کو معاف نہیں کرونگا۔

(سوانح حضرت مدنی ص110)

اتباعِ سنت میں ٹھہر ٹھہر کر کلام کرنا

ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ نے درسِ بخاری کے دوران ارشاد فرمایا کہ: ''بفضلہٖ تعالیٰ میں بسرعت تقریر کرسکتا ہوں، لیکن یہ توقف فی الکلام (ٹھہر ٹھہر کر بولنا) بہت مشقت کے بعد حاصل کیا ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ اس طرح تیزی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے جیسے کہ تمہاری زبان چلتی ہے، بلکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ جو شخص آپ کے پاس ہوا سے محفوظ ہو جائے۔'' (انفاس قدسیہ)

جب رسول ﷺ نے بدلہ نہ لیا تو میں ان کا غلام ہو کر کیا بدلہ لوں؟:

حضرت مولانا عبدالحمید اعظمی لکھتے ہیں: حضرت سلہٹ میں قیام پذیر تھے۔ مسلم لیگ کے حکم پر یہاں بھی ''ڈائرکٹ ایکشن ڈے'' منایا گیا، جس میں اپنے ایک خاص مطالبہ کے ساتھ قوم پرور مسلمانوں پر وحشیانہ حملوں کا پروگرام بھی شامل تھا۔ چنانچہ نئی سڑک (سلہٹ) کی مسجد میں نمازِ جمعہ سے فارغ ہوتے ہی اس کارروائی کا آغاز کر دیا گیا۔ پوری مسجد نمازیوں کے خون سے لت پت ہوگئی۔ خدا کی براہِ راست نگرانی نے حضرتؒ کو محفوظ رکھا، ورنہ اسباب و علل کو دیکھتے ہوئے حضرتؒ کی زندگی کے امکانات نہیں تھے۔ ہنگامہ فرد ہونے کے بعد میں نے تنہائی میں عرض کیا کہ آج تو کربلا کی یاد تازہ ہو جاتی، مگر خدا نے خیر کی اور حضرتؒ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس قوم نے ظلم کی انتہا کر دی ہے۔ اگر حضرتؒ نے صبر کیا تو خدا خود انتقام لے گا اور قوم پر تباہی آئے گی۔ اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچایئے!

''آپ نے فرمایا کہ کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ان کے حق میں بددعا فرما

کر انتقام لے لیجئے تا کہ براہِ راست اللہ تعالیٰ ان کو اپنی گرفت میں نہ لے۔ یہ سن کر عجیب وغریب لہجے میں جواب دیا کہ بھائی! جب رسول اللہ ﷺ نے بدلہ نہیں لیا تو میں ان کا غلام ہوتے ہوئے کیا انتقام لوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس قوم کو ہدایت دے۔ اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں۔" (شیخ الاسلام نمبر ص 159)

تقسیمِ مسواک کا اہتمام

حضرت مولانا فضل الکریم آسامی رقمطراز ہیں: جب بخاری شریف میں مسواک کی فضیلت کا باب آتا تو آپ کا طریقہ تھا کہ تمام طلبائے دورۂ حدیث میں مسواکیں تقسیم فرماتے۔ (شیخ الاسلام نمبر ص 145)

منامی تنبیہات اور مقامِ محدثین کا حصول

حضرت مدنیؒ کے سفر آخرت سے پہلے کئی اہل اللہ کو ایسے خواب نظر آئے۔ جن میں ان کا سفرِ آخرت کا منظر اور اطلاع جیسی کیفیت تھی۔ پروفیسر محمد احمد لکھتے ہیں

وفات سے ایک روز پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک طالب علم جو حضرت مدنیؒ کے ہاں روحانی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور تصوف کے منازل طے کر رہے تھے۔ وہ حضرتؒ کے یہاں باہر بیٹھے تھے کہ انہوں نے دو گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی کہ بہت تیزی سے آرہے ہیں۔ اچانک ایک سفید پوش آرہے ہیں اور دوسرا گھوڑا زین کسا ہوا ساتھ ہے۔ طالب علم نے عرض کیا کہ خالی گھوڑا کس لیے ہے۔ فرمایا یہ خالی گھوڑا حسین احمد کیلئے ہے۔ میں حسین احمد کو لینے آیا ہوں خالی گھوڑے پر ایک انڈہ رکھا ہوا تھا۔ اس طالب علم نے سوال کیا یہ انڈہ کیسا ہے؟ فرمایا مقام محدثین کا ہے۔ پھر اس طالب علم نے آنکھیں کھول لیں۔ اس شام کو سہارنپور کے سول سرجن صاحب اور دیگر ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد فرمایا کہ سائنس کی رو سے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک منٹ بھی زندہ نہ رہنا چاہئے۔ حضرتؒ فقط اپنی روحانی طاقت سے زندہ ہیں۔ (سرتاج الاولیاء 13، سوانح مدنی ص 242)

بخاری کے درس کا ناغہ نہ ہو

آپ چاہتے تھے کہ چاہے سٹریچر پر سوار ہو کر جائیں۔ مگر بخاری شریف کے درس کا ناغہ نہ ہو۔ اطباء نے، خدام نے، حضرت مہتمم صاحبؒ نے اور علماء دیوبند نے ہر طرح سبق ملتوی کرنے پر اصرار کیا، مگر آپ اشتغالِ حدیث کے ترک پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے۔ پکڑا کر، اٹھا کر اور سہارا لے کر کسی نہ کسی طرح دارالحدیث میں تشریف فرما ہوتے رہے اور دو دو تین تین گھنٹے والے اندازہ بھی نہ کر پاتے تھے۔ کہ یہ محدثِ عصر قلب کے امراض اور بیماریوں کے اعراض میں چُور ہو چکا ہے۔ (سوانح مدنی 244)

مرض الوفات میں اہتمامِ سنت

حضرت مولانا رشید الوحیدی بیان کرتے ہیں: (کچھ دنوں کے افاقہ کے بعد) دفعتاً حضرت مدنیؒ کے مرض میں زیادتی ہوئی، وہ بھی اس قدر کہ شب و روز یکساں نہایت اضطراب کے عالم میں گزرنے لگے۔ اگرچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی لغت میں آرام ایک مہمل لفظ سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا، لیکن اب آپ مجبور تھے کہ تمام مشاغل سے کنارہ کشی اختیار فرمائیں اور بستر سے جدا نہ ہوں، مگر مجبوری خارجی مشاغل تک محدود تھی، لیکن تسبیح و تہلیل ذکر و عبادت کا سلسلہ اب بھی جاری تھا، بلکہ اُس میں اضافہ ہو گیا تھا۔ سنن و مستحبات تک کی پابندی بدستور تھی، کمزوری کا یہ عالم تھا کہ بغیر سہارا بیٹھ سکتے تھے مگر غذا کے وقت تکیہ سے علیحدہ ہو جانا ضروری تھا۔ سب کا اصرار تھا کہ ٹیک ہی لگا کر کھانا تناول فرمالیں، مگر صاف فرمادیتے نہیں بھائی یہ سنت کے خلاف ہے اور پھر ٹیک لگائے بغیر کھانا تناول فرماتے۔ (شیخ الاسلام نمبر ص 216)

افاقہ اور پابندئ شریعت کے لئے نصیحتیں

13 جمادی الاول بمطابق 5 دسمبر 1957ء بروز جمعرات کی ایک ابر آلود صبح کو نو یا دس بجے کے قریب کمرے سے نکل کر بغیر کسی کی مدد کے چھڑی کے سہارے صحن میں تشریف

لائے اور آرام فرمایا، بہت دنوں کے بعد صحت اور طاقت کی یہ معمولی سی نشانی آئی تھی۔ امید اور اطمینان کے لئے یہ تھوڑا سہارا ابھی بہت کافی تھا۔ منٹ منٹ پر افاقہ اور اطمینان کی خبریں مدرسے میں، شہر میں اور شہر سے باہر علاقوں میں پھیل رہی تھیں۔ لوگوں کی خوشی و مسرت کا اندازہ لگانا مشکل تھا، درمیان میں باتیں بھی کرتے رہے، مسکراتے اور ہنستے بھی رہے اور ہشاش بشاش رہے۔ بارہ بجے کے بعد کمرے میں واپس آئے، کسی طرح غذا تناول فرمائی، بچوں اور اہلیہ محترمہ سے باتیں کیں، اور سب بچوں کو حُسنِ خلق کے، حسن معاملہ اور پابندی شریعت کے بارے میں نصیحتیں فرماتے رہے۔ (شیخ الاسلام نمبر ص 246)

ہمیشہ کے لیے محواستراحت ہو گئے

اس کے بعد کمرہ خالی کر دیا گیا اور سب لوگ اس خیال سے باہر آ گئے کہ کچھ دیر نیند آجائے اس کے آدھ گھنٹے یا شاید ایک گھنٹے کے بعد کوئی لڑکا کمرے میں داخل ہوا، حضرتؒ آرام کے ساتھ محوخواب تھے۔ اس نے خوشی میں غور سے دیکھا تو پیشانی اس طرح پھڑک رہی تھی جیسے آنکھیں پھڑکتی ہیں یا گوشت کا کوئی ٹکڑا خود بخود مرتعش ہو جاتا ہے خیال بھی نہ گزرا کہ یہ کوئی غیر معمولی بات ہو سکتی ہے اور باہر آ گیا، اس کے ایک یا ڈیڑھ گھنٹے کے بعد گھر کے لوگ نماز کے لیے بیدار کرنے کی غرض سے اندر گئے، پکارا جگایا اور آخر میں ہلایا مگر کوئی جواب، کوئی حرکت، نہ دیکھی تو لوگ سراسیمہ اور بدحواس ہو کر دوڑے، بھاگے ڈاکٹروں اور حکیموں کو بلایا، انہوں نے معائنہ فرمایا اور تھوڑی ہی دیر میں اعلان کر دیا کہ شیخ العرب والعجم، امام العصر، محدث دوراں، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا وصال ہو چکا ہے سدا رہے نام اللہ کا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ (آسمان راحق بود گرخون ببارد برزمین) (سوانح مدنی 248)

موت کے بعد مسکرا رہے تھے

جسم پر وفات اور موت کا ذرہ برابر اثر نہ تھا، بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سکون کی نیند سو رہے ہیں۔ ذرا آواز ہوئی، تو ابھی آنکھیں کھول دیں گے، چہرے پر فرشتوں جیسی

معصومیت طاری تھی اور دائمی مسکراہٹ بھی جو زندگی بھر ہونٹوں کا طرہ امتیاز رہی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کشش اور جمال میں اضافہ ہوگیا ہے۔

آل انڈیا اہلِ حدیث کے نائب صدر حاجی محمد عدیل صاحب دہلوی نے حضرت مدنیؒ کے چہرے کی زیارت کے بعد جناب مہتمم صاحب اور دوسرے بزرگوں سے فرمایا:

''اگر میں حضرتؒ کی زیارت خود اپنی آنکھوں سے نہ کر لیتا اور کوئی مجھ سے کہتا کہ مولانا حسین احمد موت کے بعد مسکرا رہے تھے، تو میں اس بات کا یقین نہ کرتا مگر کیا کروں اپنی آنکھوں کو نہیں جھٹلا سکتا۔ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدّنیا والاٰخرۃ کی کیسی صحیح تفسیر اور کیسی حسین تعبیر تھی، حضرت مدنیؒ کی زندگی بھی اور موت بھی۔ (الحرم میرٹھ مدنی نمبر6)

عاشق قرآن وسنت، امیر شریعت، فاتح قادیانیت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تڑپ

شاہ جی پورے جوبن پر تھے، بے انداز مجمع گوش برآواز، عشق رسول کی بھٹی گرم، اکابر اور اساطین ملت جلوہ افروز، شہر میں مکمل ہڑتال اور سناٹا، تحریک ختم نبوت کے لئے مسلمان جانیں دینے کے لئے آمادہ۔ کسی نے کہا کہ خواجہ ناظم الدین لاہور پہنچ گئے۔ شاہ جی نے فرمایا، ساری باتوں کو چھوڑیئے لاہور والو، کوئی ہے اور یہ کہتے ہوئے اپنے سر سے ٹوپی اتارلی اور ٹوپی کو ہوا میں لہراتے ہوئے نہایت ہی جذبات انگیز الفاظ میں فرمایا،

میری ٹوپی ان کے قدموں میں ڈال دو

جاؤ میری اس ٹوپی کو خواجہ ناظم الدین کے پاس لے جاؤ۔ میری یہ ٹوپی کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکی، اسے خواجہ صاحب کے قدموں پر ڈال دو۔ اس سے کہو، ہم تیرے سیاسی حریف اور رقیب نہیں ہیں، ہم الیکشن نہیں لڑیں گے، تجھ سے اقتدار نہیں چھینیں گے۔ ہاں ہاں جاؤ اور میری ٹوپی اس کے قدموں میں ڈال کر یہ بھی کہو کہ اگر پاکستان کے بیت المال میں کوئی سور ہیں تو عطاء اللہ شاہ بخاری تیرے سوؤروں کا وہ ریوڑ چرانے کے لئے بھی تیار ہے مگر شرط صرف یہ ہے کہ رسول اللہ فداہ ابی وامی کی ختم رسالت کی حفاظت کا قانون بنادے۔ کوئی آقا ﷺ کی توہین نہ کرے، آپ کی دستار ختم نبوت پر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے۔ شاہ جی بول رہے تھے اور مجمع بے قابو ہو رہا تھا۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ چشم فلک نے اس جیسا سماں بھی کم دیکھا ہوگا۔ عوام وخواص سب رو رہے تھے۔ شاہ جی پر خاص وجد کی سی کیفیت طاری تھی۔ (ناموس محمدؐ کے پاسبان ۱۷۹)

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلہ رسم سیاست کا فسوں
اک فقط نام محمدؐ سے محبت کی ہے

امیر شریعت کا مقام

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے فرمایا:

حضرت مولانا رسول خانؒ نے جو بہت بڑے محدث تھے۔ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ جماعتِ صحابہؓ میں تشریف فرما ہیں۔ حضورِ پاک ﷺ کی خدمت میں (ایک سنہری طشت میں آسمان سے) ایک دستار مبارک لائی گئی۔ آنحضرت ﷺ نے جناب صدیق اکبرؓ کو حکم دیا کہ اٹھو اور میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ کے سر پر باندھ دو۔ میں اس سے خوش ہوں کہ اس نے میری ختمِ نبوت کے لئے بہت سارا کام کیا ہے۔ (تقاریر مجاہد ملت ص ۷)

دربارِ رسالت ﷺ سے سلام اور حکم

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم کو ایک دفعہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی زیارت ہوئی اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ طیبہ سے میری زیارت کے بعد پاکستان چلے جانا (کیونکہ حضرت کا ارادہ تھا کہ بقایا عمر دیارِ حبیبؐ میں ہی گزاروں) وہاں میری ختمِ نبوت پر کتے لپکے ہوئے ہیں۔ تم بھی اس کی حفاظت کرو اور عطاء اللہ شاہ بخاری کو میرا سلام پہنچا کر کہہ دینا کہ وہ اسی کام پر ڈٹا رہے۔

چنانچہ حضرت درخواستی مدظلہ کا جب یہ پیغام ملا تو کچھ عرصہ کے بعد دہلی دروازہ لاہور شاہ جیؒ کی ختمِ نبوت کے موضوع پر تقریر ہوئی۔ تقریر کے دوران میں ایک بار والہانہ جھوم کر فرمایا: میں تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے باز آنے والا نہیں تھا مگر اب تو "سوہنے" یعنی محبوب کا پیغام آ گیا ہے۔ ہاں ہاں! میرا سب کچھ ختمِ نبوت کی حفاظت پر قربان ہو جائے گا تو پرواہ نہیں۔ (بخاری کی باتیں ص ۸۱)

تیری یادوں کے سوا اس میں رہا کچھ بھی نہیں

تقسیم ملک کے بعد حضرت امیر شریعتؒ سیاسیات سے الگ ہو کر جناب رسول اللہ ﷺ کی ختمِ نبوت کی حفاظت پر ہی کمر بستہ ہو گئے۔ ملک بھر کے دورے کئے اور ناموسِ رسول اللہ ﷺ کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کو بیدار کیا۔ جس کے نتیجہ میں 1953ء کی تحریک ختمِ نبوت چلی۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کے لئے بے شمار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور ہزاروں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اسی زمانہ کی بات ہے کہ حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ مدینہ طیبہ گئے، وہاں خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضورِ اقدس ﷺ نے آپ کو حضرت امیر شریعت کے نام سلام اور اپنے کام پر لگے رہنے کا پیغام دیا تھا۔ آپ کے اس دور کے چند خطابت پارے ملاحظہ فرمائیے۔

ختم نبوت کی حفاظت میرا جزوِ ایمان ہے

''ختمِ نبوت کی حفاظت میرا جزوِ ایمان ہے۔ جو شخص اس ردا (چادر) کو چوری کرے گا، جی نہیں چوری کا حوصلہ کرے گا، میں اس کے گریبان کی دھجیاں پھاڑوں گا۔ میں میاں (حضورؐ کو آپ بعض اوقات جوشِ محبت میں میاں کہا کرتے تھے) کے سوا کسی کا نہیں، نہ اپنا نہ پرایا۔ میں انہی کا ہوں، وہی میرے ہیں۔ جس کے حسن و جمال کو خود ربّ کعبہ نے قسمیں کھا کھا کے آراستہ کیا ہو، میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے ان پر، جو اُن کا نام لیتے ہیں لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔'' (چٹان سالنامہ ۶۲ء)

محمد ﷺ نہیں تو کچھ بھی نہیں

آج مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں روحِ صدیقؓ پیدا کرو۔ آج محمد عربیؐ کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ آج محمد عربیؐ کی آبرو پر کمینے اور ذلیل قسم کے

انسان حملہ آور ہیں۔ یاد رکھو! محمد ﷺ ہے تو خدا ہے، محمد ﷺ ہے تو قرآن ہے، محمد ﷺ ہے تو دین ہے۔ محمد ﷺ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ (خطباتِ امیر شریعتؒ ص ۱۰۸)

حضور ﷺ کا دشمن ...... ہمارا دشمن

ہم محمد ﷺ کی بے حرمتی کرنے والی کسی تحریر کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم یقیناً ہر اس اخبار کو جلائیں گے جو رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملہ کرے گا۔ ہم حضورؐ کے نام لیوا ہیں۔ حضورِ اقدسؐ کا ہر دشمن ہمارا بدترین دشمن ہے۔ (خطباتِ امیر شریعتؒ ص ۱۱۲)

تمنا ہے کہ پھانسی پر لٹک جائیں

میری گردن تو آج بھی تحفظ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی خاطر پھانسی لگنے کو تڑپتی ہے۔ میں تمام مسلمانوں سے مخاطب ہوں کہ تم حضورِ اکرم ﷺ کی آبرو کی حفاظت کرو تو میں تمہارے کتے بھی پالنے کو تیار ہوں اور اگر تم نے حضور ﷺ سے بغاوت کی تو پھر میں تمہارا باغی ہوں۔ میں محمد ﷺ کے نام پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہوں۔ (خطباتِ امیر شریعتؒ ص ۱۰۸)

آپ کی عشق رسالتؐ میں ڈوبی ہوئی خطابت ہی سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کہا تھا:

کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے
بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں

حضرت امیرِ شریعتؒ کا عشقِ رسولؐ

1927ء میں جب لاہور ہائی کورٹ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی توہین سے لبریز کتاب کے ناشر راجپال کو چھوڑ دیا تو مسلمانوں میں اضطراب اور ہیجان پیدا ہوا۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور آپ کے رفقاء لاہور میں اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے بیٹھے اور مسلمان عوام بھی انہی حضرات سے تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کی امیدیں وابستہ کئے ہوئے جوق در جوق نشست گاہ کے سامنے اکھٹے ہو گئے۔ مشاورت میں غور وفکر

اور بحث واستدلال نے طول پکڑا اور سہ پہر ہوگئی۔ حضرت امیر شریعتؒ اٹھے اور دوسرے کمرے میں جا کر دو رکعت نماز نفل ادا کی اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ جب سجدہ سے اٹھے تو ان کی آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان پر یہ الفاظ تھے:

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم.

توہین رسالت ﷺ آسمانوں میں زلزلہ ہے

پھر آپ مجلس میں داخل ہوئے اور فرمایا، آج ہمارا طریق کار صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ ہر مصلحت سے آنکھیں بند کر کے ناموسِ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہر وہ اقدام کیا اجائے جس کی ضرورت ہو۔ سب نے آپ کے ارشاد کو تسلیم کیا اور فیصلہ ہوا کہ دہلی دروازہ کے باہر جلسہ کی فوری منادی کرادی جائے۔ حکومت نے فوراً جلسہ کی ممانعت کردی اور دفعہ ۱۴۴ انافذ ہوگیا۔ رات کو احاطہ عبدالرحیم میں جلسہ ہوا۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے صدارت کی۔ حضرت امیر شریعت نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''اے مسلمانانِ لاہور! آج جناب رسول اللہ ﷺ کی آبرو تمہارے شہر کے ہر ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ آج ناموسِ محمدیؐ کی حفاظت کا سوال درپیش ہے اور یہ سانحہ سقوطِ بغداد سے بھی زیادہ غمناک ہے۔ زوالِ بغداد سے ایک سلطنت پارہ پارہ ہوگئی تھی مگر توہین رسول اللہ ﷺ کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت متزلزل ہورہی ہے۔'' (شاہ جی ص ۱۱۴)

اُم المومنین عائشہؓ اور خدیجہؓ کی فریاد

آج آپ لوگ جناب فخرِ رُسل عربی ﷺ کی عزت وناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ آج اس جلیل القدر ہستی کا ناموس معرض خطرہ میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ آج مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کے دروازے پر اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ اور

اُمّ المومنین خدیجہؓ آئیں اور فرمایا کہ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں۔ ارے دیکھو تو اُمّ المومنین عائشہؓ دروازے پر تو کھڑی نہیں؟ (سن کر حاضرین میں کہرام مچ گیا اور مسلمان دھاڑیں مار مار کر رونے لگے)۔

سبز گنبد میں محبوب ﷺ تڑپ رہے ہیں

تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج سبز گنبد میں رسول اللہ ﷺ تڑپ رہے ہیں۔ آج خدیجہؓ اور عائشہؓ پریشان ہیں۔ بتاؤ تمہارے دلوں میں اُمہات المومنین کی کیا وقعت ہے؟ اُمّ المومنین عائشہؓ تم سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ وہی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ اگر تم خدیجہؓ اور عائشہؓ کی ناموس کی خاطر جانیں دے دو تو کچھ کم فخر کی بات نہیں ہے۔ یاد رکھو جس دن یہ موت آئے گی، پیامِ حیات لے کر آئے گی۔ (زمیندار جولائی ۱۹۲۷)

مشہور ادیب ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس روز پانی اور آگ سے یعنی سرد آہوں اور گرم آنسوؤں کے ملاپ سے ان کی تقریر ڈھل رہی تھی۔

ناموس رسالت کے ہزاروں مسلمانوں کی گرفتاری

اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ اسی ایک رات میں ہزاروں مسلمانوں نے ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے لئے گرفتاریاں پیش کیں اور پردہ نشین خواتین نے اپنے بچے حضرت امیر شریعتؒ کے قدموں میں ڈال دیئے تھے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی ناموس پر قربان کر دو۔ حضرت امیر شریعتؒ خود بھی گرفتار ہو کر جیل بھیج دیئے گئے۔ آپ کی گرفتاری سے تحریک نے طوفان کی شکل اختیار کر لی اور گورنمنٹ برطانیہ کو مجبور ہو کر داعیانِ مذاہب کی عزت کی حفاظت کا قانون بنانا پڑا۔

حضرت امیر شریعتؒ کی مجاہدانہ اور عاشقانہ تقریروں سے جن مسلمانوں کے دلوں میں جناب رسالت مآب ﷺ کے عشق و محبت کی آگ بھڑکی تھی، ان میں سے تین سرفروشوں

نے راجپال پر یکے بعد دیگرے حملے کئے۔ خدا بخش اور عبدالعزیز کے وار خطا گئے اور یہ سعادت غازی علم الدین شہید کے حصہ میں آئی کہ اس کے ہاتھ سے راجپال جہنم رسید ہوا اور علم الدین نے تختہ دار پر لٹک کر گوہرِ مقصود کو پالیا۔ اس کی موت آئی اور حیات جاوداں کا پیغام لے کر آئی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

علامہ اقبال کا عطاء اللہ شاہ کو خراج تحسین

علامہ اقبال مرحوم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ ''شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں'' ۱۹۲۱ء میں جب تحریکِ خلافت شباب پر تھی اور انگریزوں کے خلاف جہاد آزادی میں بھرپور حصہ لینے کی وجہ سے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو تین سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا تو علامہ اقبال مرحوم نے آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا تھا۔

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام وقفس سے بہرہ مند
شہپر زاغ وزغن در بند قید و صید نیست ایں سعادت قسمت شہباز وشاہیں کردہ اند

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے چند نعتیہ اشعار بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

لولاک ذرۂ زجہان محمد ﷺ است سبحان من یراہ چہ شان محمد ﷺ است
سیپارۂ کلام الٰہی خدا گواہ! آں ہم عبارتے زبان محمد ﷺ است
نازو بنام پاک محمد کلام پاک نازم بآں کلام کہ جاں محمد ﷺ است
توحید راکہ نقطۂ پرکار دین ماست دانی! کہ نکتہ زبیان محمد ﷺ است
سر قضاء وقدر ہمین است اے ندیؔم پیکان امر حق زکمان محمد ﷺ است

آپ اپنی تقریروں میں سردار دو عالم ﷺ کے شاعر حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر مزے لے لے کر پڑھا کرتے تھے اور اپنے مجموعہ کلام ''سواطع الالہام'' کو ان ہی شعروں کے توسط سے ان کی روح کے نام منسوب کیا ہے۔

واحسن منک لم ترقط عینی　　واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبراء من کل عیب　　کانک قد خلقت کما تشاء

یارسول اللہ ﷺ میری آنکھ نے آپ سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر قسم کے عیبوں سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا کہ جیسے آپ نے چاہا ایسے ہی آپ پیدا کئے گئے۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

محبوب ﷺ نے میرا نام بھی لیا ہے

استاذی المکرّم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم حج کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے، آپ کا ارادہ تھا کہ اب واپس پاکستان نہیں جاؤں گا، مدینہ طیبہ قیام کے دوران آقائے نامدار ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''یہاں دین کا کام خوب ہو رہا ہے، پاکستان میں آپ کی ضرورت ہے، پاکستان میں جا کر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ بخاری کو میرا اسلام کہنا، اور کہنا کہ ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام سے میں گنبد خضراء میں خوش ہوں، ڈٹے رہو، اس کام کو خوب کرو، میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں!''

حضرت درخواستیؒ حج سے واپسی پر سیدھے ملتان آئے، شاہ جیؒ چارپائی پر تھے، خواب سنایا، شاہ جیؒ تڑپ کے نیچے گر گئے، کافی دیر بعد ہوش آیا، بار بار پوچھتے: ''درخواستی صاحب! میرے آقا و مولیٰ نے میرا نام بھی لیا تھا؟'' حضرت درخواستی کے اثبات میں جواب دینے پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

ختم نبوت ﷺ کے کام کی برکت سے معافی

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وفات کے بعد خواب میں مجھے حضرت بخاری صاحبؒ کی زیارت ہوئی، میں نے پوچھا: ''شاہ صاحب! فرمائیے قبر کا معاملہ کیسا رہا؟'' شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ''بھائی! یہ منزل بہت ہی مشکل ہے،

آقائے نامدار ﷺ کی ختم نبوت کی برکت سے معافی مل گئی۔"

محبوب ﷺ کے حکم پر صدیقؓ کے ہاتھوں دستار بندی

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا رسول خان جو پاکستان کے بہت بڑے محدث اور استاذ الکل ہیں، نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ کرامؓ میں تشریف فرما ہیں، حضور پاک ﷺ کی خدمت میں (ایک طشت میں آسمانوں سے) ایک دستار مبارک لائی گئی، آنحضرت ﷺ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ "اٹھو! اور میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ کے سر پر باندھ دو، میں اس سے خوش ہوں کہ اس نے میری ختم نبوت کے لئے بہت سارا کام کیا ہے۔" (تقاریر مجاہد ملت ص ۷)

مولانا فرمایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے خود یا اور کسی صحابی کو کیوں حکم نہ دیا کہ بخاری صاحب کے سر پر دستار باندھ دو، بلکہ ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا، اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ سب سے پہلے ختم نبوت کا تحفظ مسیلمہ کذاب کے زمانے میں صدیق اکبرؓ نے کیا تھا، اب پاکستان میں مسیلمہ پنجاب کا مقابلہ وختم نبوت کا تحفظ بخاری صاحب نے کیا، ختم نبوت کا ایک محافظ دوسرے ختم نبوت کے محافظ کو دستار بندی کرا دے۔

میری قبر کا ذرہ ذرہ پکارے گا

ایک بار آپؒ نے وجد میں فرمایا کہ: اگر میری قبر پر کان لگا کر سننے کی قدرت تمہیں طاقت بخشے تو سن لینا کہ میری قبر کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہوگا کہ "مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے کافر ہیں!"

رسول ﷺ کا فرمان میرا بیٹا عطا اللہ شاہ آرہا ہے

ترکی میں ایک عالم دین نے خواب دیکھا : آقائے نامدار ﷺ بمع صحابہ کرامؓ کے گھوڑوں پر سوار سفر پر تشریف لے جا رہے ہیں، میں نے عرض کی کہ "آقا! کہاں کا ارادہ ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میرا بیٹا عطاء اللہ شاہ بخاری پاکستان سے آرہا ہے، اسے

لینے جارہے ہیں۔'' ترکی کے یہ عالم دین، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو نہ جانتے تھے، پاکستان میں وہ صرف مولانا محمد اکرم سلطان فونڈری لاہور کو جانتے تھے، ان کو خط لکھا کہ: ''فلاں رات خواب میں اس طرح دیکھا، آپ فرمائیں تو یہ عطاء اللہ بخاری کون ہیں؟ اور اس رات کیا واقعہ پیش آیا؟'' خط پڑھا تو معلوم ہوا کہ خواب کی وہی رات تھی جس رات سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا وصال ہوا۔

شہدائے ختمِ نبوت کا ذمہ دار میں ہوں

تحریک ختم نبوت کے بعد جب قید سے رہا ہو چکے تھے، غالباً ۱۹۵۵ء میں فیصل آباد دھوبی گھاٹ کے میدان میں ضعیفی کی حالت کے سبب بیٹھ کر تقریر فرما رہے تھے، دوران تقریر کسی نے ایک چٹ بھیج دی، لکھا ہوا تھا کہ ''جو لوگ ختم نبوت کی تحریک میں شہید ہو گئے، ان کا ذمہ دار کون ہے؟'' شاہ جیؒ نے پڑھا تو جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور گرج کر فرمایا: ''سنو! ان شہداء کا میں ذمہ دار ہوں۔ نہیں، نہیں! آئندہ بھی جو حضور اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کی خاطر شہید ہوں گے، ان کا بھی میں ذمہ دار ہوں، تم بھی گواہ رہو، (اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا) اے اللہ! تو بھی گواہ رہ، ان شہداء کا میں خود ذمہ دار ہوں اور جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا، اگر میں زندہ رہا اور موقع ملا تو پھر بھی ایسا ہی ہوگا۔

تمام مسلمان رسول ﷺ کی جوتی کے تسمے پر قربان ہو جائیں

اگر تمام مسلمان حضور ﷺ کی جوتی کے تسمے پر قربان ہو جائیں تو پھر بھی حق ادا نہ ہوگا۔'' ان جملوں سے سامعین تڑپ اٹھے، لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔

مجھے شیروں اور چیتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیا جائے

شاہ جیؒ نے ایک دفعہ تقریر میں فرمایا: ''قادیان کانفرنس کے خطبے پر دفعہ ۱۵۳ کے تحت مجھ پر مقدمہ چلایا جارہا ہے، اس کی سزا زیادہ سے زیادہ صرف دو سال قید ہے، میرا جرم یہ

ہے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا خادم ہوں، اس جرم میں یہ سزا بہت کم ہے، میں رسول اللہ ﷺ کی ناموس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو تیار ہوں، مجھے شیروں اور چیتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرادیا جائے اور پھر کہا جائے کہ تجھے بجرم عشق مصطفیٰ یہ تکلیفیں دی جارہی ہیں تو میں خندہ پیشانی سے اس سزا کو قبول کروں گا، میرا آٹھ سالہ بچہ عطاء المنعم اور اس جیسے خدا کی قسم! ہزار بچے رسول اللہ ﷺ کی کفش پر سے نچھاور کردوں۔'' (مختصر سوانح، از خان کابلی)

خواب میں محبوب ﷺ کے تلوے چاٹنا

غازی سلطان محمود صاحب (شیخوپورہ) اپنے علاقے کے مشہور کارکن تھے، انہوں نے تقریباً ہر ملکی اور مذہبی تحریک میں حصہ لیا، اور عمر کا بیشتر حصہ جیلوں میں گزار دیا، اس وقت ان کی عمر اسی سے تجاوز کر چکی تھی کہ انہوں نے خواب سنایا۔

فرماتے ہیں: ایک زمانہ ہوا، میں نے ایک رات طویل خواب دیکھا، جس میں آنحضور ﷺ کی زیارت ہوئی، اجمالاً وہ خواب یوں تھا جیسے ایک وسیع جگہ پر آنحضور ﷺ دائیں کروٹ پر لیٹے ہوئے ہیں، چہرۂ اقدس قبلے کی طرف ہے، آپ ﷺ کے سامنے اس زمانے کے کئی سو علماء کھڑے ہیں، پہلی صف کے درمیان سے حضرت مدنی علیہ الرحمۃ نکل کر حضور ﷺ کے قریب جا کر دوزانو بیٹھ جاتے ہیں، باقی سب علماء اپنی اپنی جگہ باادب کھڑے ہیں اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضور ﷺ سے کچھ باتیں کر رہے ہیں، اور حضور ﷺ کے پائے مبارک کی طرف ایک صاحب فوجی وردی پہنے لیٹ کر حضور ﷺ کے تلوے زبان سے چاٹ رہے ہیں اور حضور ﷺ نے دوسرا پاؤں اس شخص کے سر پر رکھا ہوا ہے، وہ ایک کیف و مستی کے عالم میں حضور ﷺ کے قدم مبارک چاٹ رہا ہے، اور حضور ﷺ مسکرا دیتے ہیں، میں غور سے دیکھتا ہوں تا کہ پہچانوں کہ یہ خوش قسمت کون ہے؟ تو چہرہ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

مختصر یہ کہ غازی صاحب کہتے ہیں: صبح میں نے یہ خواب من وعن لکھ کر شاہ جیؒ کو امرتسر بھیج دیا اور میں خواب کے اس کیف و سرور میں کچھ ایسا کھویا ہوا تھا کہ شاہ جیؒ کا خواب

میں جو منظر دیکھا تھا اس کو یوں لکھا گیا کہ: ''آنحضور ﷺ کا ایک پاؤں آپ کے سر پر تھا، اور دوسرا پاؤں آپ کتے کی طرح چاٹ رہے تھے۔'' کافی دن گزر گئے تو ایک جلسے میں تقریر کے بعد شاہ جیؒ سے ملاقات ہوئی، کچھ اور لوگ بھی شاہ جیؒ کے پاس بیٹھے تھے، جب مجھے دیکھا تو حسب دستور بڑی محبت سے ملے، پھر فرمایا: ''وہی خواب اب زبانی سناؤ!'' میں نے سنایا، تو جب آپ کے ذکر تک آیا تو میں نے کہا کہ: ''آپ حضور ﷺ کا پاؤں مبارک چاٹ رہے تھے'' میری طرف دیکھ کر پوچھا: ''کس طرح؟'' میں نے کہا: ''زبان سے!'' فرمایا، ''نہیں، جیسا خط میں لکھا تھا، ویسے بتاؤ!'' تو معاً مجھے یاد آ گیا کہ خط میں تو میں نے تشبیہاً کسی اور طرح لکھا لیکن اب منہ پر مجھے شرم آتی تھی، لیکن شاہ جیؒ نے باصرار مجھ سے کہلوایا کہ ''آپ، حضور ﷺ کے پاؤں مبارک کتے کی طرح چاٹ رہے تھے'' یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور خود ہی فقرہ بار بار دہراتے رہے۔ (خواب، از امین گیلانی)

خواب میں انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بیت اللہ کا طواف

مولانا قاری محمد حنیف صاحب ملتانی اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ: میں حج کے لئے مکہ مکرمہ گیا، میری ملاقات ایک ولی اللہ مولانا خیر محمد صاحب سے ہوئی، جو بہاولپور میں رہتے تھے، سارا دن اپنے ہاتھوں سے کام کرتے اور شام کو طالب علموں کو حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ مولانا خیر محمد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف کر رہا ہوں، خلیل اللہ طواف کر رہے ہیں، کلیم اللہ طواف کر رہے ہیں، آدم، ذبیح اللہ، یعقوب، یوسف اور حضرت ایوب (علیہم الصلوٰۃ والسلام) موجود ہیں، انبیائے کرام کی جماعت طواف کر رہی ہے، اور پیچھے پیچھے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ چل رہے ہیں۔ مولانا خیر محمد صاحب فرماتے ہیں: میں نے پوچھا: ''شاہ جی! یہ مرتبہ کیسے ملا کہ انبیائے کرام کے ساتھ بیت اللہ کا طواف؟'' تو شاہ جیؒ فرمانے لگے: ''بس اللہ تعالیٰ نے یوں کریمی فرمادی کہ: عطاء اللہ شاہ! تم نے میرے محبوب (ﷺ) کی ختم نبوت کے لئے زندگی جیل میں کاٹ دی، مصیبتوں اور دکھوں میں گزار دی، آ جا! نبیوں کے ساتھ طواف کرتا رہ۔''

رسول اللہ ﷺ اور خلفیہ راشدین کی معیت

حکیم صوفی محمد طفیل صاحب متمکن چیچہ وطنی نہایت صادق القول، متقی اور پرہیز گار بزرگ ہیں تحریکِ ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی بھی گرفتاری ہوئی تھی 27اپریل 1953ء کو جب آپ منٹگمری ساہیوال جیل میں تھے، خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے جو پہلے ہری روشنی سے بھر گیا اور پھر وہ چمکدار سفید روشنی میں تبدیل ہو گئی۔ بعدہٗ ایک تخت ظاہر ہوا جس کے وسط میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے اور چاروں کونوں پر آپ کے چاروں خلفاءِ راشدین مسند نشین تھے۔ تخت میدان میں ایک اونچی جگہ آ کر ٹھہر گیا۔ سامنے بے شمار مخلوق موجود تھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور ختم نبوت میں حصہ لینے والوں کی بہت تعریف فرمائی اور خوش ہو کر حضرات خلفاءِ راشدین کی جانب اشارے کر کر کے اس کا ذکر فرمایا۔

ختم نبوت کا کام کرنے والوں کے عظیم بشارت

جوں ہی آپ کی تقریر ختم ہوئی غیب سے ابر کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا جس سے آواز آئی کہ ہم نے ان تمام لوگوں کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جنہوں نے صدق دل سے ختم نبوت میں حصہ لیا اور قربانیاں دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوا جس سے ایک انسانی ہاتھ برآمد ہوا جس پر ایک سینی رکھی تھی اور اس میں ایک دستار تھی آواز آئی کہ دستار آپ اپنے دست مبارک سے عطاء اللہ شاہ بخاری کے سر پر پہنائیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ جی کے سر پر اپنے دست مبارک سے وہ دستار پہنا دی مجلس برخاست ہوا چاہتی تھی کہ کسی نے درخواست کی کہ ہماری تمنا ہے کہ ہم کو مصافحہ کا شرف بخشا جائے آپ نے ارشاد فرمایا دو رویہ سب کھڑے ہو جائیں سب کھڑے ہو گئے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیان سے ہر شخص سے مصافحہ کرتے ہوئے گزر گئے پھر ایک دم میری آنکھ کھل گئی۔

محبوب ﷺ کی طرف سے بشارت پر دھاڑیں مار کر رونے لگے

شاہ جی ان دنوں سکھر کے جیل خانہ میں تھے تحریک ختم نبوت کے لیڈر کی حیثیت سے صوفی صاحب نے شاہ جی سے ملاقات پر جب یہ خواب سنایا تو شاہ جی دھاڑیں مار مار کر روئے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور صوفی صاحب کو سینے سے چمٹالیا۔ یہ خواب غیر مطبوعہ ہے۔ صوفی صاحب نے مجھے (مؤلف کتاب ھٰذا) خود یہ خواب 28/10/68 کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں بعد نماز مغرب میرے مرشد گرامی حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب کے روبرو سنایا۔ بحمد اللہ سو فیصدی درست ہے۔ (سیرت النبی بعد از وصال النبی ﷺ، ص:350)

علامہ اقبال کی عطاء اللہ شاہ سے والہانہ محبت

ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا: کتاب اللہ کی بلاغت پر صدقے جایئے خود بولتی ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی (نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ) بابولو گو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو اس کو پڑھا کرو...... سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید (رحمہما اللہ تعالیٰ) کی طرح نہ سہی...... اقبال کی طرح پڑھ لو...... دیکھا اس نے کلام اللہ ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلہ بول دیا...... پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں وہ تمہارے بتکدے میں اللہ اکبر کی صدا ہے...... حضرت شاہ جی کو شاعرِ مشرق سے اور علامہ اقبال کو امیرِ شریعت سے جو والہانہ عقیدت تھی اس کا علم انہیں لوگوں کو ہے جو ان دونوں درویشوں کی مجالس میں گئے۔

حضرت امیرِ شریعت اور علامہ اقبال کی ملاقاتیں بے تکلف ہوتیں کہ جیسے فکری یگانگت کا یہ رشتہ فطری اور ازلی ہے شاہ جی فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں ان کے ہاں حاضر ہوتا وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوتے۔ (خاص پنجابی ساخت کا) سامنے ہوتا دو چار کرسیاں سامنے ہوتیں اور شاہ جی فرماتے: یا مرشد! السلام علیکم! اور علامہ اقبال کہتے: یا پیرا! بہت دناں بعد آیا ایں! یعنی بہت دنوں کے بعد آئے ہو۔

محبوب ﷺ کا ذکر ہمیشہ باوضو کرتے

علی بخش (علامہ صاحب کا خادم) سے کہتے حقہ لے جاؤ، اور کلی کے لئے پانی لاؤ۔کلی کرتے اور پھر فرماتے ...... پیر جی قرآن مجید کا ایک رکوع سناؤ! شاہ جی قرآن پڑھتے ...... علامہ اقبال آبدیدہ ہوجاتے اور رقت طاری ہوجاتی، کانپنے لگتے ...... شاہ جی فرماتے میں پوچھتا: حضرت کوئی تازہ کلام؟ فرماتے ہاں ہوتا ہی رہتا ہے عرض کرتا لائیے پھر ...... کاپی منگواتے اور وہ اشعار جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوتے وہ سناتے ...... چہرہ اشک بار ہوجاتا۔اسی طرح جب قرآن پاک میں محمد عربی ﷺ کا ذکر مبارک آتا تو آنکھیں برسنے لگتیں۔حضور کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود حبیب کبریا کا نام بھی باوضو ہوکر لیتے حضور رحمت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں کے بغیر روتا ہے ...... اللہ اکبر۔

پھانسی کی کوٹھری میں محبوب ﷺ کی کثرتِ زیارات

حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب پھانسی کی کوٹھری میں تھے اس کے بعد لدھے رام کی کچہری میں گئے اس نے شرمندہ ہوکر اپنا بیان واپس لیا، تو حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کیس ختم ہوگیا آپ جیل سے باہر آئے تو رورہے تھے کسی نے پوچھا: حضرت کیوں رورہے ہیں؟ فرمایا: میں تو تیاری کرچکا تھا کہ موت شہادت کی آئے گی اور میں پھانسی کے تختے پر رسی کو چوم لوں گا، فرمایا: جیل میں ادھر میری آنکھ بند ہوتی تھی ادھر محمدِ عربی ﷺ کی زیارت ہوجایا کرتی تھی۔ (خطبات دین پوری جلد 3، ص:226)

رسول ﷺ کا شاندار استقبال اور صحابہؓ کی معیت

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال نے مجھ سے فرمایا۔جب حضرت شاہ جی بستر علالت پر تھے ان دنوں تبلیغی جماعت کے حضرات کی ایک جماعت کویت گئی ہوئی تھی۔امیر صاحب فرماتے ہیں کہ کویت میں ہمارا مرکز کویت کی

مرکزی جامع مسجد میں تھا ایک روز صبح کے وقت ایک سن رسیدہ بزرگ تشریف لائے جن کا نورانی چہرہ ہی ان کی بزرگی کی شہادت دیتا تھا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ لوگ پاکستان سے آئے ہیں؟۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو پوچھا پاکستان میں کوئی عطاء اللہ شاہ بخاری کے نام کے بزرگ ہیں میں نے اقرار کرتے ہوئے شاہ جی کا مختصر سا تعارف کرایا اور تعجب سے دریافت کیا کہ آپ انہیں کیسے جانتے ہیں۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وسیع میدان میں ایستادہ ایک سمت یوں دیکھ رہے ہیں جیسے کسی کا انتظار ہو پھر میں نے دیکھا کہ بہت بڑا ہجوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آرہا ہے۔ ہر شخص کا چہرہ نہایت نورانی، تابناک اور دل آویز ہے وہ ہجوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر دو حصوں میں دائیں بائیں بٹ گیا۔ کچھ وقفہ کے بعد ویسا ہی ایک اور ہجوم نمودار ہوا وہ بھی نہایت خوبرو اور درخشندہ پیشانیوں والے لوگ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر وہ بھی دائیں بائیں تقسیم ہو گئے۔ (واقعات وکرامات اکابر علماء دیوبند صفحہ ۳۴۶)

رسول اللہ ﷺ نے محبت سے سینے سے لگالیا

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی اس طرح اسی جانب سے دیکھ رہے ہیں جیسے اب بھی کسی کا انتظار ہو۔ اتنے میں صرف ایک شخص جو نہایت حسین وجمیل ہے آتا دکھائی دیا۔ جب وہ قریب تر پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے مصافحہ کیا سینے سے لگایا اور اس کی پشت پر شفقت سے دست مبارک پھیرتے رہے۔ میں نے کہا یہ پہلا گروہ تو انبیاء کرام تھا دوسرا اصحابہ کرامؓ کا مگر یہ شخص کون ہے جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتظار فرما رہے تھے اور اتنی محبت وشفقت کا اظہار فرمایا۔ تو آواز آئی یہ خادم ختم نبوت عطاء اللہ شاہ بخاری پاکستانی ہے خواب بیان کرنے کے بعد اس بزرگ نے فرمایا۔ آپ نے بتایا کہ وہ بیمار تھے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے۔ امیر

جماعت کہتے ہیں جب شاہ جی کی وفات کا علم ہوا تو ہم نے حساب لگا کر دیکھا۔ شاہ جی کی وفات اس روز ہوئی تھی جس کی شب کو اس بزرگ نے یہ خواب دیکھا تھا۔

مجھے فاسقوں اور فاجروں سے دور رکھو

امیر شریعتؒ پر فالج کے حملے نے ملک بھر میں تشویش کی لہر پیدا کر دی اور احباب نے فیصلہ کیا کہ امیر شریعتؒ کو نشتر ہسپتال میں داخل کرا دیا جائے، لیکن امیر شریعتؒ کو جب اس فیصلہ کو پتہ چلا تو فرمایا۔

''آپ لوگ مجھے فاسق اور فاجروں کے ہاتھوں میں سونپ رہے ہیں''۔

وہ اس کیلئے تیار نہیں تھے، مگر اس کے باوجود مارچ کے آخری دنوں انہیں نشتر ہسپتال (ملتان) میں داخل کرا دیا گیا۔ ڈاکٹروں نے اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح نبھایا۔ انہی دنوں صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر عالمگیر کو ہدایت بھیجی کہ: ''حضرت شاہ صاحب کے صحت کا خیال کریں اور ان کے علاج پر پوری ذمہ داری سے توجہ دیں۔ اگر چہ پاکستان کے باہر سے بھی کسی معالج کی یا دوا کی ضرورت محسوس ہو تو فوراً درآمد کریں۔ نیز اس کا بل میرے نام گورنمنٹ ہاؤس بھیج دیا''۔

ساری زندگی توحید کو بیان کیا

امیر شریعتؒ کے دوسرے بڑے لڑکے سید عطا المحسنؒ کے علاوہ مولانا زرین احمد خان (یہ مولانا گل شیر کے قریبی عزیز ہیں) اور ایک رضا کار غلام محمد دیکھ بھال کیلئے ان دنوں ہسپتال میں رہے، یہاں ہر روز مغربی پاکستان سے آنے والے تیمار داروں کا ہجو رہتا۔ بیماری کے دنوں امیر شریعتؒ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی ہمیشہ کھڑی رکھتے، بعض دوستوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔

میں نے تمام عمر توحید پر وعظ کیا ہے اور عمر کے آخری حصے میں بھی اس تصور کو قائم رکھنا چاہتا ہوں۔

آپؒ ان حالات میں بھی نماز سے غافل نہ رہتے۔ یہ ذات باری تعالیٰ کی ان پر

خانوازش تھی۔ حالانکہ بول نہیں سکتے تھے، لیکن عین نماز کے وقت اگر کوئی آس پاس نہ بھی ہوتا تو کسی چیز سے زمین پر کھڑکا کر دیتے تھے۔ اس آواز سے اہل خانہ فوراً حاضر ہوتے تو امیر شریعتؒ ہاتھ کے اشارے سے انہیں نماز کے لئے کہتے، اور نماز با جماعت ہوتی۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ نماز کے دوران ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی اور ان کے صاحبزادے عطاء المحسنؒ انہیں دوبارہ نماز لوٹ نے کو کہتے۔

شاہ جی کی بیہوشی کی نمازیں ہماری نمازوں سے بہتر ہیں

انہی دنوں کا ذکر ہے کہ سرگودھا کے مفتی محمد شفیع امیر شریعتؒ سے ملنے آئے، تو کوٹھی کے مالک مولانا محمد اکرم (مالک سلطان فونڈری) نے مفتی صاحب سے گزارش کی:

''حضرت! یہ فرمائے کہ شاہ جی اس حالت میں نماز پڑھتے ہی، اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ نماز میں بے ہوش ہو جاتے ہیں، عزیز عطاء المحسنؒ شاہ جی پر زور دیتے ہیں کہ وہ اپنی نماز لوٹائیں۔

''نہ میرے عزیز! شاہ جی کی بے ہوشی کی نمازیں ہماری ہوشمندی کی نمازوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں''۔ اس کے بعد پھر کبھی انہیں نماز لوٹانے کو نہیں کہا گیا۔

اس طرح کے لیل ونہار میں قریباً ڈیڑھ ماہ لاہور میں گزار کہ امیر شریعتؒ کے حرم محترم کے ارشاد پر امیر شریعتؒ کو جولائی کے آخری دنوں واپس ملتان لایا گیا۔

لاہور سے ملتان پہنچنے کے پچیس روز بعد رات اڑھائی بجے اچانک طبیعت خراب ہوگئی اور سانس اکھڑنے لگی ہچکی شروع ہوگئی، گھر میں پریشانی بڑھی اور موت کے سائے ناچنے لگے۔ یہی منحوس خبر صبح گاہی ملتان بھر میں لے اڑی کہ امیر شریعتؒ انتقال کر گئے۔ تمام شہر آخری دیدار کو ان کے گھر آن پہنچا، لیکن ہنوز گل وبلبل کا رشتہ قائم تھا اور امیر شریعتؒ آخری سانس گن رہے تھے۔ حکیم عطاء اللہ خاں اور ان کے بیٹے بھی اپنی آخری پونجی آزمانے کو آموجود ہوئے، لیکن وہ بھی اپنے آنسوؤں الجھ گئے۔ امیر شریعتؒ اس وقت بے ہوشی کے عالم میں تھے اور سانس رُک رُک کر آرہی تھی۔ (علمائے دیوبند کے آخری لمحات صفحہ نمبر 113)

آخری وقت میں اللہ کا ذکر کر رہے تھے

حضرت امیر شریعتؒ صاحبزادی فرماتی ہیں کہ ہم سب قرآن پڑھ رہے تھے اور باری باری زم زم منہ میں ڈال رہے تھے، ایک قطرہ بھی باہر نہیں بہا اور سکون سے پیتے رہے، چند سانسیں باقی تھی کہ اماں جی نے متوجہ کیا کہ دیکھو زبان ذکر کر رہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ جس اللہ نے ان کو اقلیمِ خطابت کا یکتا تاجدار بنایا اور جسکی دی ہوئی قوت کو انہوں نے اس کے حبیب ﷺ کی ختم نبوت کے بیان میں ختم کر دیا، اسی کا نام لیتے ہوئے ایک دفعہ آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا اور پھر آنکھیں بند کرلیں، میرے پیارے ابا جی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (حوالہ سیدی وابی، مرتب سیدہ ام کفیل بخاری۔ صفحہ نمبر 166-165)

۲۳ اگست نماز ظہر کے بعد امیر شریعتؒ کا جنازہ اٹھانے کا اعلان تھا۔ کراچی کے پشاور تک کے لوگ ریل گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے جنازے میں شریک کیلئے تیز رفتاری سے ملتان پہنچ رہے تھے۔

لاکھوں انسانوں کا سمندر جنازے میں

نماز ظہر کے بعد جب اس مرد درویش کا جنازہ محلہ ٹبی شیر خاں سے اٹھایا گیا تو دو لاکھ انسانوں کا سمندر اس کے گرد ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ جنازے کے کے ساتھ لمبے لمبے بانس باند دیئے گئے تا کہ کوئی ہاتھ اس سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔ تاہم ہزاروں کو شکایت رہی۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی نماز جنازہ کے بعد اس کے دامن میں امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کی نماز جنازہ کا دوسرا واقعہ تھا۔ ورنہ اس سے پیشتر اس قدر ہجوم کسی درویش کے جنازہ میں نہیں دیکھا گیا۔ نماز عصر سے ذرا پہلے حضرت امیر شریعتؒ رحمتہ اللہ علیہ کی نماز جنازہ انکے فرزند اکبر سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ نے پڑھائی۔

نماز جنازہ سے فراغت کے بعد حضرت امیر شریعتؒ جسدِ خاکی دو لاکھ سے زائد انسانوں کے کندھوں پر اپنی آخری آرام گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ چند قدموں کا فاصلہ طے کر کے بھاکری قبرستان کے ابتدائی کونے پر سورج کی آخری کرنوں کے دیکھتے دیکھتے لاکھوں انسانوں کے آنسوؤں سے بھیگی ہوئی مٹی تلے لحد میں اتار دیا گیا۔

(ملخص از حیات امیر شریعتؒ۔۔۔از مرزا غلام نبی جانباز مرحوم)

امام اولیاء، شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

دل مدینہ منورہ میں رہا

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے متعلق آپ کے صاحبزادے و جانشین اور جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کے امیر مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ نے بیان فرمایا:

انگریزوں نے حضرت کو دہلی سے گرفتار کے مختلف جیلوں میں رکھا اور آخر میں لاہور میں پابندِ ضمانت کیا۔ آپ نے ایک چھوٹی سی مسجد میں درسِ قرآن شروع کیا تو بعض لوگوں نے آپ کو جنابِ رسول اللہ ﷺ کا گستاخ اور بے ادب مشہور کر دیا اور آپ کو شہید کر دینے کی سازش کی۔ مشہور نشانہ باز بابو رحمت اللہ مرحوم کو تیار کیا گیا کہ حضرت رات کو مسجد سے مکان کو اکیلے جاتے ہیں، اس وقت آپ کو شہید کر دیا جائے۔ بابو رحمت اللہ صبح کے درس میں آئے کہ اچھی طرح دیکھ لوں تا کہ رات کو مغالطہ نہ ہو۔ اتفاق سے حضرتؒ سردارِ دو جہاں ﷺ کی شان بیان فرما رہے تھے۔ انداز ایسا انوکھا اور عاشقانہ تھا کہ وہ سن کر حضرت کے گرویدہ ہو گئے۔ اپنے ارادہ سے توبہ کی اور اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا: تم لوگ مجھ سے ایسے شخص کو قتل کروانا چاہتے جو سچا عاشقِ رسولؐ ہے۔ میں نے تو آپ سے حضورِ اقدس ﷺ کی جو تعریف سنی تو اس سے پہلے کسی سے نہیں سنی تھی۔ ان لوگوں کے سروں پر شیطان سوار تھا، وہ نہ مانے تو بابو صاحب نے کہا کہ جو حضرت کو شہید کرے گا، وہ پہلے میرا سر اتارے گا، پھر حضرت تک پہنچے گا۔ بارگاہِ رسالتؐ سے آپ کے لگاؤ اور عشق کو علامہ انور صابری نے اپنے اس شعر میں خوب ادا کیا ہے:

تو رہا لاہور میں اور دل مدینے میں رہا
بن کے اک موتی محمدؐ کے خزینے میں رہا

حضرت لاہوریؒ کی حقانیت

حضرت کی حیات میں فیض باغ لاہور کے عبدالقادر راج نے خواب میں دیکھا:

آنجناب ﷺ خدام الدین کے دفتر میں تشریف فرما ہیں اور حضرت لاہوریؒ آپ کے سامنے دوزانو بیٹھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے اپنے ایک ساتھی کو پیش کیا جو مسلک کے بارے میں ان سے جھگڑا کرتا تھا اور دریافت کیا کہ امت کے موجودہ فرقوں میں سے کون سا فرقہ حق پر ہے۔ آنجناب ﷺ نے حضرت لاہوریؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں حق ہے۔ (خدام الدین ۲۳ فروری ۱۹۶۳ء)

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مکان کا تحفہ

واقعہ قابل ذکر ہے جو حضرت کے روحانی رفیع کا بین ثبوت ہے۔ ایک دن درسِ قرآن کے بعد ایک شخص علیحدگی میں ملا، اور کہنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ اپنے مکانوں میں سے ایک مکان آپ کو دے دوں۔ اس کے بعد وہ دو ماہ تک نہ آیا دوبارہ پھر آیا اور یہی کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے آپ چل کر مکان دیکھ لیں۔ چند دن بعد پھر آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر خفا ہیں کہ مجھ سے تعمیلِ ارشاد میں سستی ہوگئی ہے، لہٰذا آپ ابھی تشریف لے چلیں چنانچہ آپ ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ اور ایک مکان پسند کرلیا، لیکن وہ کچھ مسجد سے دور تھا۔ آپ کو مسجد کو روانہ ہوتے راستے میں مصافحہ وغیرہ کرتے کبھی دیر لگ جاتی اور رکعت رہ جاتی۔ آپ نے اس شخص کو بلا کر کہا کہ اپنا مکان واپس لے لیں۔ اس نے کہا میں نے آپ کو ہبہ کر دیا ہے آپ جو مرضی کریں چنانچہ آپ نے وہ مکان بیچ کر موجودہ مکان خضری محلّہ میں بنوالیا۔

اس سلسلے میں آپ کے ہمیشہ یہ حدیث مدنظر رہتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جو دن کو ہمیشہ روزے رکھتا ہے اور رات کو ہمیشہ عبادت کرتا ہے مگر جماعت پنجگانہ اور جمعہ کے لیے حاضر نہیں ہوتا، فرمایا کہ وہ جہنمی ہے......... حضرت شیخ التفسیر ہمیشہ جماعت سے پہلے مسجد میں تشریف لاتے صف اول

میں کھڑے ہو کر سنتیں ادا فرماتے اور ہمیشہ با جماعت نماز پڑھتے۔

شادی وغم میں اتباع سنت

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اتباع سنت میں بسر ہوئی۔ آپ نشست و برخاست، سونے جاگنے، کھانے پینے، لباس وغیرہ ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کا اتباع کرتے۔ ساری عمر کھدر پہنا اور اسی کی لوگوں کو تلقین کی۔ سینکڑوں بڑے بڑے آفیسرز، تاجر، روؤسا آپ کے حلقۂ ارادت میں آئے تو ان کی زندگی کی کایا پلٹ ہوگئی اور وہ اپنے ہاں شادی بیاہ وغیرہ میں سادگی کے خوگر ہو گئے۔ خود حضرت مولانا کی زندگی اسی بارے میں نمونہ کی زندگی تھی۔ چند واقعات ملاحظہ فرمایئے:

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "نکاح میں چار چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے (1) مال (2) حسب (3) ذاتی کمال و جمال (4) دین...... پھر فرمایا تم دین کو پسند کرو۔ ہر چند اس حدیث کے ظاہری الفاظ میں عورتوں کی طرف اشارہ ہے۔ کہ عورتیں انہی کمالات اربعہ میں سے کسی وجہ سے پسند کی جاتی ہیں مگر مردوں کو پسند کرنے کا بھی یہی معیار ہے......:-

بیٹی اور بیٹے کا نکاح انتہائی سادگی سے

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے دین کو معیار بنا کر اپنی اولاد کا نکاح کیا۔ خود برائے تعلیم یہ واقعہ کئی دفعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب میری بڑی لڑکی سن بلوغ کو پہنچ گئی تو میرے پاس علماء کرام کی ایک جماعت دورۂ تفسیر کے لیے آئی ہوئی تھی۔ جب وہ جماعت فارغ ہوئی تو میں نے ایک مولوی صاحب کو علیحدہ لے جا کر پوچھا کہ کیا آپ شادی کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ پردیس میں مجھے کون رشتہ دیتا ہے! میں نے کہا کہ میری لڑکی ہے اگر آپ راضی ہیں تو ابھی نکاح کر دیتے ہیں ورنہ اس کی تشہیر نہ کرنا۔ مولوی صاحب راضی ہو گئے اسی روز جلسہ ہوا کامیاب علماء کو سندیں دی گئیں اور مولوی نور اللہ صاحب کو سند دے کر میں نے اپنی بیٹی کا ان سے نکاح کر دیا، کئی سال ہو گئے ہیں مجھ کو اب تک معلوم نہیں ہے کہ مولوی نور اللہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

مولانا عبید اللہ انور جو آپ کے جانشین ہیں۔ ان کا نکاح ان کے ماموں ڈاکٹر عبدالقوی لقمان کے گھر ہوا جو لاہور میں بڑی عزت وشہرت کے مالک ہیں۔ انہوں نے برات پر سو آدمی طلب کئے۔ مگر ادھر سے باپ، بیٹا اور مولانا عبدالمجید صاحب تین افراد گئے اور نکاح ہو گیا۔ البتہ گھر آ کر دعوتِ ولیمہ کیا جس میں اعزۂ واقرباء تمام مدعو تھے، یہی طریقہ سنت نبویؐ کے مطابق ہے۔

بیٹی کے جنازے سے پہلے درسِ قرآن

غمی کے موقع پر بھی یہی اتباع سنت ہے۔ آپ کے بچے بھی فوت ہوئے اور بچیاں بھی، رات کو بچی فوت ہوئی، کسی کو چنداں اطلاع نہیں دی گئی، صبح نماز فجر کے بعد حسب معمول درسِ قرآن دینے کے بعد فرمایا کہ میری لڑکی رقیہ فوت ہوگئی ہے اب اس کا جنازہ اٹھایا جائے گا۔ آپ نے اپنی وفات سے پہلے حضرت مولانا عبید اللہ انور کو وصیت فرمائی تھی کہ صبح کا درس کسی حالت میں قضا نہ ہو لہٰذا آپ کے فرمانبردار بیٹے نے آپ کی ہدایت کے مطابق آپ کی نعش مبارک کو نہلا دھلا کر کفنانے کے بعد صبح کے وقت درسِ قرآن مجید دیا اور نمازِ ظہر کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ (انا للہ و انا الیه راجعون)۔

قبر سے فردوسی خوشبو

تاریخ میں تین چار ایسے بزرگ ملتے ہیں کہ جن کی قبروں سے بعد از دفن ایسی خوشبو آنا شروع ہوئی کہ لوگ اس کو محسوس کر کے حیران ہوئے کہ ایسی عمدہ خوشبو ہم نے دنیا میں کبھی نہیں سونگھی۔ ان میں پہلا نام حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اور دوسرا نام میاں سید اصغر حسین دیوبندی کا ہے تیسرا اور چوتھا واقعہ پنجاب میں پیش آیا۔ ساہیوال میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب اور لاہور میں حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کی قبر سے اور یہ نتیجہ ہے کمالِ اتباع سنت کا۔ لاہور کے باشندوں نے یک زبان ہو کر پکارنا شروع کر دیا کہ حضرت مولانا سید الابرار والاخیار کی تربت پاک سے فردوسی خوشبوئیں آنے لگیں۔ نہایت معتمد افراد نے جا کر پتہ لگایا۔ حضرت کی مرقد اقدس کی پاکیزہ مٹی کا ہر طرح کیمیکل معائنہ کیا گیا لیکن یہ

معلوم ہوتا تھا، نہ ہوا کہ اس شمیم جانفزا کو کس چیز سے منسوب کیا جائے۔ لہٰذا یہ بات زبان زد خاص و عام ہو کر قدسی حقیقت کی صورت اختیار کر گئی کہ حضرت شیخ التفسیر مرحوم کی لحد پاک روضة من رياض الجنة بن چکی ہے۔ جس طرح آپ کی زندگی آية من آيات الله تھی۔ اس طرح آپ کی موت بھی صداقت اسلام کا ایک نشان بن گئی۔

نور کی قندیلیں روشن ہیں

خاندانِ نقش بندیہ کے سرخیلِ اولیاء، شیرِ ربانی، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ اکثر و بیشتر حضرت لاہور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درسِ قرآن میں تشریف لاتے اور فرماتے ''میں شیرانوالہ کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فرشِ زمین سے لے کر عرشِ بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کی منور کر رہی ہیں'' (حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات، صفحہ 63)

سنتِ رسول اور اپنی عاجزی کا بیان

ماسٹر شیر محمد راوی ہیں کہ میں ایک تبلیغی جلسہ میں چک جھمرہ ضلع فیصل آباد گیا۔ جلسے کے اختتام پر چند علماء حضرات، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا گیا کہ حضرت ہمیں کوئی نصیحت فرمائیے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری پونجی مسکینوں، غریبوں اور یتیموں پر خرچ کر دیتے تھے بلکہ قرضِ حسنہ لے کر بھی اہلِ حاجت کی مدد فرماتے۔ میں نے کئی بار ارادہ کیا ہے کہ اپنے گھر کا دروازہ کھول دوں اور مساکین سے کہوں کہ جو جس کے ہاتھ لگے، لے جاؤ مگر ہمت نہیں پڑتی۔ لہٰذا عزیزو! جو شخص خود ایک سنت پر عمل کرنے سے قاصر ہو وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا۔ (حضرت لاہوریؒ کے حیرت انگیز واقعات صفحہ 262)

دورانِ درسِ قرآن روضۂ اطہر سے مسلسل نورانی رابطہ

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بڑے بزرگ حضرت مولانا غلام ربانی صاحب

ساکن گکڑ شنگ ہزارہ (جن کا حال میں سو سال کی عمر میں انتقال ہوا) نے بوقتِ ملاقات بندہ سے فرمایا۔ کہ جب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ شیرانوالہ مسجد میں درس قرآن، مجلسِ ذکر یا خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ تو ان کا روحانی رابطہ مسلسل نبی کریم حضرت رسول اللہ ﷺ سے رہا کرتا تھا اور بعض اہلِ کشف کو ادراک بھی ہو جاتا تھا۔ ایک نوجوان ذاکر جسے درود شریف پڑھتے ہی حضوری کی سعادت نصیب ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت لاہور رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز جمعۃ المبارک ادا کرنے کے لئے میرے ساتھ مسجد میں حاضر ہوا۔ دورانِ خطبہ وہ جھوم جھوم جاتا اور درود شریف کے الفاظ ادا کرتا۔ وہ ضبط نہ کر سکا اور دوران خطبہ ہی مجھے کہنے لگا: ”کہ یہ دیکھئے حضرت مولانا کے قلب مبارک پر ایک نور کا موٹا رسا نما چمکتا ہوا رابطہ قائم ہے، جس کے دائیں طرف روضہ اطہر ومنور نظر آ رہا ہے۔ اور یہ نور وہیں سے نکل کر آ رہا ہے۔“

حضرت مولانا غلام ربانی موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے جب نماز جمعۃ المبارک کے بعد حضرت لاہور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں الگ بیٹھ کر اس نوجوان کی موجودگی میں یہ واقعہ اور منظر بیان کیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خاموش! ایسی باتوں کا اظہار نہیں کیا کرتے بحمد اللہ تعالیٰ ایسا تو اکثر ہوتا رہتا ہے۔ (حضرت لاہوریؒ کے حیرت انگیز واقعات، راوی پروفیسر احمد عبدالرحمٰن صدیقی نوشہرہ)

قطب الاقطاب کا مقام

ڈاکٹر لال دین اخگر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کوئٹہ سے شیرانوالہ تشریف لائے، یہ دونوں خواب آپ نے میرے سامنے بیان فرمائے۔ میں ان دنوں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی سیرت کا دوسرا حصہ مقامات ولایت لکھ رہا تھا۔ مولانا فرماتے تھے کہ ان خوابوں کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند دنوں سے میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مقام کے متعلق علماء کرام اور صوفیا عظام سے سوال کر رہا تھا۔ جس کا حل پروردگار عالم نے اپنے لطف خاص سے رویائے صادقہ کی صورت میں مجھ احقر الانام

پر منکشف فرمادیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

خواب:۔ میں نے خواب میں ایک نورانی چہرہ بزرگ کو دیکھا۔ میں نے ان سے سوال کیا آپ کے نزدیک حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مقام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ قطب عالم ہوں گے۔ لیکن میں نے ان سے عرض کیا کہ میرا تو یقین ہے کہ حضرت لاہوری ہماری عہد کے قطب الاقطاب ہیں۔ میری یہ بات سن کر وہ مثبت اور مسرت آگیں طریق سے مسکرانے لگے اور خاموش ہوگئے۔ (ماخوذ از صفحہ نمبر 448-449 کتاب الحسنات)

وراثت نبوی ﷺ اور درس قرآن کی قبولیت

جناب جمیل احمد میواتی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت شیخ المشائخ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں، ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک بہت ہی بلند سفید عمارت ہے مجھے بتایا گیا کہ سب سے اوپر والی منزل نبی جی ﷺ کا مقام کہلاتی ہے، جہاں سے سمندر پار کی روشنی نظر آتی ہے کہ اس سے مراد عالم آخرت ہے، اس عمارت کی سب سے نچلی منزل میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ درس دے رہے ہیں حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعبیر یوں فرمائی کہ الحمد للہ درس قرآن نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق دیا جارہا ہے اور عنداللہ مقبول ہے۔

اسی دوران حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھے خواب مبشرات کہلاتے ہیں، یہ اجزائے نبوت سے ہیں کبھی کوئی خود اپنے بارے میں خواب دیکھتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نیک بندے کو اس کے متعلق خواب میں بشارت عطا فرماتے ہیں۔
(ماخوذ از صفحہ 16 خدام الدین 23 فروری 63ء)

احمد علی کو سلام اور خواب میں ختم نبوت کے کام کی ہدایت

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے مظفر نگر (یوپی) کے ایک مولوی صاحب کا ایک خط دکھایا اور فرمانے لگے میں اس کو جانتا بھی نہیں، بیچارے کو، مولوی

انور البتہ کہتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں، پھر حضرت نے خود ہی وہ خط پڑھ کر سنایا جس میں خواب درج تھا کہ ان مولوی صاحب کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت باسعادت نصیب ہوئی، اس طرح کہ ایک جلسہ گاہ ہے صدر مقام پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ نے مولوی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ احمد علی کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ختم نبوت کا کام خوب جم کر کرے۔ (راوی جناب جمیل احمد میوائیؒ خدام الدین 22 فروری 63ء)

حق پر کون ہے مسلک کی غائبانہ تائید

جناب حافظ اقبال احمد جھنجھانوی ایک اور خواب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ فیض باغ لاہور کا ایک راج عبدالقادر ایک دن رمضان المبارک میں جامع مسجد شیرانوالہ میں سویا ہوا تھا وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز کے پاس دفتر خدام الدین کے اوپر والے حجرے میں حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کے بالکل سامنے دوزانو بیٹھے ہیں اور حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے زانو آپ ﷺ کے زانو مبارک سے ملے ہوئے ہیں، عبدالقادر راج کہتے ہیں کہ میرا ایک دوست اکثر مجھ سے جھگڑا کرتا وہ بھی میرے پاس ہے اور ہم دونوں بھی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں اس مبارک مجلس میں بیٹھ گئے، میرے دوست نے سرگوشی کے انداز میں کہا کہ حضور اقدس ﷺ سے پوچھ لو چنانچہ حضور اقدس ﷺ خود فرماتے ہیں: اے عبدالقادر! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے موجود فرقوں میں سے کون حق پر ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہور رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں حق ہے۔

حافظ اقبال احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس خواب کی تحقیق کیلئے میں خود فیض باغ گیا اور پھر یہ خواب لکھ کر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

(صفحہ 26 خدام الدین 22 فروری 1963ء صفحہ 520 کتاب الحسنات)

حضرت لاہوریؒ کے شاگردوں کیلئے عظیم بشارت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک خواب مکہ معظمہ سے تحریر فرمایا جسے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے درسِ قرآن میں بیان فرمایا۔ انہوں نے لکھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں طرف دور دور تک خیمے لگے ہوئے ہیں جہاں تک نگاہ جاتی ہے ان خیموں میں انسان ہی انسان نظر آتے ہیں۔ پھر اچانک سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: حبیب اللہ! تمہیں معلوم ہے کہ ان خیموں میں کون لوگ ہیں۔ تو حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ مجھے نہیں معلوم یہ کون لوگ ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ دائیں جانب کے خیموں میں رہنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے والد صاحب سے قرآن سیکھا اور بائیں جانب کے خیموں میں رہنے والے وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے آپ کے والد صاحب سے اللہ تعالیٰ کا نام سیکھا۔

یہ خواب سن کر ہماری جماعت کے ایک شخص نے کہا کہ ''پھر میں تو ان شاء اللہ دونوں طرف کے خیموں میں ہوں گا کیونکہ میں نے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن بھی سیکھا اور اللہ تعالیٰ کا نام بھی سیکھا'' (از صفحہ 333 خدام الدین امام الاولیا نمبر)

روضۂ اطہر کی مٹی کی برکت بینائی ٹھیک ہوگئی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل کے افراد حرمین الشریفین (خانہ کعبہ اور مسجد نبوی) کی خاکروبی کے عہدے پر فائز ہیں اور آغا کے لقب سے پکارے جاتے ہیں مستقل طور پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں معتکف ہیں۔ روضۂ اطہر کی جالی کے اندر قبر شریف کے تعویز پر آویزاں غلاف خاص کی جھاڑی ہوئی خاک پاک ایک آغا نے حضرت اقدس لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو بطور ہدیہ عنایت فرمائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوش عقیدت میں اسے سرمہ میں شامل کرلیا۔ نوعمری میں فالج کے حملہ کا علاج حکیم اجمل خاں رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا جس سے اگرچہ مرض سے کامل

چھٹکارہ مل گیا تھا لیکن دور اور نزدیک کی بینائی متاثر رہی اور مستقل چشمہ استعمال کرنا پڑ رہا تھا خدا کی قدرت سے روضہ اطہر کی خاک پاک ملا ہوا سرمہ استعمال کرنے سے بینائی بالکل ٹھیک ہوگئی اور چشمہ اُتر گیا۔

کڑوا سالن کھایا

سنت کے اتباع میں آپ کی عادت یہ تھی کہ کھانا پسند ہو یا نہ ہو کبھی نقص نہیں نکالتے تھے، ایک مرتبہ آپ کھانا کھانے بیٹھے تو نمک کی زیادتی کی وجہ سے سالن کڑوا ہو گیا تھا، آپ نے بدقت کھانا کھایا مگر اپنی اہلیہ سے تذکرہ نہ کیا۔ ہوا یہ کہ آپ کی اہلیہ نے نمک کی جو ڈلی ہنڈیا میں ڈالی تھی وہ نکالنی یاد نہ رہی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کھانا کھانے کے بعد جب انہوں نے کھانا کھایا تو اس بات کا احساس ہوا۔

(ماخوذ از صفحہ 15 حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور خلفاء)

حق گوئی: مسلمان تو غیرت مند ہوتے ہیں

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اظہار حق میں شمشیر برہنہ تھے۔ 1953ء میں تحریک ختم نبوت سے کچھ روز قبل جمعہ کی تقریر میں للکار کر فرمایا: میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان اور میاں ممتاز دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب سے پوچھتا ہوں کہ تمہاری غیرتِ اسلامی اور حمیت دینی کو کیا ہو گیا ہے؟ تم مسلمان حکمران ہو، تمہاری حکومت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔ ختم نبوت کے انکار کرنے والے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، قرآن پاک اور حدیث رسول ﷺ کی توہین کر رہے ہیں، مگر تم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ تم انہیں مسلمانوں سے علیحدہ نہیں کرتے، انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے مطالبہ کو نہیں مانتے۔ کیا تمہیں مرنا نہیں۔ خدا کے حضور کیا جواب دو گے؟ پھر فرمایا: وہ مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ جو مجھے نبی تسلیم نہیں کرتے وہ جنگلی سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیاں ہیں۔ میں خواجہ ناظم الدین اور دولتانہ سے پوچھتا ہوں کہ تم بھی مرزائی ہو، اگر نہیں تو غلام احمد کے کہنے پر تم بھی جنگلی سور اور تمہاری عورتیں کتیاں ہیں۔ پھر بھی تمہیں

غیرت نہیں آتی۔ فحش گالیاں دینے والے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے مسلمان تو غیرت مند ہوتے ہیں۔ (ماخذ دو بزرگ صفحہ 26)

تحریک ختم نبوت کے روحِ رواں

ختم نبوت مسلمانوں کا اجتماعی اور بنیادی عقیدہ ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن و مسلم نہیں ہوسکتا جب تک وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم المرسلینی کا اقرار نہ کرے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر اب تک لاکھوں فرزندانِ اسلام نے اپنی جانوں پر کھیل کر اس عقیدہ کی حفاظت کی ہے۔

حصول آزادی کے بعد جب ملک کا بٹوارا ہوا تو قادیانیوں نے پاکستان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا۔ ان کی سرگرمیوں سے فرزندان اسلام کو تشویش لاحق ہونا بدیہی امر تھا۔ چنانچہ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کے باغیوں کو پنپنے کی اجازت نہ دی جائے۔ حکومت نے پس و پیش کیا تو رفتہ رفتہ یہی مطالبہ تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔ آخر 1953ء میں مسلمانوں نے علمائے اسلام کے متفقہ فیصلہ کے پیش نظر مرزائیوں کی سازشوں کو ناکام بنانے کی غرض سے منظّم تحریک شروع کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نوراللہ مرقدہ، اور دیگر کئی علمائے کرام تحریک کے روح رواں تھے۔

ختمِ نبوت کیلئے قید و بند کی آزمائشوں کو ہنسی خوشی قبول کیا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت بے باکی کے ساتھ تقاریر فرمائیں اور مسلمانوں کے جذباتِ خفتہ کو بیدار کیا۔ ان کے جذبۂ غیرت وحمیت کو مہمیز لگائی اور نہ صرف عام مسلمانوں کو تحریک میں شمولیت کی دعوت دی بلکہ خود بھی قید و بند کی آزمائشوں کو ہنسی خوشی قبول کیا۔۔۔۔لاہور کے گلی کوچے اور مغربی پاکستان کی فضا اب بھی گواہ ہے کہ جب اس مرد درویش نے دیوانہ وار، عشق رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے جذبے کے ساتھ اپنی گرفتاری پیش کی تو تحریک میں زندگی کی روح دوڑ گئی۔ مسلمانوں میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا۔ تحریک کا

رنگ بدل گیا۔ عاشقان ختم رسالت اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر میدانِ عمل میں آ گئے اور نوجوان حضور ﷺ کی ختم المرسلینی پر پروانہ وار نثار ہوئے۔ مسلمانوں نے لاتعداد گرفتاریاں پیش کیں اور مغربی پاکستان کی جیلیں مسلمانوں سے بھر گئیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود پیرانہ سالی کے جیل میں طرح طرح کی تکالیف دی گئیں آپ کو زہر بھی دیا گیا مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔۔۔۔آپ کے پائے استقامت میں رائی بھر لغزش نہ آئی۔۔۔۔ بالآخر حکومت جھک گئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کر دیا گیا۔

قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری فرماتے تھے کہ امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا تحریک میں شامل ہونا اور گرفتاری پیش کرنا ہی دراصل تحریک کی کامیابی تھی۔

عصرِ حاضر کا امام احمد بن حنبل

1953ء میں تحفظ ختم نبوت کی پاکستان گیر تحریک کے وقت آپ گرفتار ہوئے۔ کسی صاحب دل نے لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر آپ کو ہتھکڑی لگے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھا۔

> ''یہ پیرانہ سالی میں اپنے ہاتھوں میں عصا سنبھالے ہوئے مولانا احمد علی نہیں ہیں، بلکہ عصر حاضر کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔''

سرگودھا میں ختم نبوت کانفرنس تھی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرکت کا وعدہ فرمایا ہوا تھا مگر اچانک صاحب فراش ہو گئے۔ ادھر کانفرنس شروع ہوگئی سب ساتھی مایوس تھے کہ حضرت شرکت نہ فرما سکیں گے مگر حضرت جی کار پر تشریف لے آئے، تھوڑی دیر تقریر فرمائی اور فرمایا: اگر میں اس سے زیادہ بھی بیمار ہو جاتا تو سیکنڈ کلاس کی سیٹ ریزرو کرا کے لیٹ کر آتا اور آ کر اسٹیج پر لیٹا رہتا تاکہ میری حاضری شمار ہو جائے۔ یہ آنحضور ﷺ کی ختمِ نبوت کا مسئلہ ہے آنحضور ﷺ کی ناموس کا سوال ہے، میں کسی حال میں بھی پیچھے نہیں رہنا

چاہتا۔ (ماخوذ از ختم نبوت جلد 8 شمارہ 18)

خلافت اللہ اور رسول ﷺ کی اجازت سے دی جاتی ہے

حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ شاہ پور چاکر ضلع سانگھڑ سندھ والے (خلیفہ مجاز حضرت لاہور رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں 1379ھ میں لاہور مسجد شیرانوالہ دروازہ حاضر ہوا حضرت لاہور رحمۃ اللہ علیہ حاجی محمد دین صاحب کے کارخانہ میں بیٹھ کر تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف تھے، وہاں سے دفتر خدام الدین ٹیلی فون کیا کہ مولوی محمد حسن سندھ سے آیا ہے اسے میرے پاس لے آؤ، حضرت کے خادم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لیکر گئے، حضرت نے بہت محبت و شفقت سے منازل سلوک طے کرائیں اور فرمایا کہ بیٹے ہم اپنی طرف سے کسی کو بھی اس وقت تک خلافت نہیں دیتے جب تک اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجازت نہ ملے۔ بیٹے! ہم آپ کو خلافت کا اعزاز دیتے ہیں آپ کو مبارک ہو، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سلسلے کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (صفحہ 319 شیخ التفسیر اور انکے خلفاء)

انبیاء کرام علیہ السلام کی جنازے میں شرکت

قصبہ شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ کے نوجوان حافظ عبدالغنی جنہوں نے رزقِ حلال کیلئے بڑھئی کے پیشے کو اپنایا ہے، کہتے ہیں کہ جمعہ کو نماز عشاء و تراویح پڑھ کر تلاوت وغیرہ کی مشغولیت کی وجہ سے کچھ دیر میں سویا، سحری سے پہلے ایک خواب دیکھا جو بیدار ہونے پر اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ ذہن پر چھایا ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ لاکھوں افراد کا مجمع ہے بیچ میں ایک نورانی صورت بزرگ نمایاں ہیں، ایک بزرگ سے ان کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں، تو وہ تو ابھی جواب نہ دے سکے تھے کہ وہ نورانی صورت والے بزرگ خود میرے پاس تشریف لے آئے اور پوچھا آپ مجھے نہیں جانتے؟ میں نے مودبانہ عرض کیا کہ نہیں تو فرمایا کہ میں اللہ کا پیغمبر ابراہیم علیہ السلام ہوں، میں نے نہایت ادب سے مصافحہ کیا اور معانقہ بھی کیا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: آیئے آپ کو ایک اور

پیغمبر کی زیارت کراؤں۔ آگے بڑھے ایک سفید ریش پوش فرشتہ شمائل بزرگ نظر آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں۔ میں نے فرط عقیدت سے ان سے بھی مصافحہ اور معانقہ کیا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: آج ہمارے ایک دوست کی مجلس ہے لہٰذا ہم ہزاروں کی تعداد میں آئے ہوئے ہیں۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں: نماز فجر کے بعد لاری اڈے پر گیا تو اخبار میں حضرت مولانا احمد علی لاہور رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وصال سب سے نمایاں تھی، مجھے فوراً یقین ہو گیا کہ رات اسی مجلس میں تمام انبیاء شریک تھے۔

ڈاکٹر لال دین اخگر فرماتے ہیں کہ میں نے صاحب خواب سے پوچھا کہ کیا آپ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں، تو حافظ صاحب نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ میرے دل میں یہ عقیدت ضرور ہے کہ وہ اتنے بڑے بزرگ ہیں کہ اولیائے کرام انکی صحبت میں پرورش پاتے ہیں۔ (ماخوذ از صفحہ 146 کتاب الحسنات)

سورج کو گرہن لگ گیا

حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ، کے بڑے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کی تار کے ذریعہ خبر دی گئی، جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کو جو خط لکھا اس میں اپنا ایک مندرجہ ذیل خواب بھی لکھا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لاہور مسجد لائن سبحان خاں میں گیا ہوں۔ نماز عصر کا وقت ہے، لوگ جمع ہو رہے ہیں، دن خوب سفید ہے، سورج اپنی پوری تابانی پر چمک رہا ہے کہ یکا یک سورج کو گرہن لگا اور سیکنڈوں میں تمام عالم سیاہ و تاریخ ہو گیا اندھیرا گھپ اندھیرا۔ سورج غروب ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ دن کا نور کم ہوتا ہے یہ تو یکا یک عالم تاریک ہو گیا، مجھے خواب میں سخت گھبراہٹ ہوئی نہایت قلق اور اضطراب میں تھا خواب کی تعبیر اسی وقت میں نے یہ سمجھی کہ حضرت ابا جان کے وصال کی طرف اشارہ ہے۔

(صفحہ 145 کتاب الحسنات)

ختم نبوت کے ساتھیوں سے سرکارِ دوعالم محبت کرتے ہیں

مولانا تاج محمود اور مناظرِ اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر رحمۃ اللہ علیہما، قطبِ دوراں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے، کچھ ختم نبوت کے ساتھیوں کا تذکرہ آ گیا، حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ ''میں ختم نبوت کے ساتھیوں سے محبت کرتا ہوں'' اور پھر فرمایا: ''میں کیا، ان سے تو خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم محبت فرماتے ہیں۔''

آخری وقت میں بھی نماز کے چھوٹنے کی فکر

حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جب زندگی کی چھتر بہاریں دیکھ چکے تو پیرانہ سالی ضعیفی و لاغری اور کمزوری کی وجہ سے مختلف جسمانی عوارض میں مبتلا ہونے کے باوجود روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آنے دیا، ان دنوں درس میں گاہے فرماتے:

''اے میرے اللہ میں تجھ سے راضی ہوں جب تیری مرضی ہو مجھ کو اپنے پاس بلا لے ''اللہ''! مجھ کو کسی کا محتاج نہیں کرنا، پھر فرمایا کرتے: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اولاد کا محتاج نہ کرنا بلکہ میری اولاد میری محتاج رہے۔ یا اللہ میری موت اس حالت میں آئے کہ میری کوئی نماز نہ چھوٹے۔''

حضرتؒ کا ملائکہ یا ارواح مقدسہ سے مصافحہ

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرتؒ وصال سے قبل تیمّم کرتے، نماز لیٹ کر پڑھتے تھے، پھر دعا کرتے، پھر کہتے: اللہ اللہ! پوچھا: روزہ افطار ہوگیا؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں ہوگیا۔ فرمایا: میرا روزہ افطار کرواؤ، پانی لاؤ والدہ نے کہا: پانی پی لیں، فرمایا: اچھی بات، پیتے ہیں، پہلے نماز پڑھ لیں، پھر میری والدہ کہنے لگیں: پانی مت پلاؤ، ان کی حالت اچھی نہیں ہے۔ میری بیوی سے کہا: تم چائے سے روزہ افطار کرتی

ہو، چائے کی پیالی لاؤ، چائے کی پیالی پاس لاکر رکھ دی۔ نہ انہوں نے پانی پیا، نہ چائے، اللہ کے ہاں پیاسے ہی چلے گئے۔ نماز تو ایک بھی قضا نہیں ہوئی مگر تراویح نہیں پڑھ سکے۔ اسی طرح نوافل پڑھتے پڑھتے بیچ میں اٹھ کر معانقہ کرنے لگتے۔ زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔ پہلے مصافحہ کیا، پھر معانقہ، پھر مسکرائے۔ میری والدہ کہنے لگیں: کس سے مل رہے ہیں؟ مجھے اشارہ سے پوچھا: کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ جانے، آپ بھی دیکھ رہی ہیں۔ مسکرا کر ملا کرتے تھے تو ایک دانت نظر آجاتا تھا۔ یہ کہا: مزاج تو اچھے ہیں؟ بس یہ کیفیت پیدا ہوئی، اس کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر قبلہ رخ ہو گئے۔

(ماہنامہ ''خدام الدین'' 9 جولائی 71ء)

نماز عشاء کے وقت آپ پر سکرات طاری ہو گئے جب ہوش آیا تو فرماتے: مولوی انور میں نے نماز نہیں پڑھی، وہ تیمّم کیلئے ڈھیلا پیش کرتے تیمّم فرما کر نیت باندھ لیتے پھر غشی طاری ہو جاتی۔ چارپائی پر گر جاتے ہوش آتے ہی فرماتے۔ مولوی انور میں نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر تیمّم کرایا نماز کی نیت باندھ لی۔ کبھی آگے ہاتھ بڑھاتے جیسے کسی سے مصافحہ کر رہے ہوں چنانچہ اسی محویت کے عالم میں جانِ عزیز جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

رات بارہ بجے آپ کو غسل دیا گیا کفن پہنا کر مکان کی نچلی منزل کے صحن میں وجود اقدس زیارت کیلئے رکھ دیا گیا۔

وصیت کے مطابق صبح گھر میں جنازہ رکھا ہونے کے باوجود حسب معمول نماز کے بعد پہلے قرآن پاک کا درس مولانا عبید اللہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیا جس کے بعد شامیانے کا انتظام کر کے گلی میں وجود اقدس زیارت کیلئے رکھ دیا۔ آپ کی نماز جنازہ مولانا عبید اللہ انورؒ آپ کے صاحبزادے نے پڑھائی، جنازہ میں لاکھوں لوگوں کا مجمع تھا، یہ لاہور کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا (ماخوذ از کتاب الحسنات ص: 141-142)

''قبر مہک اٹھی'' جنت کے باغوں میں سے ایک باغ

محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ کے قبر پر حاضری کے تاثرات:

''میں قبر کے قریب پہنچا، تو انگشت بدنداں۔ سوچا کہ یہ اس ہستی کی قبر ہے جو ساری عمر پروردگار عالم کا پیغام پہنچاتی رہی اور لاہور کے ایک ایک گوشے سے پکار پکار کر کہتی رہی کہ آؤ یہاں دل زندہ اور دیدۂ بینا ملے گا، لاہور کے میانی صاحب کے قبرستان میں جا کے دیکھ لینا کہ کون سی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور کون سی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا، یقیناً یہ اس ہستی کے صحیح الفاظ تھے اور ان کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے جس کی مہک سے لاہور کی فضا بھی معمور ہو چکی ہے، بقول حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ لاہور کی لیبارٹریوں میں بھی خوشبو دار مٹی کو ٹیسٹ کیا گیا مگر کوئی پتہ نہ چل سکا، سب نے بالآخر یہی کہا کہ یہ کوئی غیبی کرشمہ ہے۔ خداوند کریم جس کو چاہے اپنی رحمتوں سے نوازے۔

دربارِ رسالت ﷺ میں مقام اور حضرات حسنین کی زیارت

سکھر کے حکیم محمد رمضان صاحب ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مجلس ذکر کے بعد حضرت کے گھر جاتے ہوئے یہ درخواست کی کہ حضرت مجھے خواب میں تمام اولیاء اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے مگر حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت سے تا حال محروم ہوں۔ میں سکھر سے صرف اسی لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ سعادت بھی عطا فرمادے۔ حضرت مسکرائے اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ گھر کے بیرونی دروازے پر پہنچ کر اپنے خادم مولوی محمد صابر صاحب سے ارشاد فرمایا کہ حکیم صاحب کو میرے حجرے میں بستر پر سلا دو۔ چنانچہ صابر صاحب نے تعمیل ارشاد کی، مگر حکیم صاحب بجائے حضرت کی چارپائی پر سونے کے حضرت کی رضائی میں فرش پر سو گئے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں اور آپ ﷺ کے ہمراہ

حضرات سبطین کریمین، حسنین جمیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ہمارے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ ایک چار پائی پر رونق افروز ہو گئے اور آپ ﷺ کے پاس حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت مولانا لاہوریؒ نے حکیم صاحب سے فرمایا کہ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس خواب سے بیدار ہو کر حکیم صاحب نے حضرت مولانا احمد علی لاہور نور اللہ مرقدہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا (''مرد مومن'' یعنی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کی سوانح حیات از عبدالحمید خاں صاحب۔ (صفحہ 175)

بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں

مولانا تاج محمودؒ نے فرمایا: میں اور مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، قطب دوراں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر تھے، کچھ ختم نبوت کے ساتھیوں کا تذکرہ آ گیا، حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ: ''ختم نبوت کے ساتھیوں سے محبت کرتا ہوں!'' اور پھر فرمایا: ''ان سے تو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی محبت فرماتے ہیں۔''

(ہفت روزہ ''لولاک'' ص:9، 3 جنوری 1953ء)

بارہا احباب سے سنا، حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے، قیامت کے دن بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔''

ایک دفعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام سرگودھا میں ختم نبوت کانفرنس میں تقریر تھی، آپؒ علیل تھے، وعدے پر تشریف لائے، چار پائی پر آپ کو اسٹیج پر لایا گیا، تقریر کی، فرمایا کہ: ''اسی عمل کے صدقے شاید نجات ہو جائے!''

آپؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہ نماؤں کو ہمیشہ اپنی محبت اور شفقت سے سرفراز فرمایا۔

مفسر قرآن شیخ الحدیث

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ساری زندگی عشق رسول اور اسوہ رسول کے تابع

نبوت ورسالت کے عقیدے کا لازمی نتیجہ حضور علیہ السلام سے والہانہ محبت اور عشق، اور آپؐ کی اطاعت و پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنے رسول کی جیسی پیروی چاہتے ہیں وہ اسی وقت ممکن ہے جب آدمی کا دل نبی کے عشق ومحبت سے سرشار ہو۔ اگر کوئی شخص آپ کو نبی مانتا ہے مگر اس کا دل آپؐ کی غایت درجہ محبت سے محروم ہے تو اس کا ایمان ہی مشکوک ومشتبہ ہے۔ کیونکہ کامل محبت کے بغیر اطاعت وفرماں برداری کی منزلیں طے نہیں ہوسکتیں۔ خود حضور علیہ السلام کا فرمان یہی ہے کہ کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں جب تک وہ مجھے اپنے، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان علماء، فضلا اور شعراء نے اپنے اپنے رنگ میں حضور علیہ السلام سے اپنے والہانہ عشق کا اظہار کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل عشقِ رسولؐ یہی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اسوۂ رسول کے تابع بنادے، کسی معاملے میں اپنی رائے اور ارادے کو باقی نہ رکھے، اس کے پیش نظر ہر وقت یہ بات ہو کہ حضور اقدس کا عمل کیا تھا، اور حکم کیا تھا، محض زبان سے عشق کے دعوے کرنا، اور عمل سے اس کی نفی کرنا، کسی صورت عشق رسول نہیں کہلا سکتا۔

والدِ محترم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے عشق ومحبت کا اظہار جہاں ایک طرف آپ کی ایک مستند اور تحقیقی سیرت لکھ کر کیا، زندگی بھر حدیثِ رسول اور سنتِ رسول علیہ السلام کی بہر نوع خدمت کی، خود اپنی زندگی کو اُنؐ کے اسوۂ اور نمونہ کے مطابق ڈھالا، وہاں حضورؐ کے مقام رفیع کو شعر اور قصیدہ کی زبان میں بھی بیان کیا۔ اور آپؐ کی سیرتِ طیبہ اور حیات مقدسہ کے مختلف پہلوؤں کو قصیدے کے قالب میں ڈھالا۔

حضور اقدس فداہ ابی وامی کی مدح میں جو سب سے پہلے قصیدہ کہا اس میں حضور کے ان تمام اسمائے مبارکہ کو جمع کیا ہے جو قرآن حکیم اور دیگر کتب سماویہ میں مذکور ہیں۔ یہ نعتیہ قصیدہ شرح مقاماتِ حریری کی ابتداء میں درج ہے۔ عربی میں ہے۔ (سوانح ادریس کاندھلوی)

ایک حسین خواب کا ذکر اور عاشقانہ دعا

1972ء میں ناچیز راقم نے علامہ یوسف نبہانی کی کتاب ''الوسائل الوصول الیٰ شمائل الرسول'' کا اردو ترجمہ کیا، چھپا تو پیش کیا۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور علامہ نبہانی کے بارے میں اپنا ایک واقعہ سنایا فرمایا:

''میں 1356ھ میں فلسطین گیا، وہاں ایک عالم دین سے ملاقات ہوئی، وہ علامہ نبہانی کے احباب اور رفقاء میں سے تھے۔ (علامہ نبہانی کا انتقال 1352ھ میں ہوا تھا، آپ فلسطین کے رہنے والے تھے) وہ کہنے لگے کہ، نبہانی کے انتقال کے کچھ روز بعد مجھے خواب میں حضور اقدس کی زیارت نصیب ہوئی میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! نبہانی ہمارا ساتھی تھا، اس نے آپ کی مدح، تعریف اور فضائل میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ اس کا انتقال ہوگیا، اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ ۔حضورؐ نے فرمایا: نبہانی تو ہمارا حسّانؓ تھا، حضور نے صرف اتنا فرمایا۔''

والد صاحب فرمانے لگے کہ علامہ نبہانی نے تقریباً پچاس کتابیں حضور اقدس کے بارے میں تالیف کیں۔ وہ اللہ کے اور اس کے رسول کے مقبول بندوں میں سے تھے۔ پھر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرا، اور میری اولاد کا انجام بخیر کرنا، ہم سب حضور کی محبت سے سرشار رہیں، اور قیامت میں حضور کی شفاعت میسر ہو۔ (آمین) (سوانح ادریس کاندھلوی ص ۱۷۱)

مرزائیت وعیسائیت کے خلاف جہاد

آپ کی تصنیفی وتالیفی زندگی کا عرصہ نصف صدی سے بھی زائد پھیلا ہوا ہے۔ اس پورے عرصے میں دو قسم کی کتابیں اور رسائل تصنیف وتالیف کئے۔ ایک وہ جو مثبت انداز میں تھے اور دوسرے وہ جن سے براہِ راست کسی نظریئے کا رد کرنا مقصود تھا۔ جن غلط اور

باطل نظریات کے رَد میں سب سے زیادہ کتابیں، رسائل اور مضامین لکھے وہ قادیانیت، عیسائیوں کا عقیدہٴ تثلیث اور انکارِ حدیث ہیں۔

قادیانیت کے بارے میں حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت الاستاذ سید محمد انور شاہ صاحبؒ کے قلب مبارک میں اس کا اہتمام اس شان سے پیدا ہوا کہ جیسے کوئی مامور من اللہ کسی خاص خدمت پر مامور ہوتا ہے اس وقت درس وتدریس کے بعد حضرت موصوف کے تمام اوقات اسی فتنہ کے انسداد پر خرچ ہونے لگے۔ حضرتؒ نے ہم تینوں نوعمر مدرسوں کو اس کام پر لگایا کہ عقائد اسلامیہ کے خلاف تمام مسائل میں قادیانی دجل وفریب کا پردہ چاک کیا جائے۔ مسئلہ ختم نبوت پر لکھنے کے لئے احقر کو مامور فرمایا۔

مولانا بدر عالم صاحبؒ نے الکلام الفصیح فی نزول المسیح کے نام سے ایک قابل قدر تصنیف فرمائی، مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے **کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ** کے نام سے اس موضوع پر بہترین کتاب لکھی یہ سب کتابیں اسی زمانے میں چھپ کر شائع ہوئیں۔ (چالیس بڑے مسلمان جلد۲ صفحہ۴۷)

گولیوں کی بوچھاڑ میں قادیانیت کے خلاف تقاریر

تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان میں تشریف لے آئے تو یہاں بھی امت مسلمہ کو اس فتنے کا سامنا تھا۔ 1952ء کے آخر میں قادیانیت کے خلاف علماء حق کی جدوجہد نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔

1953ء کے آغاز میں جب بہت سے علماء تحریک ختم نبوت کی پاداش میں دار ورسن کی صعوبتیں اٹھا رہے تھے۔ آپ تحریری وتقریری جہاد میں مصروف تھے۔ فروری 1953ء کا کوئی ایک جمعہ تھا۔ شہر لاہور میں ہر طرف ہنگامہ بپا تھا۔ نیلا گنبد چوک میں آگ لگی ہوئی تھی۔ جامعہ کی گلی میں بعض شرپسند اپنے گھر کے دروازوں سے گولیاں برسا رہے تھے اور کسی کے باہر جانے کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب جمعہ کی نماز کے لئے نیلا گنبد گئے اور قادیانیت ہی کے خلاف پر زور

تقریریں کیں۔ (چالیس بڑے مسلمان جلد۲صفحہ۷۶)

خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہدیہ

اپنے رسالے ''حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام'' کے صفحہ:5 پر تحدیث بالنعمتہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ'' ناچیز کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مطبع قاسمی میں طبع کرایا، جس شب میں اس رسالے کی لوح کا ورق طبع ہورہا تھا، اس شب میں اس ناچیز نے یہ خواب دیکھا کہ: یہ ناچیز دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں داخل ہوا، دیکھتا کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام منبر کے قریب اور محرابِ اِمام کے سامنے تشریف فرما ہیں، چہرۂ مبارک پر عجیب وغریب انوار ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے، حضرتؑ کے ساتھ کوئی خادم بھی ہے، یہ ناچیز نہایت ادب کے ساتھ دوزانو بیٹھ گیا، تھوڑی دیر میں ایک قادیانی پکڑ کر لایا گیا اور سامنے کھڑا کر دیا گیا، بعد ازاں دو عبا لائے گئے، ایک نہایت سفید اور خوبصورت ہے، اور دوسرا نہایت سادہ اور بدبودار ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنائیں، اور سیاہ عبا اُس قادیانی کو پہنایا جائے، چنانچہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنایا گیا، فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّة! اور سیاہ عبا اُس قادیانی کو، اور یہ ناچیز خاموش کھڑا رہا۔ (چالیس بڑے مسلمان صفحہ)

سیرت مصطفیٰ ﷺ

اس کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے مولانا ادریس صاحب فرماتے ہیں

امابعد! بندہ گنہگار محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ وکان ہوللہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ ایک مسلمان اور مومن کے لئے اپنا جاننا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جاننا ضروری ہے۔ جو شخص محمد رسول ﷺ کو نہیں جانتا وہ اپنے ایمان اور اسلام کو کیسے جان سکتا ہے۔ مومن اپنے وجودِ ایمانی میں سراسر وجودِ پیغمبر کا محتاج ہے عیاذاً

باللہ اگر وجود پیغمبر سے قطع نظر کر لی جائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی مومن کا وجود ایمانی باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے ارشاد ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم: ''نبی، مومنین کے حق میں ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

لہٰذا ضروری ہے کہ مومن اپنے ایمان کو جاننے سے پہلے اپنی نبیؐ کی سیرت کو جانے تا کہ اسی راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کی دعوت دے۔

سیرۃ النبی ﷺ سے قدرت کی عجیب مناسبت

مولانا نے یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل تالیف کی، جس کے ابتدائی تین حصے نبی کریمؐ کی حیاۃ طیبہ پر مشتمل ہیں اور چوتھا حصہ تکملہ کی حیثیت رکھتا ہے جو معجزات و بشارات پر مشتمل ہے۔ رمضان المبارک 1358ھ 1941ء میں اس کتاب کے تین حصوں کی تالیف مکمل ہوئی۔

اسی طرح سیرۃ المصطفیٰ کے تین حصوں کی تکمیل کے وقت آپ کی عمر عزیز چالیس سال تھی۔ یہ قدرت کی جانب سے سیرۃ النبی ﷺ سے ایک بہترین مناسبت ہے۔

چار جلدوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر لکھی ہوئی اس کتاب کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا ہے۔ حضور اقدس کی ولادت باسعادت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

رسول ﷺ کی ولادت کا عاشقانہ ذکر

''سرورِ دو عالم سید وُلدِ آدم محمد مصطفےٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم و شرف وکرم، واقعہ فیل کے پچاس یا پچپن دن بعد بتاریخ 8 ربیع الاوّل یوم دوشنبہ مطابق ماہ اپریل 670 عیسوی مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت ابو طالب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور پُر نور 12 ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے، لیکن جمہور محدّثین اور مورّخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور 8 ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ، فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ کے پاس موجود تھی تو اس وقت یہ دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ مجھکو یہ گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آن گریں گے۔

(سوانح ادریس کاندھلوی، تالیف میاں صدیقی صفحہ 169)

نامِ محمد ﷺ اور حسین خواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ''محمد'' نامِ نامی واسم گرامی رکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''عبدالمطلب نے آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا، جو اس نام کے رکھنے کا باعث ہوا۔ وہ یہ کہ عبدالمطلب کی پشت سے ایک زنجیر ظاہر ہوئی جس کی ایک جانب آسمان میں، ایک جانب زمین میں اور ایک جانب مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے کچھ دیر بعد وہ زنجیر درخت بن گئی جس کے ہر پتے پر ایسا نور ہے جو آفتاب کے نور سے ستر درجے زائد ہے، مشرق و مغرب کے لوگ اس کی شاخوں سے چمٹے ہوئے ہیں، قریش کے کچھ لوگ بھی اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور قریش ہی کے کچھ لوگ انھیں کاٹنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

معبرین نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ تمھاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کی مشرق سے لے کر مغرب تک لوگ پیروی کریں گے، اور آسمان و زمین والے اس کی حمد وثنا کریں گے۔ اس وجہ سے عبدالملطب نے آپ ﷺ کا نام ''محمد'' رکھا۔''

(سوانح ادریس کاندھلوی تالیف میاں صدیقی صفحہ 170)

فتنہ انکارِ حدیث کے خلاف جہاد

چودھویں صدی ہجری میں جہاں اور بہت سے فتنے رونما ہوئے، ان میں ایک فتنہ انکارِ حدیث کا بھی ہے۔ تقسیم ملک کے بعد اس نظریے کے علم بردار بعض لوگوں کو حکومت

میں عہدے مل گئے۔ اور انھوں نے اپنے سرکاری اثر ورسوخ کو اپنے باطل عقائد ونظریات کی تلقین وتبلیغ میں پورے طور پر استعمال کیا۔

جب کھلم کھلا اس موضوع پر کتابیں اور رسائل کی اشاعت شروع ہوئی تو علمائے حق بھی اس فتنے کی سرکوبی کے لئے سینہ سپر ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء نے اس موضوع پر اتنی مدلل اور ٹھوس کتابیں تالیف کیں کہ اس طبقے کے لئے علمی محاذ پر مقابلہ ناممکن ہوگیا۔

والد صاحب قبلہ نے بھی متعدد مضامین کے علاوہ ''حجیتِ حدیث'' کے عنوان سے ایک مستقل کتاب تالیف کی۔ کتاب کے آغاز میں خود مصنف رحمۃ اللہ نے یہ مقصد بیان کیا:

''اس وقت جو ایک فتنہ نمودار ہوا ہے۔ وہ انکارِ حدیث کا فتنہ ہے، منکرینِ حدیث کا گروہ جو ''فرقہ قرآنیہ'' کے نام سے موسوم ہے، وہ اس فتنے کا بانی مبانی ہے۔ پہلے بھی یہ فتنہ اُٹھ چکا ہے لیکن اِس وقت میں اور پہلے میں یہ فرق ہے کہ پہلے فقط حدیثِ نبوی کے منکر تھے، لیکن اس وقت منکرین حدیث، حدیثِ نبوی، صحابہ کرام اور اُمتِ محمدیہ کے چودہ قرون کے محدثین اور مفسرین کے تمسخر اور استہزاء پر تلے ہوئے ہیں، اور ان علمائے ربانیین کی تحمیق وتجہیل اور تحقیر وتذلیل میں ان کا قلم رواں ہے جن کی علمائے اولین وآخرین میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ جس کا دل چاہے امام مالک اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ کے ساتھ دل کھول کر تمسخر کرلے۔

غلام احمد پرویز کو چیلنج

اوکاڑہ میں چودھری محبوب عالمؒ جنرل سیکریٹری مسلم لیگ اوکاڑہ کے زیر اہتمام عید گاہ میں ایک بہت بڑا جلسہ تھا۔ والد صاحب قبلہ تقریر کررہے تھے، کسی نے دورانِ تقریر چٹ بھیجی کہ غلام احمد پرویز کراچی سے آئے ہوئے ہیں (اس زمانے میں بسلسلہ سرکاری ملازمت کراچی میں تھے، یہ غالباً سن 53، یا 54 کا قصہ ہے)۔ وہ جو دعویٰ کرتے ہیں، وہ آپ کو بھی معلوم ہے۔ آپ اُن کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔؟

والد صاحب نے جواب دیا: حجیتِ حدیث کے موضوع پر ناچیز نے بھی بہت کچھ لکھا

ہے، اور موجودہ دور کے دوسرے علمائے کرام بھی اس طرف متوجہ ہیں۔ اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کر رہے ہیں۔ میں اس وقت صرف یہی عرض کرتا ہوں کہ مجھے قرآن فہمی کا دعویٰ ہے، نہ عربی دانی کا، مجھ سے بہت زیادہ علم وفہم والے حضرات خدا کا شکر ہے اس وقت بھی موجود ہیں۔ پرویز صاحب کو قرآن فہمی کا دعویٰ ہے، یہاں شہر کے کئی ہزار افراد موجود ہیں، میں سب کی موجودگی میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ پرویز صاحب آئیں، وہ ایک بند کمرے میں بیٹھ جائیں، قرآن کا ایک ایسا سادہ نسخہ لے لیں جس کا نہ ترجمہ ہو، نہ اس پر اعراب ہو، بالکل معریٰ ہو، وہ ایک رکوع پر اعراب لگائیں، اور تحت اللفظ ترجمہ کریں، میں بھی ایک کمرے میں بند ہو جاتا ہوں، مجھے بھی ایک بالکل سادہ قرآن کا نسخہ دے دیں۔ جس پر نہ اعراب ہو نہ ترجمہ ہو، اس کے علاوہ کسی قسم کی کوئی کتاب نہ ہو، میں بھی ایک رکوع کا لفظی ترجمہ کرتا ہوں۔ وہ دونوں ترجمے عربی کے ماہرین کو دکھائے جائیں اور ان سے رائے لی جائے کہ وہ کیسے ترجمے ہیں، ان میں کونسا صحیح ہے اور کونسا غلط ہے۔''

والد صاحب قبلہ نے بھرے جلسہ میں یہ اعلان کیا، مگر اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ (سوانح ادریس کاندھلوی تالیف میاں صدیقی صفحہ 132)

16 جولائی 1974ء کو شدید دورہ پڑا، ٹنڈو اللہ یار بھائی صاحب مولانا محمد مالک کو تار دیا گیا، وہ اگلے ہی روز لاہور آ گئے۔ تین چار روز تک تو ناامیدی کی سی حالت رہی اس کے بعد طبیعت کو معمولی سا افاقہ ہوا، مگر جمعرات 25 جولائی کو طبیعت پھر بگڑ گئی۔ ڈاکٹر احسان الحق صاحب آئے، انہوں نے گلوکوز دینا شروع کیا، مگر جسم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

دیکھو حضرت مجدد الف ثانیؒ اور تھانویؒ تشریف لائے ہیں

میرے چھوٹے بہنوئی مولوی مشرف علی، والد صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ والد صاحب پر غنودگی کی کیفیت طاری تھی، اسی حالت میں مولوی مشرف میاں سے کہنے لگے:

''دیکھو دروازے پر حضرت مجدد الف ثانی، مولانا اشرف علی تھانوی، اور علامہ شبیر

احمد عثمانی کھڑے ہیں ان کو بٹھاؤ۔''

اسی اثناء میں بھائی مالک صاحب نے خواب دیکھا کہ والد صاحب نماز پڑھ رہے ہیں، اور قد اتنا اونچا ہے کہ سینہ بھی دروازے سے اوپر نظر آرہا ہے۔ اسی طرح ہر کمرے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ خواب ہی میں بھائی مالک یہ خیال کر رہے ہیں کہ والد صاحب ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اور سب کمروں میں نماز پڑھ کر رخصت ہو رہے ہیں۔

عالم آخرت کی طرف توجہ

26 جولائی جمعہ کا روز تھا، اس روز بے ہوشی کی سی کیفیت تھی۔ جمعہ کی نماز کے لئے نہ جا سکے۔ نماز جمعہ کے بعد ہم سب بھائی، اور مولوی مشرف علی والد صاحب کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک قے ہوئی۔ قے بالکل ہرے رنگ کی تھی۔ شام کو چار بجے ڈاکٹر احسان صاحب آئے، انہوں نے دیکھا، منہ سے کچھ نہیں کہا۔ مگر چہرے پر تاثرات اور بے پناہ اداسی نے اس بات کی غمازی کر دی کہ وہ سمجھ گئے ہیں، علم و دانش کا یہ چراغ اب بجھا چاہتا ہے۔'' ان حالات کو دیکھ کر محسوس ہو رہا تھا کہ اب اس عالم سے تعلق قطع ہو رہا ہے۔ گو کہ ظاہری طور پر روح کا تعلق ابھی بدن کے ساتھ قائم ہے مگر احساس فکر و توجہ اس عالم سے ہٹ کر عالمِ آخرت کی طرف ہو گئی ہے۔

آخری وقت کلمہ طیبہ اور آیت قرآنی کی تلاوت

آخر وہ اندوہ گیں، اور قیامت خیز گھڑی آ گئی جب آپ اس عالمِ فانی سے رخصت ہو کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آخری وقت میں جب ذرا ہوش آتا تو کلمہ طیبہ پڑھتے، اور قرآنِ حکیم کی یہ آیت تلاوت کرتے۔ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مسلسل ذکر اللہ زبان سے جاری ہے۔

چہرہ اور نگاہوں سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی طرف متوجہ ہیں۔ ظاہری طور پر یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اس پیغامِ خداوندی کا انتظار ہے ''یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ'' اللہ کے برگزیدہ بندوں کو حیاتِ دنیوی کے

آخری لمحات میں اس پیغام کا شوق وانتظار بڑھ جاتا ہے تو یہی کیفیت رات کے آخری حصہ میں محسوس ہو رہی تھی۔

علم کی روشن شعاعوں سے زمانہ محروم ہو گیا

8 رجب 1394ء مطابق 28 جولائی 1974ء کی پوری رات انہی کیفیات میں گزری۔ تمام رات ہم سب بھائی چار پائی کے گرد جمع رہے اور اس رات پیش آنے والی کیفیات اور کرب و بے چینی

کے باعث سب پر انتہائی تفکر اور پریشانی تھی۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز کے بعد پانچ بج کر دس منٹ پر داعی رب کو لبیک کہتے ہوئے اپنی جان، جان آفرین کو سپرد کر دی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. کل من علیھا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والا کرام۔ گویا اس وقت جبکہ ایک سورج اپنی شعاعوں سے عالم کو روشن کرنے والا ہے علم وفضل کا روحانی آفتاب دنیائے علم اور اربابِ علم کی مجلسوں کو اپنی روشن شعاعوں سے محروم بنا کر دنیا سے رحلت کر رہا ہے۔

وفات کی خبر چند ہی لمحوں میں تمام لاہور میں پھیل گئی۔ پھر ریڈیو کے ذریعہ سے بھی تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد اس خبر کو نشر کیا جاتا رہا۔

ریڈیو افغانستان اور بھارت نے بھی اس خبر کو نشر کیا، جس سے افغانستان اور بھارت میں بھی تمام اہلِ علم پر صدمہ کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

(علمائے دیوبند کے آخری لمحات صفحہ 161-160)

مبلغ اسلام داعی الی اللہ

حضرت مولانا یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا یوسفؒ جو کہ مولانا محمد الیاس کے بعد تبلیغی جماعت کے امیر تھے، ان کی پوری زندگی عشق الٰہی اور عشق رسول میں ڈوبی ہوئی تھی۔

نبی کریم ﷺ والی محنت، دعوت تبلیغ

اپنے والد حضرت مولانا الیاسؒ کے انتقال کے بعد دعوت و تبلیغ کے کام کی نسبت جب آپ کی طرف منتقل ہوئی تو آپ کی زندگی کا رخ ہی بدل گیا، ہر وقت رات دن صبح و شام بس ایک ہی فکر اور ایک ہی لگن اور دُھن کہ کسی بھی طرح ساری اُمت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جُڑ جائے اور یہ یقین پختہ ہو جائے کہ حضور ﷺ کے مبارک طریقوں اور سنتوں میں ہی دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کی زندگی کے بعد تقریباً 21 سال جماعت کی قیادت و امارت میں گزارے، ان کی زندگی مسلسل جہاد تھی۔

اتباع سنت

مولانا کی پوری دعوت و تحریک کی بنیاد اتباع سنت پر ہی تھی خود آپکی زندگی سنت کی پیروی اور رسول ﷺ کی محبت کی پرتو تھی، نشست و برخاست اکل و شرب، بیداری و نوم کے سلسلہ میں جو بھی عمل فرماتے اس میں اتباع سنت کا از حد خیال فرماتے ادعیہ مسنونہ خصوصاً ان ادعیہ ماثورہ کا اہتمام فرماتے جو خاص وقتوں کے لئے وارد ہوئی ہیں ان مواقع پر انکو پڑھتے اور ان کی تاکید فرماتے۔ خود اتباع سنت اور طریقۂ محمدیہ کی پیروی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"آج ہر طبقہ میں جو ہر جگہ جوتا چل رہا ہے اور مسائل بگڑتے جارہے ہیں
اسکا علاج صرف حضرت محمد ﷺ کے طریقہ میں ہے جو جتنا کرے گا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا پائے گا'

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

' اللہ جل شانہ نے ہماری دنیا اور آخرت کے مسائل کا حل حضرت محمد ﷺ کے طریقہ پر زندگی گزارنے میں رکھا ہے ان کے طریقے ہماری زندگی میں آجائیں اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔'

مولانا سے ملنے والا سب سے پہلے یہ تاثر لیتا تھا کہ مولانا اعتماد علی اللہ اور اتباع رسول میں ملکہ رکھتے ہیں اور آپ کا یہ ملکہ لازمی نہیں متعدی ہے یعنی گھڑی دو گھڑی صحبت میں وقت گزارنے والا بھی اپنے دل کو خدا اور رسول کی محبت سے سرشار پاتا۔ آپکی زندگی کا محبوب مشغلہ احیاء سنت تھا اپنی تقریروں اپنی گفتگوؤں میں سنت نبوی کی پیروی اور مٹی ہوئی سنت کو پھر سے زندہ کرنے کی پرزور دعوت دیتے تھے۔

نمازوں کے وقت عمامہ اور تہ بند کا اہتمام

حضرت اپنے ہر ہر عمل میں اتباع سنت کے پابند تھے۔عموی طور پر کرتے کے ساتھ شلوار پہنا کرتے تھے لیکن نماز کے وقت خاص طور پر تہ بند باندھ لیا کرتے تھے اور اسطرح حضور ﷺ کی سنت کی اتباع کیا کرتے تھے۔

اکثر سر مبارک پر ٹوپی پہنا کرتے تھے لیکن نماز کے وقت خصوصی طور پر عمامہ باندھ لیا کرتے تھے اور اسطرح اتباع سنت کرتے تھے بظاہر یہ باتیں بہت عام سی معلوم ہوتی ہیں مگر حضرت کی بے پناہ مصروفیت اور دعوت وتبلیغ کی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوتے عمامہ اور تہ بند وغیرہ کے لیے وقت نکال کر ان کا پہننا اتباع سنت سے محبت کی مثال ہے۔

اِس طرح مختلف اوقات میں مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنا اور ہر موقعے کی دعائیں جو حضور ﷺ سے ثابت ہے ان کے پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے۔

علم نبوی اور اعمال نبوی کی قوت و طاقت

مولانا کی نگاہ میں حضور ﷺ کے اعمال سے عالم میں ہر طرح کا تغیر ہوسکتا ہے اگر یہ اعمال علمِ نبوی کی روشنی میں کیے جائیں' اس نظریہ کی تشریح کرتے ہوئے ایکبار فرمایا: 'حضور ﷺ سے صادر ہونے والے اعمال کو خدا نے ایٹم سے زیادہ طاقتور بنایا ہے اور ایک ایک عمل کو عالم میں تغیر کا ذریعہ بنایا ہے۔ صلوٰۃ الاستسقاء زمین کے حالات میں تغیر کا ذریعہ ہے' صلوٰۃ الکسوف اور صلوٰۃ الخسوف چاند اور سورج کے حالات بدلنے کے لئے ہے' دعا اور صلوٰۃ الحاجت ہر قسم کے انفرادی اجتماعی ناموافق حالات بدلنے کے لئے ہے' حضور ﷺ کی انگلی کے اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے کر کے یہی ظاہر کیا گیا کہ حضور ﷺ سے صادر ہونے والا عمل اتنا طاقتور ہے اور یہ اشارہ حضور ﷺ کا تکوینی عمل تھا تشریعی عمل اس سے بھی طاقتور ہے'۔

قطب بننے کا راستہ

حضرت مولانا محمد یوسفؒ جب بچپن میں میزان منشعب پڑھ رہے تھے تو حضرت جی سے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا:

یوسف! تجھے میں قطب بننے کا راستہ بتاؤں؟

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے فرمایا:

'میں نے اپنے دل میں بغیر قطب و ابدال کے مراتب پر غور کئے اور غور ہی کیا کرتا اس وقت تو طفلِ مکتب تھا' عرض کیا حضرت بتایئے قطب بننے کا کیا راستہ ہے؟ (حضرت جی نے فرمایا کہ چونکہ بحث معروف چل رہی تھی اس لیے حضرت جی کا ذہن اس معروف سے اعلیٰ معروف کی جانب منتقل ہوگیا)'

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے ارشاد فرمایا:

''یوسف! جس جگہ جس وقت حضور اکرم ﷺ کی سنت کے خلاف عمل ہو رہا ہو اس کے مقابلے میں سنت کو رواج دینے کے لیے محنت بغیر جگہ اور وقت کی قید کے کرنا یہ

قطب وابدال بننے کا راستہ ہے''۔ (سوانح محمد یوسف صفحہ ۷۰۹)

حضور ﷺ کے امتی

ہم تاجر بعد میں ہیں، زمیندار بعد میں ہیں، ہم باپ بیٹے بعد میں ہیں، ہم پہلے حضور ﷺ کے امتی ہیں۔ ہمیں حضور ﷺ کے کام والا بنا کر اللہ تعالٰی نے بھیجا ہے، پہلے ہم فیصلہ کریں، ہم حضور ﷺ کے کام والے ہیں یہاں تہیہ کر لیں۔

ہمیں آسمانوں پر بھی حضور ﷺ کے کام والا پکارا جائے گا۔ ہم اپنی شخصیت کو پہچانیں۔ آسمان بھی ہماری نسبت بدل دے گا۔

صاحبزادے کی بیماری اور تبلیغ میں انہماک

دعوت وتبلیغ میں آپ کا اس قدر انہماک تھا کہ ایک مرتبہ آپ کا لڑکا بیمار تھا اہلیہ محترمہ نے توجہ دلائی کہ سفر نہ فرمائیں، آپ نے فرمایا اگر اس نے اللہ کی راہ میں کام کرنا ہے تو اللہ اسے زندہ رکھے گا ورنہ مجھے اس کی زندگی وموت سے کوئی دلچسپی نہیں اور تبلیغ میں نکل گئے۔

نبوی ﷺ محنت کا غلبہ

حضور ﷺ والی دین کی دعوت اور محنت وقربانی آپ کی روح بن گئی تھی، آخری حج کے بعد اس نبوی ﷺ محنت اور دینی دعوت کا غلبہ بہت زیادہ ہو گیا تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسفار میں روزانہ آٹھ سے دس گھنٹے تقریر فرماتے تھے، نظام الدین میں آپ کے معمولات سے آپ کی محنت کا صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ فجر کی نماز اکثر خود پڑھاتے اور نماز کے بعد دعا فرماتے، دعا کے بعد دو گھنٹے یا ڈھائی گھنٹے بیان فرماتے، اسکے بعد جماعتوں کی تشکیل فرماتے بعد ازاں ناشتہ تناول فرماتے، ناشتے کے دوران خصوصی مہمانوں کو دعوت وتبلیغ کے کام کی تبلیغ فرماتے، گیارہ بجے جماعتوں کی رخصتی کی تقریر فرما کر مصافحہ کر کے ان کو رخصت فرماتے۔

اتباع سنت میں قیلولہ فرما کر ظہر کی نماز ادا فرماتے اور عصر تک مطالعہ اور درس حدیث کا سلسلہ جاری رہتا، نماز عصر کے بعد خطوط کے جواب لکھواتے، مہمانوں سے ملاقات فرماتے، اور بعض اوقات تقریر بھی فرماتے، بعد نماز مغرب سورۃ یسین کا ختم ہوتا اسکے بعد دعا فرماتے، اور عشاء کے بعد حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے حالات مجمع کو سناتے۔

حیات الصحابہ

عربی زبان میں آپ نے حیات الصحابہ کے نام سے حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے دور کے حالات کا احاطہ فرما کر تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل ایک عظیم کتاب بھی تصنیف فرمائی، اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ کتاب علوم و معارف کا عظیم خزانہ ہے، اسکو پڑھنے سے حضور ﷺ کی محبت اور اتباع، دین کی محبت اور اسکے لئے قربانی دینے کا جذبہ دل میں راسخ ہو جاتا ہے۔

تبلیغی جماعت نے دنیا کے کئی ملکوں میں پہلا قدم رکھا

دسمبر ۱۹۴۷ء میں کراچی کے اجتماع سے حضرت مولانا یوسفؒ نے پاکستان میں کام کو جمایا اور ہر سال کے اعتبار سے راولپنڈی' پشاور' سکھر' ڈھاکہ' کھلنا' چاٹگام اور رائے ونڈ میں ۱۹۵۶ء تک کئی اجتماعات منعقد کیے۔ عرب ممالک میں سب سے پہلے مصر میں کام شروع ہوا۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ حضرت مفتی زین العابدین' حضرت مولانا سعید احمد خان اور حضرت مولانا ابراہیم پر مشتمل ایک جماعت روانہ کی۔ ۵ ماہ سے زائد اس جماعت نے پورے مصر میں کام کیا۔ ۱۹۵۱ء میں سوڈان میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے کام شروع کیا۔ عراق میں پہلی جماعت حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ اور مولانا ضیاء الدین احمد لے کر گئے۔ شام میں پہلی مرتبہ مولانا محمد عیسیٰ پالن پوری اور مولانا نے ۱۹۶۱ء میں کام شروع کیا۔

لیبیا' تیونس' الجزائر اور مراکش میں انہی دنوں کام شروع ہوا۔ ۱۹۵۲ء میں حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے کینیا' یوگنڈا' تنزانیہ' زمبیا' موزمبیق' مشرقی افریقہ' رہوڈیشیا' جنوبی

افریقہ اور ماریشس وغیرہ میں جماعتیں روانہ کیں اور ان ممالک میں کام کا آغاز کیا گیا۔ اسی عرصے میں جاپان' امریکہ اور یورپی ممالک میں بھی کام کا آغاز کیا گیا۔ اس طرح حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی زندگی میں پورے عالم میں تبلیغ کا کام بہت تیزی سے پھیلا۔

خون بہتا رہا اور عاشق درد دل کہتا رہا

مولانا کے ایک رفیق راوی ہیں:

بھوپال میں اجتماع تھا۔ ان دنوں حضرت مولانا مرحوم کی ران میں ایک بہت بڑا زخم تھا۔ جس کا حال یہ تھا کہ حرکت کرنے سے اور زور سے تقریر کرنے سے اس میں خون جاری ہوجاتا تھا۔ مولانا اسی حال میں بھوپال تشریف لائے اور اپنی عادت کے مطابق اجتماع میں تقریریں بھی فرمائیں۔ جس سے زخم کی تکلیف کافی بڑھ گئی۔ بھوپال سے فارغ ہونے کے بعد وہاں سے ۴۰، ۵۰ میل کے فاصلے پر ایک اور اجتماع طے تھا۔ حضرت مولانا وہاں بھی تشریف لے گئے۔ لیکن طے یہ ہوا کہ یہاں مولانا تقریر نہیں فرمائیں گے۔ اپنے اندرونی جذبے سے مغلوب ہوکر خود تقریر پر اصرار فرمایا:

حالت یہ تھی کہ بیٹھنے کے لائق بھی نہیں۔ چنانچہ لیٹ کر بولنا شروع کیا۔ ادھر زخم کی یہ حالت ہوئی کہ اس میں سے خون جاری ہوگیا۔ ایک کپڑا لگا دیا جاتا' جب وہ بالکل تربتر ہوجاتا تو دوسرا کپڑا لگا دیا جاتا۔ اس طرح کئی کپڑے خون سے بھر گئے اور مولانا نے عادت کے مطابق پوری تقریر فرمائی۔ اندازہ ہے کہ اس تقریر کے دوران غالباً آدھا سیر خون مولانا کے جسم سے نکل گیا ہوگا۔ مگر اللہ کے اس بندے کو کچھ پتہ نہ تھا کہ کیا ہورہا ہے

(سوانح محمد یوسف صفحہ ۶۹۱)

بادل کے ساتھ ساتھ عاشق بھی برستا رہا

ایک دوسرے کام کرنے والے بھائی ایک جلسے کی روداد اس طرح بیان کرتے ہیں:

''برسات کا موسم تھا، پنڈال بستی کے باہر لگا تھا۔ ہوا کا ایک زوردار جھونکا آیا جس سے سارے شامیانے اکھڑ کر رہ گئے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی تقریر ہونے والی

تھی اور مجمع سننے کے لئے بے تاب تھا۔ حضرت مولانا تشریف لائے اور خطبہ شروع کیا، یکا یک ایک طرف سے بادل اٹھا اور زور شور سے بارش شروع ہوگئی، بارش طوفان کی طرح آئی اور طوفان کی طرح برسی۔ لوگوں کا ٹھہرنا مشکل ہوگیا مگر مولانا پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر جمے رہے اور لوگوں کو پکار پکار کر بلاتے اور اپنے مخصوص انداز میں فرماتے کہ کاغذ کے نہیں ہو کہ گل جاؤ گے اور مٹی کے نہیں ہو کہ پگھل جاؤ گے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب چھتری لیکر آئے تو حضرت مولانا نے روک دیا اور فرمایا کہ کیا ہم اپنے کاموں کے لئے روزانہ لائن میں کھڑے ہو کر یا کھیتوں میں ہل چلاتے ہوئے نہیں بھیگتے ہیں؟ اپنے لئے نہیں بھیگ رہا ہوں، خدا کے لئے بھیگ رہا ہوں۔ آج کا یہ میرا بھیگنا، کل قیامت میں کام دے گا۔"

مولانا کا یہ صبر و استقلال اور دعوت کے لئے یہ قربانی دیکھ کر مخلوقِ خدا دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور آپس میں لوگ کہنے لگے "بتاؤ بھائی اس شخص کو کیا لالچ ہے؟" اور مجمع کا یہ حال تھا کہ اور چلا آرہا تھا۔ جسم اور کپڑے بارش سے تر بتر تھے اور آنکھیں آنسوؤں سے تر، مولانا کی داڑھی سے پانی بہہ بہہ کر گر رہا تھا۔ اور لوگوں کے قدموں پر نالے چل رہے تھے۔ ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو حضرت مولانا کو اس حال میں چھوڑ کر اپنے گھر کی راہ لیتا، لوگ مولانا کی تقریر ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے تھے۔ اور رونے کی آواز سے فضا گونج رہی تھی، بارش برابر تیز ہو رہی تھی مگر حضرت مولانا اس عالم میں بھی جوش، ولولہ اور تسلسل سے تقریر فرما رہے تھے۔ کئی گھنٹے کی تقریر اسی طرح ہوتی رہی اور مجمع نے صبر و سکون اور ذوق و شوق سے سُنی۔" (سوانح محمد یوسف صفحہ ۶۹۲)

دینی دعوت میں انہماک

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مولانا محمد یوسف صاحبؒ پر سب سے زیادہ جو کیفیت طاری ہوئی وہ دینی دعوت میں انہماک کی تھی، جس دعوت کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے جان دے دی۔ اب وہ دعوت مولانا

کے دل کی آواز بن گئی اب وہ دعوت میں اتنے مستغرق ہو گئے کہ اسکے علاوہ کوئی اور چیز یاد نہ رہی، ان کے شب و روز اور سارے اوقات بس دعوت دین میں گھر کر رہ گئے۔ آرام و راحت یا گھر میں سکون وطمانیت سے ایک گھڑی گزارنے کا بھی وقت نہیں ملتا تھا۔ تبلیغی دعوت سے اتنا عشق ہو گیا تھا کہ اسکے علاوہ نہ کسی کی بات کو سننا گوارہ کرتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ ''مولانا محمد یوسف صاحبؒ پر کبھی کبھی ایسا زمانہ گزرتا تھا کہ کام کے انہماک اور بے پایاں مشغولیت کی بنا پر بستی نظام الدین میں رہتے ہوئے بھی کئی کئی ماہ گھر میں جانے کا موقع نہیں ملتا تھا۔'' (سوانح محمد یوسف صفحہ ۶۷۲)

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی اہلیہ محترمہ نے ایک بار جا کر مولانا محمد یوسف صاحب کی اہلیہ محترمہ سے اس بے توجہی اور بے التفاتی کی وجہ دریافت کی تو، مولانا کی اہلیہ محترمہ نے جواب دیا:

''وہ دن رات دین کی فکر اور دین کے کام میں لگے رہتے ہیں ان کو اپنا ہوش بھی نہیں ہے، میں نے خود ہی ان سے کہہ دیا ہے کہ آپ میری فکر بالکل نہ کریں، دوا علاج ہو ہی رہا ہے۔ اگر اللہ نے جنت میں جمع فرما دیا تو وہاں اطمینان سے رہنے کا موقع ملے گا۔''

(سوانح محمد یوسف کاندھلوی صفحہ نمبر ۶۷۳)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کسی کو کسی چیز سے عشق ہو جاتا ہے تو دنیا کی ہر چیز قربان کر دینے کو تیار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے تن من کا ہوش تک نہیں رکھتا۔

حضرت شیخ الحدیث جوان سے عمر میں یقیناً بڑے اور علم وعمل میں بھی بظاہر بڑے تھے انہوں نے انتقال پر فرمایا کہ محمد یوسفؒ نے ایسی جست لگائی کہ آسمان پر پہنچ گیا اور زمین پر پڑا تکتا رہا۔

آخری وقت میں توجہ الی اللہ

جس دن انتقال ہوا اسی دن مولانا انعام الحسن صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ میری کتابوں کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ بہر حال دوپہر تک طبیعت بہت قابل اطمینان رہی لیکن

جمعہ کی نماز کے وقت پھر ایک دم طبیعت بگڑی اور سانس بے قابو سا ہو گیا۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے بہت مختصر نماز پڑھا دی۔ مسجد میں جمعہ کی نماز بھی مفتی زین العابدین صاحب نے بہت مختصر پڑھائی۔ ڈاکٹر اسلم صاحب نے آکر دیکھا تو کہا مرض کا دوبارہ حملہ ہو گیا ہے فوراً ہسپتال لے چلنا چاہئے تاکہ وہاں آکسیجن دی جائے۔ حضرت مولانا نے سنا تو فرمایا کہ وہاں نرسیں بھی ہونگی۔ مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا کہ اس کا پورا انتظام کر لیا جائے گا کہ کوئی نرس اور عورت قریب نہ آئے تو لے چلنے کی اجازت دے دی۔

کلمہ شریف پڑھ کر مسکرا کر جان دے دی

موٹر میں حضرت مولانا کو لٹا دیا گیا اور وہ اسپتال کی طرف روانہ ہو گئی۔ حضرت مولانا انعام الحسن، مولانا الیاس میواتی اور ڈاکٹر اسلم کے ساتھ بیٹھے۔ اس وقت سانس زیادہ اکھڑنے لگی، اس وقت زبان پر تھا' ربی اللہ ربی اللہ'۔ گھڑی شاہو کے چوک کے قریب جب موٹر پہنچی تو دریافت فرمایا ہسپتال کتنی دور ہے؟ عرض کیا گیا ابھی آدھا فاصلہ ہے۔ مولوی الیاس صاحب میواتی کا بیان ہے کہ اسی کے ساتھ حضرت مولانا نے شام کے وقت کی ماثورہ دعائیں پڑھنی شروع کر دیں اور کلمہ شریف پڑھنے لگے۔ اس کے بعد زبان صحیح طور سے اپنا کام کرنے کے لائق نہیں رہی۔ آنکھوں میں بھی تغیر آ گیا۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے یٰسین شریف شروع کر دی اور بس چند لمحوں میں حضرت مولانا نے کلمہ شریف پڑھتے ہوئے متبسم چہرہ کے ساتھ جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ یعنی ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۶۵ء جمعہ کے دن دو بجے کے قریب ۲۱ برس تک مسلسل اللہ کے لئے جان کھپانے والی یہ ہستی اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ بیٹے، باپ اور دادا کے اخلاص کا اثر ہے کہ جو کام مزدوروں کو پانی پلانے، ان کو مزدوری دے کر نماز پڑھانے اور چوہدریوں کی بے تحاشہ مار کھانے سے شروع ہوا تھا۔ اس کی ہمہ گیری اور عالمگیری کی اب یہ شان ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو گا کہ جہاں اس جماعت کے افراد کے مبارک قدم پہنچے ہوں۔

استاد المحدثین، راس المناظرین

حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

کرامت بروقت ولادت

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کاتب ازل نے شہر بدایوں کے حصہ میں لکھی تھی اس لئے یہ مجسم سعادت وعلم وحکم کا سرچشمہ ۱۳۱۶ھ بمطابق ۱۸۹۸ء میں وہیں ظہور پذیر ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت وقبولیت کے آثار ولادت سے قبل ہی رونما ہونے شروع ہوگئے تھے، ولادت کے وقت لیڈی ڈاکٹر انگریز موجود تھی ولادت میں تاخیر ہورہی تھی اس نے بہت سعی کی لیکن سب میں ناکام رہی، آخر کار اس نے کہا کہ اب تو آپریشن کرنا ہوگا جس میں بچہ کا مرجانا ممکن ہے۔ آخر کار داداصاحب مرحوم کو اجازت دینی پڑی اور اس نے آپریشن کی تیاری شروع کردی۔ صرف اتنے وقفہ کیلئے ایک مسلمان سعید دائی آبیٹھی۔ بس کیا تھا فوراً ولادت ہوگئی گویا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ انگریز کافر کے ہاتھ میں ایسا جسم مبارک جو اتنی صفات کا مالک ہونے والا تھا دے دیا جائے، چنانچہ ان کا ایک مسلمان عورت کے ذریعہ سے دنیا میں آنا مقدر ہوا، یہ ایک کھلی کرامت ہے۔

(انوار بدر عالم ص،۱۹ مولف منظور احمد چنیوٹی)

مدینہ منورہ کی ہجرت

پھر قدرت نے اپنے اس مخصوص بندہ کو اس سرزمین میں نکال کر اس سرزمین مقدسہ پر پہنچادیا جس کو اپنے محبوب ترین رسول ﷺ کیلئے پسند فرمایا تھا۔ یہاں کس طرح تشریف لائے اور کیسے کیسے عجائبات اور واقعات یہاں کے قیام میں پیش آئے، ان کو لکھوں پھر طویل ہوتا ہے، اس لئے سب کو ترک کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ترجمان السنۃ

حضرت کی تحریر کردہ اردو زبان میں مشہور شرح حدیث ''ترجمان السنۃ'' چار جلدوں پر مشتمل ہے جن میں ایمانیات کے مسائل بیان کئے گئے ہیں عبادات وغیرہ کے مسائل کا ان میں ذکر نہیں۔ البتہ جھوٹے مدعیانِ نبوت، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور ظہورِ مہدی وخروج دجال کے مسائل اشراط ساعت یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں اور ان کا تعلق عقیدہ قیامت ہے لہٰذا آپ نے ان مسائل کو کتاب الایمان کی بحث میں ذکر کیا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب وتبویب سب کچھ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی جانب سے ہے یہ کتاب اس قدر عجائبات سے معمور ہے کہ کیا تحریر کیا جائے ان کے عنوانات ہی دیکھ کر انسانی عقل حیران ہو جاتی ہے یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہو سکتا ہے ورنہ یہ کام انسان کا نہیں اس کام کیلئے کس قدر فہم وذکاوت اور کیسا حافظہ اور کتنا احادیث پر عبور درکار ہے اس کا اندازہ صرف عالم مشتغل ہی لگا سکتا ہے۔

غرض یہاں بھی تالیف کا سلسلہ جاری رہا اور تالیف کے سلسلہ میں ایک نئی جگہ میں جو صعوبتیں ہو سکتی ہیں ان کا پیش آنا ضروری تھا لیکن پھر بھی قدرت نے بہت مساعدت فرمائی۔ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۳ھ میں حج سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کار کو حادثہ پیش آیا جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی انگلی شہید ہو گئی اور سر میں بھی زخم آئے اور دائیں ہاتھ میں بہت چوٹ آئی۔ بدن سے خون بہت زیادہ نکل گیا۔ تقریباً چھ گھنٹے جنگل ہی میں پڑے رہے پھر خدائی امداد آئی اور چند عرب پہنچے اور انہوں نے کار کے ڈرائیور سے کہا کہ واپس جدہ لے جاؤ۔ کار کا چورا ہو چکا تھا لیکن قدرت خدا انجن بالکل ٹھیک تھا اتفاقاً ہم لوگ جدہ میں موجود تھے فوراً لبنانی ہسپتال میں داخل کیا گیا وہاں بہت عمدہ ڈاکٹر تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے علاج کامیاب رہا اور افاقہ ہوا ہی تھا کہ مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ فرمایا چونکہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو زخموں کی تکلیف سے کہیں زیادہ اذیت مدینہ منورہ سے جدائی کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ منورہ ان کی

جان ہے۔بس دسویں ہی دن مدینہ منورہ تشریف لے آئے یہاں بھی علاج جاری رہا۔

(انوار بدر عالم ص، ۲۴ مولف مولانا منظور احمد چنیوٹی)

کرامت حسی و معنوی اور ادب کی انتہا

لیکن تالیف کی طرف توجہ ان معذوریوں کے باوجود الحمد للہ تیسری جلد شائع ہو گئی۔ترجمان السنۃ کے مطالعہ کرنے والے بخوبی واقف ہیں کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس علمی اشتغال کے ساتھ ساتھ تقریباً آٹھ گھنٹہ یومیہ حرم شریف میں رہتے تھے اور وہ بھی اس ادب و احترام کے ساتھ جو اس مقام بلند کے مناسب تھا یعنی حرم شریف میں نہ نشست بدلتے تھے نہ گفتگو فرماتے تھے، نیچی نظر کئے ہوئے چلتے تھے اور اپنی پوری توجہ حق تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول اعظم ﷺ کی طرف مرکوز رکھتے تھے۔حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے تھے کہ مخلوقِ خدا کو کس طرح فائدہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ اسی فکر میں مسائل حج کے متعلق ایک نہایت مختصر و جامع رسالہ جس کا نام خلاصہ زبدۃ المناسک ہے مرتب فرمایا، جو بہت عام فہم ہے اور ضروری مسائل سب اس میں موجود ہیں یہ بھی طبع شدہ ہے۔الحزب الاعظم کا ترجمہ اس قدر عمدہ فرمایا ہے کہ پڑھنے والے کے قلب میں اثر کرتا ہے، یہ بھی کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک رسالہ جو دراصل ترجمان السنۃ ایک حصہ کا ہے لیکن اس کو علیحدہ اس نام سے رسالہ کی صورت میں بھی شائع کرایا ہے، چونکہ اس میں نزول کی بحث اس جدید انداز میں کی گئی ہے اگر انصاف سے دیکھا جائے تو بلا مبالغہ آج تک ایسا رسالہ طبع نہیں ہوا ہے۔

(انوار بدر عالم ص،۲۵ مولف مولانا منظور احمد چنیوٹی)

فاتح قادیانیت

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جن علماء کو قادیانیوں کے خلاف مناظرہ کرنے کیلئے تیار کیا ان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ، شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلوی صاحب ،مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب ،مولانا محمد

چراغ صاحب گوجرانوالہ اوران تمام حضرات میں سرخیل اور بے بدل مناظر حضرت استاد مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرت استاد صاحب نے مرزائیوں کے نامور مناظرین، جلال الدین شمس اور عزم احمدی' وغیرہ سے کئی کامیاب مناظرے کر کے انہیں اس میدان میں ذلیل ورسوا کیا آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آپ قادیانیوں کے سامنے میرا نام لیں کہ ہم اسکے شاگرد ہیں تو قادیانی ان شاءاللہ نام سن کر ہی بھاگ جائیں گے۔

مدینہ منورہ میں موت اور جنت البقیع میں تمنا

حضرت ایک سچے عاشق رسول تھے کبھی کبھی ہم طلباء کی دعوت کرتے کہ دعا کریں آپ مہمانان رسول ﷺ ہیں آپ کی دعا قبول ہوگی کہ اب مدینہ جاؤں تو پھر واپس نہ آؤں اللہ تعالیٰ مدینۃ النبی ﷺ میں ہی موت اور جنت البقیع میں جگہ نصیب فرمائے۔ پہلے کئی مرتبہ ارادہ کیا ہے۔لیکن پورا نہیں ہوا۔اب عزم بالجزم ہے اللہ تعالیٰ فرمائے۔

(انوار بدر عالم ص،۴۷ مولف منظور احمد چنیوٹی)

مدینہ منورہ میں حضرت استاذ کے ہاں یادگار لمحات

مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں سب سے اہم کام تو استفتاء (حیات عیسیٰ علیہ السلام) اور مقالہ (ختم نبوت) کا تھا لیکن اس دوران دیگر مشائخ سے بھی ملاقاتیں ہوئی۔سب سے زیادہ اشتیاق اپنے استاد مشفق حضرت مولانا بدر عالم صاحب دامت برکاتہم کی زیارت کا تھا ۔چنانچہ پہلے ہی دن عصر سے قبل سید جمیل صاحب نے حضرت کا مکان دکھایا جو کہ باب المجیدی کے باہر مسجد نبوی کے بالکل قریب تھا۔عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ کے گھر پہنچا۔آپ چارپائی پر لیٹے لیٹے قرآن مجید کا درس دے رہے تھے۔اور بالکل اسی مخصوص انداز میں جس طرح حالت صحت میں موتی و جواہرات بکھیرا کرتے تھے۔

آپ کی کرامت اور روحانی طاقت

آپ کا بیان سننے سے کبھی بھی احساس نہیں ہوا تھا کہ آپ بیمار ہیں حالانکہ پانچ سال سے آپ صاحب فراش ہیں تین سال سے گندم کی روٹی یا کوئی اور چیز نہیں کھائی سوائے معمولی دوا یا عصیر کے کوئی چیز ان کی خوراک نہیں ہے اس وقت جو کچھ بیان فرماتے ہیں ان کی روحانی طاقت ہے، ورنہ اس حالت میں کوئی اور مریض ہو تو وہ کسی سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرے گا۔ لیکن آپ کی گفتگو سے کبھی کوئی آدمی آپ کو ایک دن کا بیمار بھی نہیں سمجھے گا۔ خود فرمایا کہ حضرت مولانا رسول خان صاحب حج پر تشریف لائے تو عیادت کیلئے مکان پر تشریف لائے ملاقات کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ میں تو حیران ہوں کہ آپ کی تو کسی چیز سے بھی بیماری کا ''انتزاع'' نہیں ہوتا یہ واقعی حضرت مولانا کا کمال تھا بلکہ میرے نزدیک بہت بڑی کرامت ہے۔ معلوم ہوا کہ عصر کے بعد ہر روز آدھ پون گھنٹہ قرآن کریم کا درس دینے کا معمول ہے۔ جو بعد میں ایک گھنٹہ تک پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ راقم نے بھی روزانہ حاضری کا معمول بنالیا۔ (انوار بدر عالم ص ۵۰، مولف منظور احمد چنیوٹی)

سرورِ دو عالم ﷺ کی روح مبارک کو خوش کر دو

ترجمان السنۃ کی جلد چہارم کا مسودہ نکال کر اس میں سے امام مہدی علیہ الرضوان کے متعلق بعض خاص خاص ابحاث نکال کر بتائیں، بعض نادر حوالہ جات بھی تحریر کروائے۔ ایک دو دفعہ نہیں، کئی مرتبہ تنہائی میں بھی اور لوگوں کے سامنے بھی فرمایا کہ تم سے زیادہ محبت اسلئے کرتا ہوں کہ تم کام کرتے ہو، خصوصاً ان دو فتنوں ۔۔ قادیانیت اور رافضیت کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ شاہ صاحبؒ (حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ) فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر سرکار دو عالم ﷺ کی روح مبارک کو خوش کرنا چاہتے ہو تو قادیانیت کے استحصال کی کوشش کرو کیونکہ اس کی زد براہ راست نبوت پر پڑتی ہے کبھی علماء کی بے حسی اور بے توجہی کا ذکر فرماتے اور کڑھتے کہ یہ لوگ آنکھیں بند کر کے کیسے کہہ دیتے ہیں کہ یہ فتنہ ختم ہو گیا ہے۔ (انوار بدر عالم ص ۵۲، مولف منظور احمد چنیوٹی)

درسِ مساوات کا عملی نمونہ

دارالعلوم کی عمارت چونکہ شہر سے باہر جنگل میں تھی اور حضرت کا قیام بھی دارالعلوم کے دروازہ کے قریب ایک کمرہ میں تھا جس میں باپ بیٹا دونوں رہتے تھے، ایک مرتبہ رات کو چور آئے اور دیوار میں نقب لگا کر کچھ سامان چوری کر کے لے گئے حضرت نے اگلے دن طلباء کو اکٹھا، کیا غالباً کل چوبیس یا پچیس طلباء تھے۔ آپ نے دو دو طالب علموں کی جوڑی بنادی کہ ہر رات ۲ طالب علم باری باری پہرہ دیا کریں۔ طالب علموں کے ساتھ آپ نے اپنی اور اپنے بیٹے آفتاب احمد کی بھی باری بنادی۔ ہم نے ہزار کوشش کی کہ حضرت آپ اور آفتاب آرام کریں، ہم باری باری پہرہ دیں گے۔ فرمایا ہرگز نہیں ہم باپ بیٹا بھی یہیں رہتے ہیں جیسی آپ طلباء کی باری ہوگی ہماری بھی باری ہوگی دسویں بارھویں دن باری آتی تھی آپ بھی اپنی باری میں رات کو بلم / لاٹھی لیکر رات بھر پہرہ دیتے تھے، اتنا بڑا استاذ، شیخ وقت، رئیس المحدثین اور سن رسیدہ، سفید ریش اور طالب علموں کے ساتھ رات بھر جاگ کر پہرہ دے رہا ہے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی غزوہ خندق کی سنت جو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے ہمراہ کھودی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سنت جو آپ نے اپنے غلام کے ساتھ سفر میں باری باری سواری کی، پر عمل کر کے مساوات کا عملی نمونہ پیش فرما کر اس سنت کو زندہ کیا۔

جنت کی خوشبوئیں اور مناظر

وفات سے چند ہفتے قبل عالمِ آخرت نظر آنا شروع ہو گیا تھا فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھ کو نظر آتا ہے اگر تم کو بتلا دوں تو برداشت نہیں کر سکتے، اسی طرح ایسی خوشبو محسوس فرماتے تھے جو کہ یہاں کے عطروں میں نہیں، ہم سے فرماتے دیکھو کتنی نفیس خوشبو آرہی ہے، ہم عطر لاتے کہ دیکھئے ایسی تو نہیں، فرمایا نہیں، ہم کو کیا خبر تھی کہ یہ وہ مہک تھی، جو بساتین جنت سے آرہی ہے، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ کون سا مکان ہے، یہ کوئی دوسری بہت عمدہ کوٹھی ہے، وصال سے ایک ہفتہ قبل میری چھوٹی ہمشیرہ کو کراچی سے بلوالیا تھا اسطرح انہوں نے اپنے

تینوں لخت جگروں کو جمع فرمالیا تھا کہ ان کو غم کی تکلیف دور رہ کر نہ ہو، اب ان کی محبت کا کیا بیان کروں۔ (انوار بدر عالم ص، ۲۹ مولف منظور احمد چنیوٹی)

وصال مبارکہ اور جسم مبارک سے خوشبو

بالآخر ۵ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ ۲۹ (اکتوبر شب جمعہ) میں داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے برضا وتسلیم جان جان آفرین کے سپرد کردی اور لقاء اللہ کو اختیار فرمالیا، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کے بعد چہرہ مبارک اس قدر منور اور مسکراتا ہوا تھا کہ نقشہ کھینچنا دشوار ہے، اور جسم مبارک سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ اس کو کسی خوشبو کے ساتھ تشبیہ دینا ناممکن ہے، (انوار بدر عالم ص، ۳۰ مولف مولانا منظور احمد چنیوٹی)

جنت البقیع میں امہات المومنین کے قدموں میں جگہ

جمعہ کی نماز کے بعد نماز جنازہ حرم نبوی ﷺ میں ادا ہوئی، جنازہ کے ساتھ اس قدر ہجوم تھا کہ بیان سے باہر ہے اور اب جنت البقیع میں امہات المومنین کے عین قدموں میں ان کی آخری آرام گاہ ہے اور اس کی انکو بہت تمنا تھی جو اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی، یہ حقیر، قبر کے اندر تک ساتھ رہا، یہ ان کی اس تمنا کا اندازہ انہی کے اشعار سے کرلیں۔

ہاں جنت بقیع میں میری بھی ہو جگہ
اسکی بہت تڑپ ہے مجھ جیسے غلام کو
کتنی بڑی ہوس ہے جو دل میں عمرؓ کے تھی
ہوجائے گر نصیب غلام غلام کو

اس طرح یہ بدرِ کامل جو اپنی شعاعوں سے دنیا کو منور کررہا تھا، عالم دنیا میں غروب ہوگیا اور عالم آخرت میں طلوع ہوا اور وہ منبعِ علم وفیض و برکات جس سے مخلوقِ خدا فیض یاب ہورہی تھی ظاہری طور سے بند ہوگیا اور ہم اس عالم میں اس کے دیدار سے بھی محروم ہوگئے۔ (انوار بدر عالم ص، ۳۰)

وصیت میں اہتمام سنت کی تاکید

میرے جملہ احباب ہر سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں۔ حضور ﷺ کی ہر ہر سنت، اللہ کو محبوب ہے میری جانب سے سنت پر عمل کرنے کی، جتنی تاکید ہے، اس سے بڑھ کر بدعت سے اجتناب اور نفرت رکھنے کی تاکید ہے کیونکہ بدعت سے حضور ﷺ کو نہ صرف نفرت ہے بلکہ ایذاء اور تکلیف بھی ہوتی ہے بدعت ایک مہلک اور متعدی مرض ہے اس کے مریضوں سے متعدی امراض کی طرح دور دور رہنا چاہیے، یعنی بدعت کی محفلوں میں شرکت نہ کرنی چاہیے۔

شیخ المفسرین والمحدثین

حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ 1340ھ سے 1363ھ تک 23 سال برابر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ واقعہ تھانہ بھون پر حاضری دیتے رہے اور 16 ذی الحجہ 1380ھ بروز جمعرات کراچی میں وصال فرمایا۔ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور مفتی صاحب کی یادگار ہے جو ''جامعہ اشرفیہ'' فیروز پور روڈ لاہور کی شکل میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا دینی تعلیم کا ادارہ بن چکا ہے جس میں پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک کے سینکڑوں مسلم طلباء دینی علوم حاصل کرتے ہیں۔ اس میں ''مسجد حسن'' اور بقیہ تمام عمارات نہایت خوب ہیں۔ مفتی صاحب کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبیداللہ اور چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب اس کے مہتمم اور نائب مہتمم ہیں۔ دونوں بھائی دل و دماغ کے اعلیٰ اوصاف کا ماشاءاللہ مرقع ہیں۔ یہاں کے اساتذہ میں شیخ التفسیر و شیخ الحدیث، شیخ الکل فی الکل، سند الوقت، بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد رسول خانصاحب قدس سرہ، اور عالم ربانی، رئیس المفسرین و محدثین مولانا محمد ادریس صدیقی کاندھلوی قدس سرہ، جیسی شان کے علماء شامل رہے ہیں۔

24 ہزار دفعہ روزانہ اللہ کا ذکر

مفتی صاحب قدس سرہ ہر روز 24 ہزار مرتبہ اسم ذات ''اللہ'' کا وظیفہ کرتے تھے یعنی ہر سانس کے ساتھ ایک مرتبہ، جید عالم اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ (عاشقان رسول ﷺ کو زیارت نبی صفحہ 216)

شیخ المفسرین والمحدثین حضرت مفتی محمد حسن امرتسریؒ کا عظیم الشان خواب

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز شیخ

المفسرین والمحدثین حضرت مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ نے خواب دیکھا جو ذیل میں درج ہے۔

کچھ عرصہ ہوا (یہ تقریباً 1350ھ کا ذکر ہے) کہ خانقاہ شریف کی مسجد کے وسط میں بیت اللہ شریف اور حضرت رسول ﷺ کے روضۂ مبارک کو دیکھا کہ دونوں بالکل قریب قریب ہیں اور بیت اللہ شریف غالباً حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سر کی طرف ہے لیکن روضۂ پاک (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) بھی بیت اللہ شریف ہی کی شکل کا ہے یعنی اس پر گنبد نہیں ہے اور بیت اللہ شریف اور روضۂ پاک دونوں پر اس قدر سبز اور خوبصورت غلاف ہیں کہ دنیا میں ان کی نظیر نہ ہوگی اور دونوں پر شعاعیں اور انوار معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیت اللہ شریف کے پاس کھڑے ہیں اور اس قدر خوش ہیں کہ اتنا خوش میں نے انہیں پہلے نہیں دیکھا تھا۔ نیز ایک کھجور کی ٹہنی بطور جھاڑ دست مبارک میں لئے ہوئے ہیں جس کی ڈنڈی میں دستہ چھوڑ کر ادھر ادھر شاخیں نکلی ہوئی ہیں اور یہ ارادہ فرما رہے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے گرد جو غبار ہے اسے دور کر دوں (حیات اشرف از غلام محمد صاحب بی اے، عثمانیہ صفحہ 91) (یہاں کس قدر وضاحت کے ساتھ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مصلح امت محمدیہ اور مجدد سنت مطہرہ ہونے کو عیاں کیا گیا ہے)

جنت میں انتظار

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے وطن عزیزوں میں سے ایک عزیز نے حضرت والاؒ کی وفات سے قبل اپنی والدہ صاحبہ کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہیں اور فرماتی ہیں کہ ”یہاں جنت میں حضرت مفتی صاحبؒ کا انتظار ہو رہا ہے۔ (تذکرہ حسن صفحہ 514)

حضور ﷺ کی شفاعت کا وعدہ

ایک دن ملفوظات پڑھتے ہوئے اذان عصر ہوگئی، مسجد قریب ہی ہے، اذان کے بعد فرمایا! آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کے ساتھ اذان کے کلمات جواب میں کہے اور پھر دعا وسیلہ پڑھے اس کی موت ایمان پر آئے گی جب ہی تو آنحضرت ﷺ اس کی

شفاعت کا وعدہ فرمارہے ہیں، آپ کافر کی شفاعت تھوڑا ہی کریں گے (شفاعت کبریٰ کے علاوہ)۔ (چالیس بڑے مسلمان صفحہ 618)

ایک مرتبہ مجلس میں احقر بھی حاضر تھا، احقر کو مخاطب ہوکر فرمایا! ''قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ''میں ربط کس طرح ہے، احقر کیا عرض کرتا، خاموش رہا، عرض کیا حضرت فرمائیں، تو فرمایا پھر بتلائیں گے احقر کو ساہیوال واپس آنا تھا، اجازت لے کر واپس آ گیا دل میں خلجان رہا واپس لاہور حاضر ہوا، اوپر اطلاع کی حضرت مفتی صاحبؒ نے اوپر بلایا، حالانکہ وہ وقت ملاقات کا نہیں تھا دوپہر کا وقت تھا، احقر نے عرض کیا کہ احقر سے آیت مبارکہ کے سلسلہ میں خلجان رفع کرنے آیا ہے،، بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ! آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے اتنے محبوب ہیں کہ جو ان کی چال چلتا ہے یعنی اتباع کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔''ان کنتم تحبون اللّٰہ ''میں محبوب بننے کا طریقہ بتلا دیا کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے صرف ''محبت'' ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ فللہ درہ۔ (چالیس بڑے مسلمان صفحہ 619)

رسول ﷺ کی دعا اور زیارت

جناب حاجی محمد ظفر الدین صاحب، دارالخیر، ایبٹ آباد سے اپنے طویل خط میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اپنی صاحبزادی کا خواب عرض کرتے ہیں:

خواب میں میری بچی کو کسی نے کہا کہ حضرت بیمار ہیں یعنی زیادہ بیمار ہیں۔ تو خواب ہی میں اس کو بڑا فکر ہوا کہ میں ابھی بیعت بھی نہیں کر سکی۔ خدانخواستہ حضرت زیادہ بیمار ہو جائیں۔ اسی پریشانی میں خواب میں چل پڑی تو آگے آنحضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم آتے نظر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھتے اور ہاتھ پھیلاتے ہوئے دعا میں فرمارہے تھے:

''یا اللہ! ابھی اس انسان کی دنیا میں بڑی ضرورت ہے۔ ان کو ابھی دنیا میں ہی رہنے دے۔''

اور میری بچی کہتی ہے کہ یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ہی کے لیے فرما رہے تھے اور حضور ﷺ کی دعا پر میں نے بھی آمین کہی:

میری بچی کہتی ہے کہ یہ اس نے رسول پاک کا دیدار خواب میں تیسری بار کیا ہے۔ یہ میری بچی بڑی نیک اور مستجابۃ الدعا ہے۔ آپ اس کے لیے دعا فرمادیں اور مہربانی فرما کر اس کو غائبانہ بیعت فرمالیں۔ (تذکرہ حسن صفحہ 511)

بارگاہِ نبوی ﷺ کا فیصلہ

سب سے پہلے سنگِ بنیاد مسجد جامعہ اشرفیہ کا رکھا گیا۔ تعینِ جگہ سے قبل ممبران مدرسہ کے اندر اختلاف تھا۔ کسی کی رائے یہ تھی کہ مسجد سڑک کے قریب بنے۔ کوئی کہتا تھا کہ موجودہ درسگاہوں کے قریب بنے۔ یہ اختلاف کئی دنوں تک رہا۔ کسی صاحب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مسجد یہاں تعمیر ہونی چاہیے۔ اب یہ مسجد بعینہٖ اُسی جگہ ہے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ (تذکرہ حسنؒ)

بہر حال آپ اپنے علم وعمل، زہد وتقویٰ اور خشیت وللّٰہیت میں اپنی نظیر آپ تھے اور ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ اور خادم دین تھے ساری زندگی درس وتدریس، تبلیغ وارشاد اور خدمتِ خلق میں مصروف رہے، اور بڑے بڑے علماء وصلحاء آپ کے فیضِ علمی وروحانی سے مستفید ہوئے جن میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، شمس العلماء مولانا شمس الحق افغانی، عارف باللہ مولانا مفتی محمد خلیل، مولانا فقیر محمد پشاوری، مولانا قاری فتح محمد پانی پتی، مولانا محمد داؤد غزنویؒ، مولانا بہاؤالحق قاسمیؒ، مولانا محمد اسماعیل غزنویؒ، مولانا عبید اللہ امرتسری اور مولانا محمد سرور خان جیسے مشاہیر علم وفضل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

رسول کی سنت دنیا و مافیہا سے افضل

فرمایا: فجر کی دوسنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ میں نے ایک دفعہ عیدگاہ، امرتسر میں

دوران وعظ کہا کہ اگر مسلمان کو کہا جائے کہ ساری دنیا کی حکومت لے لو اور صبح کی سنت ترک کر دو۔ فلاں بھی لے لو۔ فلاں بھی لے لو۔ لیکن سنت صرف چھوڑ دو۔ جو مسلمان ہوگا وہ کبھی یہ پسند نہیں کرے گا، دولت و ملک لینا چھوڑ دے گا۔ سنت فجر ترک نہ کرے گا۔ (ملفوظ مبارک نمبر 169)

1953ء کی تحریک ختم نبوت ﷺ میں بھی بھرپور حصہ لیا اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر نشین رہے اور ہمیشہ باطل کے سامنے کلمۂ حق بلند کرتے رہے اور آخرکار 16 ذی الحجہ 1380ھ مطابق یکم جون 1961ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجعُونْ۔

ہزاروں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ نے امامت کے فرائض انجام دیے۔

مجاہد ختم نبوت عاشق رسول

حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی

حضورؐ یہ سب کچھ میں نے آپ کی خاطر کیا ہے

قاضی احسان احمدؒ شجاع آبادی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے شاگرد ارجمند، مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر، شعلہ بیاں خطیب، جرأت وشجاعت کا مجسمہ جو ساری زندگی گلی گلی، کوچہ کوچہ، گاؤں گاؤں اور شہر شہر جا کر قوم کو مسئلہ ختم نبوت سمجھاتا رہا اور قادیانیت کی دھجیاں بکھیرتا رہا۔ ختم نبوت کے اس شیدائی وفدائی کی زندگی کے آخری ایام کا واقعہ پڑھیے اور ختم نبوت کا کام کرنے کی اہمیت وافادیت دیکھیے۔ شیخ عبدالمجید صاحب سابق میونسپل کمشنر شجاع آباد جو قاضی صاحبؒ کے ساتھ کافی عرصہ ایک بھائی اور دوست کی حیثیت سے رہے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ بیماری کے ابتدائی ایام میں قاضی صاحبؒ نشتر ہسپتال ملتان میں ڈاکٹر عبدالرؤف کے زیر علاج تھے، دوپہر کا وقت تھا، میں جاگ رہا تھا۔ قاضی صاحب کو نیند آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد کیا سنتا ہوں کہ قاضی صاحب بڑی لجاجت سے کہہ رہے ہیں کہ:

''حضورؐ! میں آپؐ کی ختم نبوت کی خاطر اتنی بار جیلوں میں گیا ہوں، میں نے ملک کے ذمہ دار حکمرانوں کو قادیانی فتنہ سے آگاہ کیا ہے۔ حضورؐ! یہ سب کچھ میں نے آپؐ کی خاطر کیا ہے۔''

اس کے تھوڑی دیر بعد درود شریف پڑھنے لگے۔ میں یہ سمجھا کہ شاید قاضی صاحب کا آخری وقت آ گیا ہے مگر کچھ دیر بعد وہ خود بخود بیدار ہو گئے۔ ہشاش بشاش تھے، درود شریف پڑھ رہے تھے۔ (قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ ص۵۵۵)

عشق رسولؐ اور جیل

قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے غیر متزلزل عزم وہمت کا ایک واقعہ 1954ء میں پیش آیا۔ مولانا تحریکِ ختمِ نبوت کے سلسلہ میں ملتان جیل میں نظر بند تھے، اسی دوران ان کے والد ماجد انتقال کر گئے۔ جیل کے حکام نے مولانا سے کہا:

اگر آپ اعلیٰ حکام سے معافی مانگ لیں تو آپ کو رہا کیا جا سکتا ہے اور آپ اپنے والد ماجد بزرگوار کی نمازِ جنازہ میں شرکت کر سکتے ہیں۔ مولانا نے خشمگیں انداز میں کہا کہ میں نے یہ جیل رسول اکرمؐ کے نام کے تحفظ کی خاطر قبول کی ہے۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں رسول اکرمؐ کو بھول جاؤں اور والد کی محبت سے متاثر ہو کر آقائے نامدارؐ کو دھوکہ دے جاؤں۔ میں عاشق رسولؐ ہوں، مجھ پر اس جیسی ایک ہزار مصیبتیں بھی اگر نازل ہو جائیں تو بھی میں اف نہ کروں گا۔ جیل کے حکام مولانا کے اس دلیرانہ جواب کو سن کر اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ (قاضی احسان احمد شجاع آبادی ص ۲۴۰/۲۴۱ از نور الحق قریشی)

باتیں ان کی یاد رہیں گی پھر باتیں نہ ایسی سنئے گا

قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی پیاری پیاری باتیں

ملک کے نامور خطیب تحریک تحفظ ختم نبوت کے روح رواں قاضی احسان احمد شجاع آبادی اگر چہ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں مگر اسلام کی ترقی اور سر بلندی کے لئے انہوں نے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں ملت اسلامیہ اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ وہ ایک سچے عاشق رسولؐ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دین ودنیا کی تمام نعمتوں سے سرفراز کیا۔ دکھی انسانیت کی خدمت ان کا اصل نصب العین تھا دوست تو ان کے معترف تھے ہی مگر دشمن بھی ان کے بلند اخلاق اور شرافت کے ہمیشہ قائل رہے۔

عزم وہمت کی زندہ مثال

تقسیم ہندو پاک سے قبل مولانا تحریک آزادی کشمیر کے موقع پر جب کلکتہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرر ہے تھے۔تو اسی اثناء میں انہیں یہ اندوہناک خبر سنائی گئی کہ ان کا چار ماہ کا بچہ فوت ہوگیا ہے۔ مولانا کو یہ خبر سنکر صدمہ تو اگر چہ پہنچا مگر انہوں نے اپنے جماعتی پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ پہلے سے زیادہ جوش وولولہ کے ساتھ اپنی مہم پر گامزن ہوگئے مولانا مصائب سے کبھی نہیں گھبرائے بلکہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے حالات کا مقابلہ کیا۔

شاہ جی کی صحبت اور رفاقت نے قاضی صاحب مرحوم کو کندن بنادیا تھا۔ان میں شاہ جی ہی کی خطابت وشجاعت تھی۔حفاظت واشاعت اسلام کا جذبہ تھا۔

بلبل گلشن مصطفیٰ ﷺ

صورت وسیرت کے وہی تیور تھے اخلاق وکردار کا وہی نقشہ تھا تحریک آزادی میں قاضی صاحب نے ایک رضا کار ایک خطیب اور ایک لیڈر کی حیثیت سے دن رات کام کیا، ہندو پاکستان کا کوئی گوشہ نہیں جہاں قاضی صاحب بلبل گلشن مصطفیٰ بن کر نہ چہچہائے ہوں، ملک کا کوئی جیل خانہ نہیں جہاں قیدو بند کے مرحلوں سے گزر کر انہوں نے سنت یوسفی پر عمل نہ کیا ہو۔قاضی صاحب کے اعلائے کلمۃ الحق کی شہادت باغ وزاغ سے لے کر جیلوں کی کال کوٹھڑیوں تک میں گونج رہی ہے۔

مرزائیت پرضرب کاری

آزادی وطن کے بعد انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت پر جتنی کاری ضربیں قاضی صاحب مرحوم نے لگائیں اس کا اندازہ صرف قادیانیوں کو ہوسکتا ہے یا کچھ ان لوگوں کو جوان کے بہت قریب رہے ہوں۔ قاضی صاحب مرحوم کی پوری زندگی مجلس احرار اسلام اور ختم نبوت کے محاذ پر اعلاء کلمۃ الحق سربلندی اسلام اور حفاظت مسئلہ ختم نبوت کے لئے گزری۔

حضور ﷺ سے محبت

قاضی احسان احمد شجاع آبادی کو حضور اکرم ﷺ سے شیفتگی اور محبت تھی۔ ۱۹۲۸ء میں مغل پورہ انجینئرنگ کالج لاہور کے پرنسپل نے حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی۔ جس پر پرنسپل کے خلاف ایجی ٹیشن شروع ہوگیا۔ ایجی ٹیشن میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے بھرپور حصہ لیا اور انہیں گرفتار کر کے چھ ماہ کے لئے جہلم کی جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہ ان کی پہلی نظر بندی تھی جب وہ رہا ہوئے تو انہوں نے پورے پنجاب کا دورہ کر کے مسلمانوں میں سیاسی اور مذہبی بیداری پیدا کی۔

رسالت مآب کی محبت جسم وروح میں رچی ہوئی

حضور رسالت مآب کی محبت ان کے جسم وروح میں پوری طرح رچ بس گئی تھی ان کی رس بھری آواز میں اخلاص تھا۔ سوز تھا۔ اور درد تھا۔ اس لئے ان کی زبان سے جو بھی لفظ نکلتا وہ تاثیر سے پر ہوتا وہ اپنی نجی مجلسوں میں بھی داعی توحید ورسالت تھے مزاح کی چاشنی ان کی گفتگو کو اور بھی زیادہ موثر بنا دیتی غیر سنجیدہ مذاق کے ہرگز عادی نہ تھے۔

رسول ﷺ کا جمال بن

مولاناؒ جب کبھی کسی جلسے یا تقریب میں جاتے تو طلباء کا ایک ہجوم انہیں گھیر لیتا اور اُن سے آٹو گراف کا تقاضا کرتا، مولاناؒ نوجوانوں سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے، وہ اکثر اپنے آٹو گراف میں یہ شعر لکھتے:

قوی اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
غریب گر نظر پڑے رسول ﷺ کا جمال بن

عاشق کی زندگی کی انتہائی اہم رات

عشق رسول ﷺ کی تاثیر تھی کہ کئی منکرین ختم نبوت انکی تبلیغ سے قادیانیت سے نکل کر دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ ایک سی ایس پی افسر جو کوئٹہ ڈویژن کے کمشنر تھے،

قاضی صاحبؒ کے دوست تھے، مگر قادیانیت سے متاثر تھے، نہ صرف ان کے دماغ کی تطہیر کی بلکہ ان کو اس کام پر لگا دیا کہ ان کا شمار بھی مرزائیت کے بدترین مخالفوں میں ہونے لگا۔ اسی کمشنر نے بہت سے قادیانی دوستوں کو، اور ان کو جو قادیانیت سے متاثر تھے، جمع کیا، اور پھر قاضی صاحبؒ کو شجاع آباد سے بلایا، قاضی صاحب مرزا غلام احمد کی تصنیفات لیکر کوئٹہ پہنچے، اس مسئلے پر اُن سے گفتگو ہوتی رہی، یہاں تک کہ ساری رات کتابوں کے ورق اُلٹتے رہے، حوالوں پر حوالہ دیا جاتا رہا، اِدھر صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نورِ ہدایت سے منور کردیا، اور قاضی صاحب مرحوم اپنی زندگی کی اس قیمتی رات کا اکثر تذکرہ کرتے اور خداوند کریم کا شکر بجالاتے۔

آخری لمحات میں جنت کا منظر اور فرشتوں کا استقبال

قاضی صاحب پندرہ روز سے غنودگی میں تھے موت سے صرف چند منٹ پہلے اپنی چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے تمام گھر والوں اور احباب کو اکٹھا کیا یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ صحت مند ہوگئے ہیں ان کا مرض ختم ہوگیا ہے اس موقع پر آپ کے داماد مولانا نور الحق قریشی، قاضی عبداللطیف، مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے مبلغ مولوی منظور احمد اور گھر کے دوسرے افراد موجود تھے۔ قاضی صاحب نے سب کو اکٹھا کر کے انگشت شہادت سے اشارہ کیا وہ دیکھو جنت الفردوس کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے بلا رہے ہیں تم دیکھ سکتے ہو تو دیکھ لو ورنہ مجھ پر اعتبار کرو۔ فرشتے جنت کے دروازے پر میرے منتظر ہیں مجھے ہنسی خوشی رخصت کرو۔ اور پھر کلمہ شہادت **اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہ ورسولہ** پڑھا اور آہستہ آہستہ چارپائی پر لیٹ گئے آنکھیں بند ہوتی گئیں اور کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مفتی اعظم شیخ القرآن

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

جس کو رسول ﷺ سے نسبت ہے اس کی عظمت ہے

ایک شام راقم الحروف بھی زیارت کے لیے پہنچا تو دیکھا حضرت مفتی صاحبؒ کسی کا فون نمبر ملا رہے ہیں۔ کال ملی تو اندازہ ہوا کہ حضرت مولانا داؤد غزنوی سے گفتگو مقصود ہے۔ رابطہ قائم ہوا اور حضرت مفتی صاحبؒ نے گفتگو شروع کی تو سننے اور دیکھنے والے حیرانی سے تک رہے تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے طرز تخاطب سے ایسا انداز ہوتا تھا جیسے کوئی بہت معمولی آدمی کسی بڑی ہستی سے مصروف گفتگو ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ فرما رہے تھے۔ "اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو زیارت کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہوں"۔ دوسری طرف سے بھی معلوم ہوتا ہے جواب میں اسی خواہش کا اظہار ہو رہا تھا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں میں خود حاضر ہوتا ہوں۔ اب مفتی صاحب کی طرف سے بار بار یہ اصرار ہے کہ میں خود حاضر ہو رہا ہوں، ادھر دوسری طرف مولانا داؤد غزنوی کو کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ حضرت تکلیف فرمائیں۔ وہ اس پر بضد ہیں کہ آپ چند منٹ توقف فرمائیں، مجھے اپنی خدمت میں پہنچا ہی سمجھئے۔ بالآخر مولانا داؤد غزنویؒ نے اپنی ضد پر اصرار کرتے ہوئے مفتی صاحب کے جواب کا انتظار کیے بغیر فون بند کر دیا اور تھوڑی دیر بعد ادارۂ اسلامیات میں کھڑے نظر آئے۔ اب دونوں کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا۔ ایک دوسرے کے آگے بچھے جا رہے تھے۔ معانقے کے بعد کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھے تو دونوں ہی اسی طرح مؤدب کہ دیکھنے والا حیران۔ شاید کوئی شاگرد بھی اپنے استاد کے سامنے اس طرح نہ بیٹھتا ہوگا (تذکرہ اولیائے دیوبند ص۵۳۲)

محبوب ﷺ کا ذکر کرتے جاتے اور آنسو بہتے جاتے

بات چیت شروع ہوئی تو معلوم ہوا حضرت مفتی صاحب نے مولانا داؤد غزنوی کے بارے میں کوئی خواب دیکھا تھا وہ سنانا مقصود تھا۔ پورا خواب تو اب میرے ذہن سے نکل گیا۔ اتنا یاد ہے کہ اس میں حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کے بارے میں روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر حاضری اور سلام پیش کرنے کا ذکر تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ خواب سناتے جارہے تھے اور مولانا داؤد غزنوی کی آنکھوں سے فرط جذبات سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بیان کرتے کرتے مفتی صاحب کی آواز بھرا گئی۔ ان دونوں حضرات کی یہ کیفیت دیکھ کر اردگرد بیٹھے ہوئے تقریباً ہر شخص پر رقت کا عالم طاری تھا اور ہر کوئی معلوم ہوتا تھا انتہائی ضبط سے کام لے رہا تھا۔ یہ منظر کیسا روح پرور تھا بیان نہیں ہوسکتا۔

عشق نبوی ﷺ کی عظمت کا احساس

روضہ اطہر سے متعلق حضرت مفتی صاحب کی زبان سے سنا ہوا ایک اور واقعہ یاد آگیا۔ مگر اب یہ یاد نہیں آرہا کہ میں نے یہ واقعہ حضرت مفتی صاحب سے کب اور کہاں سنا تھا، تاہم اتنی بات یقینی ہے کہ یہ واقعہ حضرت مفتی صاحبؒ نے کسی ایک سفر حج سے واپسی کے بعد سنایا تھا۔ فرمایا ''روضہ اطہر پر حاضری کے وقت یوں تو ہمیشہ ہی میری عجیب کیفیت ہوتی ہے مگر اس بار ایک روز جو میں روضہ اقدس پر سلام کے لیے حاضر ہوا تو عجیب ہی معاملہ پیش آیا، دل ایسا قابو سے باہر ہوا لگتا تھا کہ ابھی باہر آگرے گا۔ اسی عالم میں ذہن نے کہا کہ تیری یہ حالت اس محبت کی بناء پر ہے جو صاحب روضہ سرکار دو عالم ﷺ کے لیے تیرے دل میں موجزن ہے۔ آنے کو تو یہ خیال ذہن میں آگیا مگر مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں معاً مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ تو بہت بڑا دعویٰ ہے۔

روضہ اطہر پر روتا پڑتا واپس پہنچا

اس دعوے کی برداشت کی صلاحیت کہاں سے آئے گی'' پھر فرماتے ہیں ''اس کے

فوراً بعد مجھے محسوس ہوا جیسے میرا بدن کانپ رہا ہے۔ روضہ اطہر سے لوٹ آیا جائے۔ قیام تک نہ پہنچنے پایا تھا کہ لرزہ شدید ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بدن بخار سے تپنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے کوئی ہوش نہ تھا، میں کہاں ہوں۔ مسلسل چوبیس گھنٹے کے بعد ہوش آیا تو گرتا پڑتا روضہ اطہر پر پہنچا اور اپنی گستاخی کی معافی مانگی کہ یہ عاصی اور محبت کا دعویٰ۔

(تذکرہ اولیائے دیوبند ص ۵۳۳)

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اس کے علاوہ حضرت اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے پر بھی بڑا زور دیتے اور ایک بڑا جچا تلا جملہ استعمال فرماتے، کہتے ”کتاب اللہ کو رجال اللہ سے سیکھو اور رجال اللہ کو کتاب اللہ سے پرکھو“ مطلب یہ ہوتا تھا کہ اللہ والے وہ ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر پورے اترتے ہوں اور جب ایسے اللہ والے مل جائیں تو پھر ان سے کتاب اللہ کی تعلیم لو، کیوں کہ وہی اس کے اہل ہیں۔

دربار رسالت میں مقام قرب عظیم الشان بشارت

جب حضرت مفتی صاحب کا وصال ہوا تو میں ان دنوں اپنی تجارتی مصروفیات کے سلسلہ میں سعودی عرب میں تھا، مجھے حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کا پتہ نہیں چلا، مگر چونکہ حضرت سے ایک قلبی تعلق تھا، ایک رات کو خواب دیکھا کہ حضرت کا انتقال ہو چکا ہے اور میں روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوں اور اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحبؒ بھی اسی حجرے میں مدفون ہیں جس میں سرکار دو عالم ﷺ اور خلفاء راشدینؓ مدفون ہیں اور باہر حضرت مفتی صاحبؒ کے لائق فرزند حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ان کی مسند پر بیٹھے ہوئے درس دے رہے ہیں۔ ایسے خواب مؤمن کے مبشرات ہوتے ہیں، اس خواب سے حضرت کا مقام عالی عالم ارواح میں نظر آتا ہے تو دوسری طرف ان کے لائق فرزند حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا علمی مقام بھی صاف نظر آ رہا ہے۔

(بچوں کے ساتھ ہو جاؤ ص ۶۸)

حضور کی زیارت کا وظیفہ

بہر حال، بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق ہو، وہ جمعہ کی رات میں دو رکعت نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ۱۱ مرتبہ آیت الکرسی اور گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

"اللھم صلی علی محمد النبی الاسی وعلی اله واصحابه وبارک وسلم"

اگر کوئی شخص چند مرتبہ یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب فرما دیتے ہیں۔ بشرطیکہ شوق اور طلب کامل ہو اور گناہوں سے بھی بچتا ہو۔

(از مفتی تقی عثمانی)

محبوب ﷺ کی زیارت کا حوصلہ نہیں ہے

لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہم کہاں؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کہاں؟ چنانچہ میرے والد ماجد حضرت مفتی پر شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک صاحب آئے، اور کہا حضرت! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا دیجئے جسکی برکت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بھائی، تم بڑے حوصلہ والے آدمی ہو کہ تم اس بات کی تمنا کر رہے ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے، ہمیں تو یہ حوصلہ نہیں ہوتا کہ یہ تمنا بھی کریں، اسلئے کہ ہم کہاں؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کہاں؟ اور اگر زیارت ہو جائے تو اس کے آداب اسکے حقوق اور اسکے تقاضے کس طرح پورے کریں گے، اسلئے خود اس کے حاصل کرنے کی نہ تو کوشش کی، اور نہ کبھی اس قسم کے عمل سیکھنے کی نوبت آئی جس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے، البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خود ہی زیارت کرا دیں تو یہ ان کا انعام ہے، اور جب خود کرائیں گے تو پھر اسکے آداب کی بھی توفیق بخشیں گے۔

(ارشادات اکابر ص ۱۲۱)

محبوب ﷺ کے پر حاضری اور رسول ﷺ کا حکم

حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب روضہ اقدس پر حاضر ہوتے تو کبھی روضہ اقدس کی جالی کے قریب نہیں جاتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ کا یہ معمول دیکھا کہ جالی کے سامنے جو ستون ہے اس ستون سے لگ کر کھڑے ہو جاتے، اور اگر کوئی آدمی کھڑا ہوتا تو اسکے پیچھے جا کر کھڑے ہو جاتے۔

ایک دن خود فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید تو بڑا شقی القلب ہے، اس وجہ سے جالیوں کے قریب ہونے کی کوشش نہیں کر رہا ہے۔ اور یہ اللہ کے بندے ہیں جو جالی کے قریب ہونے اور اس سے چمٹنے کوشش کر رہے ہیں، اور سرکار دو عالم صلی اللہ وسلم کا جتنا قرب حاصل ہو جائے وہ نعمت ہی نعمت ہے، لیکن میں کیا کروں کہ میرا قدم آگے بڑھتا ہی نہیں۔۔۔۔۔ جیسے ہی مجھے یہ خیال آیا، اسی وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ روضہ اقدس کی طرف سے یہ آواز آ رہی ہے کہ۔

''یہ بات لوگوں تک پہنچا دو کہ جو شخص ہماری سنتوں پر عمل کرتا ہے، وہ ہم سے قریب ہے، خواہ ہزاروں میل دور ہو، اور جو شخص ہماری سنتوں پر عمل پیرا نہیں ہے، وہ ہم سے دور ہے خواہ وہ ہماری جالیوں سے چمٹا کھڑا ہو'' (ارشادات اکابر ص ۱۱۴)

چونکہ اس میں حکم بھی تھا کہ ''لوگوں تک بات پہنچا دو'' اسلئے میرے والد صاحب قدس اللہ سرہ اپنی تقاریر اور خطبات میں یہ بات لوگوں کے سامنے بیان فرماتے تھے، لیکن اپنا نام ذکر نہیں کرتے تھے، بلکہ یہ فرماتے کہ ایک زیارت کرنے والے نے جب روضہ اقدس کی زیارت کی تو اسکو روضہ اقدس پر یہ آواز سنائی دی۔۔۔۔ لیکن ایک مرتبہ تنہائی میں بتایا کہ یہ واقعہ میرے ہی ساتھ پیش آیا تھا۔ (از مفتی تقی عثمانی)

اتباع سنت حاصل ہے تو نبی ﷺ کا قرب حاصل ہے

حقیقت یہ ہے کہ اصل چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہے، اگر یہ حاصل ہے تو پھر انشاء اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب بھی حاصل ہے۔ خدا نہ کرے

،اگر یہ چیز حاصل نہیں تو آدمی چاہے کتنا ہی قریب پہنچ جائے ،روضہ اقدس کی جالیاں تو کیا، بلکہ حجرہ اقدس کے اندر بھی چلا جائے ،تب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اتباع سنت کی دولت عطا فرمادے۔آمین۔

جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت

حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ سے حضرت مفتی سبحان محمودؒ نے پوچھا کہ حضرت جمعہ کے دن درود شریف کثرت سے پڑھنے کا حکم ہے لیکن اس کی تعداد کا ذکر نہیں ہے، کتنی تعداد ہونی چاہیے حضرت مفتی شفیع نے فرمایا تین ہزار مرتبہ پڑھنے سے حدیث شریف کے مطابق کثر ت سے پڑھنے میں شمار ہو جائے گا۔اور الحمداللہ میرا بھی یہ ہی معمول ہے۔

(از مفتی عبدالرؤف سکھروی)

ہر موئے بدن بھی جو زباں بن کر کرے شکر

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ گئے ،وہیں انہوں نے عشق ومحبت کے تاثر میں ڈھلی ہوئی ایک نعت کہی ،نعت کے یہ اشعار پڑھیئے ۔اور اندازہ لگائیں کہ کس عالم میں کہے گئے ہیں:

پھر پیش نظر گنبد خضرا ہے حرم ہے پھر نامِ خدا ، روضۂ جنت میں قدم ہے
پھر شکر خدا سامنے محراب نبی ہے پھر سر ہے میرا اور ترا نقشِ قدم ہے
پھر بارگہ سید کونین میں پہنچا یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے
ہر موئے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شکر کم ہے بخدا ان کی عنایات سے کم ہے
رگ رگ میں محبت ہو رسول عربی کی جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے

عمر کے آخری حصہ میں حضرت مفتی صاحب شدید بیمار تھے ،اسی علالت کے دو ران تمنائے زیارت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

اے کاش پھر مدینہ میں اپنا قیام ہو دن رات پھر لبو ں پہ درود و سلام ہو
محراب مصطفیٰ میں ہو معراج سر نصیب پھر سامنے وہ ر و ضۂ خیرالانام ہو

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو زیارت نبی ﷺ

ذیقعدہ 1379ھ میں مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب وہ دارالعلوم میں قیلولہ کر رہے تھے، خواب دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کا روضۂ اقدس ہے، جس کا دریچہ کھلا ہوا ہے اور وہاں دو پٹھان چوکیدار ہاتھوں میں چھریاں لئے آپس میں لڑ رہے ہیں، میں نے زور سے انہیں ڈانٹا کہ بڑے بے ادب ہو، روضۂ اقدس میں بیٹھ کر لڑتے ہو۔ یہ سن کر تو چھریاں ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں۔ خود میں نے محسوس کیا کہ روضۂ اقدس کا انتظام میرے سپرد ہے اور اس کام کے لئے میں نے ایک ناظم مقرر کیا ہوا ہے، میں نے ایک آدمی کو ناظم کے پاس بھیجا کہ فوراً ان پٹھانوں کو یہاں سے نکال دو، اور پھر دروازے سے روضۂ اقدس کی طرف گیا تو دیکھا کہ دونوں پٹھان وہاں موجود ہیں اور حضور اقدس ﷺ سامنے تشریف فرما ہیں، میں نے ان دونوں کو حضور اقدس ﷺ کے سامنے تنبیہ کی اور محسوس کیا کہ آپ ﷺ نے اسے پسند فرمایا، ان میں سے ایک نے تو معافی مانگ لی اور اسے معاف کر دیا گیا جبکہ دوسرا کہیں چلا گیا۔

محبوب ﷺ کے رعب و جمال کا قلب پر اثر

اس کے بعد میں حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور دل میں محسوس کر رہا ہوں کہ مسلمانوں کی کسی جماعت کا وکیل ہوں اور ان کی طرف سے آپ ﷺ کی خدمت میں کوئی درخواست کرنی ہے، میں نے درخواست پیش کی مگر درخواست کا مضمون یاد نہیں، حضور اقدس ﷺ درخواست سن کر کھڑے ہو گئے اور نماز کی نیت باندھ لی اور کچھ جواب نہ دیا، میں آپ ﷺ کی پشت مبارک کی طرف ذرا دور کھڑا ہوں، اس لئے قرأت پوری طرح سن نہیں پا رہا، اتنے میں عرضی والی جماعت کا ایک فرستادہ مجھے بلانے آیا تو میں اس کے ساتھ چل کر ایک مکان میں پہنچا، جہاں مسلمانوں کے کچھ ذمہ دار علماء صلحاء ہیں، جنہوں نے درخواست کی بابت دریافت کیا، تو میں نے جواب دیا کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی ہے، مگر آپ ﷺ کے رعب و جمال کا اثر میرے قلب پر ایسا ہے کہ

اب تک دل نہیں ٹھہرا، میں کچھ بولنے پر قدرت نہیں رکھتا، صرف اتنا بتاتا ہوں کہ حضور اقدس ﷺ نے درخواست سن کر نماز شروع کر دی تھی اور اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اللھم صلی علی محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ (اشاعت خصوصی ''البلاغ'' کراچی صفحہ 532ھ تا 533)

رسول ﷺ کی معیت اور اکابرین کی نسبت

مولانا عبدالحئی صاحب، ناظم کتب دارالعلوم، کراچی کے والد صاحب نے مولوی محمد علی (طالب علم) سے یہ فرمایا کہ ایک آدمی نے مسجد میں بیٹھے یہ خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ مسجد کی محراب سے نکل رہے ہیں۔ محمد علی نے پوچھا: دیکھنے والے کون صاحب ہیں؟ فرمایا: نام بتانے سے منع کیا ہے۔ 26 محرم 1384ھ (اشاعت خصوصی ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی صفحہ 534)

(یہ خواب حافظ عبدالولی صاحب مجاز صحبت حضرت حکیم الامتؒ نے دیکھا تھا)

آنحضرت ﷺ کا عطیہ محمد شفیع کے لئے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، مفتی اعظم پاکستان قدس سرہ کے سب سے بڑے صاحبزادے محمد زکی صاحب نے لاہور سے مفتی صاحب کو خط لکھا کہ میں نے خواب میں ایک بہت بڑی مسجد دیکھی، جس میں آپ اور حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرمائیں، نماز کا وقت آ گیا تو نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ ایک مختصر سی چادر شال نما شمشی یا کتھی رنگ کی اپنے سر پر ڈالے ہوئے ہیں، جس میں ایک طرف کیڑے کے ڈنگ کے اثرات ہیں اور چھوٹے چھوٹے کئی سوراخ ہیں اور دوسری طرف ایک بڑا سا پیوند کسی اور کپڑے کا لگا ہوا ہے، لیکن یہ یاد نہیں کہ مجھے کسی نے کہا یا خود حضرت سرور دو جہاں ﷺ کی زیارت ہوئی اور یہ کہا گیا کہ یہ شال محمد شفیع کے لئے آنحضرت ﷺ کا عطیہ ہے۔ (1380ھ)

(اشاعت خصوصی ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، بیاد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ، مفتی

اعظم پاکستان، صفحہ 531 تا 532)

اچھا بھائی خدا کے سپرد

حضرت مفتی صاحب: عرصہ دراز سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے مگر دس شوال ۱۳۹۶ھ کو دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہوا۔ اس دن حضرت فجر کی نماز کے بعد اپنے معمولات میں مصروف تھے، فجر کی نماز کے بعد ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوئے، ناشتے کے بعد کا معمول کچھ اس طرح تھا کہ کچھ حضرات آجاتے تھے، حضرت ان کو کچھ وعظ ونصیحت فرماتے اور ان کے سوالات کے جوابات بھی عنایت فرماتے۔ اس کے بعد کچھ افریقہ کے مہمان آئے ہوئے تھے جو وہیں ٹھہرے ہوئے تھے، ان کو بلایا اور تقریباً دن کے بارہ بجے تک ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ اس کے بعد تقریباً سوا بجے ایک فتوے پر دستخط فرمائے۔ کس کو پتہ تھا کہ حضرت اپنی زندگی کے آخری فتوے پر دستخط فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد وضو کے لئے بیت الخلاء تشریف لے گئے، مگر جب وہاں سے فارغ ہوئے تو باہر آنے کے بعد بے انتہا نقاہت محسوس کی اور چارپائی پر نڈھال ہو کر لیٹ گئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو ضروری ادویات دی گئیں، اس کے باوجود جب ان کی طبیعت نہ سنبھل سکی، تب ان کے معالج ڈاکٹر سید اسلم صاحب سے رابطہ کر کے حضرت کو انجکشن لگوایا گیا، جس وقت انجکشن لگایا جارہا تھا، اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا:

اچھا بھائی خدا کے سُپرد۔

قبلہ رو ہو کر سکون سے دربارِ الٰہی میں حاضری

درد اور نقاہت کی وجہ سے اب ظہر کی نماز بھی ادا نہیں فرما سکتے تھے، مگر حضرت نے فرمایا' مجھے ظہر کی نماز پڑھوا دو۔ پھر حضرت نے خود پاک مٹی سے تیمّم فرمایا اور قبلہ کی طرح رُخ فرما کر اشارے سے بمشکل نماز ادا فرمائی، پھر کچھ وقفے کے بعد چونکہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، قبلہ رُخ لیٹ کر نماز عصر بھی ادا فرمائی، یہ عصر کی نماز حضرت کی آخری نماز تھی، چونکہ پیتھوڈن کا انجکشن تھا، اس لئے حضرت کو غنودگی ہونے لگی، مغرب سے کچھ پہلے ڈاکٹر

سید اسلم صاحب بھی آ چکے تھے، ان کے مشورے سے حضرت مفتی صاحبؒ کو ہسپتال منتقل کر دیا گیا، مگر ڈاکٹر اسلم صاحب وغیرہ نے خطرے کو بھانپ لیا تھا۔ آخرت لمحات میں قبلہ کی طرف کروٹ کر لی اسی دوران ڈاکٹر اسلم صاحب نے پوچھا کیا حال ہیں تو فرمایا اب کچھ پتہ نہیں، چہرے پر سکون اور اطمینان تھا، کچھ ہی دیر بعد رات کے کوئی بارہ بج کر انیس منٹ (۱۲:۱۹) پر یہ فقیہہ اعظم، امت کا مربی اور علم کا ماہتاب زمین و آسمان کو روتا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین۔ (بچوں کے ساتھ ہو جاؤ ص ۷۰)

شیخ العرب والعجم

حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ

ولادت باسعادت

یہ کوئی 1315 ہجری اور 1318 ہجری کے درمیان کا عرصہ تھا کہ ''جدبا'' کے آزاد قبائلی علاقہ کے ایک معزز گھرانے کے عالم دین جناب مولانا شاہ سید صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو حق تعالیٰ نے ایک فرزند ارجمند سے نوازا۔ کسی کو اس وقت خیال وگمان بھی نہیں گزرا ہوگا کہ آگے چل کر اس ہونہار مولود کو شیخ العالم کے منصب پر فائز ہونا ہے اس نومولود کا نام نامی ''عبدالغفور عباسی'' رکھا گیا۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں: ''آپ دارالعلوم (دیوبند) کے فیض یافتہ اور آخری دور طالب علمی میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مستفید ہیں۔ نقشبندیہ سلسلہ کے ممتاز مشائخ میں سے ہیں، اصل سے صوبہ سرحد کے باشندے ہیں، لیکن عرصہ دراز سے مدینہ طیبہ میں مہاجر کی حیثیت سے مقیم ہیں اور حجازی قومیت اختیار فرمالی ہے۔ آپ پر غلبہ باطنی ارشاد و ہدایت کا ہے۔

ہجرت مدینہ اور اس کی بشارت

مدینہ منورہ کی محبت وعشق تو قدرت نے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے رگ وریشہ میں بچپن سے ہی ودیعت کردی تھی، دہلی میں قیام کے دوران حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تین بار سفر حج فرمایا اور ہر دفعہ حج کے بعد کوشش رہی کہ کسی طرح مدینہ منورہ میں مستقل رہائش ہوجائے لیکن حضرت قریشی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات میں قدرت کو یہ منظور نہ ہوا کیونکہ

(حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ کے مذکورہ تمام واقعات اور عاشقانہ حالات ''سلسلہ نقشبندیہ کی روشن کرنیں'' سے لیئے گئے ہیں صفحہ نمبر ۵۱۳ تا ۴۸۱)

محبت شیخ ان کو دور رہنے نہ دیتی تھی چنانچہ ہر دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی واپس آنا پڑا۔

مدینہ لے جانے آیا ہوں

حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب 1355 ہجری میں حج کا قصد فرمایا تو اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبدالقیوم صاحب سے حضرت صاحب رخصت ہونے گئے وہ اپنے باغ میں آرام فرما رہے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان کو جگایا تو مولانا عبدالقیوم صاحب نے آپ کو بشارت دی کہ میں ایک عجیب خواب دیکھ رہا تھا میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ جد باتشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ عبدالغفور کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے جانے کے لئے آیا ہوں اس پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الحمد للہ میں نے بھی مدینہ منورہ کا عزم کرلیا ہے اور تم سے رخصتی ملاقات کیلئے آیا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خواب میں زیارت اور حج وعمرہ کی قبولیت

اللہ کا نام لے کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ معہ محترمہ والدہ صاحبہ اور اہلیہ صاحبہ حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ حج سے فارغ ہوکر جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا قصد کیا تو خواتین کے لئے تو ایک اونٹ کرایہ پر کرلیا اور خود اپنے لئے جذبہ محبت وادب سے سرشاری کے سبب پاپیادہ ہی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پسند فرمایا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار پیدل حج کئے۔ ایک دن خیال آیا کہ نہ معلوم یہ سب حج وسعی مقبول بھی ہوئے یا نہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ وہ بھنی ہوئی مچھلیاں دونوں ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں اور وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ھذہ عمرۃ وھذا حج کہ یہ تمہارا عمرہ ہے اور یہ تمہارا حج ہے تو شرح صدر ہوگیا کہ حج وعمرہ مقبول ہیں۔

مدینہ کی محبت سے سرشار قلب

مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے رباط ٹونک باب المجیدی میں اپنی رہائش کا انتظام فرمالیا۔ یہاں یہ ایک بات اور سمجھ لی جائے کہ آپ نے اپنی طرف سے تو مدینہ منورہ کی ہجرت کی نیت فرمالی تھی لیکن ابھی تک محترمہ والدہ صاحبہ یا اہلیہ صاحبہ سے اس کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا تھا۔ وجہ ظاہر ہے کہ محبت و عشق سے سرشار قلب جو آپ کے سینۂ اطہر میں دھڑک رہا تھا وہ دل متعلقین کے سینہ میں نہیں تھا اگر آپ ذکر فرمادیتے تو شاید سارے حج کا سفر بحث و مباحثہ اور رونے دھونے ہی میں گزر جاتا۔ آپ چاہتے تھے کہ رفتہ رفتہ گھر کے لوگوں کو محبت کے ساتھ اس بات پر رضامند کیا جائے۔

مدینہ منورہ میں نقشبندی سلسلے کے انوارات

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت قریشی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ کے باغ کو سیراب کرنے کیلئے ایک واٹر پمپ لگایا ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ اس کی تعبیر حضرت کا مدینہ منورہ میں مستقل قیام اور باشندگان ارض مقدسہ کے قلب کو انوار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ سے سیراب کرنا ہے۔ مشین سے مراد حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نور پاشی کرنے والا قلب تھا جس کو حضرت قریشی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی توجہات مبارکہ سے خوب جاری کردیا تھا۔

روضہ مبارک کے انوارات و برکات، نور کی موجیں

مدینہ منورہ کے دوران قیام میں ایک شب خواب میں آپ نے دیکھا کہ مواجہہ شریفہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کررہا ہوں اور اس کے جواب میں نور کی موجیں روضۂ اطہر (ﷺ) سے اٹھ کر جالی مبارک سے نکل کر میرے دل کے اندر داخل ہورہی ہیں اور میں خوش ہورہا ہوں کہ جو انوار نبوت ابھی تک مجھے بواسطہ بزرگان سلسلہ حاصل تھے، آج الحمدللہ وہی انوار نبوت مجھے بلا کسی واسطہ کے حضور ﷺ کے قلب اطہر

(ﷺ) سے براہ راست مل رہے ہیں، انوار کی شدت سے میری آنکھ کھل گئی اور میں سمجھ گیا کہ یہ بھی میرے مدینہ منورہ کے قیام کی طرف اشارہ ہے۔

روضہ مبارک کی کنجی

ایک مرتبہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے مزار مبارک کی مجھے کنجی عطا فرمائی گئی ہے چنانچہ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تو دیکھا کہ حضور ﷺ کے جسم اطہر (ﷺ) کے نیچے گلاب کے پھولوں کا بستر بچھا ہوا ہے، اسی طرح گلاب کے پھولوں سے حضور ﷺ کا پورا کا پورا جسم مبارک بھی ڈھکا ہوا ہے اور مجھے دیکھ کر حضور ﷺ مسکرا رہے ہیں اور میں بھی انوار سے سرشار ہوں، مجھے بڑی خوشی تھی کہ روضۂ اطہر (ﷺ) کی کنجی مجھ کو عطا فرمادی گئی ہے، اب جس کو بھی چاہوں گا میں روضۂ اطہر (ﷺ) کی زیارت کرادیا کروں گا۔ فیض کی شدت سے میری قوت گویائی جیسے کہ سلب ہو چکی تھی اور میں سمجھتا تھا کہ میرے بولنے کے سبب یہ سب فیض بند ہو جائے گا۔

محبت رسول ﷺ کا تقاضہ تو یہی ہے

گونا گوں بشارتوں سے سرشار ہو کر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اب مدینہ منورہ میں رہائش کا پختہ عزم فرمایا تھا، ایک سال مدینہ منورہ میں گزارنے کے بعد طے ہوا کہ پھر حج کو چلیں، چنانچہ پانچواں حج بھی ادا کرلیا، حج سے فارغ ہونے کے بعد متعلقین تو گھر واپس جانے کا پروگرام بنائے بیٹھے تھے چنانچہ حضرت مدنی قدس سرہ کی محترمہ اہلیہ صاحبہ نے فرمایا کہ اب گھر واپس چلنا چاہئے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ حج تو کم از کم دو کریں اور زیارت ایک کریں، محبت رسول ﷺ کا تقاضا تو یہی ہے کہ زیارتیں بھی دو ہونی چاہئیں، چنانچہ متعلقین اونٹ پر اور آپ پاپیادہ زیارت مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی کثرت سے زیارات

آپ جب مدینہ منورہ میں پہنچے تو حق جل شانہ کے شکرانہ کے طور پر تقریباً ایک سال تک حرمین شریفین میں اکثر اوقات آپ مع جماعت کے مراقبہ اور ذکر وفکر میں گزارتے تھے اور لوگوں پر عجیب وغریب حالات وکیفیات طاری ہوتی تھیں۔ آپ کی صحت بھی اس زمانہ میں اچھی تھی اور بڑا ہی ذوق وشوق تھا۔ آپ کو خود اور اکثر دوستوں کو حضور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی ایک مرتبہ آپ ﷺ کا بڑا ہی فیضان تھا بڑی شفقت سے آپ ﷺ نے آپ سے فرمایا ادن منی ادن منی میرے قریب آجاؤ میرے قریب آجاؤ فالحمد للہ علی ذلک۔ رمضان شریف میں ساری راتیں نوافل اور تلاوت کلام پاک میں ہی گزرتی تھیں۔

روضۂ اطہر ﷺ سے مبارک خوشبو اور ایمان کی حلاوت

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ جب حج کر کے میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر جالی مبارک کے سامنے کھڑا ہوا تو جالی مبارک سے اتنی خوشبو آرہی تھی کہ میرے منہ سے بے اختیار نکلتا کہ یہ کافر لوگ کیوں یہاں نہیں آتے کہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کر کے ایمان لے آئیں، خوشبو ایسی تھی کہ مجھے رات تک محسوس ہوتی تھی۔

اسی دوران ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ مواجہہ شریف کے سامنے کھڑا ہوں حضور اقدس ﷺ کی قبر شریف سے فیض وانوارات اٹھتے ہیں اور امواج کی طرح جالی مبارک سے نکل کر میرے قلب کی طرف آتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ الحمد للہ جو فیض بالواسطہ ملتا تھا اب بلاواسطہ مل رہا ہے، اور مجھے حیرانی ہے کہ میں اس فیض کو کیسے برداشت کرسکوں گا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو عجیب خوشی اور انشراح کی کیفیت تھی۔

رحمت کا وہ عظیم الشان دریا اب بھی مدینہ طیبہ میں بہتا ہے، میرا مشاہدہ ہے اور مجھے اس خواب کی حلاوت بھی کافی عرصہ تک محسوس ہوتی تھی۔

دین و دنیا دونوں یہاں ملتے ہیں مگر محبت اور عقیدت شرط ہے

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ عبدالغفور مدنی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا: ایک شاذلی بزرگ نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے کسی ایک پتھر کو عقیدت اور محبت سے دیکھنا قطب اور غوث کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ حضور ﷺ کے قدمین شریفین نے ان گلیوں کو مس کیا ہے پھر حضور ﷺ کی نظرِ کیمیا اثر سے تو مدینہ طیبہ کے آس پاس کوئی جگہ خالی نہیں رہی، عقیدت اور ادب واحترام کی ضرورت ہے، پھر یہاں کوئی شخص خالی نہ جائے گا،

ایمان کا تحفہ لے جاؤ

مدینہ منورہ میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبدالغفور العباسی المدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مہمان آیا، پوچھنے لگا حضرت! میں یہاں سے کیا تحفہ لے جاؤں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مدینہ منورہ میں جو کچھ آتا ہے وہ باہر سے آتا ہے اور باہر چلا جاتا ہے، مدینہ منورہ کا تحفہ تو کھجور ہے اور مکۃ المکرمہ کا تحفہ زمزم شریف ہے، مگر حضور ﷺ نے یہاں مدینہ میں بیٹھ کر نہ کسی کو کھجور تحفے میں دی نہ زمزم شریف، آپ ﷺ نے یہاں سے ایمان بانٹا ہے، مدینہ سے ایمان کا تحفہ لے جاؤ اس میں دونوں جہاں کی عزت وسرفرازی ہے۔

سخاوت اور مہمان نوازی

آپ عالم عامل زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ کے سخی اور مہمان نواز تھے، مدینہ منورہ میں جو شخص بھی آپ سے ملاقات کیلئے جاتا بغیر خاطر و مدارات کے واپس نہ بھیجتے، اپنے خادم خاص کو حضور ﷺ کا قول مبارک یاد دلاتے ''انفق یا بلال و لا تخش من اللّٰہ اقلالا۔ آپ فرمایا کرتے دیتے جاؤ اور لیتے جاؤ، مہمان نوازی کے ساتھ ساتھ پند و نصائح کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

سب سے بڑی کرامت اتباع سنت

شیخ العرب والعجم، حضرت مولانا عبدالغفور المدنی رحمۃ اللہ علیہ کیسے تھے کون تھے؟ ولی

راولی می شناسد ے کے اصول کے پیش نظر محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک طویل تعزیتی بیان میں فرمایا کہ مدینہ طیبہ ہمیں دورانِ قیام ہر سال حج کی توفیق ہمیشہ نصیب ہوتی رہی اور عمرہ بھی ادا کرتے رہے، آپ کو عمرہ کرنے کا بہت شوق تھا، ہر سال ماہ رمضان میں عمرہ کیلئے جاتے رہتے اور مسجد نبوری ﷺ میں اعتکاف بھی کرتے رہتے، یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ وفات تک نہ تو حج ترک ہوا اور نہ رمضان المبارک کا عمرہ اور نہ مسجد نبوی ﷺ کا اعتکاف چھوڑا، آخری سال بے حد کمزور تھے لیکن پھر بھی اعتکاف کی سعادت نصیب ہوئی، اعتکاف میں تمام رات تراویح، قیام اللیل اور ختمات قرآن میں ان کی فوق العادت استقامت قابل رشک تھی۔

طبعاً انتہائی متواضع باوفا اور مہمان نواز تھے، صدق وصفا اور اخلاص کے پیکر تھے، اور تقویٰ اور طہارت استقامت اور بکثرت عبادت میں یکتا تھے، بیعت وارشاد کے اونچے مقام نے ان طبعی مکارم اخلاق کیلئے سونے پہ سہاگہ کا کام کیا، سلسلہ بیعت وارشاد پاکستان و ہندوستان کے علاوہ مصر، شام اور ترکی تک پہنچ گیا تھا، سب سے بڑی کرامت اتباع سنت اور استقامت تھی جو فوق الکرامت تھی۔

مدینہ منورہ کی ہجرت اور وہاں عشق ومحبت کے عجیب واقعات

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب دہلی سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عمر شریف تقریباً چالیس سال تھی۔ صحت ماشاءاللہ بہت اچھی تھی۔ احادیث نبویہ کے گہرے مطالعہ سے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا قلب مبارک حضور ﷺ کے عشق ومحبت سے لبریز تھا اور حقیقت میں وہی اس ہجرت کا باعث بھی بنا تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز فضل علی قریشی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہات مبارکہ نے تو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے رگ وریشہ میں ذکر اللہ پیوست کر دیا تھا۔ اس لئے جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کے معمولات بہت ہی حیران کن تھے۔ اور انہوں نے اس سلسلہ میں ایسی ایسی سعادتیں حاصل کیں کہ جو بعض بڑے اولیاء کو بھی نصیب نہ ہو سکیں۔

حرم نبوی ﷺ میں برسہا برس شب بیداری

شروع میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا قیام حرم نبوی کے پاس ایک مکان میں تھا۔ وہاں یہ معمول رہا کہ اکثر و بیشتر عشاء کی نماز کے بعد سے فجر کی نماز تک مسلسل شب بیداری فرماتے تھے۔ ان کی معیت میں رفقاء کی ایک بڑی تعداد بھی موجود رہتی تھی۔ پوری رات تلاوت کلام اللہ، نوافل، ختمات، حلقہ ذکر اور مراقبہ میں گذرتی تھی۔ لوگوں پر عجیب وغریب کیفیات وارد ہوتی تھیں۔

انتہائی مجاہدے اور ادب کے ساتھ حج کے اسفار

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہجرت مدینہ منورہ سے قبل تین حج ادا کئے اور ہجرت کے بعد اس ارض مقدسہ کے اپنے چونتیس سالہ مدت کے قیام میں سوائے 1387ھ ہجری کے (جب کہ وہ بالکل ہی صاحب فراش تھے) کبھی حج فوت نہیں فرمایا شروع شروع میں ذوق و شوق ومحبت میں کئی بار پیدل حج فرمائے۔ اور اپنے مولا کے دربار میں سواری پر جانا سوء ادب سمجھا کرتے تھے۔ سخت سے سخت سردی وسخت گرمی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عزم بالجزم کو متزلزل نہیں کرسکتی تھی۔ بڑی بڑی وبائی بیماریاں پھیلتی جاتی تھیں، اس زمانہ میں ہیضہ کی بیماری ہر دوسرے سال حج کے زمانہ میں وبائی شکل اختیار کر جاتی تھی۔ منیٰ اور عرفات میں اپنی آنکھوں سے لاشوں پر لاشیں دیکھتے لیکن بحمد اللہ تقدیر پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو غیر متحرک ایمان حاصل تھا اور پختہ یقین تھا کہ موت محض اور محض اپنے وقت ہی پر آسکتی ہے۔

34 سال مسجد نبوی ﷺ کا اعتکاف

اسی طرح شیخ مدنی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک دوسرا معمول ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مسجد نبوی میں اعتکاف کا تھا۔ اپنی طبیعت جیسی بھی ہو اور موسم کیسا ہی ہو لیکن کسی حالت میں ہجرت کے 34 سالہ قیام میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مسجد نبوی ﷺ کا اعتکاف کبھی فوت نہیں ہوا۔

مدینہ منورہ کی زیارات اور ذوق وشوق

اپنے ابتدائی زمانہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو پیدل کوہ احد پر مزار حمزہ رضی اللہ عنہ پر حاضری دیتے تھے اور ہر ہفتہ کو مسجد قبا، عمرہ کا ثواب حاصل کرنے کے اور ہر دوشنبہ کو مسجد قبلتین جا کر نفل نماز ادا فرماتے تھے اور ہر جمعہ کو جنت البقیع تشریف لے جاتے اور ایصال ثواب فرماتے۔ بعد میں پیرانہ سالی کے باعث حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا صرف ہر جمعہ کو جنت البقیع جانے کا معمول رہ گیا تھا لیکن جب واقفین یا منتسبین میں سے کوئی حاجی اپنے شرف کے لئے، آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا تو اس کا دل خوش کرنے کے لئے وہ ان کے ساتھ زیارات پر بھی تشریف لے جاتے تھے۔

مبشرات، حجرِ اسود سے شہد کا نکلنا

شیخ العرب والعجم، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی رحمتہ اللہ علیہ نے جب اپنی محترمہ والدہ صاحبہ اور اہلیہ محترمہ کے ساتھ جدبا سے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت فرمائی تو آپ خود فرماتے تھے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کے لئے ایک اونٹ کرایہ پر لیا جس پر والدہ صاحبہ اور اہلیہ سوار تھیں اور میں پیدل چلتا تھا کیونکہ رقم محدود تھی، مزید کرایہ کی گنجائش نہ تھی۔ پریشانی یہ لاحق تھی کہ مدینہ منورہ پہنچ کر کیا ہوگا۔ کیونکہ رقم قلیل ہے اور اہل وعیال ساتھ ہیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخر کار ایک منزل پر پہنچ کر میں سو گیا خواب دیکھا کہ میں بیت اللہ شریف میں ہوں اور حجر اسود کو بوسہ دیتا ہوں تو حجر اسود سے شہد نکلتا ہے اور میں اس کو چاٹتا ہوں۔ بیداری کے بعد میں نے یہ تعبیر لی کہ حجر اسود یمین اللہ ہے (یعنی اللہ کا ہاتھ) اور اس سے شہد کا نکلنا اور میرا چاٹنا اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اللہ کی طرف سے رزق لا یحتسب ملے گا۔ اس کے بعد تشویش کچھ رفع ہوگئی مگر پوری طرح نہیں۔

دوسرا خواب، 17 اولیاء کی معیت

سفر جاری تھا کہ ایک منزل پر پہنچ کر حسب معمول پھر سو گیا، خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ میں ایک فہرست لکھی ہوئی لئے ہوئے ہے کہ جب یہ سترہ اولیاء مدینہ میں رہ سکتے ہیں تو تم کیوں نہیں رہ سکتے، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اس خواب کو دیکھ کر جو تشویش تھی سب رفع ہوگئی اور پھر الحمدللہ کبھی رزق کی طرف سے تشویش نہیں ہوئی۔

ایک ولی اللہ متوکل کی عجیب وصیت

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ایک بزرگ سے میری ملاقات ہوئی۔ جنہوں نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ مولانا جب میں مکہ مکرمہ آیا تو وہاں قیام کیا۔ خیال تھا کہ مدینہ منورہ جاؤں گا مگر اتنی رقم نہیں تھی کہ میں مدینہ منورہ پہنچ جاؤں۔ میں نے وہ بچی ہوئی رقم بھی سائلین میں تقسیم کردی۔ اب میرے پاس کچھ نہ تھا اور مدینہ جانا تھا۔ آخر کار ایک شخص حرم میں آیا اور مجھے اتنی رقم دے گیا کہ میں مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ مدینہ منورہ میں قیام کیا مگر خیال ہوا کہ بیت المقدس بھی جاؤں مگر رقم اتنی نہیں تھی۔ میں نے بقیہ رقم مدینہ کے سائلین میں تقسیم کردی اور اب غیب سے ایک شخص آیا اور مجھے اتنی رقم دے گیا کہ میں بیت المقدس پہنچ جاؤں۔

دیتے جاؤ اور لیتے جاؤ

یہ واقعہ سنا کر مجھے یہ وصیت فرمائی۔ مولانا دیتے جاؤ اور لیتے جاؤ۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس بزرگ کی اس وصیت پر عمل کیا اور اللہ کا شکر ہے کہ مجھے کبھی تکلیف نہ ہوئی حاضرین سے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے، تم بھی ایسا ہی کیا کرو۔ ''دیتے جاؤ اور لیتے جاؤ۔''

ایک اور مشکل اور اس کا حل

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جس زمانہ میں میں مدینہ طیبہ پہنچا۔ وہ ملک عبدالعزیز بن سعود کا دور تھا اور وہابیت کا اس وقت بہت زور تھا۔ پیری مریدی، تصوف وسلوک کے یہ

لوگ بہت مخالف تھے۔ میں پریشان تھا کہ یہاں رہ کر اگر سلسلہ کی خدمت نہ کی تو کوئی بات نہ ہوئی۔ لیکن اگر سلسلہ کی خدمت بھی کرتا رہوں تو نشانہ بنتا ہوں، کہیں فتن کا دروازہ نہ کھل جائے۔ اس پریشانی میں تھا کہ مولانا سید محمود صاحب (حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی) نے مجھ سے کہا کہ میں تو مسکین آدمی ہوں۔ انہوں نے کہا مکان آپ لے لیں، آپ نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں جب آپ کے پاس رقم ہو جائے ادا کر دینا میں نے اس چیز کو اللہ کی طرف سے جان کر مکان خرید لیا۔

رسول ﷺ کی طرف سے بشارت اور انوارِ محمدیہ کا نزول

قبضہ لیتے ہی مکان کی خوب صفائی دھلائی کی گئی اگربتیوں سے خوشبو دی گئی اور برکت کے خیال سے ایک رات قبل آپ مع جماعت کے اس میں ختمِ قرآن اور درود شریف اور مختلف اذکار پڑھتے رہے۔ اور ابھی میں اس مکان میں منتقل نہیں ہوا تھا کہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ آپ ﷺ میرے مکان کے دروازے پر تشریف فرما ہیں اور دست مبارک کی انگلی کے اشارہ سے دروازہ اور دیوار پر کچھ لکھ رہے ہیں اور حروف نورانی بن جاتے ہیں، جن میں نہایت چمک ہے۔ میں نے وہ عبارت پڑھی تو یہ تھی **هذا منزل اصحاب النقشبندية مهبط الانوار** ۔: ترجمہ: یہ اصحاب نقشبندیہ کی منزل اور انوار محمدیہ کے اترنے کی جگہ ہے۔

یہ دیکھ کر میں بیدار ہو گیا اور اس کے بعد میرا یقین ہو گیا کہ جب کہ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے میرے گھر پر بورڈ لگایا ہے تو اب کوئی کچھ نقصان نہیں کر سکے گا۔ اس خواب کے بعد میں نے بے خطر سلسلہ کی ترویج شروع کر دی۔ حکومت کی طرف سے شکایات بھی رہیں، تحقیقات کے لئے حکام بھی آتے رہے میں ان کو اپنے کام کی نوعیت بتلاتا اور کہتا ہمارا کام صرف شریعت مطہرہ اور سنن مقدسہ کی ترویج ہے اور یہ لوگ مطمئن ہو کر چلے جاتے۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حکومت کی طرف سے مجھے دعوت دی گئی کہ

آپ بھی دوسرے علماء کی طرح حرم نبوی ﷺ میں درس دیا کریں۔ میں نے اس دعوت کے پہلوؤں پر غور کیا تو خیال کیا یہ آزمائش ہے۔ اگر حرم میں درس دیتا ہوں اور حکومت کے مسلک کے خلاف کہتا ہوں تو فتنہ ہوگا اور اگر حکومت کی موافقت کرتا ہوں تو اپنا مسلک حق ہوتے ہوئے چھوڑنا ہوگا اس لئے میں نے اس دعوت پر معذرت پیش کی کہ مجھ سے جو کچھ ہوسکتا ہے اپنے گھر بیٹھ کر دین کی خدمت کر رہا ہوں۔

مرض الموت میں حضرت مولانا زکریا کی تشریف آوری

آپ کے وصال سے چند دن قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو خود اس وقت چار خدام ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت دیتے تھے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام اس وقت مکان کی دوسری منزل پر تھا، لیکن پھر بھی حضرت شیخ الحدیث نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بوجہ غایت درجہ محبت وعقیدت یہ زحمت گوارا فرمائی۔ حضرت مدنیؒ کو اچھی طرح واضح ہو چکا تھا کہ وہ اس دار فانی میں صرف چند دن کے مہمان ہیں۔ ان کے مزاج مبارک میں ہمیشہ تواضع وشفقت کا غلبہ رہتا تھا۔ اس زمانہ میں تو خصوصیت کے ساتھ اس کا اضافہ ہوگیا تھا چنانچہ سب حضرات کی خاطر مدارات کی گئی۔ دونوں بزرگوں میں انتہائی خلوص کے ساتھ محبت کی باتیں ہوتی رہیں۔

یا اللہ رحم فرما

ان کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو پھر تکلیف زیادہ ہونے لگی۔ بعض وقت شدت تکلیف سے حضرت اپنے شکم مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور کہتے ''یا اللہ رحم کر'' بیماری میں بھی شروع میں غسل خانہ میں وضو فرماتے اور پلنگ سے اتر کر بیٹھ کر جماعت سے نماز ادا فرماتے تھے۔ لیکن جب شدت مرض حد سے متجاوز ہوئی تب پلنگ پر ہی بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے۔ بیماری کے زمانہ میں حضرت صاحب پانچوں وقت کی نمازیں پابندی سے نمازوں کے وقت ہی وضو کر کے باجماعت ادا فرماتے تھے۔ بعد میں

بیماری اور کمزوری کی شدت کی وجہ سے تیمّم فرمانے لگے۔

استغراق کا عالم

تکلیف کی شدت کے باعث حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ رہ رہ کر فرماتے تھے "یا اللہ رحم کر"۔ بے ہوشی کا یہ عالم حضرت پر جمعہ کی نماز کے وقت سے لے کر جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی شب کو آخری وقت تک رہا۔ ہفتہ کے دن ایک اور ڈاکٹر صاحب بلائے گئے۔ انہوں نے ڈرپ چڑھائی اور انجکشن لگایا۔ سوئی کی تکلیف کی شدت سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی غفلت کی حالت میں آنکھ کھول کر دیکھا کہ اس تکلیف کا کیا باعث ہے۔ لیکن پھر آنکھیں بند کرلیں۔ ڈرپ لگنے سے قدرے سکون محسوس ہوا۔

یا سید آجاؤ یا سید آجاؤ

لیکن فوراً ہی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "یا سید آجاؤ یا سید آجاؤ" اور اشارہ بھی کیا ہاتھ سے۔ حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ارواح مقدسہ زیارت واستقبال کے لئے آرہی ہوں گی (یہ اسکی طرف اشارہ ہے)

اچانک رات کو سوا گیارہ بجے ایک قے ہوئی اور پورے بدن میں ہڑکل شروع ہوگئی۔ قے میں کچھ کالے رنگ کا مادہ بھی خارج ہوا (جس کو سمجھا گیا کہ کینسر کے پھٹنے کی وجہ سے خارج ہوا ہے)۔ فوراً ہی ڈاکٹر کو بلایا۔ جب تک وہ آئے، آپ کو سکون ہوگیا تھا۔ فی الواقع آپ کی روح اطہر اس قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ چکی تھی۔

قلب تو قیامت تک چلتا رہے گا

ڈاکٹر نے قلب کا معائنہ کر کے کہا کہ ابھی قلب تو چل رہا ہے اور مزید انجکشن لگانا چاہا تو حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کنپٹی کے پاس دیکھ کر اشارہ کیا کہ آپ کی روح پرفتوح اس قفص عنصری سے پرواز کر چکی ہے اور ڈاکٹر سے مخاطب ہوئے کہ "یہ قلب

تو تا قیامت چلتا رہے گا کیونکہ اس قلب نے تو ہزار قلوب کو زندہ کیا ہے۔ یہ قلب مرنے والا نہیں ہے۔ آپ اپنی ڈرپ وغیرہ نکال لیں۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون اور حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع فرمادی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیں اور ان کی قبر مبارک کو اپنے نور سے بھر دیں اور اپنے حبیب پاک ﷺ کا زیادہ سے زیادہ قرب عطا فرمائیں۔ آمین، یہ سانحہ رات کو سوا گیارہ بجے کے قریب پیش آیا۔ اس دن شمسی تاریخ 17 مئی 1969 عیسوی تھی اور قمری یکم ربیع الاول 1389 ہجری تھی۔

غسل کے وقت عجیب وغریب انوارات محسوس ہوئے۔ تکفین ہوئی۔ مہینوں کی بیماری اور انتہائی نقاہت کے باوجود غسل کے بعد آپ کے چہرہ انور پر صحت کے پورے پورے آثار نمودار تھے اور الحمدللہ انوار وتجلیات کا مشاہدہ ہو رہا تھا۔ رخسار مبارک پر خفیف سی سرخی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سو رہے ہیں اور ابھی اٹھنے والے ہیں۔

جنت البقیع میں تدفین

فجر کی نماز کے بعد حرم شریف کے بڑے امام الشیخ عبدالعزیز بن الصالح نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کے قریب دس قدم پہلے اور دس قدم دائیں جانب قبر شریف میں جسد اطہر کو ہزار ہا لوگوں کی موجودگی میں سپرد خدا کر دیا گیا اور ایک نہایت اولوالعزم اور مبارک شخصیت اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بے شمار لوگ کندھا دینے کے بعد آخر وقت تک موجود رہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ تو باوجود اپنی نقاہت کے بعد میں بھی بہت دیر تک کھڑے (کچھ پڑھتے) رہے۔

مورخ اسلام

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

محسن انسانیت کی ناموس کی حفاظت

ہندوستان کی تاریخ جن شخصیات پر فخر کرتی ہے ان میں ایک شہرت یافتہ نام مؤرخ اسلام مولانا سید سلیمان ندویؒ کا بھی ہے، ان کے علمی و تصنیفی کمالات کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے بڑے بڑے مشائخ نے قلم اٹھایا۔ مغربی اسلام و مسلمان دشمن مصنفین و مستشرقین نے اسلام و محسن کائنات ﷺ کے خلاف بہت زہر اُگلا، اِن اعدائے اسلام کے اس سخت ترین محاذ کو شکست دینے کیلئے جن مسلمانوں نے قلم اٹھایا ان میں سید سلیمان ندوی مرحوم کے کارناموں اور خدمات کو کبھی تاریخ فراموش نہیں کرے گی۔ اسی سلسلے میں علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی کے نام سے ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی، علامہ کی زندگی نے وفا نہیں کی کتاب ادھوری رہ گئی تھی جس کی تکمیل ان کے شاگرد سید ندوی مرحوم نے ہی کی۔

سید صاحب کے انداز تحریر سے ہی حُب رسالت ﷺ کا نقشہ ابھر آتا ہے، آپ کے دل میں حُب رسالت اتنی موجزن تھی کہ آپ ﷺ اور آپ کے پیغام کے خلاف سوءادب کا کوئی کلمہ سن کر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ سوء اتفاق سے اگر کوئی ایسا مرحلہ پیش آجاتا تو آپ کا قلم تلوار بن جاتا تھا۔

محبوب کے شہر میں آکر سکون آگیا

آخری بار مدینہ منورہ کے سفر پر روانہ ہوئے، آپ کے اس سفر کی روئیداد ''مدینہ منورہ کی عظمت و محبوبیت'' میں یوں درج ہے۔ ''تجلیات جمال کے مرکز ہجرت مدینہ منورہ میں حضور تاجدار مدینہ ﷺ کے مبارک قدموں میں پہنچ کر آپؒ کی باطنی حالت ہی بدل گئی، دل کا چراغ وہی، محبت کی تو وہی، فضا کی تبدیلی نے اس کے کرنوں کی تمازت جذب کر لی،

مدینہ منورہ پہنچتے ہی اتباع سنت کی نسبت سے ایک گونہ سکون پر طبیعت آگئی، پاسِ ادب غالب آیا موقع کی نزاکت بھی خود اس مبارک انقلاب کو چاہنے لگی۔

آپ نے حسب معمول سنت رسول ﷺ کے مطابق عمامہ شریف باندھا، سردی کی وجہ سے جو شیروانی پہننے کا معمول تھا وہ اختیار کیا، گویا مدینہ منورہ پہنچ کر ہی ایک سکون کا سانس لیا اور کھانا بھی رغبت سے کھایا، جب کہ مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے کھانا کھانے کو جی نہ چاہ رہا تھا، لیکن مدینہ منورہ پہنچتے ہی حالت میں تغیر آگیا، سکینت کا یہ جو اثر اب تک مرتب ہوا وہ تو مدینہ منورہ کے عمومی انوار و برکات کا اثر تھا، قلب سلیمانی میں جو عشق و محبت کی کیفیت مدت سے پیدا تھی، وہ اب بھی موجود تھی۔

بارگاہ رسالت میں ہدیہ

لیکن جب آپ بارگاہ رسالت روضہ اقدس ﷺ کے مبارک قدموں میں حاضری کا شرف ملا تو انہوں نے اپنے جذبات محبت کا ہدیہ ان الفاظ وکلمات مبارکہ کی صورت میں بکمالِ ادب خدمت اقدس ﷺ میں پیش فرمایا۔

آدم کیلئے فخر یہ عالی نسبی ہے   مکی، مدنی، ہاشمی و مطلبی ہے
پاکیزہ تراز عرش و سماو جنت فردوس   آرام گہ پاک رسول عربی ہے
آہستہ قدم، نیچی نگاہ پست صدا ہو   خوابیدہ یہاں روحِ رسول عربی ہے
اے زائرِ بیتِ نبوی! یاد رہے یہ   بے قاعدہ یاں جنبش، بے ادبی ہے
کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی   محبوب خدا ہے وہ، جو محبوب نبی ہے

بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج
جو آگ مرے سینہ میں مدت سے دبی ہے

محبوبؐ کے قدموں میں جگہ مل گئی

نعت اور استدعا نے شرف قبولیت پایا۔ رات آئی تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مطلع انوار اور شرف سعادت بن کر! سوئے ہوئے تھے کہ خواب میں حضرت رسول اللہ

ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وفور شوق سے اپنے آپ کو قدوم رسالت ﷺ پر ڈال دیا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے شیدائی کو شفقت سے اٹھالیا۔ پھر ایک طویل دعا پڑھ کر سینہ پر دم کی، یہ گویا نفخ سکینہ تھا۔ سالک کی تمکین کا سامان کیا گیا اور یوں عاشق صادق کو منہ مانگی مراد عطا کی گئی۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ کھلی تو کلمات دعا ذہن میں تازہ اور محفوظ تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اہلیہ کو بلا کر وہی دعا ان پر دم کی۔ اس کے بعد وہ دعا ذہن سے محو ہوگی۔ مقصود غالباً یہی تھا کہ جو برکت حضرت رسول اللہ ﷺ سے براہ راست حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی تھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے آپ کی رفیقہ حیات بھی اس سے بہرہ یاب ہو جائیں۔

یہ کمال دلنوازی کا برتاؤ تھا جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے فدائی کے ساتھ ظہور میں آیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت والا کو تمکین کامل اور عبدیت مطلقہ حاصل ہوگئی۔ (تذکرۃ سلیمان صفحہ ۲۱۱، ۲۱۲)

عشق نبوی درد معاصی کی دوا ہے ظلمت کدہ دہر میں وہ شمع ہدیٰ ہے

مدینہ منورہ میں قیام کے بعد واپس ہوئے تو دوران سفر حرمین شریفین اور روضہ اقدس ﷺ کی جدائی کے غم کی وجہ سے شدید بخار میں مبتلا رہے۔

حب رسالت اور سیرۃ النبی کی ترتیب

سید صاحب اس اعتبار سے واقعتاً نہایت خوش نصیب تھے کہ انہیں مولنا شبلی مرحوم کی شہرہ آفاق تصنیف ''سیرۃ النبی ﷺ'' کی تکمیل کا شرف حاصل ہوا۔ گویا جو سعادت علامہ شبلی کو آخر عمر میں حاصل ہوئی وہ سید صاحب کو بہت پہلے مل گئی۔ ''سیرۃ النبی ﷺ'' میں سوانح کی ترتیب کا کام تو بہت حد تک شبلی مرحوم کر گئے تھے لیکن حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے ہر پہلو کو قرآن کے مطابق کر دکھانا ایک دقت طلب کام تھا۔ سید صاحب نے سالہا سال تک روز و شب کی عرق ریزی کے بعد یہ فخر بھی حاصل کرلیا اور قرآن وحدیث کے مطابق تحقیق میں محو ہو کر اور اپنی مفسرانہ، محدثانہ، فقیہانہ، متکلمانہ اور فلسفیانہ غرض جملہ

اقسام کی اہلیتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر الفاظ کی مدد سے آنحضور ﷺ کے بارے میں یہ بات ثابت کر دی کہ کان خلقه القرآن ط

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن کے عین مطابق تھا سید صاحب کے دل میں پیغمبر اسلام، سید الانبیاء، رحمۃ اللعالمین، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس قدر موجزن تھی کہ وہ سلوک کی منزل طے کرنے سے پہلے بھی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیغام کے خلاف سوء ادب کا کوئی کلمہ سن کر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ سوء اتفاق سے اگر کوئی ایسا مرحلہ آ جاتا تو ان کا قلم تلوار بن جاتا تھا۔ ان کی زندگی میں یورپ کے مستشرقین نے اس محسن انسانیت ﷺ کے خلاف جو محاذ قائم کیا تھا اس محاذ کو شکست دینے کے سلسلے میں سید صاحب کی کوششوں کو تاریخ اسلام کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اس زمانے میں سید صاحب نے "رسول وحدت" کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا۔

خواب میں رسول اللہ ﷺ سے قلبی تعلق

حضرت مولانا محمد اویس ندوی نگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ ریل کے ڈبے جیسی ایک موٹر ہے۔ اگلی سیٹ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما ہیں مگر پائے مبارک پر چوٹ ہے اور پچھلی سیٹ پر حضرت نبی کریم ﷺ کا جسد مبارک ہے۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کے جسد مبارک سے قلب اطہر لے کر انہیں دیا، جسے انہوں نے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اس کو جسد اقدس میں رکھ دیا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے اپنے خواب سے مطلع کیا تو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کسی قدر عجیب تعبیر دی۔ ارقام فرماتے ہیں:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اگلی سیٹ پر ہیں وہ تورات سے عبارت ہے اور پائے مبارک کو صدمہ تورات کی تحریف کی طرف اشارہ ہے، حضور اقدس ﷺ کا جسد مبارک اسلام سے عبارت ہے، ان کا قلب اقدس قرآن پاک ہے جو میرے واسطے سے آپ تک پہنچا، خود سیرت نبوی (ﷺ) کی تالیف میں شرکت بھی میری ہی ذات کے واسطے سے ہے،

بہر حال اللہ تعالیٰ کی نوازش اور لطف و کرم خاص ہے جو اپنی غفاری وستاری سے ایسے رویائے بشارت سے سرفراز فرماتے ہیں'' (سلوک سلیمانی یا شاہراہ معروف حصہ دوم صفحہ ٦٨)

سیرت النبی دربار رسالت سے قبول ہوگئی

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ''سیرت النبی جلد پنجم'' میں رقم طراز ہیں کہ ''وہ ایک مقدس بزرگ جن کے ساتھ مجھے پوری عقیدت تھی اور جن کی زبان سے استحقاق کے باوجود کبھی مدعیانہ فقرہ نہیں نکلا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا ''یہ کتاب وہاں مقبول ہوگئی''۔ ''تذکرہ سلیمان'' کے مصنف غلام محمد صاحب نے خود حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تفصیل دریافت کی کہ کہاں مقبول ہوگئی؟ یہ کس بزرگ کا مشاہدہ اور بیان ہے؟ سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا کہ یہ میرے والد ماجد تھے عالم رؤیا میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ ''سیرت النبی ﷺ'' بارگاہ رسالت میں پیش کی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کو قبول فرمایا اور اس پر اظہار خوشنودی سے مزید سرفرازی ہوئی۔ حضرت مصنف کی محنت ٹھکانے لگی اور جیتے جی اس کی بشارت پالی۔ (تذکرہ سلیمان از غلام محمد صاحب بی اے عثمانیہ صفحہ ۴۷)۔

مجاہد ختم نبوت

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

حضرت مولانا غلام غوثؒ کی جرأت ایمانی

قصبہ زیدہ، مردان کا ایک قصبہ ہے۔ مولانا ہزارویؒ کو علم ہوا کہ اس قصبہ میں مرزائیوں کا بہت بڑا اثر ہے، بلکہ یوں سمجھیں کہ مرزائی اسٹیٹ بنا ہوا ہے۔ ''حضرت صاحب'' کے بغیر مرزا قادیانی کا نام لینا بھی جرم ہے۔ آپ کو بڑا دکھ ہوا اور بڑی کوشش اور تگ ودو سے ایک چھوٹی سی مسجد میں ختم نبوت کا جلسہ رکھوایا۔ لوگوں کو علم ہوا تو جوق در جوق جلسہ میں پہنچ گئے۔ مگر ایک مرزائی خان پستول لے کر بھرے مجمع میں پہنچ گیا اور پستول تان کر کہا ''مولوی صاحب جو تقریر کرنا چاہیں کریں، مگر مرزا صاحب کے بارے میں ایک بات نہیں سنوں گا، اگر ایسا ہوا تو سینہ گولیوں سے چھلنی کر دوں گا'' ظاہر بات ہے پٹھانوں کا چیلنج وہ بھی بھرے مجمع میں۔ ناممکن ہے کہ خطا ہو۔ جان نہیں جہان نہیں۔ یہ صورت حال دیکھی تو جو مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے، ان کی قوت گویائی جواب دے گئی اور ادھر ادھر سے مجمع کا دل بہلانے لگا۔ مولانا ہزارویؒ نے جب یہ منظر دیکھا تو برداشت نہ ہو سکا۔ فرمایا مولانا صاحب بس کرو جو ہوگا، سو ہوگا، یہ کہہ کر منبر پر تشریف لے آئے اور مختصر سے خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا۔

مرزا مرتد ہے کافر ہے

لوگو! سنو پورے غور وفکر، ہوش وحواس کے ساتھ سنو! یہ آپ کے اور میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جو شخص بھی حضور اقدس ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ قطعاً کافر، بے ایمان اور مرتد ہے۔ مرزا قادیانی بھی کافر اور مرتد ہے اور جو اس کو کافر نہ سمجھے، وہ بھی کافر اور قطعی کافر ہے۔

میرا سینہ حاضر ہے

اس عقیدے کے بیان کرنے پر جو خان صاحب مجھے گولی مارنا چاہتے ہیں، تو غلام غوث کا سینہ حاضر ہے۔ یہ کہہ کر سینہ ننگا کر کے مرزائی خان کے سامنے رکھ دیا، پھر فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تو کتنا بہادر ہے۔

تیرا گرو تو بہت بزدل تھا، تو کہاں سے بہادر نکل آیا۔ تیرا مرزا خبیث، انگریزوں کا پٹھو اور ان کا ٹوڈی تھا، تم بھی ان کے ٹوڈی ہو، ان کے جوتے چاٹ کر دنیا بناتے اور ایمان گنواتے ہو، پھر فرمایا کیا ہم ٹوڈی اور انگریزی نبی کو نبی مانیں؟ حاضرین نہیں نہیں۔

کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ہے؟ حاضرین: نہیں نہیں۔ آپ نے فرمایا قرآن، حدیث اور اجماع امت سے بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا، کذاب اور بے ایمان ہے۔ مسلمانو! اپنے ایمان کو بچاؤ۔

مولانا نے جس جرأت رندانہ سے تقریر فرمائی، وہ انہی کی شان قلندرانہ تھی، ورنہ بڑے بڑے بہادروں کے پتے ایسے موقع پر خشک ہو جاتے ہیں۔ مولانا گرج چمک کے ساتھ مرزائیوں پر برسنے لگے، تو مرزائی خان کے ہاتھ لٹک گئے، لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کی ساری پھنے خانی خاک میں مل گئی۔

مولانا ہزارویؒ کا لخت جگر موت کی آغوش میں

زین العابدین، مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا اکلوتا بیٹا تھا، شدید بیمار ہو گیا مولانا اپنے لخت جگر کو دوائی دے رہے تھے۔ اس اثناء میں دروازے پر دستک ہوئی۔ مولانا باہر نکلے تو دیکھا، ایک آدمی کھڑا ہے، اس نے درخواست کی کہ بالاکوٹ کے مقام پر ایک بدنام زمانہ اور خطرناک قادیانی مبلغ اللہ دتہ گھس آیا ہے، اور لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھنسا رہا ہے۔ فتنہ پھیلنے کا انتہائی اندیشہ ہے۔ لہٰذا فوراً چلئے۔

مولانا نے کتابوں کا ایک بیگ اٹھایا اور چل پڑے۔ بیوی نے کہا کہ بچے کی حالت

سخت خراب ہے، فرمایا ناموس رسالت کا تحفظ بیٹے کی جان بچانے اور اس کے علاج سے زیادہ ضروری کام ہے۔

فرض کفایہ فرض عین

فرمایا میرے جانے کے بعد بچہ مر جائے، تو دفن کر دینا، ابھی بس میں سوار ہوئے ہی تھے کہ گھر کی طرف سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا، آپ کا نورنظر فوت ہوگیا ہے، لیکن عاشق رسولؒ نے جواب دیا کہ میرے فرزند کو کفن پہنا کر دفن کر دیں، میں اپنے مشن پر جا رہا ہوں اور فرمایا نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ فرض عین! وہاں پہنچ کر اس مردود کو اس علاقہ سے ذلیل وخوار کر کے نکالا۔ (ناموسِ محمدؐ کے پاسبان ۱۹۳)

مولوی غلام غوث تم نے میری ناموس کے لئے قربانی دی ہے

1953-54ء کی تحریک ختم نبوت میں جب سارے مرکزی رہنما اور لیڈر گرفتار ہوئے تو آپ کو مرکزی قیادت کی طرف سے حکم ملا کہ پیچھے رہ کر کام کریں اور گرفتاری نہ دیں۔ مگر جب لاہور کے حالات قابو سے باہر ہو گئے اور تحریک کی طاقت ومقبولیت کے مظاہر سامنے آ گئے تو حکومت نے قوم کے مطالبہ کو ماننے کی بجائے لاہور میں مارشل لاء نافذ کر کے اسے فوج کے حوالے کر دیا۔ فوج نے چارج سنبھال کر یہ معلوم کیا کہ یہ تحریک ایسے پروگرام اور منظم طریقے سے کون چلا رہا ہے کہ مارشل لاء کے باوجود تحریک رکتی نہیں، بڑھتی ہی جاتی ہے۔ تو فوج کے افسروں کو معلوم ہوا کہ یہ ساری گرما گرمی مولانا ہزارویؒ اور ان کے چند رفقاء کار کے دم خم سے قائم ہے۔ جب تک وہ گرفتار نہ ہوں، تحریک دب نہیں سکتی۔ چنانچہ ان کی گرفتاری کے لئے متعدد جگہوں پر چھاپے مارے۔ مولانا کے رفقاء کار مولانا عبدالستار نیازی وغیرہ تو گرفتار ہو گئے مگر مولانا ہزارویؒ ان کے ہاتھ نہ لگے۔ چنانچہ فوج نے اعلان کر دیا کہ مولانا ہزارویؒ جہاں ملیں، گولی مار دی جائے اور یہ بھی اعلان کیا کہ جو شخص مولانا ہزارویؒ کو زندہ یا مردہ گرفتار کرائے گا یا ان کے گرفتاری میں مدد پہنچائے گا، اسے دس ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد حالات سخت سے سخت تر ہو گئے مگر اس

اللہ تعالیٰ کے بندے کو فوجی زعماء بھی شکست نہ دے سکے۔ میں نے ایک دن ہمت کر کے حضرت مولانا مرحوم سے روپوشی کے حالات دریافت فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں جو کسی کو معلوم نہیں اور نہ کسی سے آج تک بیان کی ہے۔ فرمایا، جب میں روپوش تھا، پولیس اور فوج میری تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہی تھی۔ مجھے اس وقت سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ اپنی حالت سوچتا تھا کہ اگر گولی سے مارا جاتا ہوں تو یہ بزدلی کی موت ہوگی اور اگر گرفتاری کے لئے ظاہر ہوتا ہوں تو مرکز کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ یہ پریشانی تین دن تک رہی۔

خاتم النبیین کی طرف سے بشارت

تیسرے دن مجھے کچھ نیند اور کچھ بیداری کی حالت میں حضور ختم النبیین وسید المرسلین ﷺ کی زیارت مبارکہ نصیب ہوئی۔ آپ ؐ نے آ کر میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

''مولوی غلام غوث تم نے میری ناموس کے لئے قربانی دی ہے۔ پریشان مت ہو کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ وناصر رہے گا۔''

جب میری آنکھ کھلی تو طبیعت میں زیارتِ نبویؐ سے بشاشت کے ساتھ کامل اطمینان پیدا ہو گیا۔ پھر اس کے بعد بہت سی تکالیف آئیں مگر قطعاً پریشانی نہیں ہوئی اور اس کے بعد ہی میں پولیس اور فوج کو جل دے کر لاہور سے باہر چلا گیا۔ لاہور میں جب تک رہا، ایسے اوقات بھی آئے کہ فوج اور پولیس والے میری امامت میں نماز پڑھتے رہے لیکن بشارت نبویؐ اور حفاظتِ الٰہی کا نتیجہ تھا کہ پہچان نہ سکے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مولانا کو اپنے کردار میں تائید الٰہی حاصل تھی اور یہ سب سے بڑی کرامت ہے۔

(بیس مردانِ حق ص ۶۲۷، ۶۲۸)

رسول ﷺ کی مولانا ہزارویؒ سے محبت وشفقت

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مولانا ہزاروی کے مالی حالات ناگفتہ بہ تھے پھر رمضان کا مہینہ آ گیا پہلا روزہ تو اسی حالت میں اہل وعیال سمیت بھوکے پیٹ رکھ دیا۔ صبح کو طبیعت پر

بوجھ تھا غرض اس طرح دوسرا بھی گزر گیا۔ مگر تیسرا دن نہایت سخت تھا۔ اور حالات اختیار سے باہر ہو رہے تھے کہ قطب زمان حضرت لاہوریؒ کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور فرمایا مولوی احمد علی! تم سوئے ہوئے ہو اور مولوی غلام غوث کے گھر میں فاقہ ہے۔ جلد اس کی مدد کرو۔

چنانچہ لاہوری اٹھے اور ایک آدمی کو 100 روپے دے کر روانہ کیا فرمایا اور رقعہ لکھ کر دیا کہ اس کو واپس نہ کریں یہ نبی کریم ﷺ کا حکم ہے بعد میں اور رقم بھیجی جائے گی۔ چنانچہ تیسرے روز افطار اس رقم سے ہوا۔

(ماخوذ از سوانح مولانا غلام غوث ہزاروی از حافظ محمد طاہر، ص 66)

آخری تقریر

جمعہ کے بعد مولانا قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ کے ہمراہ اپنے دیرینہ رفیق اور مخلص دوست بقیۃ السلف مولانا حکیم داؤد صاحب کے گھر ٹیکسلا پہنچے۔ راقم بھی ہمراہ تھا، رات گئے مجلس رہی جس میں زیادہ تر فکر آخرت پر ہی گفتگو ہوتی رہی۔ عمر عزیز کی گذشتہ یادیں تازہ فرمائیں۔ چونکہ تینوں بزرگ بہت ہی پرانے رفیق تھے اس لئے دنیوی سفر کی آخری رات اور یہ مجلس روح پرور، اس میں بھی حضرت نے روایتی انداز میں فرمایا۔

''اجی بس سانس نکلنے کی دیر ہے اور اللہ پاک کے سامنے حاضری ہو جائے گی''

ہفتہ کے دس بجے، راقم مولانا مسعود الرحمٰن اور برادرم برخوردار لطیف الرحمٰن مرحوم کے ہمراہ ٹیکسلا سے مانسہرہ پہنچے وہاں سے حضرت اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ بفہ چلے گئے اور ہم دونوں لطیف الرحمٰن کی شادی میں شرکت کے لئے آبائی گاؤں روانہ ہو گئے۔ یہی آخری سفر تھا جو حضرت نے کیا۔ تیسرے دن ہمیں اطلاع ملی کہ حضرت وصال فرما گئے ہیں۔ ایک بجلی سی کوندگئی لیکن مالک کی رضا پر ہم راضی تھے۔ ۱۲ بجے بفہ پہنچے۔

معلوم ہوا کہ حضرت گھر کے لئے سودا لینے تشریف لے گئے واپسی پر گر گئے غالباً سینہ پر چوٹ لگی۔ بے ہوشی کی حالت میں گھر لائے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آیا۔ تکلیف کا

اظہار نہیں فرماتے تھے اپنے بھائی مولانا فقیر محمد صاحب کو بلایا جنازہ میں جلدی کرنے اور نام ونمود سے پرہیز کی تاکید کی، مولانا فقیر محمد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ بلند آواز سے کلمہ شریف کا ورد فرماتے رہے جس کا مطلب ہم کو گواہ بنانا تھا۔ میں نے عرض کیا ذکر خفی بہتر ہے۔ قاضی عبدالقیوم صاحب نے بتایا کہ مجھے بلوا کر فرمایا کہ کہا سنا معاف کرنا۔ میں نے عرض کیا آپ معاف کردیں۔ فرمایا: ''میں نے سب کو معاف کردیا ہے'' رات بھر اطمینان کے ساتھ کلمہ شریف کا ورد فرماتے رہے۔

قبلہ رخ ہو کر کلمہ شریف پڑھ کر بارگاہ قدس میں پہنچ گئے

جب ڈاکٹر وحکیم کو بلانے کے لئے عرض کیا گیا تو فرمایا اللہ پاک سے بڑھ کر کوئی حکیم نہیں ہے، مولانا نذیر احمد خطیب بفہ، قاضی عبدالقیوم صاحب، مولانا گل محمد صاحب اور دیگر افراد خانہ موجود رہے، زندگی کے آخری لمحات میں انبیاء علیہم السلام کی سنت کے عین مطابق سب کو فکر آخرت اور توکل علی اللہ پر مبنی وصیتیں فرمائیں۔ مولانا نذیر احمد صاحب نے بتایا کہ آخری لمحات میں میں نے یہ کلمات پڑھے۔ ''رب یسر ولا تعسر'' (اے رب آسانی فرما، تنگی نہ فرما) حضرت نے فوراً ان کلمات کی تکمیل کی اور خود ہی ''وتمم بالخیر'' فرمایا (یعنی خاتمہ بالخیر ہو) چنانچہ اس کے ساتھ ہی حضرت نے کلمہ شریف پڑھنا شروع کیا اور جھٹکے کے ساتھ خود ہی چہرہ مبارک قبلہ رخ کردیا، اور خاتمہ بالخیر کی تمنا پوری ہوگئی۔

بعد الوفات رخ انور

باوجود سخت موسم کے بفہ کی تاریخ میں رات بھر بجلی رہی لیکن ادھر خدا کے ولی کا نورانی روح جسد خاکی سے علیین کو پرواز کر گیا اور ادھر بجلی یکلخت بجھ گئی۔ وفات سے قبر تک کے حالات کو دوست تو کیا دشمنوں نے بھی دیکھا تو حضرتؒ کی ولایت کے قائل ہوگئے۔ نماز ظہر کے بعد غسل دیا گیا۔ میں خود غسل میں موجود تھا بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے اس قدر مسکراہٹ مرنے کے بعد کسی کے چہرے پر نہیں دیکھی۔

نشان مرد مومن باتو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

مسکراہٹ کے ساتھ چہرہ بہت زیادہ چمک رہا تھا، چہرہ مبارک کو دیکھ کر غسل دینے والے سعادت مند افراد کی زبانوں سے بے ساختہ سبحان اللہ کے کلمات بار بار نکل رہے تھے۔ جسم مبارک غسل کے وقت اتنا گرم تھا جیسا کہ شاید بخار ہو۔ اسی طرح نرم بھی تھا۔

روضہ اطہر کی خاک پاک

غسل کے بعد راقم نے حضرت کے چہرے، سینہ اور داڑھی مبارک پر تبرک چھڑکا۔ یہ تبرک محبوب کبریا خاتم النبیین، شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر کی خاک پاک تھی جو احقر کو برکتہ العصر مرشد عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدنی دامت برکاتہم کے ایک منظور نظر خلیفہ مجاز نے دی تھی، حضرت ہزارویؒ کو اس کا علم تھا مزید نعمت یہ ملی کی آپ کی آنکھوں پر غلاف کعبہ شریف کے ٹکڑے رکھے گئے۔ حضرتؒ ان کے حقدار تھے کیونکہ آپ کو اللہ کریم اور جناب نبی کریم ﷺ سے جو عشق و محبت تھی وہ اظہر من الشمس ہے۔ قبر کا جس قدر قرب بڑھتا جا رہا تھا چہرہ مبارک پر نورانیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بے حد متاثر اور جذبات سے مغلوب ہو کر میں نے آپ کی پیشانی کو بوسہ بھی دیا۔ حضرتؒ بالکل دولہا معلوم ہو رہے تھے۔ بڑھاپے کے آثار ختم جیسے جوان ہوں۔

چہرہ مبارک ستارے کی مانند چمک رہا تھا

نماز عصر کے بعد نماز جنازہ ان کے بھائی حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ نے پڑھائی اور عظیم مجمع جس میں اکثریت صلحاء کی تھی، آخری دیدار کے لئے مجمع پروانوں کی طرح اردگرد جمع ہو گیا۔ بارش کے باوجود سب مصر تھے کہ چہرہ مبارک دیکھیں گے سایہ کا انتظام کر کے سب کو زیارت کرائی گئی اور مغرب کے قریب اخلاص وللٰہیت کا عظیم پیکر مالک حقیقی کے سپرد ہوا۔ باوجود اندھیرے کے جن کو قبر میں زیارت کرائی گئی ان کا خلیفہ بیان ہے کہ مولانا کا چہرہ مبارک ستارے کی مانند چمک رہا تھا اور کیوں نہ ہوتا جس عظیم انسان نے پوری زندگی رضائے مالک میں گذاری، جب دنیا سے دور رہے، ہر باطل کے لئے طوفان نوح ثابت ہوئے انہیں یہ اعزاز ملنا چاہیے تھا۔

(سوانح مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، از مولانا عبدالقیوم حقانی)

مبلغ اسلام، خطیب بے نیام، محی السنۃ

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

آپ عشق ومحبت میں ڈوب کر بیان فرمایا کرتے تھے سامعین کو سیرتِ حبیبِ کبریا ﷺ پر ایسا پر اثر وعظ فرماتے تھے کہ ہر کوئی عش عش کر اٹھتا، ایک بار سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر کر رہے تھے دورانِ تقریر اپنے مخصوص انداز میں سامعین سے فرمایا ایک بات بتاؤں پھر فرمایا ''یہ خیال نہ کرنا کہ اچھی صفات کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی شان بڑھ گئی اس کو دو تین بار دوھرایا۔ سامعین حیران تھے پھر فرمانے لگے یہ صفات اس لیے اچھی بن گئیں کہ انہیں آپ نے اختیار فرمایا اور انہیں قبولیت کا شرف بخشا۔

ع تیری خاک پا جسے چھوگئی وہ برا بھی ہے تو برا نہیں

اسی طرح کا مضمون حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مداح رسول مقبول (ﷺ) میں فرمایا۔

(سوانح مولانا محمد علی جالندھری ص 202، از پروفیسر نور محمد)

یوں تاج تیرے نقشِ قدم کو بنالیا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی وجہ سے سید لوگوں کا بہت احترام کرتے تھے اور بہت عزت سے پیش آتے تھے نیز آپ نے عمر بھر اس بات کا اہتمام کیا کہ معتقدین میں سے سادات خاندان کے فرد سے کوئی ایسی خدمت نہیں لی جو اس کے شایان شان نہ ہو یہ اہتمام صرف ان کے نبی کریم ﷺ سے خاندانی تعلق کی بناء پر تھا حتیٰ کہ اس تعلق کے جھوٹے دعوے دار بھی ان کی نگاہ میں قابلِ احترام بن گئے جب تبلیغی سفر پر تشریف لے جاتے اور کوئی قدر دان ان کے پاؤں دبانے کی سعادت پانا چاہتا تو پہلے دریافت فرمالیا کرتے کہ وہ سید تو نہیں۔

آپ کے صاحبزادے مولانا عزیز احمد نے بتایا کہ مرض الوفات کے دنوں میں جب

وہ سخت نڈھال تھے اور دردِ دل نے ان پر غنودگی کی کیفیت طاری کر رکھی تھی ایک صاحب نے جو سید ہونے کے دعوے دار تھے آپ کے پاؤں دبانا چاہے آپ نے اس جانکنی کی حالت کے باوجود اپنے پاؤں کھینچ لئے یہ صاحب جب بضد ہوئے تو آپ نے فرمایا بھائی جس ذات (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی بخشش کا سہارا سمجھ رکھا ہے اور پوری زندگی کا سردار بنا رکھا ہے ان سے رشتہ داری کے دعوے داروں سے پاؤں کیسے دبواؤں؟ یہ فرمایا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ (ایضاً ص:154)

مٹی کا پیالہ لاؤ

کبھی کبھی تو یہ مقدس تعلق غلبہ حال کی کیفیت طاری کر دیتا اور وہ دیوانگی پر اتر آتے میرے محسن اور بزرگ مولانا طفیل احمد جالندھری نے بتایا کہ ایک بار جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں آپ نے فخر انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیاری فقر و فاقہ اور سادگی کے موضوع پر تقریر کی، جب فارغ ہو کر مہمان خانہ میں تشریف لائے تو انہیں شیشہ کے گلاس میں پانی پیش کیا گیا رو پڑے اور فرمانے لگے" میرے لئے مٹی کا پیالہ لاؤ آج تو یہ غلام اپنے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر پانی پئے گا، قلندر کے ان الفاظ میں کیا جادو بھرا تھا تمام حاضرین پر گریہ طاری ہو گیا۔

پھر طیبہ کے جلوؤں نے گھیرا ہے مجھے

جن دنوں وہ دسمبر، جنوری 1969ء میں نشتر ہسپتال ملتان میں مثانہ کی غدود کے آپریشن کے بعد زیر علاج تھے اور راقم السوانح (پروفیسر نور محمد) ان کی خدمت کی سعادت پا رہا تھا ایک دن مجھے کہنے لگے" جب ڈاکٹر مجھے آپریشن تھیٹر میں لے گئے تو میری طبیعت سخت گھبرائی اور موت کے ڈر سے میری کیفیت یہ ہو گئی جیسے میرے جسم میں کانٹے چبھو دیے گئے ہوں جب ڈاکٹروں نے مجھے لٹایا تو میں نے کلمہ طیبہ کا ورد کرنا شروع کر دیا کہ بس اب تو کریم آقا کی حاضری کا وقت آ ہی گیا، معاً میرا خیال نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس اور گنبدِ خضراء کی طرف چلا گیا اللہ پاک نے وہ محویت عطا فرمائی کہ ڈاکٹروں نے میرا پیٹ چاک کر کے سی بھی دیا اور

مجھے معمولی تکلیف کا احساس بھی نہ ہوا یہ آپ سے محبت کی کرشمہ سازی تھی۔

(بے شک محبت بہت سی مشکل گھاٹیوں کو آسان کر دیتی ہے اور محبوب کا پاکیزہ تخیل جب دل ودماغ میں سما جاتا ہے تو یقیناً پرواز کی بلندی حاصل ہو جاتی ہے۔)

اس میں مبارک شہر کی خوشبو بسی ہے

آپ کے صاحبزادے مولانا عزیز الرحمٰن نے راقم کو بتایا کہ جس دن وہ اس دارِ فانی سے رختِ سفر باندھ رہے تھے اس دن آپ نے جدائی سے تھوڑی دیر پہلے انہیں بلایا اور کہا ''وہ رومال جو میں مدینہ منورہ سے لایا تھا وہ میرے تکیہ پر پھیلا دو تا کہ اسے اپنی آنکھوں سے لگاؤں اور انہیں ٹھنڈا کروں اپنے رخسار اس سے رگڑوں اور سکون حاصل کروں اس رومال میں میرے سردار ﷺ کے مبارک شہر کی خوشبو بسی ہوئی ہے فراق کا وقت ہے پھر یہ وصال نصیب ہو نہ ہو۔

حضرت کا قادیانیت کے خلاف بے مثال خدمت

مولانا محمد علی جالندھریؒ ایک متدین عالمِ دین اور ایک معتدل خطیب تھے، ہر بات تول ناپ کر کرتے، آپ نے دارالمبلغین قائم کر کے قادیانیت کے لئے ایک ایسا شکنجہ تیار کیا کہ تمام اضلاع میں مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے دفتر قائم ہو گئے، کوئی پچاس سے زائد کل وقتی مبلغ مقرر کئے، جو مرکزی دفتر سے معمولی مشاہرہ لے کر اپنے فرائض انجام دیتے، اس نظام نے قادیانیت کی سرکوبی نہایت احسن طریق پر کی، دارالمبلغین نے سینکڑوں مبلغ ومناظر تیار کئے۔ انہوں نے پاکستان ہی میں قادیانیت کا گھیراؤ نہیں کیا، بلکہ ملک سے باہر افریقی ممالک اور عرب ریاستوں میں جاتے رہے، دارالمبلغین میں ہندوستان، برما، ماریشس، فجی، آئی لینڈ اور افریقی ممالک کے علماء نے آ کر ردِ مرزائیت کی تعلیم حاصل کی، پھر اپنے ممالک میں واپس جا کر قادیانیت کا تعاقب کیا۔ یہ سب مولانا محمد علی جالندھریؒ کی شبانہ روز مساعی کا اعجاز تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تائید ایزدی کے بل پر آپ نے مجلسِ تحفظِ ختم نبوت کو ایک طاقت ور تنظیم بنا دیا، اس کا مرکزی دفتر ملتان میں خرید لیا، جوابی لٹریچر تیار کرتے رہے

اور ان تمام مقدمات کے اخراجات مجلس کے ذمے ہوتے جو مبلغین کے خلاف قائم کئے جاتے۔

ختمِ نبوت کے مجاہدوں کا مقام

آپؒ کی مجلس میں ایک دفعہ کسی نے مولانا عبدالرحمٰن میانوالی مبلغ ختم نبوت کے معلق نازیبا بات کہہ دی، آپؒ نے کھانا ترک کر دیا، بڑی منت معذرت کی، تو فرمایا کہ: ''تمہاری زندگی کی نیکیاں مل کر ان کی ایک رات کی جیل، جو انہوں نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لئے کاٹی ہے، اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، ختم نبوت کے مجاہدوں کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوتی ہے......!''

رسول اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، ہر دو حضرات، حضرت امیر شریعتؒ کا پیغام لے کر مولانا ابوالحسنات کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ تحریکِ ختم نبوت میں ہمارا ساتھ دیں۔ آپ نے معذرت کر دی، اس پر مولانا محمد علی جالندھریؒ اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''مولانا! ہم آپ کو سوادِ اعظم کا نمائندہ سمجھ کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا مسئلہ آپ کے پاس لائے تھے، آپ ہمیں اس طرح خالی واپس کر رہے ہیں، تحریک شروع ہے، ہم جاتے ہی نامعلوم کن کن مصائب کا شکار ہوں گے، مگر آپ اپنے طور پر سوچ رکھیں کہ کل قیامت کے دن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے......؟''

یہ سن کر عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دیوانہ مولانا ابوالحسنات رو پڑا، اور مولانا محمد علی کو فرمایا کہ: ''مولانا! میں آپ کے ساتھ ہوں، آپ قیامت کے دن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری شکایت نہ کریں!''

فقیہ وقت محدث العصر عاشق رسول ﷺ امیر ختم نبوت

حضرت علامہ سید یوسف بنوریؒ

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رب ذوالجلال کی اس دھرتی پر ایک ہستی ایسی بھی ہے جس سے محبت، عقیدت، والہیت، عشق اور وارفتگی عین ایمان ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک حیرت انگیز معجزہ ہے کہ انسانی دل و دماغ سے جو خراجِ محبت انہوں نے وصول کیا وہ کائنات کا کوئی دوسرا انسان وصول نہ کر سکا۔ ہر دور میں جتنی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی اتنی محبت کسی اور سے نہیں کی گئی۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم فرماتے ہیں......

نماز اچھی، زکوۃ اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثربؐ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

محبت دو قسم کی ہے۔ ایک طبعی، کہ آدمی کو اولاد وغیرہ کی محبت ہوتی ہے۔ دوسری محبت عقلی، کہ دل چاہے یا نہ چاہے لیکن بمتقضائے عقل اپنے آپ کو اس کی طرف مائل کرے۔ گویا محبتِ عقلی محبوب کی اطاعت اور اس کی خوشنودی فکر کا نام ہے اور علماء، محدثین و مفسرین نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مراد عقلی وشعوری واختیاری طور پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور دوسروں کی مخالفت ایمانِ کامل کا تقاضا اور حبِ نبویؐ کی آئینہ دار ہے۔

حب نبوی ولایت اور محبوبیت کی بنیاد ہے

حبِ نبوی ﷺ وہ کیمیائے سعادت ہے جو اگر موجود ہو تو ایمانی کیفیات میں

اضافہ ہوتا ہے، اعمالِ صالحہ کا ذوق وشوق اور دین کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ حبِ نبویؐ ہی وہ تریاق واکسیر اور کبریتِ احمر ہے جس کی بدولت ہر زمانے میں اولیاءِ امت اور صلحائے ملت نے ولایت، روحانیت، مقبولیت اور محبوبیت کے اعلیٰ ترین مدارج ومراتب حاصل کئے ہیں۔ ایک صحابیؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر پوچھنے لگے "متی الساعة یا رسول اللّٰه "اے اللہ کے رسولؐ! قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "ما اعددت لها" تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ صحابیؓ رسول ﷺ سے عرض کرنے لگے: میں نے قیامت کے لئے بہت زیادہ تیاری تو نہیں کی نہ میرے پاس زیادہ نمازیں ہیں۔ نہ روزے، نہ نفلیں، نہ صدقات وخیرات "ولکنی احب اللّٰه ورسوله" مگر ہاں! اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے۔ تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انت مع من احببت " تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔

رسول اللہ ﷺ ماں باپ اور ماں واولاد سے زیادہ محبوب

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا آپؓ کو رسول اللہؐ سے کتنی محبت تھی؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال واولاد اور ماں باپ سے زیادہ محبوب تھے اور پیاس کی شدت میں جو محبت پیاسے کو پانی سے ہوتی ہے اور جس طرح وہ پانی کے لئے بے قرار ہوتا ہے اس سے زیادہ محبت ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ ایک صحابیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے فوراً یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھ سے بینائی چھین لے کہ میں سرکارِ دو عالمؐ کے جلوہ جہاں آرا کے بعد دنیا کی کوئی چیز دیکھنا نہیں چاہتا.........

چھین لے مجھ سے نظر اے جلوہ خوش روئے دوست
میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد

ان کی دعا قبول ہوگئی اور بینائی سلب ہوگئی۔ جب صحابہ کرامؓ کو عشقِ رسولؐ کی

لازوال دولت میسر آئی تو دنیا کے ہادی اور رہنما بن گئے۔

اکابر علمائے دیوبند کے یہاں تو اصل چیز عشقِ رسولؐ، اطاعتِ رسولؐ اور محبتِ رسولؐ ہے۔

محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی عملی زندگی سراپا معمورہ عشقِ رسولؐ تھی۔ سنت ان کے ہر عمل کا ہدف تھی اور عشقِ رسولؐ ان کی زندگی کی سب سے قیمتی متاعِ عزیز تھی۔ نبی اکرمؐ سے عشق ومحبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی حضورؐ کا نام مبارک آتا، آپ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتیں۔ کئی بار خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

عشاق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ بنوریؒ سمیت ہمارے تمام اکابر کو حرمین شریفین سے اس لئے محبت تھی اور والہانہ تعلق تھا کہ یہ کوچہ محبوب ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ مدینہ طیبہ سے کئی میل دور گنبدِ خضرا کو دیکھتے ہی اونٹ سے اتر جاتے، جوتے اتار لیا کرتے اور برہنہ پا چلنا شروع کر دیتے۔ شیخ العربِ والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ راوی ہیں کہ بانی دیوبند نے تمام عمر سبز رنگ کا جوتا صرف اس وجہ سے استعمال نہیں کیا کہ روضۂ رسولؐ کا رنگ سبز ہے۔

حضرت شیخ بنوریؒ بھی تو اسی کاروانِ عشق کے مسافر تھے۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے انہیں محبت وعقیدت اپنے اکابر اور اساتذہ سے ورثہ میں ملی۔

مرکزِ تجلیات میں رہنے والوں کا مقام

جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب رقم طراز ہیں کہ:

"حضرت شیخ بنوریؒ فرماتے تھے کہ مکے کی سرزمین پر جب قدم رکھو تو کسی کو حقیر نہ سمجھنا۔ یاد رکھنا کعبہ مرکزِ تجلیات ہے۔ اس کے قرب وجوار میں رہنے والا خواہ کس حال میں ہو، تم سے بہتر اور درجہ ایمان وتوحید میں تم سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ ہوسکتا ہے تم شہر میں جگہ جگہ گندگی دیکھو یا لوگوں کی بعض عادات تمہاری ناگواری کا باعث ہوں مگر دل پر میل نہ ہونا

اور تنقید (طعن و تشنیع) سے گریز کرنا۔" (خصوصی نمبر ص ۴۴۳)

یہ مدرسہ حضورؐ کا ہے

حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت شیخ بنوریؒ کے مدرسہ کی اس قدر عظمت و مقبولیت کے متعدد اسباب تھے۔ ان میں سب سے پہلا اور اصل سبب حضرتؒ کا اخلاص، تقوی، تعلق مع اللہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "فداہ ابی و امی" کے ساتھ عشق و محبت تھی۔ چنانچہ حضرت والا کا یہ مقولہ کہ یہ "مدرسہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، ہم تو خادم ہیں" سب کے کانوں میں آج بھی سنائی دے رہا ہے۔" (خصوصی نمبر ص ۵۳۵)

حرمین شریفین سے والہیت و محبت

حضرت شیخ بنوریؒ کے سفر و حضر کے رفیق اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے رئیس جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم، حضرت شیخ بنوریؒ کے حرمین شریفین سے والہیت، محبت اور عقیدت کے مناظر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

مدح رسولؐ

جب آپ نے پہلی بار روضۂ اقدس پر حاضری دی تو اپنے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک ۴۷، ابیات کا طویل اور جامع قصیدہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں بنا کر ساتھ لے گئے اور روضۂ اقدس پر اسے پڑھا اور اس کے بعد جب مصر تشریف لے گئے تو مصر کے اسلامی مجلّہ "الاسلام" ۲۸ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ اس قصیدہ کا عنوان تھا: "شذرات الادب فی مدح سید العجم والعرب" اور مدیر مجلّہ نے اس پر یہ عبارت لکھی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے "یہ قصیدہ شیخ محمد یوسف بنوری کا ہے جنہوں نے اسے ہندوستان میں لکھا اور حجاز مقدس میں مسجدِ نبوی کے اندر روضۂ اقدس پر اسے پڑھا"۔

آثارِ مدینہ سے محبت

مدینہ منورہ کے آثار کا وسیع علم رکھتے تھے۔ فرمایا کہ جب میں پہلی بار حاضر ہوا تو مدینہ منورہ میں ایک ایسے بزرگ سے "مکتبہ عارف حکمت" میں ملاقات ہوگئی جو آثار مدینہ منورہ کے بہت بڑے عالم تھے، وہ دوست بن گئے اور مجھے یہ پیشکش فرمائی کہ میں آپ کو مدینہ منورہ کے آثار دکھلاؤں گا۔ چنانچہ ہم نے ایک خچر گاڑی والے سے معاملہ طے کرلیا جو ہمیں صبح ناشتہ کے بعد لے جاتا اور ظہر کے قریب واپس حرم پہنچا دیتا۔ اس وقت گاڑیاں اور ٹیکسیاں نہیں تھیں۔ جس جانب ہمارا جانا ہوتا، وہاں بیٹھ جاتے اور کتاب "وفاء الوفاء" کھول کر پڑھتے اور اس کے مطابق وہ شیخ آثار بتلاتے، خاص کر غزوہ احد، غزوہ خندق، قبا وغیرہ کے آثار، ساتھ میں ان شیخ کا خادم بھی ہوتا جو چائے وغیرہ کا انتظام کرتا۔

(خصوصی نمبر، ص ۵۴۹)

دینی شعائر کی تعظیم

جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"مدینہ منورہ سے واپسی پر پاکستان کے لئے روانہ ہونے سے پہلے جدہ میں ایک روز قیام کے دوران ایک بار عمرے کا موقع مل گیا۔ میں عمرے کے لئے آیا، سعی کے بعد نمازِ ظہر میں اتفاقاً حرم میں مولانا سے ملاقات ہوگئی۔ کہنے لگے کہ کھانا کھا کر جانا۔ چنانچہ بعد نمازِ ظہر مجھے اپنے ساتھ قاری سلیمان صاحب کے گھر موٹر میں لے گئے۔ جب زینے پر چڑھنے کا وقت آیا تو میں پیچھے ہوگیا کہ مولانا آگے بڑھیں مگر مولاناؒ نے مجھے آگے بڑھنے کے لئے کہا۔ میں نے جب کہا کہ مولانا آپ! تو فرمایا کہ تم اس وقت محرم (حالتِ احرام میں) ہو، تمہارا مرتبہ اس وقت مجھ سے بڑھا ہوا ہے اس لئے تم آگے بڑھو۔ حکم کی تعمیل میں، میں آگے ہوگیا مگر آج تک مولاناؒ کی یہ بات میرے ذہن میں محفوظ ہے کہ مولاناؒ دینی شعائر کی کس قدر تعظیم کرتے تھے۔" (خصوصی نمبر، ص ۴۴۵)

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر امتی کو آپؐ سے ایسی محبت اور ایسا تعلق پیدا

ہو جائے جیسا ہمارے اکابر کو نصیب تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے سے کان لذت حاصل کریں، زبان ذکر حبیب کرتے ہوئے تھکے نہیں، دل میں آپؐ کے حالات سننے اور جاننے کا ذوق ہو تو پھر اللہ کی نورانی مخلوق بھی ہم پر رشک کرے اور ہم اللہ رب العزت کے مقبول ومحبوب بندے بن جائیں۔

نامِ محمد اور محبت کا سمندر

جب حضرت بنوریؒ کا انتقال ہوا تو کسی نے کہا کہ بہت بڑے عالم دین کا انتقال ہوا، کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا، جنگ اخبار کی سرخی تھی کہ بہت بڑے عاشق رسول کا انتقال ہو گیا اور ہم نے حضرت کے عشقِ رسول کا انداز دیکھا کہ جب دوران پڑھائی حضور ﷺ کا تذکرہ آجاتا تو بس آپ بے اختیار ہو جاتے اور پڑھائی، گھنٹہ اور سب کچھ بھلا کر حضور ﷺ کا تذکرہ شروع کر دیتے فلاں مصنف نے آپ ﷺ کے بارے میں یہ لکھا ہے فلاں نے یہ لکھا ہے اور پھر بولتے بولتے اردو کے بجائے عربی میں شروع ہو جاتے اور سبق بھی بھول جاتے۔ کئی دن تک اسی موضوع پر بولتے رہتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے بنوری ٹاؤن کی جامع مسجد میں ربیع الاول کے مہینے میں جمعہ کی تقریر لفظ محمد پر شروع کی اور پانچ جمعوں پر لفظ محمد پر بیان فرماتے رہے اور پھر کہا کہ اسی پر بس کرتا ہوں ورنہ اور بھی علم کا ایک سمندر موجود ہے۔ (از مولانا شمس الرحمٰن غفوری، جواہر شمسیہ)

واہ میرے پھول

شوال ۱۳۹۴ھ میں لندن کے قیام کے دوران خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع مکان ہے، گویا ختم نبوت کا دفتر ہے۔ بہت سے لوگوں کا مجمع ہے۔ ایک طرف جا کر سفید چادر جس طرح کہ احرام کی چادر ہو، باندھ رہا ہوں۔ بدن کا اوپر کا حصہ برہنہ ہے، کوئی چادر یا کپڑا نہیں۔ اتنے میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اسی ہیئت میں کہ احرام والی سفید چادر کی لنگی باندھی ہوئی ہے اور اوپر کا بدن مبارک بغیر کپڑے کے ہے، میرے داہنے کندھے کی جانب تشریف لائے اور آتے ہی مجھ سے چمٹ گئے۔ پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا:

"واہ میرے پھول" پھر دیر تک معانقہ فرمایا۔ میں خواب ہی کی حالت میں خیال کرتا ہوں کہ مبارک باد کے لئے تشریف لائے ہیں۔ منامات کی حیثیت مبشرات کی ہے، اس سے زیادہ ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ بہر حال قادیانی ناسور کے علاج سے نہ صرف زندہ بزرگوں کو مسرت ہوئی بلکہ جو حضرات دنیا سے تشریف لے گئے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی اس سے بے حد و بے پایاں خوشی ہوئی۔ فالحمد للہ۔ (بینات، ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ، دسمبر ۱۹۷۴ء)

زعفرانی روشنائی سے قرآن کی کتابت

حضرت شیخ بنوریؒ کو ان کے ایک گہرے دوست الشیخ محمود الحافظ مکی نے ملک شام سے خط لکھا۔ لکھتے ہیں:

"میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ میں نے ۳ شعبان ۱۳۹۴ھ رات کو آپ کے بارے میں بہت عمدہ اور مبارک خواب دیکھا ہے جس کی آپ کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں اور اس کو یہاں اختصار کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔

میں نے آپ کو ایسے شیوخ کی جماعت کے ساتھ دیکھا ہے جو سن رسیدہ تھے اور جن پر صلاح و تقوی کی علامات نمایاں تھیں۔ یہ سب حضرات اس قرآن کریم کے صفحات جمع کرنے میں مصروف تھے جو آنجناب نے اپنے قلم سے زعفرانی رنگ کی روشنائی سے بدست خود تحریر فرمایا ہے اور آنجناب کا قصد ہے کہ اسے لوگوں کے فائدہ عام کے لئے شائع کیا جائے۔ آپ نے اپنے اس ارادے کا اظہار نہایت مسرت و شادمانی کے ساتھ میری جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ صبح جب نمازِ فجر کے لئے اٹھا تو قلب فرحت سے لبریز تھا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ کے اعمال کو اللہ تعالی نے کامیابی و کامرانی کا تاج پہنایا ہے۔ والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔" (خصوصی نمبر، ص ۳۶۴)

تحریک ختم نبوت پر انعام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ راوی ہیں کہ:

"حضرتؒ فرماتے تھے کہ تحریک کے بعد غالباً رمضان مبارک میں، میں نے

خواب دیکھا کہ ایک چاندی کی تختی مجھے عطا کی گئی ہے اور اس پر سنہرے حروف سے یہ آیت لکھی ہے: ﴿انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم﴾ میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریکِ ختم نبوت پر مجھے انعام دیا جا رہا ہے اور اس کی یہ تعبیر کی کہ مجھے حق تعالیٰ بیٹا عطا فرمائیں گے اور میں اس کا نام سلیمان رکھوں گا۔ چنانچہ اس خواب کے دو سال بعد حق تعالیٰ نے ستر برس کی عمر میں آپ کو صاحبزادہ عطا فرمایا اور آپ نے اس کا نام سلیمان تجویز فرمایا۔" (خصوصی نمبر، ص ۳۶۵)

خاتم النبیین اور اکابر اُمت کی بشارات اور مسرت

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے حضرت بنوریؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے پر مبارکبادی کے سلسلہ میں لکھا۔

اس کی بھی امید ہے کہ روح مبارک نبوی علیہا الف الف سلام کو بھی مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔

حضرت بنوریؒ نے لکھا ہے کہ: اس (قادیانی فتنہ) سے آنحضرتؐ کی روح مبارک بھی بے تاب تھی۔ (قادیانی مسئلہ کے حل پر) منامات ومبشرات کے ذریعہ عالم ارواح میں اکابر امت اور خود آنحضرت کی مسرت بھی محسوس ہوئی۔ آپ کے مبشرات کا ذکر کرنے کی ہمت نہیں۔

حضرت فرماتے تھے کہ تحریک کے بعد رمضان مبارک میں میں نے خواب دیکھا کہ چاندی کی ایک تختی مجھے عطا کی گئی اور اس پر سنہری حروف سے یہ آیت لکھی ہے: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریک ختم نبوت کی کامیابی پر مجھے انعام دیا جا رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی برکت سے بہت اچھی گزری

۴/۱۱/۱۹۷۷ء اس شب میں ایک بزرگ نے دیکھا کہ حضرت شیخ مولانا زکریا زید مجدہٗ حاضر ہیں اور ساکت بیٹھے ہیں۔ نبی کریم ﷺ ذرا اونچی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے پاس متعدد کتب ایسی خوشنما جلد کہ نگاہ بھی نہیں جمتی۔ ان میں سب سے اوپر حضرت شیخ کی فضائل حج پھر فضائل درود شریف پھر حکایاتِ صحابہ اور اس کے نیچے دوسری کتب ہیں۔ اسی اثناء میں تھوڑی دیر میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ صاحب نہایت خوش پوش ہنستے ہوئے آئے۔ ان کے سر پر پشاوری عمامہ گول سا بندھا ہوا ہے۔ ان کے آنے پر حضرت شیخ اٹھے اور معانقہ کیا۔ مولانا نہایت خوش ہیں۔ حضرت نے پوچھا کہ کیا گزری؟ تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کی برکت سے بہت اچھی گزری ہے۔ حضرت نے کہا کہ ان کی برکتیں تو سب پر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ دونوں حضرات کی گفتگو سن رہے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں۔ (یہ مکاشفہ حضرت بنوریؒ کی وفات کے فوراً بعد کا ہے۔)

صلوۃ اللیل کا اہتمام

حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید تحریر فرماتے ہیں:

"باوجود پیرانہ سالی کے ضعف اور گھٹنوں کے شدید درد کے مجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ جوانوں کو رشک آتا تھا، سفر ہو یا حضر، تندرستی ہو یا بیماری جب دیکھو فجر سے دو ڈھائی گھنٹہ پہلے اپنے رب کے دربار میں حاضری دے رہے ہیں۔ کبھی گڑگڑا کر آہ و بکا کے ساتھ ملک وملت کے لئے دعائیں ہو رہی ہیں تو کبھی ترنم اور خاص کیف وسوز سے تلاوتِ قرآن کریم جاری ہے۔ کتنے ہی بیمار ہوں لیکن کیا مجال کہ صلوۃ اللیل چھوٹ جائے، قیام اللیل میں کوئی کمی آجائے، مناجات باری تعالی میں کوئی فرق پڑ جائے۔ صبح صادق سے پہلے ہی مسجدِ نبوی میں پہنچ جانا، نہایت ادب واحترام سے روضئہ اقدس پر حاضری دینا، روضۃ من ریاض الجنۃ میں عبادت وتلاوت میں مشغول رہنا قابل دید تھا۔" (خصوصی نمبر، ص ۶۸)

قرآن کا دو رکعت میں ختم

حضرت مولانا محمد رفیق صاحب، حضرت شیخ بنوریؒ کے شغفِ قرآن کے واقعات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"حضرت شیخ بنوریؒ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز ایک

قاری صاحب جو میرے دوست تھے، میری ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔ رمضان شریف کے آخری ایام تھے۔ وہ بڑے نفیس طریقے سے قرآن پڑھتے تھے۔ میں نے کہا کہ بجائے وقت گزارنے کے چلو نفل پڑھتے ہیں۔ چنانچہ ان قاری صاحب نے نفل کی نیت باندھ لی اور میں نے ان کی اقتداء کی۔ بس پھر تو کیا پوچھنا وہ تو پڑھتے چلے گئے اور میں لطف اٹھاتا چلا گیا اور ایکسپریس گاڑی کی طرح سورتوں کے اسٹیشنوں کو طے کرتے چلے گئے اور سحری سے پہلے پورے قرآن کریم کو دو رکعتوں میں ختم کر ڈالا۔"

کفن بدوش قائد

جب 1974ء کی تحریک ختم نبوت چلی تو حضرت مولانا سید بنوریؒ تحریک کے امیر اور مولانا محمود احمد رضوی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ مولانا یوسف بنوریؒ کے فولادی عزم اور ولولہ انگیز قیادت نے پوری قوم میں جہاد کی روح پھونک دی۔ آپ نے پورے ملک کا طوفانی اور ایمانی دورہ کیا اور مسلمانوں کی رگوں میں خون کی بجائے بجلی دوڑادی اور لوگ آپ کے نعرۂ جہاد پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں کود پڑے۔ جب گھر سے نکلے تو اپنے مدرسہ کے مفتی صاحب کے پاس گئے اور فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب! میں تحریک کی رہنمائی کے لئے جارہا ہوں اور اپنا کفن بھی ساتھ لے کر جارہا ہوں، پھر کفن نکال کر دکھایا۔ مزید فرمایا کہ مرزائیوں کو اس ملک میں آئین کی رو سے کافر ٹھہراؤں گا یا اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں گا، واپس گھر جانے کا ارادہ نہیں۔ یہ مدرسہ تمہارے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس کی حفاظت کرتے رہنا۔ (اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیبؐ کے صدقے پوری ملت اسلامیہ کی لاج رکھ لی اور قادیانیوں کو آئین کی رو سے کافر قرار دے دیا گیا)۔

(ناموسِ محمدؐ کے پاسبان ۱۹۱)

بالآخر حضرت شیخ بنوریؒ کی جدوجہد، جذبہ، ولولہ، تڑپ اور عمل پیہم کی برکت سے قادیانیت کا قلعہ مسمار ہوگیا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ قادیانیت کے خلاف ۱۹۷۴ء کو چلائی گئی تحریک کے قائدِ اول اور اس کاروان عزیمت

کے سپہ سالار حضرت بنوریؒ ہی تھے اور وہ ساری زندگی اس فتنے کے خلاف سینہ سپر رہے۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے، زمانہ سے ہم نہیں

حضرت شیخ بنوریؒ کی تحفظ ناموسِ رسالتؐ کے لئے تڑپ

ربوہ کے واقعہ فاجعہ نے جب میدان عمل کی دعوت دی تو مسند حدیث کا گوشہ نشین اپنے زاویہ سے اٹھا اور اس کی جولا نگاہ درۂ خیبر، کراچی، کوئٹہ، پشاور اور لاہور ہے۔ ٹانگوں سے معذور ہیں، چلنے پھرنے میں دقت ہے لیکن ایک جذبہ ملی ہے جو شیخ وقت کو بے قرار لئے پھرتا ہے۔ پھر اس مصروفیت سے وقت نکال کر حرم مکہ میں پہنچتے ہیں۔ سلطان فیصل کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ عشق رسولؐ اور اعداء اسلام کی کاروائیوں کے باعث دونوں بزرگ اشکبار ہیں۔ شاہ فیصل فرما رہے ہیں کہ یا شیخ! میں اپنی سی مساعی تحفظ ختم نبوت کے لئے اور غداران ختم نبوت کی سرکوبی کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اس سفر مبارک میں تمام دنیائے اسلام کے علماء سے رابطہ قائم کر کے ان کی حکومتوں کو مسئلہ کے حل کے لئے آمادہ فرماتے ہیں تا بحدیکہ مسئلہ اصولی طور پر حل ہو جاتا ہے۔ مرزائی سر کے بل قصرِ مذلت میں جا گرتے ہیں اور عامۃ المسلمین اس کامیابی پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ تب مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر اپنے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سربسجود ہیں اور شکر گزار ہیں۔ (ناموسِ محمدؐ کے پاسبان ۱۲۶)

معراجِ عشق رسول ﷺ

حضرت شیخ بنوریؒ کے بھانجے جناب خالد جان صاحب راوی ہیں:

''آپؒ کو رسولِ مقبول ﷺ کی ذاتِ مبارک سے والہانہ عشق تھا۔ آپؒ نے زندگی کا بیشتر حصہ علوم دینیہ واحادیث نبویؐ کے حصول اور پھر تدریس و تبلیغ اور اس کے بعد تحقیق و ترویج میں گزارا۔ دوم: آپ نے زندگی کے ہر پہلو میں رسول اکرم ﷺ کے افعال کی پیروی کی۔ سوم: آپ اکثر رسول اللہ ﷺ کے ایصالِ ثواب کے لئے عبادات و خیرات

کرتے رہے۔ اسی طرح ہر سال قربانی اور بے شمار عمرے ان کے حق میں کئے۔ چہارم: زندگی میں آپؒ نے وصیت تحریر کی تھی کہ روضۂ مبارک کا غبار میری آنکھوں میں لگا دینا۔ روضۂ اقدس کے دیئے کا تیل میری داڑھی پر چھڑکنا اور روضۂ پاک کے غلاف کا ٹکڑا میرے کفن میں سینے پر سی دینا اور خانہ کعبہ کی چھت کی لکڑی تین سو سال پرانی قبر میں رکھنے کا کہا تھا۔

یہ سب چیزیں آپؒ نے ڈبہ میں محفوظ کر رکھی تھیں۔ آپؒ کی وصیت کے مطابق کام میں لائی گئیں۔ یہ حب رسول کی معراج تھی۔"

مہمانِ رسول ﷺ

جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب ایک واقعہ کے راوی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

مسجدِ نبویؐ میں اعتکاف کے دوران افطار اور سحری میں قسم قسم کے کھانے آتے تھے۔ اوّل اوّل میں نے کھانے میں کچھ تکلف کیا۔ حضرت شیخ بنوریؒ نے اس کو محسوس کر لیا۔ مجھ سے علیحدگی میں فرمایا، تنزیل الرحمٰن! اگر آنحضرتؐ زندہ ہوتے اور ہم یہاں آتے تو ہم آنحضرتؐ کے مہمان ہوتے۔ آج آنحضرتؐ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں تو خادمان رسولؐ جو مدینۃ النبیؐ کے ساکن ہیں، ہماری میزبانی کرتے ہیں۔ ہم رسول اللہؐ کے مہمان ہیں اور یہ سب خادمانِ رسولؐ ہیں۔ تم کھانے میں تکلف نہ کیا کرو، رغبت سے کھایا کرو۔ مولانا کا سمجھانے کا وہ پیار و محبت بھرا انداز جب بھی یاد آتا ہے، آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ (خصوصی نمبر ص ۲۴۶)

"مدینہ منورہ میں تو عجیب ہی کیفیت ہوتی، مسجد نبوی میں بہت زیادہ ادب کا خیال فرماتے۔ عموماً معمول یہ تھا کہ ہر نماز کے وقت سے پہلے ہی حرم میں تشریف لے جاتے اور خاص کر عصر سے عشاء کا وقت تو حرم میں ہی گزارتے۔ مواجہہ شریف میں سلام عرض کر کے سامنے ہی بائیں جانب صف اول میں بیٹھ جاتے اور یہ سارا وقت عبادت، تلاوت، ذکر اور درود شریف میں گزرتا اور کسی سے بات کرنا پسند نہ فرماتے۔" (خصوصی نمبر، ص ۵۴۸)

روضۂ اقدس کی برکات

جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب مدظلہ، حضرت شیخ بنوریؒ کے حرمین شریفین کے سفر کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

حضرت شیخ بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ بار بار حج یا عمرہ کا سفر کرنے سے بھی میرا مقصد حج یا عمرہ کی تعداد بڑھانا اور اس کو اپنے لئے سرمایہ فخر ومباہات سمجھنا ہرگز نہیں ہے بلکہ میں ایک خاص مقصد کے لئے بار بار حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً جاتا ہوں اور وہ یہ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو یہ باغ لگایا ہے (مدرسہ عربیہ اسلامیہ) اس کی قبولیت اور کامیابی کے لئے دعائیں کروں۔ بیت اللہ کے فیوض اور روضۂ اقدسؐ کی برکات حاصل کروں کہ اللہ تعالیٰ بانی اور اساتذہ وطلبہ کی محنت کو قبول فرمائیں اور ان کو مزید اخلاص اور اہلیت سے سرفراز فرمائیں۔

جس طرح ایک کار کا ڈرائیور جب سفر شروع کرتا ہے تو تیل کی ٹینکی کو بھر لیتا ہے مگر جہاں ٹینکی خالی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو جلد از جلد کسی پیٹرول پمپ سے تیل لیتا ہے، اسی طرح میں بھی نہ صرف ہر سال بلکہ سال میں متعدد مرتبہ حرمین شریفین سے تیل لینے جاتا ہوں۔ (خصوصی نمبر ص ۴۵۸)

محبوب ﷺ کی زیارت اور نسب کی تصدیق

محدث العصر، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے "ابنی" کے معزز خطاب سے مخاطب فرمایا، جس سے شفقت کے علاوہ نسب کی بھی تصدیق ہوگئی (ماہنامہ بینات) کراچی کی خصوصی اشاعت بیاد محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ 748)

نوٹ: حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا نسبی تعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے خلیفہ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، جن کی جائے پیدائش بنور تھی۔ بنور سابق ریاست پٹیالہ (مشرقی پنجاب) میں سرہند کے

قریب ایک قصبے کا نام ہے۔ (یہ لفظ بغیر تشدید کے بنور ہے)

خواب میں رسول ﷺ سے ابوداؤد شریف کا درس

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے ابوداؤد شریف، امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ سے پڑھی ہے۔ اس سال حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہم حضور اقدس ﷺ سے ابوداؤد شریف پڑھ رہے ہیں، بے انتہا مسرت ہوئی اور وہ نقشہ ابھی تک آنکھوں کے سامنے ہے۔ صبح میں نے حضرت الشیخ قدس سرہ کی خدمت میں یہ خواب عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کا پڑھنا قبول ہوگیا، یہ مقبولیت کی بشارت ہے۔ (ماہنامہ بینات، کراچی، خصوصی اشاعت بیاد محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ 491)

(یہ خواب جہاں پڑھنے والے کے لئے بشارت ہے وہاں پڑھانے والے کے محدث کامل، متبع سنت اور فنافی الرسول ﷺ ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے)

دربار نبویؐ سے ختم نبوت کی ذمہ داری قبول کرنے کا حکم

فقیر راقم الحروف کو تردد تھا کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں خانوادۂ رائے پوری کا بظاہر حصہ نظر نہیں آتا، چنانچہ ۱۰ محرم ۱۴۰۳ھ کو جھاوریاں ایک تبلیغی جلسے میں حاضر ہوا، حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا قاضی عبدالقادرؒ سے ملاقات ہوئی، جو تبلیغی جماعت کے بزرگ رہنما تھے، انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ: جب مولانا لال حسین اخترؒ کی وفات کے بعد عارضی امارت مجلس تحفظ ختم نبوت کی مولانا محمد حیات کے سپرد کی گئی تو میں دین پور شریف حضرت میاں عبدالہادی خواجہ خواجگان کے پاس حاضر ہوا، آپ نے مجھے فرمایا کہ ''میں معذور ہوں، سفر کے لائق نہیں، آپ کراچی شیخ الاسلام حضرت بنوری کے پاس تشریف لے جائیں اور میری طرف سے عرض کریں کہ وہ ختم نبوت جماعت کی صدارت قبول کرلیں۔'' یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے، میں نے کراچی جاکر حضرت بنوری سے

عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ: ''انشراح نہیں!'' دوسرے دن عرض کیا، آپ نے وہی جواب دیا، تیسرے دن حاضر ہوا تو میں نے کہا کہ: ''میاں عبدالہادی صاحب نے یہ فرمایا نہیں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان کا وجدان کہتا ہے کہ ختم نبوت کے محاذ پر کوئی اہم کام ہونے والا ہے، اس کے لئے آپ جیسی جامع شخصیت کی کنٹرولر کی حیثیت سے ضرورت ہے۔'' حضرت بنوری مسکرائے، فرمایا کہ: ''آج حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی کا بھی مدینۃ الرسول سے خط آیا ہے، انہوں نے بھی فرمایا ہے کہ ختم نبوت کی صدارت بغیر وجہ پوچھے قبول کرلو، ہر بات بتانے والی نہیں ہوتی! اس میں نہ صرف خیر ہے، بلکہ آقائے نامدار ﷺ کے حکم کی تعمیل بھی ہے۔'' چنانچہ حضرت بنوری کو ختم نبوت جماعت کی صدارت کے لئے میں نے آمادہ کرلیا۔

مدینہ طیبہ میں زیارت واعتکاف

حضرت بنوری علیہ الرحمۃ کا رسول اکرم ﷺ سے عشق ومحبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی حضور کا نام نامی آتا، آنکھیں پرنم ہوجاتیں، مدینہ طیبہ میں زیارت واعتکاف کے موقعہ پر اس محبت وعشق کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا مسجد نبوی اور مواجہہ شریف کا احترام واکرام واجلال طبیعت ثانیہ بن چکا تھا کئی بار خواب میں زیارت نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے۔ توبہ وانابت وخوف وخشیت سے سرشار تھے، ڈرنے والا دل، رونے والی آنکھ اللہ تعالیٰ نے آپکو عطا کی تھی۔ (ماہنامہ بینات، حضرت بنوری نمبر، جنوری فروری ۷۸ء، صفحہ ۱۴۹)

مرض وفات کے آخری ایام میں

حضرت کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہا وضو کرادو اور کپڑے تبدیل کردو، کیونکہ پسینہ اس قدر آرہا تھا کہ جیسے کسی نے پانی ڈال دیا ہو۔ رنگ تو بالکل سفید ہوچکا تھا۔ میں نے عرض کیا یہاں وضو کرانے میں آپکو تکلیف ہوگی کیونکہ ابا جانؒ اس وقت بالکل حرکت کرنے کے قابل نہ تھے۔ ہسپتال میں سارا انتظام ہوگا تھوڑی دیر میں پہنچ جاتے ہیں۔

فرمایا: اچھا، اور ہم ہسپتال چلے گئے۔ ابا جانؒ کو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ اس وقت تشویش کی بات نہیں لیکن آئندہ تین چار روز شدید احتیاط کی ضرورت ہے اور یہ بھی کہا کہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ سے جب میں نے مکمل آرام کی درخواست کی تو فرمایا: اب میں نہیں اٹھوں گا۔ (کیسے معلوم تھا کہ واقعی اب وہ نہیں اٹھیں گے۔)

عالم بالا سے رابطہ قائم ہو چکا ہے

ایک صاحب نے آخر وقت کی تفصیل ہسپتال والوں سے معلوم کی تو معلوم ہوا کہ صبح ساڑھے چار بجے بیدار ہوئے، وضو فرمایا اور متعین ڈاکٹر سے فرمایا کہ تکلیف ہو رہی ہے۔ اس نے فوراً انجیکشن لگانا چاہا، منع فرمایا۔ فرمایا بس میرا عالم بالا سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ اور میں جا رہا ہوں۔

ہمیں تو مہمان لینے کیلئے آ گئے ہیں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء بروز سوموار ۵ بجے کے قریب آخری دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اس موقع پر موجود ڈاکٹروں نے دوا دینی چاہی مگر بقول اس وقت موجود اسٹاف کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" ہمیں تو مہمان لینے کیلئے آ گئے ہیں اب دوائی بس کریں اور ہم تو چلے۔" یہ کہہ کر ذرا بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھا اور السلام علیکم کہہ کر قبلہ کی طرف منہ کر دیا اور اپنے محبوب حقیقی سے اس کی راہ میں اس کے دین کی تڑپ اور جدو جہد میں جا ملے۔ (صوفیاء کرام کے آخری لمحات ۲۴۸۔۲۵۰)

تاریخ وفات ۷ ذیقعد ۱۳۹۷ھ ہے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی نماز جنازہ میں لاکھ سے زائد لوگ موجود تھے۔

امام العلما، قطبِ دوراں

حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

امام العلمأ والصلحاء قطب دوراں حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مقاماتِ ولایت بہت بلند ہیں۔اس لئے حضرت کے واردات ومکاشفات بھی اعلیٰ درجے کے ہیں اوراس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا مشکل ترین امر ہے۔

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات جامع کمالات ومجموعہ فضائل وحسنات ہے۔آپ علم وعمل کے پیکر، رشد وہدایت کے حامل، دعوت واصلاح کے علمبردار اوراللہ تعالیٰ کے بندگان کاملین میں سے ہیں۔اس دور پرفتن میں آپ کی مقدس ہستی مسلمانان پاکستان کیلئے ایک عظیم القدر نعمت الٰہی تھی۔آپ نے اپنی مصلحانہ جدوجہد اور مبلغانہ ومرشدانہ کارناموں کا آغاز حضرت دادا پیر قطب الارشاد حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے بعد ہی فرمایا اور اپنی کثرت عبادات وریاضات اوراشغال واوراد کے علاوہ لوگوں کی روحانی تعلیم وتربیت میں ہمہ وقت مصروف رہے۔

قلب کی کیفیات کیا ہیں

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی درس حدیث مبارک دیتے اوراس میں قلب کا ذکر آتا،تو طلبہ معلوم کرنا چاہتے کہ قلب کے کیا واقعات ہیں؟تو فرماتے: قلب کا نام میں بھی جانتا ہوں اورتم بھی، کیفیات قلب اگر حاصل کرنا چاہتے ہوتو حضرت مولوی محمد عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے پاس جاؤ اوران سے تربیت و درس حاصل کرو۔طلبأ اس شوق میں آتے اور داخل طریقت ہوکر اللہ تعالیٰ کے فیض سے مستفیض ہوتے۔(صفحہ ۱۱۸)(تجلیات قریشی ومالکی،جیبی صفحہ ۱۱۸)

حضرت صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے شیخ قطب ربّانی عارف حقانی قیوم زمان حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق ان کی زندگی میں ہی اپنے کچھ حالات وواردات قلمبند فرمائے تھے، جن کی تصدیق وتوثیق حضرت قریشی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ ان میں سے صرف چند زیارت بابرکت والے مکاشفات پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

قلب نبی کریم ﷺ سے فیض

☆......مرشد کامل حضرت صدیقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں احمد پور شرقیہ کی مسجد میں بیٹھا تھا۔ معاً خیال آیا کہ قیلولہ سنتِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اس خیال کے آتے ہی بغرض اتباع سنت مسجد ہی میں ایک جانب جاکر لیٹ گیا۔ نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ جانب شمال جارہے ہیں میں ان کے پیچھے پیچھے ہوں۔ نیز اس جانب سے ایک دریا اتھلے پانی کا آرہا ہے جس میں ہم دونوں کے پیر ٹخنوں تک بھیگ کر ٹھنڈک پارہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دریا کی درمیانی تیز رو نہایت صاف وشفاف نظر آئی۔

میں نے منہ لگا کر اس کا پانی پینا شروع کر دیا۔ پانی پیتا جاتا ہوں مگر سیراب نہیں ہوتا ہوں، نہ تھکتا ہوں، خواب ہی میں ارشاد ہوا کہ یہ قلب مطہر نبی کریم ﷺ سے آرہی ہے۔ بیدار ہوگیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا کہ اتباع سنت نبی کریم ﷺ میں سوجانا بھی فائدے سے خالی نہیں۔ (تجلیات قریشی ومالکی)

خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ کا عشق رسول

ارے! حضور ﷺ کی محبت کی کیا باتیں پوچھتے ہو؟ خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ نے کیا ہی خوب کہا۔ پنجابی میں اشعار ہیں، ذرا دل کے کانوں سے سنئے گا:

ملے قطرہ عشق محمدؐ دا ہئ تخت شاہی دی لوڑ نہیں
دل مست رہے وچ مستی دے ہئ عقل دانائی دی لوڑ نہیں
میڈے قلب سیاہ گناہگار دے وچ تیڈی یاد دا ڈیوا بلدار ہے

دل ایں جگ، اوں جگ، قبر حشر کسے بئ روشنائی دی لوڑ نہیں
کر اپنے حبیب دا عشق عطا جگ سارے توں بے نیاز چا کر
سر جھکدا رہے در تیرے اتے در در دی گدائی دی لوڑ نہیں
ایں عبد دا عرض قبول تھیوے دربار الٰہی دے اندر
لوں لوں وچ ہوئے عشق نبی کسے بئ آشنائی دی لوڑ نہیں

عشق نبی ﷺ کے علاوہ انہیں اور واقفیت کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔

عشق رسول ﷺ کا ایک عجیب واقعہ

حضور ﷺ کی محبت کا ایک اور واقعہ سنا دیتا ہوں۔ میرے آقا ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ میں اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ میری پوری امت کا حساب کتاب نہیں ہو جائے گا۔

ایک صاحب اپنے ہاتھ میں ہمیانی لئے ہوئے جا رہے ہیں۔ اس کے اندر کچھ پیسے تھے۔ ایک چور قریب سے بھاگتا ہوا ہاتھ سے وہ ہمیانی چھین کر نکل گیا۔ تھوڑی دور آگے گیا تو اس کی بینائی ختم ہوگئی۔ اس نے وہیں رونا چلانا شروع کر دیا۔ کہنے لگا، اے لوگو! میں نے فلاں جگہ پر ایک آدمی کی ہمیانی چھینی ہے، مجھے اس جگہ پر لے جاؤ تاکہ میں اس سے معافی مانگ لوں اور میری آنکھوں کی بینائی لوٹ آئے۔ جب لوگ اسے وہاں لائے تو ہمیانی کے مالک وہاں سے جا چکے تھے۔ قریب ہی ایک حجام تھا۔ اس سے پوچھا کہ فلاں آدمی سے میں نے ہمیانی چھینی تھی تم اسے جانتے ہو؟ اس نے کہا، پہچانتا ہوں نمازوں کے لئے وہ آتے ہیں ہوسکتا ہے اگلی نماز کیلئے یہاں سے گزریں، اگر آئے تو میں تمہیں بتا دوں گا۔ چنانچہ اسے بٹھا دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی آدمی گزرنے لگا، حجام نے کہا یہ وہی صاحب گزر رہے ہیں۔ چور اس کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔ اس نے کہا کہ بھائی! میں نے تو اسی وقت تجھے معاف کر دیا تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا۔ پھر پوچھنے لگا، اسی وقت مجھے معاف کر دیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں، اس لئے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ تم میری ہمیانی

لے گئے ہو اور تم نے یہ ظلم کیا ہے۔ آخر قیامت کے دن یہ مقدمہ پیش ہوگا اگر پیش ہوگا تو پھر حساب کتاب ہوگا اور اس طرح میرے محبوب ﷺ کو جنت میں جانے میں اتنی دیر ہو جائے گی، چنانچہ اسی وقت میں نے تجھے معاف کر دیا تھا تا کہ نہ مقدمہ پیش ہو اور نہ حضور ﷺ کو جنت میں جانے میں دیر لگے۔

ڈاڑھی جنت کا ٹکٹ ہے

فرمایا ڈاڑھی تو جنت کا ٹکٹ ہے۔ اگر سنت کے اتباع کی غرض سے رکھے تو ضرور ایمان نصیب ہوگا اگر کچھ گناہ بھی ہوں گے تو توبہ نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی شکل مبارک کو جہنم میں ڈالے۔ (تجلیات قریشی و مالکی)

حضرت صدیقی کا پہلا سفر حج

☆...... حضرت صدیقی رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں حج کے ارکان ادا کرنے لگا اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا تو اچانک بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا، مجھے بھی اندر جانے کا شوق پیدا ہوا۔ پھر میں نے دعا کی۔ کیونکہ میرے نزدیک پیسے دے کر اندر جانا ناجائز ہے میں ہر چکر میں پر دعا کرتا تھا۔

مقبولِ بارگاہِ خداوندی

آخر ساتویں چکر کے ختم پر ملتزم شریف کی حاضری پر دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اگر میں مقبول بارگاہِ خداوندی ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے داخلہ بیت اللہ مرحمت فرمائیں گے اور اگر مردود ہوں تو مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہوگی۔ اس وسوسہ کے بعد میں چلا۔ جہاں ملتزم شریف کی حد ختم ہو رہی تھی تو اچانک بیت اللہ شریف کا زینہ خالی کیا گیا۔ اور سپاہی کے ذریعے سے راستہ خالی کرایا گیا، جملہ حجاج کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو بیت اللہ شریف کے کلید بردار ایک سفید ریش نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ آپ آ جائیں۔ میں خائف ہوا کہ بولنے والا مجھے خاص طور پر اشارہ کر کے بلا رہا ہے کیا راز

ہے۔ میں رک گیا اور دیکھتا رہا، انہوں نے دوبارہ فرمایا کہ آپ آ جائیں میں بلا رہا ہوں۔ خیر میں دل مضبوط کر کے زینہ پر چڑھا۔ دوسرا کلید بردار سفید ریش وہاں موجود تھا۔ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جب میں دروازہ مبارک پر پہنچا دونوں کلید برداروں نے بڑھ کر مصافحہ کیا اور مجھے کہا کہ اپنے ہمراہ اپنی جماعت کے افراد کو بلالیں۔ میں نے آہستہ آواز میں اور ہاتھ کے اشارے سے جماعت کے افراد کو بلایا۔ (تجلیات قریشی و مالکی ص ۲۷)

بیت اللہ کے اندر داخلہ اور محبوب کی اتباع

چنانچہ جماعت کے تمام افراد میرے ہمراہ بیت اللہ کے اندر داخل ہو گئے۔ میرے دل پر داخلہ کے وقت یہ حالت طاری (القاء) ہوئی کہ حضور اکرم ﷺ نے داخلہ بیت اللہ کے وقت اول ستون تک سات قدم کئے تھے۔ چنانچہ میں نے چھوٹے چھوٹے سات قدم اتباع سنت میں کئے۔ اور ستون اول کے پاس حاضر ہو کر دو رکعت نفل شکرانہ ادا کئے۔ اور ایسا ہی اور دوستوں نے اور بیت اللہ کے چاروں کونوں میں نوافل ادا کئے۔ اس کے بعد ہم کو کوئی نکالنے والا نہیں تھا جیسا کہ اور لوگوں کو نکالا جا رہا تھا۔ ہم لوگ ایک طرف توبہ کے دروازے کی جانب بیٹھ کر مراقب ہو گئے۔ مراقبہ کے اول دو حضرات نے تجدید بیعت کیلئے کہا۔ جن میں ایک حافظ غلام حبیب صاحب تھے۔ تیسرا ایک اور صاحب بھی تھے جو میرے ساتھ ہی عراقی کونے کے اندر میرے والد کی شکل کے بیٹھے ہوئے تھے اور وہ عربی زبان بولتے تھے۔ انہوں نے بھی بیعت کیلئے ہاتھ بڑھائے اور درخواست کی کہ مجھے بھی بیعت کرو۔ میں نے عذر کیا کہ میں دور کا ہوں۔ آپ رہنے دیں۔ چنانچہ وہ چپ ہو کر میرے ساتھ بیٹھے رہے۔ مراقبہ میں برابر شامل رہے۔

الحمد اللہ فیضانِ الہیہ مثل باران رحمت نصیب ہوا۔ مگر جب کہ یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ مبادا کسی کا وضو ساقط ہو گیا۔ تو چونکہ ہم بیت اللہ کے اندر ہیں یہ بے ادبی ہوگی اور اس کا سبب میں بنوں گا۔ معاً مراقبہ ختم کیا اور دعا کی۔ جب اٹھ کر دروازے پر آئے تو کلید بردار نے پھر مصافحہ کیا رخصت کا۔ اس کے بعد اسی سفر میں مزید چار مرتبہ بیت اللہ شریف کا

داخلہ مرحمت فرمایا۔ جب پانچ مرتبہ داخلہ کی سعادت مکمل ہوگئی۔ تو پھر میرے دل میں یہ شوق پیدا نہ ہوا کہ میں مزید داخل ہوں۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے پانچ مرتبہ داخلہ فرمانے کے بعد فرمایا تھا کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو امت پر یہ داخلہ گراں نہ ہوتا۔

(تجلیات قریشی و مالکی ص ۷۳)

ادب کا اعلیٰ مقام اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انعام

حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ سے جب سے بیعت کی۔ اس وقت سے حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کا روئے مبارک کبھی بے وضو دیکھنا پسند نہیں کیا۔ ہمیشہ باوضو صحبت میں رہا۔ جب اللہ کریم نے سفر حج نصیب فرمایا تو طبیعت میں احساس پیدا ہوا کہ بیت اللہ کا حق اس سے زیادہ ہے اور کبھی وہاں بھی بے وضو نہیں رہا۔ اس کے بعد مدینۃ الرسول ﷺ کی حاضری نصیب ہوئی روضہ اقدس (ﷺ) کو بے وضو دیکھنا انتہا درجہ کی بے ادبی تصور کی۔ ہمیشہ باوضو دربار رسالت میں حاضری دی۔ اور روضہ اقدس (ﷺ) کو ہمیشہ باوضو دیکھا اچانک ایک دن حضور اکرم ﷺ کا کرم ہوا فضل ربی سے جب میں نے پیش ہو کر رخ مبارک کی طرف ''الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ، الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللّٰہ'' عرض کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے روضۂ اقدس (ﷺ) سے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا:

''وعلیکم السلام مع الصدق والامان والمستعان یا والغفران''

یہ الفاظ مقدس محض آداب کی وجہ سے مجھے نصیب ہوئے۔ مولانا محمد عالم صاحب جو میرے رفیق سفر تھے۔ وہ میری داہنی جانب تھے، انہوں نے بھی سنے اور ان پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ ان کے تمام بدن میں کپکپی ہونے لگی۔ روضۂ مقدس سے جب پیچھے ہٹے۔ تو ان سے معلوم کیا کہ آپ کے اوپر کیا کیفیت تھی۔ انہوں نے کہا کہ میری فرحت کا کچھ انتہا نہ رہا کہ ''میرے مرشد کو حضور اکرم ﷺ نے یہ کلمات جواب میں فرمائے'' جو اوپر درج ہو چکے

ہیں، تب یقین ہوا کہ اس کیفیت کا شاہد ایک عالم باعمل بھی ہے۔
(تجلیات مالکی وقریشی ص ۷۶)

وضاحت: ویسے تو حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۹۳۵ھ سے ہر سال زیارت حرمین شریف کی سعادت نصیب ہوئی ہے لیکن آپ نے اپنے بیاض میں مذکورہ حج کے علاوہ صرف تین اور حجوں کا ذکر فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہر سال حاضری کا بندوبست

ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں روضۂ مقدس پر حاضر ہوں۔ حضور اکرم ﷺ پلنگ پر آرام فرما ہیں کہ میں پاؤں مبارک کی طرف اپنے آپ کو دست بستہ کھڑا ہوا پاتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے۔ معانقہ ومصافحہ سے مشرف فرمایا۔ انتہائی درجہ کی شفقت کا کلام فرماتے ہوئے ایک بات بطریق امر فرمائی کہ "ہر برس تو میرے پاس آیا کر" میں نے جواب میں عرض کیا۔ حضور (ﷺ)! میں مسکین ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں دلالوں کو یا تاجروں کو (دونوں میں سے ایک لفظ تھا) کہدوں گا تو ہر برس آیا کر۔ میں نے عرض کیا: "بہت بہتر" چنانچہ یہ سلسلہ ایسا ہی چلتا رہا اور حاضری نصیب ہوتی چلی آ رہی ہے۔
(تجلیات قریشی و مالکی ص ۷۸)

اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کی صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ وہی ہے جس پر اولیائے کرام اور صوفیائے عظام گامزن تھے۔ یعنی اشاعت وتبلیغ قرآن، اعلائے کلمۃ الحق، تزکیہ نفس، وتصفیۂ قلب۔ صوفی وہ ہے جو شریعت کا پابند ہو۔ اسوۂ رسول ﷺ اور سنتِ مقدسہ کو ہر دم پیش نظر رکھے اور اپنی زندگی اصلاحِ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بسر کرے بلاشبہ یہ تمام اوصاف حضرت مرشد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی میں بطریق احسن موجود تھے۔ آپ جیسے متقی بزرگوں کی صحبت کیمیا میں تاثیر ہوتی ہے جو پتھر کو بھی سونا بنادیتی ہے۔

آنچہ زرمی شوداز پرتو آں قلب سیاہ کیمیائیست کردار صحبت درویشاں ستا گر آپ جیسے

خدارسیدہ بزرگوں کے عملی نمونے مسلمانوں کے سامنے ہوتے تو وہ عملی دشواریوں کا حل ڈھونڈھنے میں کبھی ناکامیاب و نامراد نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے برگزیدہ بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قطب وقت کی بیعت اور آپؒ کی عاجزی

جب حضرت فضل علی قریشی مسکین پوری نے حضرت صدیقیؒ کو اجازت دخلافت سے سرفراز فرمایا تو حضرت صدیقی تبلیغ دین کیلئے ریاست جیند (انڈیا) تشریف لے گئے۔ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جاتے وقت تنہا پیدل سفر کے دوران بھوک نے خوب ستایا ویرانے میں سے گزرتے ہوئے حضرت کی نظر ایک ایسی بیری پر پڑی جو چھوٹے قد کے باوجود سرخ بیروں سے لدی ہوئی تھی۔ حضرت اس سے بیر اتار کر کھانے لگے معاً دل میں خیال آیا کہ یہ چھوٹی سے بیری پھل سے لدی ہوئی ہے میں بھی چھوٹا سا ہوں اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ وہ مجھے بھی خوب پھل (مریدین) عطا فرمائے۔ حضرت بہت دیر تک روتے رہے اور بصد عجز و نیاز دعا کرتے رہے جب حضرت آگے چلے تو شہر کلیانہ پہنچے جہاں آپ کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ کثیر تعداد میں لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے اور یوں قبولیت دعا کے اثرات منصہ شہر پر آئے۔ اسی سفر میں ایک قطب بھی حضرت سے بیعت ہوئے۔ (حیات حبیب)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب قاسمی فرمانے لگے کہ آخری عمر میں حضرت صدیقی زیادہ تر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی تعریف اپنے بیان میں فرماتے تھے

حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور وفات کا اشارہ

مولانا حکیم احمد بخش صاحب واپسی کے دوران حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اختتام سفر تک ہم رکاب رہے، مولانا موصوف بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں حضرت نے مجھ سے بعض اہم باتیں ارشاد فرمائیں جو وصیت کی حیثیت رکھتی ہیں اور قابل یادگار ہیں، مولانا احمد بخش کا بیان ہے کہ مراجعت کے دوران حضرت قبلہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ گجرات میں ملک

سجاد علی وکیل کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے، نماز تہجد پڑھنے کے بعد مجھ سے فرمایا۔

مولوی صاحب! اس سال راولپنڈی اور مردان کے دورۂ تبلیغ میں مجھے بہت لطف اور خط آیا، کیونکہ مردان میں ایک رات حضرت نبی اکرم ﷺ نے مجھے اپنی آغوش مبارک میں بٹھا کر فرمایا کہ

''عبدالمالک! اب بوڑھے ہو چکے ہو۔ اب آرام کرو اور سفر کو ترک کر دو''

وضاحت: اس فرمان مبارک میں حضرت کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔ (صوفیا کرام کے آخری لمحات ص ۵۰۵)

قبر کے بارے میں انکشاف

مولانا موصوف مزید بیان کرتے ہیں کہ گجرات میں دوسری رات کو جب کہ ہم تہجد کی دو رکعتیں پڑھ چکے تھے حضرت قبلہ صدیقی رحمہ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا۔

''مولوی صاحب! جہاں میں بیٹھتا ہوں (خانیوال میں جہاں اس وقت آپ کا مزار مبارک ہے) کیا اچھی جگہ ہے۔ آپ کو پسند ہے؟ اور ساتھ ہی فرمایا مجھے تو بہت پسند ہے''۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت بہت اچھی جگہ ہے۔ فرمایا کہ آپ کو میری یہ بات سمجھ میں آئی ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے سمجھا دو۔ فرمایا کہ یہ میری قبر کی جگہ ہے۔

ہفتہ کے دن یعنی ۸ ستمبر کو تقریباً دس بجے دن حضرت کی دوائی کراچی سے بذریعہ پارسل ملی۔ تعمیل حکم کرتے ہوئے فوراً برادرم نذیر احمد کو دوائی دے کر احمد پور روانہ کر دیا۔ تاکہ شام تک دوائی پہنچ جائے اور وہ شام تک احمد پور پہنچ گیا اور اسی دن حضرت کی طبیعت مبارک زیادہ علیل تھی، شام کی نماز پڑھ کر حضرت نے نذیر احمد کو کھانے کے متعلق فرمایا۔

حضرت کا وصال مبارک

کراچی سے آئی ہوئی دوا کے استعمال سے حضرت کے مرض میں کوئی افاقہ نہ ہوا دوسرے حکیموں کی تجویز کردہ دوائیں بھی بے اثر ثابت ہوئیں۔ چنانچہ ۸ اور ۹ ستمبر کی درمیانی شب کو بشب اتوار دس بجکر دس منٹ پر حضرت کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنے مالک

حقیقی سے جا ملے اور رخ مبارک خود بخود قبلے کی طرف ہو گیا۔

حضرت کے نواسے مولانا غلام احمد صاحب نے ۹ ستمبر کو بروز اتوار صبح نو بجے نماز جنازہ بمقام عیدگاہ احمد پور شرقیہ پڑھائی، جس میں ہزاروں لوگ نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ شریک ہوئے۔

دل مرنے کے بعد بھی اللہ اللہ کرتا رہا

مولانا شاہ عالم صاحب کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت کے دل کی حرکت جاری تھی، چنانچہ جب ہم احمد پور شرقیہ پہنچے اور حضرت کی چار پائی پر فاتحہ پڑھنے لگے۔ اچانک میری نظر حضرت کے کفن کے اوپر دل کے مقام پر پڑی۔ تو دل کے مقام پر کفن ہل رہا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دل ''اللہ اللہ'' کر رہا ہے، لیکن چونکہ پنکھا چل رہا تھا دل میں خیال آیا کہ شاید یہ پنکھے کی ہوا کی وجہ سے کفن ہل رہا ہے۔ لیکن جب جنازے کو خانیوال لے جانے کے لئے ڈبے میں رکھا گیا اور وہاں اس کا دوبارہ مشاہدہ کیا گیا تو پھر دیکھا گیا کہ دل برابر اللہ اللہ کر رہا ہے جس سے کفن ہلتا ہے۔ (صوفیائے کرام کے آخری لمحات ص ۵۱۰)

غسل دیتے وقت جنتی ہونے کی علامت

جناب حافظ محمد عباس صاحب نے فرمایا کہ حافظ نور محمد صاحب نے غسل دیتے وقت حضرت قبلہ پر جو کیفیت دیکھی وہ اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت قبلہ کا چہرۂ مبارک غسل کے وقت قبلے کی طرف خود بخود مڑ جاتا تھا اور دوران غسل میں نے آپ کے جسم کے حصے کو جب پلٹا دیا ہے تو باقی جسم کے پلٹ جانے کے باوجود بھی آپ کا چہرہ مبارک قبلے کی طرف پلٹ جاتا تھا، نیز انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ غسل کے بعد جب آپ کو کفن دیا جا چکا تھا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر پسینہ تھا اور یہ علامت میں نے بزرگوں سے جنتی ہونے کی سنی ہے۔ حضرت کو غسل دیتے وقت پانی ڈالنے میں جناب حافظ محمد رفیق صاحب، مولانا غلام احمد صاحب جناب حافظ محمد عباس صاحب اور منظور احمد صاحب شریک تھے۔

(صوفیائے کرام کے آخری لمحات ص ۵۱۰)

برکۃ العصر محدث کبیر قطب الاقطاب شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

محبوب ﷺ کے کلام سے عشق

آپ نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں تقریباً نصف صدی تک حدیث پاک کا درس اس طرح دیا کہ آپ کو بڑے بڑے مناصب اور تنخواہوں کی پیش کش آتی رہیں لیکن آپ نے شغل حدیث کے بدلے دنیا کی کسی بڑی سے بڑی حیثیت کو بھی قبول نہیں کیا۔ آپ کا یہ درس کیسا والہانہ تھا اور آپ کے نزدیک حدیث شریف پڑھنے پڑھانے کا مقصد کیا تھا؟ خود سبق میں فرماتے تھے:

''میرے نزدیک علم حدیث کی ایک جداگانہ غرض ہے، وہ یہ ہے کہ اگر علم حدیث پڑھنے پڑھانے سے خواہ کوئی بھی فائدہ نہ ہوا اور خواہ کوئی بھی ثواب نہ ملے تب بھی اس کے پڑھنے کیلئے ایک غرض یہ کافی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلام ہے۔ ہم محب رسول ﷺ ہیں اور آپ ﷺ سے سچی محبت کے دعویدار ہیں لہٰذا آپ ﷺ کے کلام کو محض اس لئے پڑھنا چاہئے کہ ایک محبوب کا کلام ہے اور جب اس کو محبت کے ساتھ پڑھا جائے تو ایک قسم کی لذت، حلاوت اور رغبت پیدا ہوگی۔'' (تقریر بخاری شریف ص ۲۷)

احادیث سے محبت اور خدمت حدیث

زبانی درس کے علاوہ آپ نے خدمت حدیث کا جو تحریری سرمایہ چھوڑا ہے وہ بذات خود سرور کائنات ﷺ سے آپ کے کمال تعلق کی دلیل ہے۔ ''بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد'' جو آپ کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی تصنیف ہے، آپ اس میں برابر کے شریک رہے۔ حدیث شریف کی بلند پایہ کتاب مؤطا امام مالکؒ کی پندرہ جلدوں میں شرح ''اوجز المسالک الی مؤطا مالک'' تصنیف فرمائی جس نے فقہ مالکی کے علماء سے بھی

زبردست خراج تحسین وصول کیا۔ اس کے علاوہ ''لامع الدراری'' ''الکوکب الدری'' اور ''الفیض السمائی علی النسائی'' آپ کے حدیث پاک سے تعلق کی زندہ جاوید مثالیں ہیں۔

فنائیت کا مقام

حضرت کے ایک خلیفہ فرماتے ہیں کہ جب میں رخصت ہونے لگا مدینہ طیبہ سے شیخ سے ملاقات کی، شیخ الحدیث نے ایک مرتبہ فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں الوداعی سلام کیلئے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور میرا انتقال ہوگیا۔ روح نکل گئی۔ میں نے اپنے دوستوں سے لڑکوں سے نہیں کہا ہے یہ خواب کہ ابھی سے رونا شروع کر دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے مدینہ میں آنا اور جانا

میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ وہ انتقال تھوڑا ہی ہے، یہ تو آفتاب نبوت کے سامنے چراغ کا اضمحلال ہے۔ بس حضرت شیخ الحدیث تشریف لے گئے لندن، لندن سے واپسی پر فرمانے لگے مجھ سے۔ مفتی جی! کیا فائدہ وہاں جانے کا۔ تم بتاؤ۔ میں نے کہا بتاؤں، میں نے ذرا قوت سے کہا، بجائے ادب کے دوبارہ میں نے کہا کہ بتاؤں، کہا کہ ہاں پوچھ تو رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ مجھ سے کیوں پوچھتے ہو، پوچھئے ان سے جنہوں نے آپ کو بھیجا ہے کیا فائدہ ہوا۔ بس حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا بھئی بات تو یہی ہے کئی مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ بھی فرمایا کہ جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ خیر پھر شیخ نے یہ کہا کہ بھائی کلکتہ والے بہت عرصے سے بلا رہے ہیں۔ میں اپنی بیماری اور کمزوری کا عذر کر دیتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ مدینہ بھی تو جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بھئی تم مکہ مدینہ پر کیا قیاس کرتے ہوا پنے کلکتہ کو؟ لیکن اب تو لندن بھی ہو آئے، اب کیا جواب دوں گا، پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نہ کبھی بغیر اجازت آیا اور نہ بغیر اجازت کے گیا۔ مدینہ طیبہ پہنچا تو اجازت سے، وہاں سے یہاں آیا تو اجازت سے۔ (اکابر دیوبند اور عشق رسولؐ ۶۸)

قیامت میں بھی ایسے ہی چھانٹ ہو جائے گی

ایک صاحب حج سے آئے اور ایک بڑا طباق کھجوروں کا بھر کر حضرت شیخ کی خدمت میں لائے۔ شیخ اس کو دیکھ کر کچھ مسکرائے اور فرمایا کہ:

''میرے پاس تو کھجوریں براہ راست مدینہ طیبہ سے بھی آتی رہتی ہیں۔ تم کو تو اور جگہ بھی تقسیم کرنا ہوگی، تمہاری خاطر میں دو تین کھجوریں اٹھا لیتا ہوں باقی تقسیم کر دینا''

چنانچہ تین کھجوریں شیخ نے اٹھا لیں۔ وہ شخص نہایت شرمندہ آنکھیں نیچی خاموش اپنا طباق اٹھا کر چل دیا۔ میں نے (مفتی محمود حسن گنگوہیؒ) باہر آ کر جب اس سے پوچھا کہ بھائی کیا بات تھی تمہارے اوپر اس کا بہت اثر ہوا۔ اس نے کہا

''بس جی بس! ہم نے دیکھ لیا قیامت میں بھی اسی طرح چھانٹ ہو جائے گی، مدینہ پاک کی یہی تین کھجوریں تھیں باقی دوسری تھیں، میری دلداری کیلئے فرما دیا کہ میرے پاس تو براہ راست بھی آتی ہیں، تمہیں تو اور جگہ بھی تقسیم کرنا ہوگی۔''

میں نے کہا تم کو ضرورت ہی کیا تھی طباق بھر کے لانے کی تمہارے پاس تین کھجوریں تھیں مدینہ پاک کی، یہی تین لے آتے۔ (حضرت شیخ اور ان کے خلفاء کرام،۲/۲۹)

اتباع سنت ہی اللہ کے نزدیک محبوبیت کا معیار ہے

آپ اتباع سنت کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے اور بہت سی ایسی چیزیں جنہیں آج ہم غیر اہم سمجھ کر چھوڑے ہوئے ہیں، آپ بڑے اہتمام سے ان پر عمل کرتے۔ خود تحریر فرماتے ہیں

''اصل چیز اتباع سنت ہے اور جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے گا۔ جو شخص اتباع سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ کے نزدیک محبوب و مقرب ہوگا۔ روشن دماغی چاہے اس کے پاس بھی نہ آئی ہو۔ اور جو شخص اتباع سنت سے جتنا دور ہے، اللہ تعالیٰ سے بھی اتنا ہی دور ہے۔ چاہے وہ مفکر اسلام، مفکر دنیا اور مفکر سموات بن جائے۔'' (اکابر علماء دیوبند)

جو کی روٹی اور عشق کی لذت

آپ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد یوسف متالا زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں

"تیسرے سال حضرتؒ نے جو پسوا کر روزانہ دوپہر کو جو کی روٹی کھانا شروع کی۔ بلاناغہ کئی ماہ تک یہ معمول مسلسل چلتا رہا کہ بڑے عشق کے ساتھ اور مزے لے کر حضرت وہی جو کی روٹی اتباع سنت کی نیت سے کھاتے رہے اور مہمانوں کیلئے جو گیہوں کی روٹیاں بھی پکتی تھیں اس میں بھی تھوڑا سا جو کا آٹا ملانے کا اہتمام فرمایا تھا۔"

نانا جان (رسول اللہ ﷺ) کا گھر یاد آ گیا

آپ کے دوسرے خلیفہ مجاز حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

"حضرت شیخ کی کئی پشتوں سے وجاہت، مرجعیت، خاندانی ریاست اور ذرائع آمدنی کے علاوہ حضرت کے یہاں مہمانوں کی کثرت، اپنے گھر کے افراد اور کنبہ کی وسعت وغیرہ بہت سے امور کا تقاضہ تھا کہ حضرت کا مکان بڑا اور عالی شان ہوتا۔ مگر سنت نبوی کے اس عاشق صادق کا گھر کم سے کم ضرورت اور مجبوری کا تھا جو پہلے کچی اینٹوں کی ایک کوٹھڑی تھی، اس لئے اب تک اس کا نام ہی کچا گھر مشہور ہے۔"

عاشق رسول ﷺ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جب پہلی بار حضرت کے یہاں مہمان ہوئے اور اسی کچی کوٹھڑی میں معہ سامان تشریف لا کر وہاں بچھے ہوئے بوریئے پر بیٹھ گئے تو مکان کو اوپر سے نیچے دیکھ کر اپنی ظریفانہ عادت شریفہ کے مطابق مکان کی تعریف شروع کر دی۔ فرمایا کہ

"اس کو دیکھ کر نانا ابا ﷺ کے مکان کی یاد تازہ ہو گئی"

اور حضرت شیخ سے فرمایا کہ:

"حضرت! کیا عرض کروں کتنی مسرت اس مکان کو دیکھ کر ہوئی، اسلاف کا دور آنکھوں کے سامنے پھر گیا" (حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول ا ص ٦٩)

فضائل درود شریف

آپؒ کی وصیت کے یہ الفاظ بہت مشہور معروف ہیں

''میں ہمیشہ اپنے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ دل سے موت کو یاد رکھیں اور زبان سے کثرت سے درود شریف پڑھتے رہیں۔''

آپ کی کتاب ''فضائل درود شریف'' بارگاہ رسالت سے آپ کے عاشقانہ تعلق کی کھلی ہوئی دلیل ہے اور اب تک لاکھوں انسان اس کتاب کو پڑھ کر متبع سنت اور محب رسول بن چکے ہیں۔

حدیث مبارکہ کا ادب ہمیشہ باوضو پڑھنا

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ میرے ایک رفیق درس حسن احمد مرحوم تھے، والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے دورہ حدیث میں میرے اور مرحوم کے دو اہتمام تھے۔ ایک یہ کہ کوئی حدیث ایسی نہ ہو کہ جو استاد کے سامنے پڑھنے سے رہ جائے، دوسرے یہ کہ بے وضو کوئی حدیث نہ پڑھی جائے۔ میرا اور مرحوم کا دستور یہ تھا کہ ہم میں سے جس کو وضو کی ضرورت پیش آجاتی وہ دوسرے کو کہنی مار کر یکدم اٹھ جاتا اور دوسرا ساتھی فوراً ابا جان پر کوئی اشکال کر دیتا۔ اگرچہ اس کی نوبت تو بہت کم آتی تھی، مہینے دو مہینے میں اس کی نوبت آتی تھی اس لیے کہ صحت اچھی تھی۔ اس سیہ کار کا تو اس زمانے میں ظہر کے وضو سے عشاء پڑھنے کا معمول سالہا سال رہا پھر بھی کبھی نہ کبھی ضرورت پیش آجاتی تھی۔

اس طرح کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات ہیں جس میں اکابر نے ایک ایک قدم سنت رسول اللہ کی پیروی میں اٹھایا ہے۔

مدینہ منورہ کا کتا

ایک حج میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے معلم سید مکی کی موٹر حضرت کو حرم لانے لے جانے کیلئے مقرر تھی۔ ایک دفعہ نماز کے بعد حضرت حرم شریف سے باہر نکل آئے لیکن موٹر

نہیں آئی کہ ڈرائیور کو کہیں دیر ہوگئی تھی۔ خدام نے دوسری موٹر لانے کیلئے عرض کیا مگر منظور نہیں فرمایا اور فرمایا کہ بعد میں وہ بیچارہ آئے گا ہم انتظار کر لیتے ہیں۔ مگر حضرت کو معذوری کی وجہ سے کھڑا ہونا دشوار تھا، وہیں زمین پر بیٹھنے کا ارادہ فرمایا تو خدام نے فوراً اپنے مصلے بچھانے چاہے مگر حضرت نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ بے تکلف زمین پر بیٹھ گئے، خدام نے جب اصرار کیا تو فرمایا کہ تم اپنے لیے بچھالو، میں تو یہاں کا کتا ہوں، زمین پر ہی بیٹھوں گا۔

مسجد نبوی ﷺ میں ادب کی انتہا

مسجد نبوی میں روزانہ کئی کئی گھنٹے بیٹھنا ہوتا تھا، حضرت چونکہ معذوری کی وجہ سے صرف چارزانوں ہی بیٹھ سکتے تھے، پاؤں پر کمبل ہوتا تھا، لیکن حضرت کو اس بات کی کوشش اور اہتمام ہوتا تھا کہ ان کے پاؤں کا رخ روضہ شریف کی طرف نہ ہو، حالانکہ چار زانو نشست میں سامنے کے پاؤں سیدھے نہیں ہوتے۔ جس کو عرف میں پاؤں سامنے کرنا کہا جائے صرف انگلیوں کا رخ ہوتا ہے مگر حضرت اس کو بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔

کس منہ سے محبوب کے سامنے جاؤں

حضرت شیخ الحدیثؒ نے فضائل حج میں تحریر فرمایا ہے کہ مسجد نبوی میں سب سے افضل جگہ مصلے شریف کی ہے جس کے ساتھ استوانہ حنانہ ہے، اگر ممکن ہو تو زائر کو یہاں پہلے دو نفل پڑھنا چاہئے۔ مگر ۹۴ھ میں حضرت کا قیام یہاں سال بھر رہا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے سال بھر میں کبھی بھی وہاں کھڑے ہونے کی جرأت نہیں ہوئی اور اس کے بعد جب سے برابر حاضری ہونا شروع ہوئی تو بندہ نے دیکھا کہ صرف پہلی دفعہ ایک بار ۸۴ھ میں مواجہہ شریف پر حاضری دی اس کے بعد اقدام عالیہ کی طرف دیوار کے ساتھ جہاں عام طور پر فقراء بیٹھتے ہیں وہیں سے کئی گھنٹے صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہتے تھے اور عشاء کے بعد واپسی پر ریاض الجنہ میں دونفل پڑھتے تھے۔ دوسرے روز بندہ کو خیال آیا کہ شاید ہجوم کی وجہ سے مواجہہ شریفہ پر نہیں جاتے اس لیے عشاء کے بعد عرض کیا کہ اب وہاں ہجوم نہیں ہے حاضری دے لیں۔ فرمایا: کل حاضری دے دی تھی، بندہ نے تیسرے روز پھر عرض کیا تو

فرمایا کہ بھائی سامنے جانے کی مجھ میں ہمت نہیں، کس منہ سے جاؤں، پہلی دفعہ تو مولوی سید اسعد صاحب کے ساتھ حاضر ہوگیا تھا، تم ضرور حاضری دے کر آؤ۔ اس کے بعد اب تک سامنے نہیں آئے۔

آج مورخہ ۸ محرم ۹۷ھ کو ایک خط کے جواب میں لکھوایا کہ زیارت کی تمنا تو مبارک ہے مگر یہ وہبی چیز ہے اور بندہ سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تو کئی دفعہ زیارت ہوئی لیکن خود اس کی ہمت نہیں ہوئی کیونکہ خیال ہوتا ہے کہ کس منہ سے سامنے جاؤں۔

حضرت شیخ ہمارے حبیب ہیں!

۲/ رجب ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۹۷۸ء بروز بدھ اس شب میں ایک بزرگ نے صلوٰۃ وسلام کے بعد حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت (حضرت شیخ) بہت فکر مند ہیں کہ کس منہ سے سامنا ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انہ حبیبنا من حزب المفلحین الغر المحجلین۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا جیسے حضور ﷺ کے سامنے خوبصورت صندوقچہ ہے اس کے اوپر تہہ کیا ہوا بہت خوبصورت عمامہ جس پر سفید رنگ کی کڑھائی ہوئی ہے جو بہت چمکدار ہے۔ حضور ﷺ بہت پیار سے اس کی تہہ کو کھولتے ہیں اور اوپر ہاتھ پھیرتے جاتے ہیں۔ پھر اس طرح تہہ فرما کر رکھ دیتے ہیں۔ اور مسکرا کر مجھے فرمایا کہ (یہ) ان کے لیے ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

ایمان کا نور حکمت کا ہار

۱۶۔ شعبان ۱۳۹۸ھ بمطابق جولائی ۱۹۷۸ء بروز چہار شنبہ اس شب میں ایک بزرگ نے روضہ اقدس پر حاضری پر صلوٰۃ وسلام کے بعد حضرت شیخ کی طرف سے بھی صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد کچھ خوف وغیرہ کا ذکر کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ایک بہت ہی خوبصورت ہار اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر حضرت شیخ کے گلے میں ڈالا۔ پھر مسکرا کر فرمایا۔ ھذا عقد الایمان والنور والحکمۃ (یہ ایمان نور اور حکمت کا ہار ہے) اور مسکراتے رہے عشاء کے بعد دو تین دریئے بعد کھولے اور کسی صندوقچی سے ایک مشلح سا

(چوغہ) گہرے بادامی رنگ کا نکالا جس کے بازو بھی ہیں اور حضرت شیخ کو پہنایا اور فرمایا:

هذا ستر العافية

رسول ﷺ کا خواب میں حضرت شیخ کو اپنا معاون خادم اور محبوب کہنا

۲۸ جمادی الاولیٰ ۳ اپریل۔ اس شب میں ایک بزرگ نے صلوٰۃ وسلام کے بعد دیکھا کہ جیسے روضہ شریف کی جگہ ایک لمبی قطار میں بہت سے لوگ بیٹھے ہیں ان کو ایک دو خادم کھانا کھلا رہے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا یہ درویشوں کی جماعت ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس جگہ جیسے کوئی حجرہ ہے اس میں حضور ﷺ کسی کام میں مشغول ہیں اور حضرت ان کی کچھ مدد کر رہے ہیں اور بالکل خادمانہ انداز سے حالانکہ حضرت کی ڈاڑھی اس طرح سفید ہے اور حضور ﷺ کی کالی، مگر لگ بھی حضرت خادم رہے ہیں اور حضور ﷺ مخدوم۔ پھر جیسے اس کام سے فراغت ہوگئی اور کھانے کے لیے کچھ آنے لگا تو حضرت نے جلدی سے کچھ پکڑ کر حضور اکرم ﷺ کی طرف بڑھایا، پھر حضرت کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے پاس بٹھالیا اور بہت محبت سے حضرت کی طرف دیکھ کر فرمایا یہ میرا معاون بھی ہے خادم بھی اور محبوب بھی۔

یـارب صـل وسـلـم دائـمـاً ابـداً

عـلـیٰ حبیبک خیـر الـخـلق کلهم

محبوب ﷺ کی زیارت اور شفقت

یہ مبشرات اور مکاشفات صوفی اقبال صاحب کے رسالے (مولانا زکریا صاحبؒ کے متعلق رسول ﷺ کی چالیس بشارتیں) سے لئے گئے ہیں

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا، جسے حضرت ہی کے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔ فرمایا: مجھے سید الکونین حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ زکریا کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کا بہت اشتیاق ہو رہا ہے، لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ کچھ اور اس سے کام لیا

جائے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اس کو یہاں آنے کا اشتیاق تو بہت ہے، مگر میرا بھی یوں ہی جی چاہتا ہے کہ اس سے کچھ اور کام لیا جائے'' اس خواب کے بعد میں بہت حیرت میں پڑ گیا کہ میں کسی کام کا نہیں، ساری عمر یوں ہی ضائع کی، اب کیا کام کرلوں گا اور یہ کہ میں کیا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق کروں؟ میرا حاضری کا منہ ہی نہیں، مگر کچھ دنوں بعد چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کا واقعہ یاد آیا کہ جب چچا جان (حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) مدینہ منورہ آئے تو ان کا یہاں ٹھہر جانے کا ارادہ ہوا، روضۂ اقدس سے اشارہ ہوا کہ ''ہندوستان جاؤ، تم سے کام لینا ہے''۔ چچا جان نے فرمایا کہ میں بہت دنوں تک پریشان رہا کہ بولنا مجھے نہیں آتا، تقریر مجھے نہیں آتی، میں ضعیف کیا کروں؟ کچھ دنوں کے بعد شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی مولانا سید احمد صاحب نے جب انہیں پریشان دیکھا تو کہا: اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کرو، بلکہ کہا گیا کہ تم سے کام لیا جائے گا، لینے والا خود لے لے گا۔ اس کے بعد چچا جان کو اطمینان ہوا اور ہندوستان واپس آکر تبلیغی کام شروع ہوا، جو ماشاء اللہ خوب چلا (آپ مجدد تبلیغ اور امام تبلیغ کہلائے۔ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۱ء سے لے کر آج تک پوری دنیا میں تبلیغی جماعتیں خوب کام کر رہی ہیں) میں نے سوچا کہ یوں نہیں کہا کہ تو کر، بلکہ یوں کہا کہ کام لیا جائے،

ذکر و شغل اور خانقاہوں کا قیام

میں سوچتا رہا کچھ دنوں بعد خیال ہوا کہ ذکر شغل کی لائن ٹوٹ گئی ہے، ہندوستان اور پاکستان کی اکثر خانقاہیں برباد ہو گئی ہیں، اس لئے شاید حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی منشاء ہو کہ ذکر شغل ان کی خانقاہ کا اہم مشغلہ تھا اور جب حضرت آنکھوں سے معذور ہو گئے تو تعلیم کی جگہ بھی ذکر شغل نے لے لی تھی، لہٰذا مجھے ذکر شغل کا اہتمام ہو گیا اور اسی بنا پر اپنے معمولات اور معذوری کے باوجود لندن، پاکستان (اور اب افریقہ) جہاں جہاں بھی خانقاہ قائم کرنے کا وعدہ ہو تو جس حال میں بھی ہوں، پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں، اللہ کرے یہ کام

اس کے فضل سے کچھ چل جائے اور یہی مراد حضرت کی بھی ہو تو کچھ سرخروئی ہو جائے۔
(''ذکر و اعتکاف کی اہمیت'' مرتب جناب صوفی محمد اقبال صاحب مدنی، صفحہ ۷ تا ۸)

''اوجز'' اور ''بذل'' میری ہی کتابیں ہیں

۱۹ رجب ۱۴۰۰ھ بروز بدھ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے اپنے پریس کے واسطے ذکر کیا (مراقبہ میں) کہ پریس لگ رہا ہے اس کے لئے دعا فرمائیں، کہ آپ کی کتابوں کی اس میں قبولیت اور افادیت عامہ کے ساتھ اشاعت ہو، حضور ﷺ نے فرمایا کہ بذل، اوجز، لامع (حضرت شیخ کی شرح حدیث) میری ہی کتابیں ہیں۔ پریس کے لئے دعا کی درخواست پر فرمایا ''مقبولۃ مبارکۃ انشاء اللہ''

ف: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بندہ پر اللہ رب العزت کے جو بہت ہی عظیم الشان انعامات اور بے شمار احسانات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس بندہ نے جس قدر فضائل کے رسائل تالیف کئے ہیں مثلاً: فضائل قرآن اور فضائل حج وغیرہ اور ان کے علاوہ جو کتابیں تالیف کی ہیں، ان سب رسائل اور کتب کے بارے میں اس بندہ کو یا اس کے بعض مخلص اصحاب کو رویاء صالحہ اور مبشرات سے نوازا گیا، اس میں سے دو تین یہاں درج کرتا ہوں۔

فضائل حج کے متعلق رویاء صالحہ

رائے پور شریف کی خانقاہ میں ایک ذاکر شاغل بزرگ مولانا خدا بخش صاحب مقیم تھے۔ انہوں نے ایک روز خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت شیخ بیت اللہ شریف کی تعمیر کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا خواب حضرت رائے پوری قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت اقدس نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق فرمایا کہ اس کی تعبیر حضرت شیخ سے پوچھنا۔ حضرت شیخ رائے پور جب تشریف لے گئے تو یہ خواب بیان ہوا اور تعبیر پوچھی گئی۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں آج کل رسالہ فضائل حج تالیف کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ رسالہ بیت اللہ شریف کی تعمیر روحانی میں معین ہوگا۔ چنانچہ ہزاروں خطوط اس نوع کے پہنچے

کہ اس رسالہ سے حج وزیارت میں بہت لطف آیا۔

فضائل درود شریف کے متعلق بشارت

فضائل میں سب سے پہلا رسالہ فضائل قرآن حضرت شاہ یاسین نگینوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی فرمائش پر تالیف ہوا، اسی طرح عرصہ کے بعد موصوف ہی کی فرمائش پر فضائل درود شریف لکھا گیا، علی گڑھ میں ماجد علی نے خواب دیکھا، حضور ﷺ کی زیارت ہوئی فرمایا کہ زکریا فضائل درود شریف کی وجہ سے اپنے معاصرین پر سبقت لے گیا۔ (ماجد علی کا مفصل خط اوراس کا جواب آپ بیتی صفحہ ۲۱۰ پر درج ہے)

یہ اپنے دور کے امام اور میرے نیک بخت بیٹے ہیں

ایک شب میں ایک بزرگ کو بہت طویل مکاشفہ ہوا جس کا ایک حصہ ناظرین کے لئے بھی نصیحت آموز ہے درج کرتا ہوں۔

''مراقب ہوتے ہی یہ محسوس ہوا جیسے دستر خوان لگا ہوا ہے اور سات آٹھ اکابر جلوہ افروز ہیں جن کی شکلیں نہیں دکھائی دے رہیں۔ اس حلقہ میں قبر شریف کی جگہ پر قبلہ رخ چار زانوں حضور اکرم ﷺ بھی تشریف فرما ہیں۔ موصوف ان کے دائیں طرف کے درمیان ذرا پیچھے کو حضور ﷺ کی طرف جھک کر بیٹھ گیا (پھر آگے طویل حالات میں ان کو چھوڑ کر مقصدی ارشادات نقل کرتا ہوں) پھر موصوف نے محسوس کیا کہ جیسے حضور ﷺ اس حلقہ سے اٹھ کر چل دیئے اور یہ دیکھا کہ ہم باب الرحمۃ باب عبدالعزیز کے درمیان سے باب عمر کی طرف جارہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ آگے آگے، میں پیچھے پیچھے خادمانہ جارہا ہوں، حتیٰ کہ حضرت شیخ کے پاس پہنچ گئے جہاں حضرت شیخ، مولوی محمد اسماعیل صاحب کو قرآن شریف سنا رہے تھے (اس وقت تقریباً عربی ایک بجا تھا اور حضرت شیخ کا اس وقت معمول بھی یہی تھا) وہاں پہنچ کر حضور ﷺ کے ہاتھ چوم لئے اور معانقہ کرتے وقت حضرت پر گریہ طاری ہوگیا، معانقہ کے بعد فوراً حضور ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک حضرت شیخ کی ڈاڑھی پر پھیرے، ہاتھ پھیرتے جاتے اور بہت ہی ناز سے یہ فرمایا:

"ھذا امام عصرہ و برکۃ دھرہ وابنی البار"

یہ اپنے دور کے امام اور زمانے کی برکت ہیں اور میرے نیک بخت بیٹے ہیں۔

رحمت کے خزانہ کی چابی

۱۶/ رجب ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۵ جون ۱۹۷۸ء بروز اتوار مغرب کے بعد ایک بزرگ نے روضۂ اقدس پر مراقبہ میں دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ نے کنجی کا گچھا دیا جس میں چابیاں تھیں۔ فرمایا یہ رحمت کے خزانہ کی چابی ہے شیخ کو پیش کر دو۔

روحانیت کی گاڑی تو یہی چلا رہے ہیں

۲۶/ صفر ۱۳۹۹ھ بمطابق ۲۴ جنوری ۱۹۷۹ء اس شب میں بعد عشاء ایک بزرگ نے اقدام عالیہ میں بیٹھے ہوئے مراقبہ میں دیکھا جیسا کہ حضرت کیلئے حضور اکرم ﷺ سے بار بار دعا کے لئے عرض کر رہے تھے اور یہ عرض کر رہے تھے کہ بالکل بے ہوشی ہے، کمزوری ہے تو دیکھا کہ بائیں طرف ایک گھوڑا گاڑی عالی شان بگھی ہے اور حضرت شیخ بہت تندرستی کی حالت میں گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں جیسے بگھی چلا رہے ہیں اور حضرت کے سر پر بہت ہی چمکدار سنہری تاج ہے اور چہرے اور تاج سے دور دور تک سنہری شعاعیں پھیل رہی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ مسکرا کر موصوف سے فرما رہے ہیں: "دیکھو روحانیت کی گاڑی تو یہی چلا رہے ہیں اور تم بتلاتے ہو کہ۔

آج کل اللہ کی مدد و نصرت وقبولیت ان کے ساتھ ہے

۲۹/ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۸۱ء اس شب میں ایک بزرگ نے صلوٰۃ و سلام کے بعد حضرت کی طرف سے صلوٰۃ وسلام اور دعا کے لئے عرض کیا، دیکھا جیسے ایک کشتی سی چل رہی ہے سمندر میں گھوم رہی ہے اور پھر جیسے تھوڑی دیر میں وہ کشتی جزیرہ سا ہوگئی، بہت وسیع۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کی مثال ایسی ہی ہے اور جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کے زمانہ میں ہر نبی علیہ السلام کے ساتھ اس کے وقت میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت

ہوتی تھی اسی طرح آج کل اللہ کی مدد ونصرت وقبولیت ان کے ساتھ ہے۔

ہمارے گلدستے کے سب سے بڑے اور سب سے خوشبودار پھول

۲۳/صفر ۱۴۰۱ھ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۰ء اس شب میں مغرب کے بعد صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد حضرت کی طرف سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا اور صحت کے لئے درخواست کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے تو ہم خود دعا کرتے ہیں ان کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں، پھر جیسے دعا وغیرہ میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا جیسے حضور اکرم ﷺ کے دائیں طرف ایک گلدستہ ہے جس میں دس بارہ پھول قسم قسم کے ہیں ایک پھول ان میں سے ذرا بڑا اور ابھرا ہوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس بڑے پھول کی طرف گویا اشارہ کر کے فرمایا یہ تو (حضرت شیخ) ہمارے گلدستہ کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ خوشبودار پھول ہیں

سید الکونین ﷺ کے نائب اور وارث

۲۱/صفر ۱۴۰۱ھ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۰ء اس شب میں عشاء کے بعد ایک بزرگ نے صلوٰۃ وسلام کے بعد حضرت کی طرف سے صلوٰۃ وسلام اور یہ عرض کیا کہ جیسے آپ ﷺ نے یہاں بلالیا ہے آخرت میں بھی شفاعت میں نہ بھولیے، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: یہ ان میں سے نہیں ہیں جس کو ان کے بارے میں کہنا پڑے، اس کے لئے تو میں خود ہمیشہ ہر شر سے حفاظت کی دعا کرتا ہوں۔ پھر دیکھا جیسے ساری دنیا پر حضور ﷺ کی نورانیت پھیل گئی ہے۔ یہ مشاہدہ ہونے لگا کہ اس دنیا پر حضور ﷺ کے طریقہ پر نہ ہوگی وہ مردود ہے۔ بہت دیر تک اس کا مشاہدہ ہونے لگا کہ اس دنیا پر حضور ﷺ کی حکومت ہے اور وہ احادیث ومضامین ذہن میں آنے لگے جن میں یہ ہے کہ جو چیز حضور ﷺ کے طریقہ پر نہ ہوگی وہ مردود ہے۔ بہت دیر تک اس کا مشاہدہ ہوتا رہا پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہی تو ہمارے نائب و وارث اس حکومت کرنے میں ہیں۔ پھر فرمایا کہ ماشاء اللہ تعالیٰ جس پاک اور صاف طریقہ سے یہ کام کر رہے ہیں اس سے دل خوش ہوتا ہے اور جہاں جہاں یہ جاتے ہیں اس کے اثرات لوگ نہیں جانتے، بعد میں ظاہر ہوں گے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے مردہ زمین پر ہل چلایا

جائے تو جو آدمی ہل کی حقیقت کو نہیں جانتا وہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا، پھر دیکھا کہ روضہ شریف پر کچھ پک رہا ہے اور ارد گرد حضور اکرم ﷺ اور شیخ کے علاوہ اور لوگ بھی بیٹھے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس دعوت کا انتظام انہیں (حضرت) کی آمد کی وجہ سے کیا ہے۔

یہ اس وقت میرا لاڈلا بیٹا ہے

شب جمعرات ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ ۱۳ اپریل ۱۹۸۱ء شب ایک بزرگ نے صلوٰۃ و سلام کے بعد دعا کیلئے عرض کیا تو دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ ایک پیالے کا معائنہ فرما رہے ہیں اور بہت اہتمام سے اس میں جو انگور جیسا پھل ہے اس پر دست مبارک پھیر رہے ہیں پھر فرمایا کہ ہم نے رات ان کیلئے ثرید بھیجا تھا اور اس وقت یہ بھجوا رہے ہیں۔ پھر موصوف نے افریقہ کے سفر کیلئے دعا کا عرض کیا تو فرمایا کہ جتنی دعا و توجہ زور سے ہوں گی اتنی ہی برکت انشاء اللہ زیادہ ہوگی اور فرمایا کہ اس سفر سے پورے افریقہ کی نیت کریں۔ تھوڑی دیر بعد محسوس ہوا جیسے حضور ﷺ حضرت کی طرف بہت محبت سے دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ میرا اس وقت لاڈلا بیٹا ہے اور لاڈلا بیٹا جب سمجھدار بھی ہو اور باادب بھی ہو تو پھر کتنا پیارا ہوتا ہے بہت دیر تک محبت بھرے انداز سے دیکھتے رہے۔

قطب الاقطاب

ایک بزرگ نے اپنا طویل مکاشفہ بیان کیا جس میں حضرت شیخ پر خصوصی انعام الطاف دیکھے تو دل میں خیال گزرا کہ حضرت شیخ قطب زمان ہیں، اس خیال کے آنے پر حضور ﷺ نے فرمایا قطب کیا چیز ہے وہ قطب الاقطاب ہیں۔ فقط (اسی کو اصطلاح صوفیہ میں غوث اور قطب مدار بھی کہا جاتا ہے)

بارگاہ رسالت میں کتب فضائل کی قبولیت

۶ نومبر ۱۹۷۷ کی ایک شب کا مکاشفہ عزیزم عبدالحفیظ نے سنایا کہ تو (مولانا زکریا)

مجلس میں حاضر ہے اور حضور اقدس ﷺ ذرا اونچی جگہ تشریف فرما ہیں۔ آپ ﷺ کے سامنے متعدد کتب ایسی خوشنما جلدوں کی رکھی ہیں کہ نگاہ نہ جمے۔ ان میں سب سے اوپر فضائل حج، پھر فضائل درود شریف، پھر حکایات صحابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے نیچے دوسری کتب۔ تھوڑی ہی دیر میں مولانا یوسف بنوری نہایت خوش پوشاک ہنستے ہوئے تشریف لائے، سر پر پشاوری عمامہ گول سا بندھا ہے، ان کے آنے پر تو (مولانا زکریا) اٹھا اور معانقہ کیا، مولانا نہایت خوش ہیں، تو نے پوچھا کہ کیا گذری؟ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ آپ ﷺ کی برکت سے بہت اچھی گذری۔ تُو (مولانا زکریا) نے کہا کہ آپ ﷺ کی برکتیں تو سب ہی پر ہیں۔ حضور اقدس دونوں کی گفتگو سن رہے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں (آپ بیتی نمبر ۷ صفحہ ۲۴۳ تا ۲۴۴)

ہم بھی اسکے مشتاق اور محبّ ہیں

۱۵ جون ۱۹۷۸ء کی شب میں عبدالحفیظ نے دیکھا کہ جیسے حضور اقدس ﷺ چار زانو تشریف فرما ہیں اور جیسے مدرسہ شرعیہ (مدینہ منورہ) کی طرف کوئی نورانی دروازہ کھلا ہے جہاں حضرت شیخ (مولانا زکریا) چارپائی پر مضطرب نظر آ رہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے میری جانب دیکھ کر فرمایا: (ترجمہ) ''وہ ہماری ملاقات اور ہماری زیارت کے لئے مضطرب ہے اور ہم بھی اس کے مشتاق ہیں، محبّ ہیں''۔ (آپ بیتی نمبر ۷ صفحہ ۲۴۴)

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے قطب الاقطاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق جناب عبدالحفیظ کا یہ مراقبہ بیان فرمایا کہ حضور ﷺ نے حضرت الشیخ کے بارے میں فرمایا: ''امام عصره و بركة دهره ابني البار'' (ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی خصوصی اشاعت بیاد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ صفحہ ۱۰۹۰)

عشق الٰہی اور عشق رسالت سے گوندھا ہوا خمیر

حضرت شیخ جن کا خمیر عشق و محبت اور سوز و گداز سے گوندھا گیا تھا، جب عشق الٰہی

اور ذات محبوب کا تذکرہ چھڑ جاتا تو عشق ومحبت کا یہ شعلہ بھڑک اٹھتا یہی عشق ومحبت آپ کو دریار محبوب میں لے گیا اور آپ اس آس پر وہاں اقامت پذیر رہے کہ جب روح کا رشتہ جسم سے ٹوٹے سر آقا ومحبوب کے قدموں میں ہو آپ کی یہ آرزو اور خواہش پوری ہوئی اور آپ لاکھوں عقیدت مندوں کو روتا ہوا چھوڑ کر روضہ محبوب کی طرف چل دیے اور اہل بیت اور اپنے مرشد کے قدموں میں جا سوئے۔ (جنت البقیع میں مدفون علماء دیوبند: ص:۲۱۲)

محبوب ﷺ کے دارودیار کا عاشقانہ سفر

زندگی کے آخری ایام میں جب مکہ سے مدینہ کا سفر کیا تو اس سفر کے عاشقانہ کیفیات اور حالات کا تذکرہ کتاب (جنت البقیع میں مدفون علماء دیوبند) میں کچھ اس طرح قلم بند ہے۔اس سفر میں مکہ مکرمہ سے مدینہ پاک تک ایک خاص کیفیت رہی حضرت کو مدینہ پہنچنے کا بہت ہی تقاضا رہا۔ چناچہ مکہ مکرمہ سے نکلتے ہی بار بار استفسار فرماتے مدینہ کتنی دور ہے بار بار فرماتے: نجیب اللہ مسجد نبوی کے منارے نظر آرہے ہیں؟ بندہ یہی جواب دیتا کہ پہاڑیاں سامنے ہیں اس کے بعد ہی مدینہ ہے، جب مدرسہ سے نکلے تو اس استفسار میں اور زیادتی ہوگئی بندہ بار بار یہی عرض کرتا رہا کہ بس اب قریب آگئے ہیں تھوڑی دور اور ہے کچھ اور قریب ہوئے استفسار اور زیادہ فرمانے لے تو بندہ اور عرض کرتا رہا کہ روشنی مدینہ پاک کے انوارات کی پھوٹ رہی ہے آسمان کے کنارے نور ہی نور ہے اب بہت جلد پہنچنے والے ہیں جب بیر علی کی روشنیاں نظر آئی تو بندہ نے بار بار عرض کرنا شروع کیا بس اب بیر علی آرہا ہے وہ روشنی بیر علی کی نظر آرہی ہے۔ مدینہ پاک جوں جوں قریب آتا گیا اشتقیاق ومحبت میں زیادتی ہوتی گئی۔ (جنت البقیع میں مدفون علماء دیوبند: ص: ۲۱۸)

مدینہ کے عشق میں تڑپتے اور بلک بلک کر روتے رہے

جب بیر علی صاف نظر آگیا تو عرض کیا کہ یہ سامنے بیر علی کی روشنیاں نظر آرہی ہیں لیٹے ہوئے تھے فرمایا بٹھا دو چناچہ بٹھا دیا گیا۔ ہم لوگوں سے فرمایا درود شریف پڑھو اور خود کچھ پڑھ رہے تھے اور بلبلا کر رو رہے تھے جس طرح ایک شیر خوار بچہ بھوک کی شدت

سے اپنی ماں کو دیکھ کر بلک کر رو رہا ہو اللہ تیری شان حضور ﷺ اور آپ کے دار و دیار سے جو حضرت کو عشق و محبت تھی اس کو دیکھنے والے لاکھوں موجود ہیں کہ حضور ﷺ کا اسم گرامی آیا اور زبان مبارک سے تعظیم و ادب کے ساتھ ایک خاص انداز میں ﷺ ادا ہوا دھر چشم مبارک سے موتیوں کے قطرے زمین و فرش کو چومنے لگتے۔ (جنت البقیع میں مدفون علماء دیوبند: ص:۲۱۸)

دربارِ رسالت میں راز و نیاز اور الطاف وعنایات کی بارشیں

دار و دیار پر نظر پڑھتے ہی بغایت تعظیم سر مبارک نیچے جھکا ہوا ہے، ایک زمانہ میں روضۂ اقدس کی حاضری میں مواجہ شریفہ پر حاضری ہوتی جب قریب بڑھا تو اقدام عالیہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور جب قرب میں روز افزوں ترقی ہوئی تو صفہ کے چبوترہ کے ساتھ اغوات کے حجرہ اور باب جبریل کے ساتھ جو چھوٹا سا چبوترہ ہے اس کے قریب تشریف فرما ہونے لگے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کس منہ سے روضۂ اقدس کے قریب بیٹھوں یہی وجہ تھی کہ آخری عمر میں باب عمر ہی پر تشریف فرما ہوئے گھنٹوں مراقبہ نفس ادا فرماتے اور وہیں سے راز و نیاز ہوتے۔ وہیں پر الطاف وعنایات کی بارشیں ہوتیں جس کو کتنے اہل دل و نظر نے مشاہدہ فرمایا ہے اور اس کے گواہ ہیں کہ وہ اہل باطن حضرت کے قریب بیٹھ کر خود بھی باغ و بہار ہوئے۔ (جنت البقیع میں مدفون علماء دیوبند: ص:۲۱۹)

رات بھر نماز پڑھنا اور طول قرأت کے ساتھ نوافل ادا کرنا

حضور ﷺ کا پوری رات نماز پڑھنے کا معمول دائمی نہ تھا۔ اسی طرح حضرت شیخ دام مجدھم کا معمول طول قرأت کے ساتھ اوابین کا تو دائمی رہا اور حجاز کے قیام میں جب تک کچھ قوت رہی تو چاشت کی نماز میں بھی کثرت تلاوت کا معمول رہا لیکن تدریسی و تصنیفی مشاغل کی بناء پر رات کو دیر سے سونا ہوتا ہے حتیٰ کہ علمی انہماک کی وجہ سے رات کا کھانا بھی دائمی طور پر حذف فرما رکھا ہے تا کہ کھانے کے بعد نیند کا غلبہ نہ ہو۔ اس لئے گیارہ ماہ تو مختصر تہجد کا معمول ہوتا ہے اور ماہ مبارک رمضان شریف میں چونکہ تدریسی اور تصنیفی مشاغل سے فارغ

ہوتے ہیں اس لئے پوری رات نماز کے اندر تلاوت میں گزرتی ہے۔

روزانہ ایک قرآن پاک کی تلاوت

تراویح کے بعد سے سحری تک نوافل میں تلاوت فرماتے ہیں اور دن کے نوافل کی تلاوت ملاکر روزانہ ایک قرآن پاک اور پانچ یا سات پارے مزید کا دائمی معمول رہا۔ اس میں دن کے اوقات میں کچھ حصہ مصحف شریف سے دیکھ کر بھی ہوتا ہے اور عصر سے مغرب کہ نوافل کا وقت نہیں ہوتا تقریباً پانچ پارے زبانی سنانے کا معمول رہا ہے۔ تلاوت میں تیزی کے ساتھ تدبر اور گریہ کی حالت بھی رہتی ہے۔ (حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول)

صلوٰۃ التسبیح

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو۔ یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ ہی لو۔

حضرت اقدس کا صلوٰۃ التسبیح کا دائمی معمول بروز جمعہ کا رہا ہے۔ ہندوستان کے قیام میں زوال کے بعد اور حجاز مقدس کے قیام میں زوال سے پہلے پڑھنے کا معمول رہا ہے کیونکہ حجاز میں زوال کے فوراً بعد خطبہ کی اذان ہو جاتی ہے۔ اور ماہ مبارک میں تو روزانہ ہی صلوٰۃ التسبیح کا معمول رہا۔

جمعے کے دن کے مسنون اعمال

چونکہ جمعہ کا دن بہت ہی مبارک ہے اور سارے دنوں کا سردار ہے۔ اس دن کی بہت فضیلت احادیث پاک میں آئی ہے اور حضور ﷺ کی بہت ساری سنتیں اس دن میں حدیثوں میں آتی ہیں۔ ہم نے بھی حضرت اقدس کو ان مبارک سنتوں پر بہت اہتمام سے عمل کرتے دیکھا ہے۔

مثلاً جمعہ کا غسل جو کہ مسنون ہے حضرت والا ضعف و پیری اور سخت احتیاج کے پانچ چھ

خادم مل کر حضرت والا کو غسل کراتے تھے، سخت سردیوں میں بھی اس کا اہتمام فرماتے۔ ساتھ ہی غسل میں سر اور ڈاڑھی میں ''خطمی'' کا استعمال جو کہ مسنون ہے اور جس پر عمل قریب قریب بالکل ہی متروک ہے، حضرت والا کو اس کا بہت ہی اہتمام ہوتا ہے۔

(حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول)

مسواک کی فضیلت اور اہتمام

حدیث: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دو رکعتیں مسواک کر کے پڑھنا ان ستر رکعتوں سے افضل ہے جو بے مسواک کے پڑھی جائیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو کہ اس میں دس فائدے ہیں۔ پہلا منہ کو صاف کرتی ہے۔ دوسرا اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ تیسرا شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ چوتھا مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔ پانچواں فرشتے محبوب رکھتے ہیں چھٹا مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے۔ ساتواں بلغم کو قطع کرتی ہے۔ آٹھواں منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ نواں مرنے کے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔ اور سب سے علاوہ یہ کہ سنت ہے۔

حضرت کو ساری عمر سے مسواک کا بہت ہی اہتمام رہا۔ حتیٰ کہ اب دہن مبارک میں کوئی بھی دانت باقی نہیں رہا محض مسوڑھوں پر ہی مسواک ضرور استعمال فرماتے ہیں۔ اب تو اپنے ہاتھ سے مسواک کرنے کی قوت بھی نہیں رہی۔ تو وضو کروانے والا خادم اپنے ہاتھ سے حضرت کے مسوڑھوں پر مسواک ضرور پھیرتا ہے۔ اور اگر کبھی بھول جائے تو طلب فرماتے ہیں۔

حضرت اقدس کا خوشبو استعمال فرمانا

حضرت اقدس کے خوشبو کے کثرت استعمال کو تو سب ہی جانتے ہیں لیکن حسن کی وجہ سے بدن مبارک سے بھی خوشبو آتی ہے۔ چنانچہ حضرت کا مشلح (عربی چوغہ) اور کرتہ پر تو خوشبو لگانے کا دستور ہے۔ اندر کی بنیان پر خوشبو نہیں لگاتے مگر گرمیوں میں پسینے سے بھیگی ہوئی جب کمری بدلی جاتی ہے تو اس میں خوشبو مہکا کرتی ہے۔

حضرت اقدس کا معمول عمامہ باندھنے میں

ایک دفعہ حضرت اقدس نے بہت افسوس کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ میرا ساری زندگی کا معمول عمامہ کا تھا۔ مگر بیماری نے جہاں بہت کچھ چھڑا دیا وہاں یہ بھی چھوٹ گیا۔ اب کئی سال سے دماغ پر اتنی شدید گرمی ہے کہ سخت سردیوں میں بھی سر پر ململ کی ٹوپی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں رکھ سکتا۔ ورنہ اس سے پہلے عمامہ کا میرا ہمیشہ معمول رہا۔ (ماخوذ از ''اطاعت رسول ﷺ'')

اتباع سنت میں لنگی کا استعمال

حضور ﷺ کی عادت شریفہ ہمیشہ لنگی کی تھی۔ تو حضرت شیخ کی عادت شریفہ بھی ہمیشہ لنگی ہی کی رہی ہے۔ دوسری چیز کبھی پاجامہ پہننا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت کی ہمیشہ کی عادت تو لنگی باندھنے کی ہے مگر صحت کے زمانے میں سردیوں میں موٹا پاجامہ اور گرمیوں میں سوتی پاجامہ بلا لنگی بھی پہنتے رہے۔

تیسری چیز لنگی اور پاجامہ دونوں کے پہننے کا حدیث پاک میں ذکر ہے تو حضرت اقدس کا اکثر اب تک بھی پاجامے کے اوپر لنگی باندھنے کا معمول رہا ہے۔

مولانا یوسف متالا صاحب اپنی کتاب ''اطاعت رسول ﷺ'' میں اپنا چشم دید واقعہ لکھتے ہیں کہ۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن غسل فرما کر حضرت جمعہ کے لئے تشریف لے جانے لگے تو ایک نیا کرتہ زیب تن فرمایا تھا۔ تو حجرہ شریفہ سے باہر جب گاڑی پر تشریف لائے (کہ حضرت پاؤں چلنے سے معذور ہو گئے تھے) تو حضرت کی نگاہ کرتے پر پڑی جو نصف ساق سے کچھ لمبا تھا۔ فوراً خدام سے پوچھا۔ سب نے تصدیق کی۔ تو فوراً وہیں کھڑے کھڑے دوسرا مطابق سنت کرتہ منگوا کر پہنا اور اس کرتہ کو جو نصف ساق سے نیچا تھا فوراً کٹوانے کے لئے بھیج دیا۔ (حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول)

چمڑے کا بستر اور حضرت اقدس کا معمول

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت اقدس کا ایک بستر چمڑے کا تھا جس میں چھال بھری ہوئی تھی۔ گدے کی طرح یہ حضرت کے ذاتی کتب خانہ میں جو حضرت کے تصنیف کا کمرہ اور خلوت خانہ بھی تھا۔ چاروں طرف کتب سے بھرا ہوا تھا، صرف بیٹھنے کی جگہ پر یہ بستر تھا جو جب بچھایا گیا تو پھر چالیس برس تک نہیں اٹھایا گیا۔ اور ایک بستر کچے گھر میں موٹے کھیس کا تھا جس میں ایک، چمڑے کا تکیہ بھی رہا تھا جس میں چھال بھری ہوئی تھی۔ یہی بستر لپیٹ کر بطور تکیہ چارپائی کی پائنتی رکھ دیا جاتا۔ اسی پر حضرت ٹیک لگا کر خالی چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور ٹیک اکثر بائیں جانب دیکھی گئی ہے۔

عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر

حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالاً

یعنی اے بلالؓ! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر"

مذکورہ احادیث کے مطابق حضرت شیخ کا معمول

احقر نے اپنے آقا و مرشد حضرت اقدس شیخ دام مجدہم کا وہ زمانہ پایا کہ جس میں فتوحات کا زور بھی رہا اور تجارتی کتب خانہ بھی چل رہا تھا۔ اور مدینہ منورہ کے قیام میں اب سے تقریباً تین سال قبل تک جب کہ احقر دائمی مریض نہیں ہو گیا اور حساب رکھنے اور تقسیم کی خدمت کے قابل تھا۔ تو حضرت بلالؓ والی خدمت اکثر احقر ہی کے سپرد تھی۔ اور حدیث پاک کا اوپر والا ارشاد حضرت اقدس نے بندہ کے سامنے کئی بار دہرایا۔

انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالاً

اسی وجہ سے بندہ کو اس کا علم تھا کہ حضرت پر آج تک باوجود فتوحات کے زکوۃ فرض نہیں

ہوئی ہوگی۔ چنانچہ چند ہی روز ہوئے بندہ نے تصریحاً حضرت سے پوچھ لیا کہ حضرت پر کیا پہلے بھی کبھی زکوٰۃ فرض ہوئی؟

تو حضرت نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

''الحمدللہ کہ پہلے بھی کبھی نہیں ہوئی'' (حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول)

دربار الٰہی میں حاضری

چہارشنبہ ۱۲ مئی کو حضرت کو بخار ۱۰۲ ڈگری تک ہوگیا، علاج وغیرہ سے بخار تو اتر گیا، لیکن ضعف میں بہت اضافہ ہوگیا اور حرم شریف جانا چھوٹ گیا۔ استغراق زیادہ رہنے لگا، ۱۴ مئی کو نماز جمعہ حرم شریف کی جماعت کے ساتھ مدرسہ علوم شرعیہ کے صدر دروازہ میں ادا فرمائی، جہاں تک حرم شریف کی صفوں کا اتصال رہتا ہے

یکشنبہ ۱۶ مئی کی شب میں نیم بے ہوشی تھی، دوسرے روز فجر سے مکمل بے ہوشی ہوگئی، اتوار کا سارا دن مکمل بے ہوشی میں گزرا کہ جس کروٹ لٹایا جاتا اسی پر رہتے، نہ آواز دیتے نہ حرکت، نہ کھانسی وغیرہ۔

دوشنبہ ۱۷ مئی کو بے ہوشی تو تھی، لیکن کل جیسی نہیں تھی بلکہ ہیجانی کیفیت تھی۔ صبح تو ''اللہ اللہ'' فرماتے رہے، ظہر کے بعد سے ''یا کریم یا کریم'' یا ''او کریم او کریم'' فرماتے رہے۔ کبھی کبھی ''یا حلیم یا کریم'' بھی فرماتے رہے۔ یا کریم کی یہ آوازیں اخیر وقت تک وقتاً فوقتاً دیتے رہے۔ علاج کے سلسلہ میں یہ ناکارہ دیگر ڈاکٹروں سے بھی مشورہ کرتا رہا۔

آخری وقت میں یا کریم کا کثرت سے ورد

۲۱ مئی کو نماز جمعہ حرم شریف کی جماعت کے ساتھ مدرسہ شرعیہ کے صدر دروازہ میں ادا فرمائی۔ ۲۴ مئی فجر کے وقت بھی طبیعت نسبتاً ٹھیک تھی اور حضرت گفتگو بھی تھوڑی تھوڑی فرماتے رہے۔ صبح ۸ بجے دوبارہ سوء تنفس کی تکلیف شروع ہوئی۔

تنفس کے لئے انجکشن آکسیجن وغیرہ لگائے گئے، بارہ بجے دوپہر تک بے چینی رہی، کبھی فرماتے بٹھاؤ کبھی فرماتے لٹاؤ، کبھی فرماتے دوالاؤ، وقتاً فوقتاً ''یا کریم'' ''او کریم'' بھی

بلند آواز میں فرماتے رہے۔

تقریباً گیارہ بجے جبکہ الحاج ابوالحسن نے تکیہ اونچا کیا تو بندہ کی طرف دیکھ کر فرمایا ''ڈاکٹر صاحب ہیں''۔ ابوالحسن نے کہا، ہاں یہ ڈاکٹر اسماعیل ہیں۔ یہ سن کر بندہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے، یہ آخری گفتگو تھی جو حضرت نے فرمائی۔ اس کے بعد ''یا کریم'' ''اوکریم'' فرماتے رہے۔ ظہر تک یہ کیفیت رہی، ظہر کے بعد مکمل سکون ہو گیا جو آخری وقت تک رہا۔

قبل صاحبزادہ مولانا طلحہ صاحب نے بندہ سے پوچھا کہ کیا یہ آخری وقت ہے؟ بندہ نے اثبات میں سر ہلایا تو انہوں نے بلند آواز سے اللہ اللہ کہنا شروع کر دیا، اسی حال میں حضرت نے دو مرتبہ آخری ہچکیاں لیں، جس سے آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور روح پرواز کر گئی۔ اس وقت ٹھیک ۵ بجکر ۴۰ منٹ ہوئے تھے۔ یعنی مغرب سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل۔

''انا للہ وانا الیہ راجعون. اللھم اجرنافی مصیبتنا و عوضنا خیراً منھا وانا بفراقک یاشیخ لمحزونون''

جس کی ساری عمر اتباع سنت میں گزری، اس کو تکوینی طور پر یہ اتباع بھی نصیب ہو گیا کہ دوشنبہ کو عصر مغرب کے درمیان وصال ہوا۔

جنت البقیع میں تدفین

مشورہ کے مطابق جنازہ باب السلام سے حرم شریف لے جایا گیا، عشاء کے فرضوں کے متصل بعد یہاں کی عام روایت کے مطابق حرم شریف کے امام شیخ عبداللہ زاحم نے نماز جنازہ پڑھائی، اور جنت البقیع کی طرف باب جبرئیل سے نکل کر چلے۔ ہجوم بے پناہ تھا، ایسا ہجوم کسی اور کے جنازہ میں شاید ہی دیکھا گیا ہو، قبر شریف حضرت کی منشاء کے مطابق اہل بیتؓ کے احاطہ اور حضرت سہارنپوریؒ کی قبر شریف کے قریب کھودی گئی تھی۔

جنت کے آٹھوں دروازوں سے استقبال

تدفین کے بعد حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ایک مجاز نے دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔

''فتحت له ابواب الجنة الثمانية''

''یعنی ان کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے گئے''

ایک اور صاحب نے دوسرے روز صبح روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے محسوس کیا، گویا حضور اقدس ﷺ فرما رہے ہیں کہ تمہارے شیخ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دی گئی ہے، ایسا انسان لاکھوں کروڑوں میں کوئی کوئی ہوتا ہے۔ (علمائے دیوبند کے آخری لمحات ۲۳۳ تا ۲۳۸)

مرشدِ عالم عاشق رسول ﷺ اور محبوب العارفین

حضرت مولانا غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ

ہر عمل کتاب وسنت کے مطابق

آپ پر اتباع سنت کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ ہر چھوٹے بڑے عمل میں سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہی کو پیش نظر رکھتے، اس بے ساختگی سے سنت پر عمل پیرا ہوتے کہ وہ طبیعت کا جزو لاینفک نظر آتی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ مکروہاتِ شرعیہ آپ کے لئے ''مکروہاتِ طبعیہ'' بن گئی تھیں، آپ سنت کو ظاہری سراپا تک ہی محدود نہ رکھتے بلکہ معاملات ومعاشرت میں بھی اس کا عملی نمونہ پیش فرماتے تھے۔

وہی سمجھا جائیگا شیدائے جمالِ مصطفیٰ
جسکا حال حالِ مصطفیٰ ہو قال قالِ مصطفیٰ

حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب مدظلہ بیان فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ طویل علالت کی وجہ سے آپ پر حد درجہ نقاہت غالب تھی، کبھی کبھی غش کی سی کیفیت بھی ہوتی تھی، اس حالت میں کپڑے تبدیل کرواتے ہوئے خادم نے غلطی سے بائیں کو دائیں پر مقدم کیا تو آپ نے فوراً تنبیہ فرمائی''

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها، قالت: کان النبی ﷺ یحب التیمن مااستطاع فی شانه کله فی طهوره وترجله وتنعله

(مشکوٰۃ: ص ۴۶)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حتی الامکان اپنے تمام کاموں کو دائیں سے شروع کرنا محبوب رکھتے تھے (مثلاً) اپنی طہارت میں، وضو میں، کنگھی کرنے میں، جوتا پہننے میں۔ (مظاہر ۳۲۳)

مزید برآں اس مرض میں جب آپ کو چمچ میں پانی پلایا جاتا تو آپ چند چمچ پانی نوش

فرمانے کے بعد منہ بند فرما لیتے اور کچھ وقفہ کے بعد پھر پانی لیتے گویا اس طرح پانی پینے کی سنت ادا ہو جاتی۔

عن ابن عباس، ان النبی ﷺ کان اذا شرب تنفس مرتین.

(شمائل ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ پانی نوش فرماتے تو درمیان میں دو دفعہ سانس لیتے۔ (شمائل ترمذی)

متعلقین میں سے اگر کسی کو خلاف سنت عمل کرتا دیکھتے تو فوراً تنبیہہ فرماتے، حضرت مولانا سیف اللہ خالد صاحب دامت برکاتہم کو سولہ سال وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں حاضری نصیب رہی، موصوف فرماتے ہیں کہ ۱۶ سال سفر و حضر اور دن رات کی صحبت اٹھانے کے بعد میں نے آپ کی پوری زندگی کو کتاب و سنت کے مطابق پایا۔ (حیاتِ حبیب ص-51,52)

اتباع سنت مہمان نوازی

مہمان نوازی آپ کے اوصاف میں سے ایک امتیازی وصف تھا۔ آپ کے دستر خوان کی وسعت کو دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ آپ حاتم وقت تھے۔ رؤسائے وقت اور عمائدینِ شہر آپ کی مہمان نوازی کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے۔ درج ذیل فرمان نبوی ﷺ ہر وقت آپ کے پیش نظر رہتا تھا۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه ،قال: قال رسول الله ﷺ :من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه (مشكوٰة ص ٣٦٨)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے۔ (مظاہر حق)

آپ کی خانقاہ شریف میں ہر خاص و عام کا خوب اکرام کیا جاتا تھا، دستر خوان بچھا کر کھانا کھلایا جاتا تھا، بسا اوقات آپ بنفسِ نفیس دستر خوان پر موجود رہ کر حاضرین کو

کھانے کے مسنون طریقہ کی تعلیم دیتے یا سلف صالحین کے واقعات سنا کر تربیت فرماتے۔ رات مہمانوں کو سونے کے لئے آرام دہ بستر بھی دیا جاتا، عموماً جب تک مہمان نہ سوجاتے آپ خود نہیں سوتے تھے۔ اگر کوئی اجازت چاہتا کہ بعد از نماز تہجد واپسی کا ارادہ ہے تو اس کے لئے اماں جی صاحبہ تہجد کے وقت ناشتہ کا انتظام فرماتیں۔

کئی سال تک خانقاہ کے لئے مستقل کوئی طباخ نہیں رکھا گیا تھا، البتہ یہ خدمت اہلِ خانہ نے اپنے ذمے لی ہوئی تھی۔ مہمانوں کا سلسلہ دن رات چلتا رہتا تھا، پھر گھر کے کام کاج کے علاوہ اہل خانہ کا مہمانوں کے لئے اس قدر مشقت اٹھانا اور بخوشی رضائے الٰہی کے لئے جان و دل سے اختیار کرنا آپ کی کرامت میں سے ایک کرامت ہے۔ اندازاً بیس پچیس مہمان تو روزمرہ کی بات تھی۔

خوش طبعی اور اتباع سنت

آپ کی طبیعت میں اگرچہ خشیتِ الٰہی کا غلبہ رہتا تھا، تاہم آپ حاضرین مجلس کی دل لگی کے لئے احیاناً کوئی ایسی بات فرمادیتے کہ محفل باغ و بہار بن جاتی۔ ایسی کیفیت میں بھی ''لا اقول الا الحق'' کے فرمان پر عمل ہوتا تھا۔ آپ کو قہقہہ لگاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ حضرت جابرؓ حضور اکرم ﷺ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

''کان لایضحک الا تبسماً'' (شمائل ترمذی: ص۱۶۹)

ترجمہ: آپ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا۔ (شمائل ترمذی)

اتباع نبوی ﷺ میں آپ بھی صرف تبسم فرماتے تھے مگر اس خوش اسلوبی کے ساتھ کہ محفل کشت زعفران کا نمونہ پیش کرتی تھی۔

تقویٰ وطہارت

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ مستحبات کو بھی گوہر پارے سمجھ کر اپنے جسم مبارک پر مزین فرمایا کرتے تھے۔ ہر عمل میں عزیمت کو اپنانا آپ کو شیوہ تھا۔ بازار کی بنی ہوئی یا بے نمازی کی تیار شدہ اشیاء سے حتی الوسع اجتناب فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے'' آج

کل صوفیوں نے تقوی کو محض کھانے پینے تک محدود کر دیا ہے"۔ حالانکہ تقویٰ کے معنی ہیں "ہر اس چیز کو ترک کرنا جس کے اختیار کرنے سے تعلق باللہ میں فرق آئے"۔ دلیل کے لئے آیات کریمہ کی رم جھم شروع ہو جاتی۔ آپ تقویٰ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد بالآخر یہ آیت پڑھتے۔

محبوب ﷺ نے فرمایا ہمیں تمھارا قرآن بہت پسند ہے

ایک دفعہ آپ حرم نبوی ﷺ میں قیام پذیر تھے کہ خواب میں سرور کائنات فخر موجودات حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آقائے نامدار نے فرمایا: "غلام حبیب تمہارا قرآن مجھے بہت پسند ہے"۔ چنانچہ آپ اس مژدہ جانفزا کو سن کر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے اور نیت کی کہ دوران قیام مواجہہ شریف کے سامنے حاضر ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کیا کروں گا۔ کئی دن یہ معمول چلتا رہا حتی کہ باطنی طور پر یہ بات واضح ہوئی کہ اس سے مراد محض تلاوت نہیں بلکہ عامۃ المسلمین میں قرآن پاک بیان کرنا تھا۔ آپ جب حج سے واپس تشریف لائے تو نماز فجر کے بعد درس قرآن دینے کو جزو حیات بنالیا۔ بارہا دیکھا گیا کہ تھکن بے آرامی اور کم خوابی کے باوجود جب آپ قرآن پاک کی تلاوت سنتے یا درس دیتے تو طبیعت تازہ دم اور ہشاش بشاش ہو جاتی۔ (حیاتِ حبیب ص ۸۲)

تفاسیر میں سے آپ بلغۃ الحیران (حضرت مولانا حسین علیؒ) تفسیر حقانی (شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ) قرآن عزیز (حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ) کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ تراجم میں سے شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کا ترجمہ بہت پسند فرماتے تھے۔ (حیاتِ حبیب ص ۵۳)

عشق رسول ﷺ میں ہڈی ہڈی بوٹی بوٹی سرشار

آپ کو سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سے انتہائی گہری محبت تھی۔ آپ حضور اکرم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محبت بھرے انداز سے لیتے تھے۔ جب کبھی تذکرہ فرماتے تو آپ کے روئے مبارک سے قلبی تڑپ مترشح ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا

کہ آپ کی ہڈی ہڈی بوٹی بوٹی عشقِ نبوی میں سرشار ہے اور آپ زبانِ حال سے یوں کہہ رہے ہیں۔

اے چہرہ زیبائے تو رشک بتان آزری
ہر چند وصفت می کنم در حسن زاں بالاتری
آفاقہا گرویدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

ترجمہ: اے کہ آپ کا خوبصورت چہرہ آزار کے بتوں کے لئے قابل رشک ہے۔ ہر چند میں آپ کی تعریف کرتا ہوں مگر آپ کا حسن اس سے بالاتر ہے۔ اگر چہ میں مشرق و مغرب میں پھرا، حسینوں کا عشق اختیار کیا۔ میں نے بہت سارے حسینوں کو دیکھا، لیکن آپ ﷺ سب سے نرالے ہیں۔ (حیاتِ حبیب ص ۸۲۔۸۳)

صدیق اکبرؓ کی نسبت نے عشق نبوی ﷺ کی معراج عطا فرمائی

فخر موجودات و اکمل التحیات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پاکیزہ محبت تو ایمان کی شرائط میں سے اول شرط ہے۔ آپ کے قلب مبارک میں ہمہ وقت عشق نبوی کا شعلہ مشتعل اور محبت نبوی کی آگ سر بلند رہتی تھی۔

آپ علوی نسب اور علوی فطرت کے حامل تھے، جسے فیض صدیقی نے نکھار بخشا تھا، حتیٰ کہ آپ کی ذات ستودہ صفات ''مرج البحرین'' بن گئی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت کاملہ نے آپ کے قلب میں عشقِ مصطفیٰ کو بھر دیا تھا۔ اسی لئے اتباع سنت نبوی کی راہیں آپ پر کشادہ ہو گئیں۔

محبوب ﷺ کا ذکرِ مبارک باوضو سنتے

آپ سنت نبوی کی پیروی اس محبت سے کرتے تھے جیسے یہی آپ کی متاع حیات ہو۔ سیرت نبوی کی مجالس میں آپ باوضو ہو کر نہایت ادب و شوق سے تشریف فرما ہوتے جب کوئی خطیب سیرت نبوی پر محبت بھرے انداز میں بیان کرتا تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا

تھا۔ (حیاتِ حبیب ص۔۸۳)

وہ جو شیریں سخنی ہے میرے مکی مدنی
تیرے ہونٹوں کی چھنی ہے میرے مکی مدنی
نسل درنسل تری ذات کے مقروض ہیں ہم
تو غنی ابن غنی ہے میرے مکی مدنی
دست قدرت نے ترے بعد پھر ایسی تصویر
نہ بنائی نہ بنی ہے میرے مکی مدنی
تیرا پھیلاؤ بہت ہے تیری قامت ہے بلند
تیری چھاؤں بھی گھنی ہے میرے مکی مدنی

راقم الحروف نے ایک دفعہ عشق رسول ﷺ کے عنوان پر بیان کیا تو آپ نے مجلس ختم ہونے پر فرمایا'' آج تو میری عید ہوگئی''۔

خواب میں حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا

اسی محبت کے نتیجہ میں آپ عالم خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دیکھا کہ نبی علیہ السلام نے نماز کی نیت باندھ لی۔ آپ کا جی چاہا کہ اقتدا کریں پھر فرمان نبوی ﷺ (نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو) پیش نظر رہا۔ آپ آقائے نامدار تاجدار رسالت ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھتے رہے۔ حتی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام پھیرا''۔ (حیاتِ حبیب ص۔۸۴)

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

(ہر وہ شخص جس کی پونجی عشقِ مصطفیٰ ہے۔ بحر و بر اس کے دامن کے گوشہ میں ہے)

درج ذیل میں عشق نبوی ﷺ کے چند واقعات دیئے جاتے ہیں۔

روضہ مبارک کی مٹی ہر درد کی دوا ہے

جناب سعید الظفر صاحب سے منقول ہے۔ کہ ۱۹۸۶ء میں آپ کراچی سے حج کے سفر پر جانا چاہتے تھے۔ ایک دانت میں شدید درد تھا۔ اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر سے علاج معالجہ کرواسکیں۔ اسی کیفیت میں آپ سفر حج پر روانہ ہوگئے۔ چند دنوں کے بعد جناب سید الظفر صاحب بھی حج کے لئے روانہ ہوئے تو مدینہ طیبہ میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ مسجد نبوی میں قدمین شریفین کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب سعید الظفر صاحب نے پوچھا حضرت دانت کے درد کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: پہلے سے کم ہے پھر آپ نے چپکے سے قالین کا سرا اٹھایا۔ جو قالین روضہ اطہر کے اندر بچھا ہوا تھا مگر اس کا کچھ حصہ باہر نکلا ہوا تھا۔ اس کے نیچے سے ایک چٹکی مٹی لے کر آپ نے اپنے دانت پر رکھی اور منہ بند کرلیا، اس کے بعد دانت کا درد غائب ہوگیا اور وہ دانت دوسروں سے بہتر اور مضبوط ہوگیا۔ عشق نبوی کا یہ عالم تھا کہ آپ مسجد نبوی کی خاک کو کبریت احمر سے بھی زیادہ اکسیر سمجھتے تھے۔ (حیاتِ حبیب ص۔۸۵)

روضہ اقدس پر رسول ﷺ کو پورا قرآن سنایا

آپ نے ارشاد فرمایا ''میں ایک دفعہ حج کے موقع پر سخت بیمار ہوگیا۔ نقاہت زیادہ ہونے کی وجہ سے بیٹھے اٹھنے میں دشواری تھی۔ میں نے اسی حال میں نبی علیہ السلام کے قدموں میں کھڑے ہوکر پورا قرآن سنایا''

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے دوائے جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے کہ افلاطون و جالینوس ما

ترجمہ: خوش رہ، اے ہمارے عشقِ خوش خیال ہے۔ اے کہ تو ہماری تمام بیماریوں کا طبیب ہے۔ اے کہ ہمارے غرور تکبر کی دوا ہے۔ اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے۔

ایک دفعہ صاحبزادہ مولانا عبدالرؤف صاحب آپ کے قریب مسجد نبوی میں چار زانو بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے دیکھا تو ان کی ران پر مکا لگایا اور فرمایا ایک دفعہ میں نے مسجد نبوی میں پورا ماہِ صیام اعتکاف میں گزارا، مگر ہمیشہ دوزانو بیٹھتا تھا۔ تم لوگ تھوڑی دیر کے لئے دوزانو نہیں بیٹھ سکتے۔ بقول شخصے

عاشقی چیست؟ بگو بندۂ جاناں بودن

ترجمہ: عاشقی کیا ہے؟ کہہ دے کہ محبوب کا غلام ہو جانا۔ (حیاتِ حبیب ص۔۸۶)

مدینہ کی نسبت ہر شے سے محبت اور ادب

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ مدینۃ الرسول کے ادب واحترام کی وجہ سے بازار سے کوئی چیز خریدتے تو دام کم کرنے کے لئے بحث وتکرار نہیں کیا کرتے تھے اور اسے دیارِ رسول کے ادب کے منافی سمجھتے تھے۔

در رہ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہا است بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

ترجمہ: منزلِ لیلیٰ کے راستے میں جان کے لئے کئی خطرات ہیں، پہلے قدم کی شرط یہ ہے کہ تو مجنوں بن جا۔ (حیاتِ حبیب ص۔۸۶)

مدینہ طیبہ میں اگر کوئی شخص آپ کو کھانے کی دعوت دیتا تو آپ ضرور قبول فرمالیتے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس بلند درگاہ پر حاضر ہو کر دعوت سے انکار کرنا کفرانِ نعمت ہے۔

محبوب ﷺ کی زیارت کے لئے عاشق صادق بننا پڑتا ہے

اگر کسی سالک سے مسجد نبوی میں کوئی غلطی سرزد ہوتے ہوئے دیکھتے تو وقتی طور پر خاموش رہتے، البتہ جب مسجد نبوی سے باہر نکلتے تو پھر خوب گوشمالی کرتے۔ ایک دفعہ فجر کی نماز کے بعد حرم نبوی میں ایک امیر تاجر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلی ملاقات تھی۔ کہنے لگا: حضرت میں اتنے عرصے سے ہر سال حج پر آتا ہوں۔ درنبوی پر حاضری دیتا ہوں مگر مجھے آج تک نبی علیہ السلام کی خواب میں زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ آپ خاموشی سے

اس کی گفتگو سنتے رہے اور اس کے انداز دیکھتے رہے۔ جب اشراق کے نوافل ادا کر کے باب عبدالحمید سے باہر نکلے تو وہ امیر شخص بھی ہمراہ تھا۔ مسجد نبوی سے نکلتے ہی آپ اس پر برس پڑے فرمایا۔ آپ نے درِ نبوی پر متکبرانہ لباس پہنا ہوا ہے۔ ٹخنے بھی ڈھکے ہوئے ہیں۔ مسجد سے باہر آتے وقت دایاں پاؤں پہلے باہر رکھا ہے۔ چہرے پر سنت کا نور نہیں۔ اپنے آپ کو بدلتے نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی زیارت نہیں ہوتی۔ غرض خوب ڈانٹا۔ پھر فرمایا کہ آپ مسجد نبوی کا ادب کریں نبی علیہ السلام کی ہر ایک ادا پر مرمٹیں۔ ان شاء اللہ زیارت ہوگی۔ امیر شخص کھری کھری سن کر توبہ تائب ہوگیا اور آئندہ سنت کے مطابق زندگی گزرنے کا عہد کیا۔ (حیاتِ حبیب ص۔۸۶)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے

گنبدِ خضریٰ ہر وقت نظر کے سامنے

☆ جناب افضال احمد صاحب سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں آپ ہوٹل کی اوپر والی منزل پر رہائش پذیر تھے۔ جناب قاری محمد رمضان صاحب بھی حاضر خدمت تھے۔ آپ نے فرمایا: کھڑکی کھول دو۔ باہر دیکھا تو سامنے گنبد خضری پر نظر پڑی۔ آپ پر محبت نبوی ﷺ کی عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ میں رہائش کی جگہ منتخب کرتے وقت یہ پہلو بھی سامنے رکھتے تھے کہ جس کمرے میں رہنا ہو وہاں سے گنبد خضریٰ سامنے نظر آئے۔ گویا آپ زبان حال سے یہ کہتے ہوں: (حیاتِ حبیب ص۔۸۷)

اِک نظر دیکھ لے پھر گنبد خضریٰ کو "حبیب"
منظر خاص یہ پھر پیش نظر ہو کہ نہ ہو

عشقِ نبوی ﷺ بڑی نعمت ہے

جناب شیخ محمد یعقوب صاحب سے منقول ہے: "مدینہ طیبہ میں ایک نہایت غریب لڑکا، پھٹے پرانے کپڑے، لاغر اور نحیف جسم، بھوک سے ادھ موا کھڑا تھا (انداز اً تیس سال

پہلے کی بات ہے) ایک پاکستانی حاجی نے ترس کھا کر اسے کہا کہ آپ میرے ساتھ پاکستان چلیں، میں آپ کا کفیل بن جاؤں گا۔ آپ کو کپڑے بھی ملیں گے، کھانا بھی ملے گا آرام بھی ملے گا۔ یہ سن کر اس لڑکے نے گنبد خضریٰ کی طرف اشارہ کر کے کہا، کیا پاکستان میں یہ بھی ملے گا۔ پاکستانی حاجی نے کہا نہیں۔ لڑکے نے کہا پھر مجھے وہاں کیا ملے گا مجھے تو اپنے آقا کے دیس کی غربت بھی عزیز ہے۔ جب شیخ یعقوب صاحب نے یہ واقعہ آپ کو سنایا، تو آپ تڑپ اٹھے۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا "عشق نبوی بڑی نعمت ہے۔"

ناموس رسالت کیلئے قربانی

۱۹۵۳ء میں جب تحفظ ناموس رسالت کی تحریک چلی تو آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ کی مسجد دار العلوم حنفیہ سے جلوس نکلتے اور گرفتاریاں پیش کی جاتی تھیں۔ آپ نے خود بھی گرفتار ہو کر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ گویا صنادیدِ عصر پر ثابت کر دیا کہ غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے، آپ کی گرفتاری کا تذکرہ آغا شورش کاشمیری نے بھی اپنی کتاب میں کیا۔

نماز اچھی ، حج اچھا، روزہ اچھا ہے، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

(حیاتِ حبیب ص۔۸۸)

ابدال کا واقعہ

ایک مرتبہ آپ حضرت صدیقیؒ کی معیت میں طواف کر رہے تھے کہ بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا گیا۔ سیڑھی لگائی گئی تو حضرت صدیقیؒ نے دل ہی دل میں دعا کی کہ یا اللہ! بیت اللہ شریف میں داخلہ کی سعادت نصیب فرما۔ قدرتاً اگلے شوط میں آپ حجر اسود سے آگے بڑھے تو دربان نے اشارے سے کہا کہ اگر اندر آنا چاہیں تو آجائیں۔ حضرتؒ نے

اشارہ پایا تو اندر داخل ہوئے۔ آپ بھی ہمراہ تھے۔ پہلے سنت طریقہ پر نوافل ادا کئے۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ بیت اللہ شریف تو مرکز تجلیات ہے۔ کیوں نہ یہاں تجدید بیعت کی جائے۔ جب حضرتؒ نوافل سے فارغ ہوئے تو آپ نے تجدید بیعت کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرتؒ نے قبول فرمالیا۔ قریب ایک اجنبی صاحب بھی تھے انہوں نے بھی بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرتؒ نے پوچھا کہ رہائش کہاں کی ہے۔ انہوں نے بلاد عرب کا نام لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں چونکہ رابطہ شیخ کے بغیر افادہ نہیں ہوتا اور آپ دور کے رہنے والے ہیں، لہٰذا میں بیعت لینے سے قاصر ہوں۔ وہ صاحب پیچھے ہٹے اور حضرتؒ نے ان صاحب کو بیعت فرمالیا۔

ابدال والی بشارت اور آپ کا فیض

جب مراقبہ شروع ہوا تو آپ نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ ابدال نے مٹھی مٹی کی بھر کر پھینکی اور وہ نور کی شعاع کی طرح جارہی تھی، اس نے مجھے کہا: دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا دیکھ رہا ہوں الخ۔ حتی کہ وہ مٹی پہاڑوں سے دور ایک سرسبز علاقے میں جا گری۔ ابھی یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ حضرت نے مراقبہ ختم فرمادیا۔ جب واپسی سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے حضرتؒ نے آپ نے پوچھا کہ ابدال نے آپ سے کیا کہا؟ آپ نے عرض کیا: یہ تو معلوم نہیں، البتہ مراقبہ میں یہ منظر دیکھا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ وہ صاحب ابدال تھے۔ انہیں بیت اللہ شریف میں بیعت نہ کر کے میں نے اپنے فیض کو بند کرلیا ہے۔ اب میرا فیض آپ کے ذریعے وہاں پہنچے گا جہاں جہاں مٹی گئی ہے۔ اس وقت آپ نہ سمجھ پائے کہ ان الفاظ میں کتنی بڑی حقیقت پوشیدہ ہے۔ کئی سال بعد جب آپ حج کے لئے تشریف لے جاتے اور مطاف میں بیٹھنا ہوتا تو مختلف ممالک کے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے۔ آپ سمجھتے کہ ابدال والی بشارت پوری ہوگئی کہ مختلف ملکوں کے لوگ فائدہ اٹھارہے ہیں۔ لیکن جب بیرون ملک کے دورے شروع ہوئے اور آپ ری یونین (فرانس) تبلیغِ دین کیلئے تشریف لے گئے تو وہاں وہ جگہ دیکھی جو کئی سال پہلے مراقبہ میں

دکھائی گئی تھی۔تب یہ راز طشت از بام ہوا کہ بیت اللہ شریف میں دیکھے ہوئے منظر کا یہ مقصود تھا۔حضرت صدیقیؒ اکثر اپنی مجالس میں آپ کے بارے میں فرماتے: ''حافظ صاحب کو ابدالی فیض ہے،'' کبھی فرماتے۔''انہیں مرکزِ توحید سے فیض ہے''

تقویٰ کی خلعت کا عطا ہونا

ایک مرتبہ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو دوران سفر بیماری نے آلیا۔زیادہ وقت حرم شریف کی بجائے بستر علالت پر گزرنے لگا۔آپ اس بات پر بہت دل آزردہ تھے کہ لوگ تو یہاں پہنچ کر خوب خوب ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں اور میں ہجر کا مارا ان اعمال سے قاصر ہوں۔آپ رات کی تاریکی کو توبہ و استغفار سے منور رکھتے۔دنوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ شیفتگی اور اشتیاق نے آپ کی وارفتگی کو بڑھا دیا۔دل کباب اور آنکھیں پر آب رہنے لگیں۔چونکہ ظاہری مصائب باطنی طراوت و شادابی کے وسائل اور اخروی ترقیات کے حصول کا سبب بنتے ہیں،لہٰذا ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع ہے اور دو آدمی کسی کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔کہتے ہیں ہم اس آدمی کی تلاش میں ہیں جو اس مجمع میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔اسے آج خلعت پہنائی جائے گی۔آپ ششدر و حیران تھے کہ کیا ماجرا ہے۔اپنے بارے میں سوچتے تھے کہ میں بیمار ہوں۔نقاہت ہے۔کپڑے میلے کچیلے ہیں۔لیکن جب وہ دو آدمی آپ کے پاس پہنچے تو دیکھتے ہی پکار اٹھے کہ ہم تو آپ کے متلاشی تھے۔وہ آپ کو ایک دربار میں لے گئے جہاں آپ کو ایک خلعت فاخرہ پہنائی گئی۔یہ بھی واضح کیا گیا کہ اس خوبصورت سے مراد تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔آپ فرماتے تھے کہ میں نے دل میں سوچا کہ جب بیماری کی حالت میں یہ سعادت و انعام نصیب ہوا تو صحت کی حالت میں تو یہ خلعت ضرور میں ہی حاصل کروں گا۔

قبل من قبل بلاعلته

ترجمہ: جو قبول ہوا بغیر سبب کے قبول ہوا

مواجہہ شریف میں حاضری

آپ جب بھی پیرو مرشد کے ہمراہ مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو از خود مواجہہ شریف پر حاضری کی جرأت نہ کرتے تھے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ترجمہ: آسمان کے نیچے یہ ادب کی جگہ ہے جو عرش سے بھی نازک تر ہے۔ اس جگہ جنیدؒ اور بایزیدؒ کے سانس بھی بند ہو جاتے تھے۔ (یعنی اس جگہ جنیدؒ اور بایزیدؒ جیسی ہستیاں دم سادھے آتی ہیں۔ یعنی سانس لینا بھی بے ادبی سمجھتے تھے)

آپ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں عرض کرتے کہ وہ آپ کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش فرمائیں۔ چنانچہ حضرت صدیقیؒ آپ کو ساتھ لے جاتے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش فرماتے۔ جب حضرت صدیقیؒ کا انتقال ہو گیا اور آپ اگلی دفعہ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے تو آپ پر عجیب گریہ طاری تھا۔ آپ سوچتے تھے کہ پہلے میرے سر پر سایہ تھا اب وہ سائبان نہ رہا۔ چنانچہ مواجہہ شریف کے سامنے حاضری کے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گرتے رہے۔ راقم الحروف کو جب آپ کے ہمراہ پہلی دفعہ حج کی سعادت نصیب ہوئی تو عرض کیا کہ حضرت! آپ راقم کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش فرمائیں تو آپ کمال شفقت و عنایت کے ساتھ مواجہہ شریف پر اپنے ہمراہ لے گئے اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش فرمایا۔ راقم نے زبان حال سے یہ کہا۔

مزے لوٹیں فقیر اب بن پڑی ہے
بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے

مسجد نبوی ﷺ میں بیعت

ایک مرتبہ آپ حضرت صدیقیؒ کے ہمراہ مسجد نبوی میں حاضر تھے۔ گنبد خضری سامنے تھا حضرت صدیقیؒ پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ آپ نے اپنی خداداد فراست سے

وقت کی اہمیت ونزاکت کو بھانپ لیا اور تجدید بیعت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرتؒ نے اس حالت میں بیعت فرمایا کہ نظریں گنبد خضری پر لگی ہوئی تھیں۔

مدینہ طیبہ کے متعلق رسول ﷺ کا حکم

جوانی میں ایک مرتبہ آپ مدینہ طیبہ کے بازار سے چیزیں خریدنے گئے، دوکاندار نے دام بتائے آپ نے اس سے قیمت کم کرنے کے لئے کہا تو وہ غصے ہونے لگا۔ رات کو آپ نے خواب میں نبی علیہ السلام کی کی زیارت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کے کاروبار ہمارے حکم سے چل رہے ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد آپ نے چیزیں خریدتے وقت قیمت طے کرنا چھوڑ دی۔ اپنے متعلقین کو بھی آپ اسی بات کا امر فرماتے تھے۔

راقم الحروف نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرتؒ جنت البقیع میں جتنے اکابرین مدفون ہیں ان کی جگہ کی نشاندہی فرما دیں۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ ایک ایک جگہ کی نشاندہی فرمائی۔ ایصال ثواب کیا اور بہت دیر تک دعائیں کرتے رہے۔ (حیاتِ حبیب ص۔ ۲۱۵)

ابتداءً آپ کا قیام مدرسہ علوم الشرعیہ میں ہوتا تھا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ آپ کے لئے اوپر کی منزل میں کمرہ مختص کرواتے اور اپنے لئے عین اس کے نیچے والا کمرہ پسند فرماتے آپ کے پاس علماء وصلحاء کا مجمع لگا رہتا تھا۔ (حیاتِ حبیب ص۔ ۲۱۸)

مقدس مقامات اور غزوہ احد کا عجیب منظر

مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران آپ مسجد قباء میں نفل ادا کرنے کیلئے تشریف لے جاتے۔ فرماتے کہ یہاں دو نفل پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ مقام احد پر تشریف لے جاتے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے اُحد ہم سے محبت کرتا ہے ہم احد سے محبت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ راقم الحروف کو ایک چٹان دکھائی اور فرمایا کہ جنگ احد کے دن نبی علیہ السلام اس چٹان کے نیچے بیٹھے تھے کہ یہ گرنے لگی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے تھام لیا۔ چنانچہ وہ چٹان آج تک گرنے کی حالت میں کھڑی ہے۔ یہ جگہ اتنی معروف نہیں ہے۔ تاہم

صاحبِ علم حضرات اس جگہ نوافل ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ مسجد قبلتین، مسجد اجابہ، مسجد جن وغیرہ تمام مقدس مقامات پر حاضری دیتے تھے۔ (حیاتِ حبیب ص۔۲۱۶)

رمضان میں عمرہ

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه، ان النبی ﷺ قال عمره فی رمضان تعدل حجة او حجة معی. (مشکوٰۃ: ص۲۲۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رمضان کے مہینہ میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے، یا فرمایا: میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

آخری چند سال میں آپ کا رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا مستقل معمول بن گیا تھا۔ آپ رمضان المبارک عموماً بیرون ملک گزارتے اور آخری عشرہ میں عمرہ ادا فرماتے۔ مکہ مکرمہ کی جماعت منتظر ہوتی۔ جناب شمشیر علی صاحب آپ کو ائیر پورٹ سے جدہ اپنے گھر لے آتے۔ بقیہ احباب بھی وہیں جمع ہو جاتے۔ کچھ وقت گزارنے کے بعد مکہ مکرمہ جماعتی طور پر تشریف لے جاتے۔ سب لوگ عمرہ ادا کرتے۔ قیام کبھی خدام میں سے کسی کی دعوت پر اس کے گھر ہوتا کبھی قریبی ہوٹل میں ہوتا۔ تراویح پڑھ کر رات قیام اللیل میں گزرتی۔ عموماً سحری کے لئے واپس تشریف لاتے۔ آپ عید کی نماز کبھی مکہ مکرمہ میں ادا فرماتے اور کبھی مدینہ منورہ میں ادا فرماتے۔ (حیاتِ حبیب ص۔۲۱۷)

آپ کے پاس سے خوشبو محسوس کرنا

ایک مرتبہ مطاف میں مع جماعت تشریف فرما تھے کہ حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی تشریف لائے اور کہنے لگے۔ حضرت! میں پورے حرم میں پھرتا ہوں مگر خاص شخصیت نظر نہیں آتی، لیکن جب آپ کے پاس آتا ہوں تو خوشبو آتی ہے۔ ان کے جانے کے بعد آپ نے مولانا عبدالشکور صاحب اور دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو مجھ سے

خوشبو آتی ہے۔انہوں نے کہا نہیں۔فرمایا تمہارے ناک بند ہیں نزلہ زکام والے کی طرح۔
(حیاتِ حبیب ص۔۲۱۸)

عاشق صادق کا واقعہ

ایک مرتبہ آپ مواجہہ شریف پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی حضور اکرم ﷺ کی طرف بار بار اشارہ کر کے کوئی بات کہہ رہا ہے۔آپ نے قریب ہو کر سنا وہ یہ کہہ رہا تھا ''تیڈا روضہ...... تیڈا روضہ...... زمین تے ہوئے میں نہ آواں، تیڈا روضہ...... تیڈا روضہ...... آسماں تے ہووے میں اتھاں وی جاواں۔ (اے محبوب آپ کا روضہ انور زمین پر ہو اور میں پھر بھی نہ آؤں! بلکہ آپ کا روضہ اگر آسمانوں پہ ہوتا تو میں وہاں بھی جاتا) سبحان اللہ عشق نبوی سے دل معمور ہوتا تھا۔

عجب چیز ہے عشق شاہِ مدینہ
یہی تو ہے عشق حقیقی کا زینہ
ہے معمور اس عشق سے جس کا سینہ
اسی کا ہے مرنا اسی کا ہے جینا

(حیاتِ حبیب ص۔۲۱۸)

حج کی سند ساتھ لیتے جاؤ

آپ نے ایک مرتبہ مطاف میں بیٹھ کر فرمایا: ''میرے پیر و مرشد حضرت صدیقیؒ حاجیوں کو حرم شریف میں کہتے تھے: ''بھائی حج کی سند لے کر جانا'' ایک آدمی پوچھنے لگا: حضرت! وہ کہاں سے ملتی ہے۔حضرت صدیقیؒ نے اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''یہ حج کی سند ہے، یعنی واپس جانے سے پہلے ریش مبارک والی سنت پر عمل کر لینا۔'' (حیاتِ حبیب ص۔۲۱۹)

سانحہ ارتحال، مرشد کا وصال

اس مخدوم جہاں کے وصال کی بات شاید خون دل سے لکھوں۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۹ء کو آپ پر بیماریوں کا شدید غلبہ ہوا۔ طبیعت میں بے چینی بہت زیادہ ہوگئی۔ اہل خانہ نے ساری رات جاگ کر گزاری۔ صبح جب نور کا تڑکا ہوا تو موت کے گھمبیر سائے آپ کے گرد منڈلاتے نظر آئے۔ صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب قاسمی نے وقت کی نزاکت کا ادراک فرمالیا اور آپ کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر عرض کیا، ''حضرت ہم سے زندگی میں جتنی بھی کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ ہم معافی کے خواستگار ہیں۔ آپ معاف فرمادیں''، آپ نے سر مبارک کے اشارے سے ہاں کردی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے پھر معافی مانگی آپ نے جواباً سر ہلا دیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کی درج ذیل مسدس پڑھی۔

تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ ۔ لا الہ الا اللہ

یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹادوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ

مجھ کو سراپا ذکر بنادے ذکر ترا اے میرے خدا
نکلے میرے ہربن مو سے ذکر ترا اے میرے خدا

اب تو کبھی چھوڑے بھی نہ چھوٹے ذکر ترا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا اے میرے خدا
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ

پہلو میں جب تک قلب رہے اور تن میں جب تک جان رہے
لب پہ تیرا نام رہے اور دل میں ترا دھیان رہے
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ

مسکراتے ہوئے محبوب کے دربار میں حاضر ہوگئے

مسدس سنتے وقت آپ پر استغراق کی کیفیت طاری رہی۔ چہرہ مبارک گواہی دے رہا تھا کہ آپ کو طمانیتِ قلب نصیب ہو رہی ہے۔ ۲۰ ستمبر صبح کے نو بج چکے تھے۔ آپ کے نواسے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب نے تلاوتِ قرآن پاک شروع کی۔ جب انہوں نے یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ پڑھا تو آپ نے آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا۔ (یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام انبیاء کا آخری کلام نماز کی بابت ہوا ہے) اتنے میں انہوں نے پڑھا ان اللہ مع الصٰبرین یہ سن کر آپ مسکرائے اور بزبانِ حال اللھم انت الرفیق الاعلی کہتے ہوئے جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب او

وہ آفتاب حقیقت جس کی شعاعوں سے ایک عالم منور تھا، دیکھتے ہی دیکھتے غروب ہوگیا۔ آپ کا وصال مبارک ۲۰ ستمبر ۱۹۸۹ء بروز جمعرات صبح ۹ بج کر اٹھارہ منٹ پر ہوا اور یوں آپ لاکھوں مریدین کو سوگوار چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حسن کی انتہا اور ابو بکر صدیقؓ والا عاشقانہ عمل

غسل میت سے پہلے کثیر تعداد میں خلفائے کرام ،علمائے کرام اور مریدین و متعلقین چکوال شریف پہنچ گئے۔آپ کا کفن مبارک آب زم زم سے احرام کی دھلی چادروں سے بنایا گیا،کفن تیار کرنے کی سعادت دارالعلوم حنفیہ چکوال کے مدرس جناب قاری نذیر احمد صاحب کی اہلیہ صاحبہ کونصیب ہوئی۔جس کمرے میں آپ کا وصال مبارک ہوا، اسی کمرے میں نماز ظہر کے بعد غسل کا انتظام کیا گیا۔لکڑی کا تختہ شمالاً جنوباً رکھا گیا۔پھر اسے تین مرتبہ انگھیٹی میں لوبان سلگا کر دھونی دی گئی۔غسل دینے والوں میں صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن قاسمی صاحب۔صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب۔حضرت مولانا حکیم عبداللطیف صاحب،حضرت مولانا بشیر احمد صاحب۔حضرت مولانا محمد نعیم اللہ فاروقی، راقم الحروف اور دیگر صاحبزادگان واقربا نے شرکت کی ،مسنون طریقہ پر غسل دینے کے بعد جب آپ کو کفن پہنایا گیا تو آپ کی خوبصورتی کی انتہا نہ تھی۔سیدنا صدیق اکبرؓ کا واقعہ یاد آتے ہی راقم الحروف نے بے اختیار آپ کے رخسار پر بوسہ دیا اور یہ الفاظ دہرائے ''حضرت آپ اپنی زندگی میں کتنے حسین تھے اور اپنی وفات کے بعد بھی کتنے حسین ہیں''۔

قلب مبارک مرنے کے بعد بھی جاری ہے

غسل سے فراغت پر اہل خانہ کے علاوہ دیگر حضرات مسجد میں چلے گئے۔گھر کی مستورات نے آپ کی آخری بار زیارت کی۔محترمہ اماں جی صاحبہ دام ظلہا نے محسوس فرمایا کہ آپ کا قلب مبارک جاری ہے۔دیگر کئی لوگوں نے دیکھا اور حیران ہوئے۔بعد میں ایک صاحب نے اس بارے میں استفسار کیا تو راقم الحروف نے جواب دیا:''جس قلب نے ہزاروں قلوب کو زندہ کیا ہو اس قلب کو کیسے موت آسکتی ہے۔''

موت کو سمجھے ہے ناداں اختتام زندگی ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

(حیاتِ حبیب ص۳۲۱ تا ۳۲۵)

محافظ ختم نبوت مفکر اسلام

حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

اکابر کی محبت رسولؐ، ادب واحترام رسولؐ، تعلق رسولؐ اور عشق رسولؐ کی روشن مثالیں اور عشق ومحبت اور جرأت واستقامت کی تاریخ پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ نے عظمت وناموس رسالت کا کوئی پہلو اور گوشہ بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔

قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ بھی اس جماعت حقہ کے ایک فرد تھے۔ ان کا دل حب رسول ﷺ سے سرشار تھا۔ دوران تقریر یا تحریر جب بھی حضور اکرم ﷺ کا نام آتا تو محبت سے درود پڑھتے۔ حضرت مفتی صاحبؒ عشق رسولؐ کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔

اتباع سنت کا اہتمام، جو قال تھا وہی ان کا حال تھا

بزرگان دین اور اولیاء اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، فرمودات اور افعال کا صحیح نقشہ اور عملی تصویر ہوا کرتے ہیں۔ اس لیئے ان کے اقوال وافعال اور ارشادات و فرامین میں وہی جلوے اور جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں جو قدرت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم میں ودیعت کر رکھی تھیں۔

چونکہ یہ علماء، اولیاء اور اتقیاء ہمیشہ نہیں رہ پاتے اس لئے ان کے فرمودات، اعمال اور افعال کو بطور نمونہ خلق خدا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ ان کے رشد وہدایت کے چراغ سے پوری انسانیت منور ہو جائے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان بزرگ ہستیوں میں سے تھے جن کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا، الغرض ہر ادا سے اتباع سنت کی جھلک نمایاں نظر آتی۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھوٹی چھوٹی سنتوں پر بھی اہتمام کے ساتھ عمل فرماتے اور ہر حال میں اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے۔ جو ان کا قال تھا وہی ان کا حال تھا۔

ایک سجدہ ساری دنیا سے قیمتی ہے

جمعیت علمائے اسلام کے دیرینہ کارکن و رہنما حضرت مولانا بشیر احمد شاد صاحب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی قریب رہے۔ وہ آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جماعتوں کے رہنماؤں نے پنجاب کا آخری دورہ کیا تو مجھے بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہایت قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ اس دوران میں نے محسوس کیا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھوٹی چھوٹی سنتوں کا بھی خاص خیال رکھتے ہیں۔ اس سفر کا ایک واقعہ بطور مثال عرض کرتا ہوں۔

۹/ جولائی دن بھر جہلم میں قیام فرمایا۔ عوام کے مختلف وفود سے ملاقات فرماتے رہے اور عوام کے مسائل سنتے رہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز مغرب کی امامت کے فرائض انجام دیئے تو ایک ساتھی جماعت کے ساتھ شریک ہونے کیلئے آیا تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلی رکعت کے سجدہ میں تھے، وہ آنے والا ساتھی دوسری رکعت کے لئے انتظار میں کھڑا رہا اور جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسری رکعت کیلئے اٹھے تو جماعت میں شامل ہو گیا۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ مجھے شک ہوا ہے کہ آپ پہلی رکعت میں سجدہ کے دوران پہنچ چکے تھے۔

جماعت میں شامل ہونے کے بجائے دوسری رکعت کیلئے امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ جس پر اس ساتھی نے اس بات کی تصدیق کر دی تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً اصلاحی انداز میں بہت پیار سے فرمانے لگے: خدا کے بندے! یہ ایک ہی تو سجدہ ہے جو کسی شمار و حساب میں نہیں آتا لیکن اس کی قیمت دنیا و مافیہا سے زیادہ ہے، اس منافع کی چیز کو مت چھوڑا کرو اور فوراً سجدہ میں چلے جایا کرو، شاید اللہ تعالیٰ کو یہی سجدہ پسند آجائے۔" (ترجمان اسلام، ص ۳۰۴)

مفتی صاحب بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہے تھے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ڈرائیور ظہور احمد اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"پھر میری آنکھوں نے وہ منظر بھی دیکھا ہے کہ وہ شیر سیاست بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک جمعہ کے روز ان کے پاؤں پر سوجن اتنی تھی کہ چلنا تو درکنار ہلنے جلنے کا یارا بھی نہ تھا۔ ڈاکٹروں نے بھی چلنے پھرنے سے سختی سے منع کر رکھا تھا۔ اس روز انہوں نے دوگانہ گھر پر ہی ادا کیا۔ میں جمعہ پڑھ کر آیا تو دیکھا مفتی صاحبؒ رو رہے ہیں۔ سوچا شاید پاؤں کی تکلیف بڑھ گئی ہے۔ وجہ دریافت کی تو تکلیف پاؤں کی نہیں تھی، روح کی تھی۔ فرمانے لگے: ظہور! خدا جانے مجھے کس غلطی کی سزا ملی ہے کہ میں آج جمعہ کی نماز کیلئے مسجد نہیں جا سکا۔ پھر وہ دیر تک استغفار کرتے رہے۔"

(قومی ڈائجسٹ، ص ۷۵)

محمد عربی ﷺ کا سلام

حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب فرماتے ہیں کہ:

حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے اپنی زندگی میں مجھے یہ بات بیان کرنے سے منع فرما دیا تھا لیکن اب اس کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحبِ نسبت بزرگ نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور حضورِ اقدس ﷺ کی طرف سے حضرت مفتی صاحبؒ کو ان الفاظ میں پیغامِ بشارت دیا گیا:

قل لہ منی السلام، یتقوی باللّٰہ و لا یقول الا الحق واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

"میری طرف سے آپ کو سلام کہیں، ہر معاملہ میں اللہ سے قوت و طاقت کے طلب گار ہوں، ہمیشہ حق بات کہیں، اللہ تعالیٰ سچ اور حق کہتا ہے اور وہی صحیح رستہ کی رہنمائی کرتا ہے۔"

میں نے جب عرض کیا کہ حضرت! سفرنامے میں اس کو شائع کیا جائے، پہلے تو کچھ نہ

کہا۔ جب ریاض جانے کے لئے مدینہ منورہ ایئر پورٹ کی طرف جارہے تھے تو ازخود فرمایا کہ اس خواب کو مت لکھو، اس سے خودستائی کا پہلو نکل آئے گا۔

(فروری قومی ڈائجسٹ لاہور ص ۱۷۸)

خستہ دلوں کیلئے سرمایہ تسکین

خواب میں حضور اکرم ﷺ کا پیغام کوئی خواب نہیں، حقیقت ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے "من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل بی" (جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے گویا فی الحقیقت مجھے دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا)۔

اس حدیث کے پیش نظر حضرت مفتی صاحبؒ کو حضور اقدس ﷺ کا سلام اور پیغام حضور اقدس ﷺ کی جانب سے حضرت مفتی صاحبؒ کی حقانیت کی دلیل ہے اور حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ خصوصی شفقت کا اظہار بھی ہے اور جب حضور اقدس ﷺ کی جانب سے ایک امتی کی اس طرح ہمت آفرینی، حوصلہ افزائی اور ڈھارس بندھوائی کی جائے تو ہمت کیوں نہ بڑھے اور کام میں تیزی کیوں نہ آئے۔ حضور اقدس ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ پیار تھا اور امت کا سہارا حضورؐ ہی کی محبت اور عشق ہے۔

ختم نبوت کے صدقے میں بخشش ہوگئی

1974ء کی تحریک ختم نبوت اسلام اور مرزائیت کی ایک زبردست ٹکر تھی۔ یہ ٹکراؤ سڑکوں پر بھی ہوا اور میدانوں میں بھی لیکن اس معرکہ حق و باطل کا فیصلہ کن راؤنڈ قومی اسمبلی میں لڑا گیا۔ مرزائیت کی طرف سے قادیانی پیشوا مرزا ناصر وکیل ذلیل بن کر آیا اور اہل اسلام کی طرف سے جو شخص سپہ سالار بن کر آیا، وہ صاحب مقام محمود ﷺ کی عزت وناموس و ختم نبوت کا محافظ مفتی محمودؒ تھے۔ جن کے ایمانی اور حقانی دلائل کے سیلاب کے سامنے مرزا ناصر خس وخاشاک کی طرح بہہ گیا اور پاکستان کی منتخب قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو متفقہ طور پر کافر قرار دے دیا۔ اس فرزند اسلام کی وفات کے بعد ان کے ایک عقیدت مند نے انہیں

خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حضرت کیسی گزری؟ آپ نے فرمایا ساری زندگی قرآن پاک وحدیث شریف کی تبلیغ میں گزری، اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشش وکاوش کی، وہ سب اللہ ربّ العزت کے ہاں بحمدہ تعالیٰ قبول ہوئیں۔ مگر نجات اس محنت کی وجہ سے ہوئی جو قومی اسمبلی میں مسئلہ ختم نبوت کے لئے تھی۔ ختم نبوت کی خدمت کے صدقہ اللہ تعالیٰ نے بخشش فرمادی۔ (ایمان پرور یادیں ص ۴۵) (تذکرہ مجاہدین ختم نبوت ص ۳۷۳)

دشمنانِ پیغمبر کافر قرار پائے

مولانا مفتی محمودؒ صاحب اسمبلی ہاؤس سے باہر نکلے اور سیدھے دفتر مجلس ختم نبوت آگئے۔ وہاں مفتی صاحبؒ کا بڑی شدت سے انتظار ہورہا تھا۔ مفتی صاحبؒ پہنچے تو حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مصلیٰ پر سجدہ ریز تھے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگ رہے تھے۔ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہوگئی تھی۔ مفتی صاحبؒ تشریف لائے اور انہوں نے آواز دی:

''حضرات! اللہ پاک کا شکر ہے ہمارا مطالبہ مان لیا گیا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔''

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ دوبارہ سجدہ ریز ہوکر شکر بجالائے۔ وہ روتے جاتے تھے اور کہہ رہے تھے، اللہ پاک! ہم آپ کا شکر کیسے ادا کریں۔ آپ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ سجدہ سے اٹھتے ہوئے فرمانے لگے:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخرو کیا ہے۔ مرنے کے بعد امیر شریعتؒ سے ملاقات ہوئی تو میں کہہ دوں گا کہ آپ کے مشن میں تھوڑا سا حصہ ڈال کر آیا ہوں۔ آپ نے ختم نبوت کے جس پودے کو پانی دیا تھا، میں اسے پھل لگے ہوئے دیکھ آیا ہوں۔ دوستو! میری بات سن لو۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صاحب کو امیر شریعت کا خطاب اس وقت کے پانچ سو اجل علماء نے دیا تھا اور میری خوش قسمتی ہے کہ میرے دستخط دوسرے یا تیسرے نمبر پر موجود ہیں۔

(تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک ص ۲۸۹)

جو محدث ہوگا اسے زیارتِ رسولؐ نصیب ہوگی

جناب محمد شریف عثمانی صاحب رقم طراز ہیں کہ:

ایک ساتھی نے حضرت مفتی محمود صاحبؒ سے سوال کیا، حضرت! کبھی زیارتِ رسولؐ بھی ہوئی ہے؟ سب کے دل دھڑکنے لگے، مشاق نگاہوں نے توجہ کی، یوں گویا ہوئے۔ عزیز ساتھیو! ہمارے اکابر کا طریق رہا ہے کہ جس کام یا بات کے اظہار میں ریا کاری کی بو آئے، اس سے اجتناب ضروری ہے، ممکن ہے میرا کچھ کہنا ریا کاری پر محمول ہو۔ پھر کیا تھا، کہرام مچ گیا، دل بے قرار ہوگئے۔ شیخ کے اس اشارے پر ترحمنا یا شیخ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ محدث کبیر نے نگاہِ عاطفت گھمائی، مرکزِ توجہ بن گئی۔ فرمانے لگے، بھائی! آخر ہم بھی تو امام بخاریؒ کے خوشہ چیں ہیں، بھلا وہ بھی کوئی محدث ہے جسے حدیث والے کی زیارت نصیب نہ ہو۔ اس جملہ کا اظہار تھا کہ سب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوئیں، وہ دل و دماغ میں جاگزیں ہوگئے۔ آج تک حضرتؒ کا یہ ایمان افروز جملہ ذہن میں گونج رہا ہے۔ (ترجمان اسلام ص ۳۴۲)

ایک محدث اور فقیہ نے اقتدار کو لات ماردی

پاکستان لازوال قربانیوں، آگ خون کے دریا عبور کر کے وجود میں آیا، مسلمانانِ برصغیر نے یہی خواب دیکھا تھا کہ یہاں اسلامی قوانین کا نفاذ ہوگا لیکن یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا کیوں کہ اس ملک کی باگ ڈور انہوں نے سنبھالی جو فرنگی تہذیب سے متاثر اور مغربی تقلید کے دلدادہ تھے، جن کی عملی زندگی اسلامی قوانین سے کوسوں دور تھی لیکن پاکستانی حکمرانوں کے اس تاریک گوشے میں کچھ چراغ بھی جلے ہیں، حضرت مفتی محمود اسی تابناک سلسلے کے روشن ترین چراغ ہیں، وہ پاکستان کی سیاسی تاریخ کی آبرو، اسلام کے سپاہی اور طبقہ علماء کا فخر تھے۔ (کتابوں کی درسگاہ میں)

وہ وزیر اعلیٰ بنے تو چشم فلک نے پہلی مرتبہ پاکستانی سرزمین پر ایک محدث وفقیہ کو مسند اقتدار پر دیکھا، ان کی حق کی صدا سے ایوان گونجے، دشمنان لرزے، سازشی سر پکڑ کر

بیٹھے، وہ حق گوئی کرتے رہے جب دیکھا کہ آوازِ حق پر کان نہیں دھرے جا رہے تو اقتدار کو یوں لات ماری کہ اقتدار کے پجاری انگشت بدنداں رہ گئے۔

وہ بیک وقت محدث اور اسلامی سیاست کے قائد تھے، حدیث وسیاست کے یہ سنگم درس حدیث دینے بیٹھتے تو علم کے اس آفتاب کی روشنی پھیلتی اور کرنیں پھوٹتیں، حدیث وفقہ کے وہ اسرار ورموز سننے کو ملتے جن کی پہنچ تک عصر حاضر کے مشائخ بھی رسائی نہ کر سکے اور یہی شہنشاہ جب میدان سیاست میں قدم رکھتے تو بڑے بڑے شاہ سوار بھی دم بخود رہ جاتے۔ ان کی زندگی کا نصب العین ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی خواہش تھی اِسی کیلئے وہ شب وروز محنت کرتے رہے، فتنوں کا مقابلہ کیا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، قدم قدم پر مخالفتیں ہوئیں لیکن ان کے پائے استقامت میں کبھی لغزش نہ آئی، بارگاہ صمدیت میں جھولی پھیلا پھیلا کر اس خواہش کی تکمیل کی دعا کرتے۔

مفتی محمودؒ حرمین کے سفر پر

حرمین شریفین سے ایسا عشق تھا کہ ہر سال حاضری کی کوشش کرتے، حرم میں جاتے تو غلاف کعبہ پکڑ کر، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا دیتے اور تضرع وزاری کی انتہا کر دیتے۔ چودھویں صدی اختتام پر تھی، آپ ضعیف، علیل جسم سفر کے قابل نہیں، لیکن روح بیدار اور حرمین کا عشق موجزن تھا، وہاں کی حاضری تڑپا رہی تھی، شدید خواہش تھی کہ اس صدی کا یہ آخری حج ہے اللہ کرے کہ نصیب ہو جائے، یہی خواہش وتمنا دل میں لئے کراچی پہنچے، دین کی فکر ہمیشہ دامن گیر رہتی تھی سفر حرمین سے قبل بھی ایک دینی مسئلے کے سلسلے میں علماء ومفتیان کا اجلاس بلایا تھا، ابھی اس مسئلے پر گفتگو فرما ہی رہے تھے کہ سفر حرمین کے بجائے چپکے سے سب کو حیران و پریشان چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ یوں حرمین شریفین کے عشق ومحبت سے جو اصلی مقصد محبوب حقیقی تک رسائی ہے وہ حاصل کر گئے۔

دوست آوارگی ہمی خواہد رفتن حج بہانہ افتاد است

یعنی محبوب آوارگی کا نظارہ دیکھنا چاہتا ہے حج کے سفر کو اس کا بہانہ بنا دیا۔

آپ کے بہت سے ساتھی، شاگرد، رفقاء حج کیلئے حرمین پہنچ چکے تھے، انہیں آپ کا انتظار تھا، آپ تو نہیں پہنچے لیکن آپ کے انتقال کی خبر نے پہنچ کر ان کے حواس معطل کر دئے۔

اے جذبہ دل روضہ اطہر کی طرف چل جس در کا بھکاری ہے تو اس در کی طرف چل
دیکھے سے جسے سیر نظر ہو نہیں سکتی طیبہ میں اسی حسن کے محور کی طرف چل
ہر سمت جہاں پر ہے تجلی ہی تجلی اس بارش انوار کے منظر کی طرف چل
پھر تشنہ لبی کی نہ کبھی ہوگی شکایت اک بار ذرا ساقی کوثر کی طرف چل

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کو زیارت نبی ﷺ

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مجھ سے (یعنی سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ) سے سفر میں خواب بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا روضۂ اقدس پر حاضر ہوں اور صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہوں۔ آنحضور ﷺ اپنے روضۂ مبارک کے اندر آرام فرماتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ میں وفور شوق سے درود پاک پڑھتا ہوں کہ اچانک آپ کے لب مبارک ہلتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں محمود لوگوں کو تقلید سے بچاؤ، میں بڑا حیران ہوتا ہوں کہ میں تو خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں اور حضور ﷺ منع فرما رہے ہیں، میں اسی سوچ میں روضۂ اطہر سے واپس ہونا چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے تشریف لے آتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ قیاس ائمہ تو عین نصوص ہے۔

میری آنکھ کھلتی ہے تو طبیعت فرحت اور طمانیت محسوس کرتی ہے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ جب قیاس ائمہ عین نصوص ہے تو حضور ﷺ نے مجھے کس تقلید سے لوگوں کو بچانے کی تلقین فرمائی ہے۔ میں غور کرتا ہوں تو یہ بات سمجھ میں یوں آئی ہے چونکہ آج کل کے مسلمان اہل مغرب کی تقلید کر رہے ہیں تو مجھے اسی تقلید سے لوگوں کو بچانے کے لئے حکم ملا ہے، چنانچہ میں خود بھی اور لوگوں کو بھی ہمیشہ اہل مغرب کی پیروی سے بچانے کی فکر میں رہتا

ہوں، حتیٰ کہ آٹوگراف دینا بھی بند کردیا جائے، کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ بھی مغرب سے وباء آئی ہے۔ (حدیث خواب ص۲۳) (قومی ڈائجسٹ ص ۶۱)

رسول محبوب کی نظر عنایت اور علم کا تحفہ

حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے دوسرا خواب بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا آنحضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مسجد میں تشریف فرما ہیں، میں تاب جمال نہ لاتے ہوئے نظریں جھکائے بیٹھا ہوں اور خود کو بڑا خوش نصیب خیال کر رہا ہوں کہ میں حضور ﷺ اور کبائر صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف ہو رہا ہوں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی نظر مجھ پر پڑتی ہے تو حضور اکرم ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ کیا یہ بھی صوفی ہے تو حضور ﷺ اپنی نظر مبارک اٹھاتے ہیں اور مجھے دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں ہاں یہ بھی صوفی ہے، پھر آپ ایک مشکیزہ ہاتھوں میں اٹھا کر مجھے فرماتے ہیں کہ پیو، میں پانی پیتا ہوں اور اتنا پیتا ہوں کہ وہ پانی میرے ناک اور کانوں سے باہر نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

تعبیر صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا پانی پلانا اور پانی اس قدر پلانا کہ ناک اور کانوں سے باہر نکلنے لگے۔ اس سے مراد علم دین ہے۔ (حدیث خواب ص۲۳ سید امین گیلانی)

رسول اللہ ﷺ مجھے بلا رہے ہیں

مولانا عبید اللہ انور (جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) کو مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا یہ خواب سنایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کا روضۂ مبارک میرے سامنے کھلا اور اس طرح کہ آپ ﷺ اس میں موجود ہیں۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی حجاب نہیں اور آپ ﷺ مجھے بلا رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے پھر خود ہی اس کی یہ تعبیر بیان کی کہ حضور اقدس ﷺ کا مجھے بلانا اس دنیا سے واپس ہونے کا اشارہ ہے اور آپ ﷺ کے اور میرے درمیان حجاب کا نہ ہونا بھی دوسری دنیا کا نقشہ ہے، جہاں آپ ﷺ کے غلام آپ ﷺ سے بغیر کسی حجاب کے ملتے ہیں۔ (قومی ڈائجسٹ ص ۱۲۰)

مفتی صاحب کو اس سال اپنی موت کا یقین تھا مگر یہ خیال تھا کہ قدرت انہیں فریضہ حج کا ضرور موقع دے گی، جہاں اخروی زندگی کی بہتری کے لئے اس کے گھر جا کر دعا مانگوں گا کیونکہ وہاں ہر دعا قبول ہوتی ہے، مگر موت کے بارے میں ان کی پیش گوئی حج سے پہلے ہی پوری ہوگئی، ان کا کام بھی ختم ہو چکا تھا، انہیں اللہ پاک نے پھر ہمیشہ کے لئے اپنے پاس بلالیا اور وہ بھی جانے کے لئے بے قرار تھے۔عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)

محبوب کی امت کی معافی کیلئے حج کا سفر

قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین کے لئے عازم سفر تھے۔ان کی خواہش تھی کہ اپنی علالت اور ضعف و ناتوانی کے علی الرغم چودہویں صدی کے آخری حج میں شرکت کریں اور خانہ کعبہ جا کر بارگاہ رب ذوالجلال میں بصد عجز و نیاز یہ التجا کریں کہ پوری صدی میں امت سے جو کوتاہیاں، جو لغزشیں اور تقصیریں ہوئی ہیں، حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت بے پایاں اور اپنے محبوب رحمۃ اللعالمین ﷺ کے صدقے امت کے پوری صدی کے گناہوں کو معاف کردیں۔لیکن حق تعالیٰ شانہ کی مشیت و تکوین شاید یہ چاہتی تھی کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس حسن واخلاص اور حسن نیت کی وجہ سے اس صدی کا خاتمہ ہی ''محمود'' پر کر دیا جائے۔یاالٰہی عاقبت محمود گراں''

اس لئے حرمین شریفین کے لئے پرواز سے ٹھیک ۲۳ گھنٹے پہلے ان کی بے تاب و بے چین روح اس صدی کے مسلمانوں کی سفارش لے کر سیدھی بارگاہ رب ذوالجلال میں پہنچ گئی۔یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۱ اکتوبر، یکم ذوالحجہ بروز ہفتہ کراچی پہنچے۔۱۵، اکتوبر، ۵ ذوالحجہ کی پرواز میں ان کی نشست محفوظ ہو چکی تھی۔

۱۴ اکتوبر ۴ ذوالحجہ کو بروز دوشنبہ صبح غسل فرمایا اور مکان پر بعض سیاسی رفقاء سے ملاقات

فرمائی۔ ۱۱ بجے مدرسہ تشریف لائے، آج حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ معمول سے زیادہ ہشاش بشاش نظر آرہے تھے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یاد فرمانے پر جناب مولانا مفتی رفیع عثمانی مہتمم دارالعلوم کراچی اور مولانا محمد تقی عثمانی قانون زکوٰۃ کے بعض پہلوؤں پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لائے اور قریبا ساڑھے بارہ بجے رفیق محترم جناب مولانا محمد جمیل خان صاحب (راقم الحروف) کو باصرار حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ اس ناکارہ کو ان حضرات کی تشریف آوری کا علم نہیں تھا اور موضوع گفتگو کے بارے میں کچھ خبر تھی۔ اس وقت مجلس میں یہ حضرات موجود تھے۔ جناب مولانا محمد طاسین ناظم مجلس علمی کراچی، مولانا مفتی احمد الرحمٰن، مولانا رفیع عثمانی، مولانا مفتی تقی عثمانی، صاحبزادہ مولوی محمد بنوری اور مولانا محمد جمیل خان۔ تھوڑی دیر بعد جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر بھی تشریف لے آئے۔

قانون زکوٰۃ کے بعض پہلوؤں پر گفتگو چل رہی تھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابھی پہلے نکتے ہی کی تشریح فرما رہے تھے، ان کی تقریر بڑے ربط و تسلسل سے جاری تھی۔ اس ناکارہ کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سننے کا موقع پہلے بھی کئی بار ملا لیکن حاضر دماغی، جس ربط و سلیقہ اور جس استدلال سے وہ آج اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر رہے تھے، اس کا تجربہ اس سے پہلے نہیں ہوا تھا۔

آسان ترین موت

تقریباً دس منٹ تک وہ اس نکتہ پر تقریر فرماتے رہے، درمیان میں نہ کوئی حشو و زائد لفظ آیا، نہ کسی پر اٹکن یا لکنت محسوس ہوئی۔ خدا جانے وہ پہلے نکتہ کی تشریح کر چکے تھے یا اس سلسلہ میں ابھی کچھ اور وضاحت فرمانا چاہتے تھے کہ فقرہ مکمل کر کے ایک لمحے کیلئے خاموش ہوئے، بایاں ہاتھ پیشانی پر رکھا اور یکا یک بائیں پہلو کی طرف مائل پیچھے کو گرے۔ اس جانب جناب صاحبزادہ مولوی محمد بنوری بیٹھے ہوئے تھے، ان کی گود میں آرہے۔

ہم نے آج تک کسی کو اتنی آسانی سے مرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے کسی کو وہم

بھی نہیں ہوا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زبان حال سے ''لست علی صحبتکم بحریص'' (سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخی فقرے کی طرف اشارہ ہے۔ اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے گورنروں اور فوجی حکام کے نام ایک گشتی فرمان لکھا کہ اسلام کے کچھ شرائع اور ارکان ہیں۔ زندہ رہا تو تمہارے سامنے اس کی تشریح کروں گا لیکن اگر میرا وقت موعود آ پہنچا تو تمہارے پاس رہنے کا خواہش مند بھی نہیں ہوں) کہتے ہوئے ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہیں۔ ہم سب یہی سمجھے کہ دل کے دورہ کی وجہ سے سکتہ کی سی بے ہوشی ہو گئی ہے اس لئے مولانا محمد طاسین صاحب نے منہ میں پانی ڈالا۔ راقم الحروف نے زور سے مقام قلب کو مسلنا شروع کیا۔ ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب اور مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے پاؤں کی مالش شروع کر دی۔ مولانا محمد رفیع عثمانی نے زبان کے نیچے وہ دوائی رکھی جو شدید دورہ قلب میں دی جاتی ہے۔ مولانا مفتی تقی عثمانی، مولانا محمد بنوری اور مولانا محمد جمیل خان ڈاکٹروں کی طرف دوڑے مگر وہاں کیا رکھا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وقفہ وقفہ سے دو چار ہچکیاں لیں اور ابدی نیند سو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لائق رشک موت

یوں تو موت سنت بنی آدم ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں۔ یہاں جو بھی آیا جانے ہی کے لئے آیا۔ لیکن بعض حضرات کی زندگی کی طرح ان کی موت بھی لائق رشک ہوتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موت کئی لحاظ سے حسن خاتمہ کی علامت ہے۔ ایک تو وہ سفر میں تھے جس میں مومن کی موت معنوی شہادت ہے۔ پھر یہ سفر بھی سفر حج کا تھا۔ گویا یہ موت فی سبیل اللہ تھی۔ پھر ایک دینی و شرعی مسئلہ کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ دینی مسائل کا مذاکرہ ذکر الٰہی کی ایک فرد ہے۔ پس ان کا خاتمہ ذکر الٰہی پر ہوا اور مفتی کی حیثیت سے جو خدمت حق تعالیٰ نے ان کو تفویض فرمائی آخر لمحہ تک اس میں مشغول رہے۔ پھر ان کی طائر روح نے جس سرعت سے پرواز کی وہ بجائے خود حیرت انگیز ہے۔ راقم الحروف کا احساس یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب فقرہ پورا

کر کے خاموش ہوئے تو اسی لمحے بیٹھے بیٹھے ان کی روح پرواز کر گئی۔ اتنی آسانی سے روح کا قبض ہو جانا اس ناکارہ کے لئے بالکل ہی نیا مشاہدہ تھا کہ نہ موت سے پہلے کسی تکلیف کی شکایت نہ کسی درد و کرب کا اظہار۔ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ کے درویش کا واقعہ کتابوں میں پڑھا سنا تھا کہ ان کی دہلیز پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور کہا کہ ہماری روح تو یوں قبض ہو جائے گی مگر اس کا چشم دید مشاہدہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے ہوا کہ مرنے والے یوں بھی مر کر دیا کرتے تھے۔

آخری دیدار

جنازہ کے بعد نعش مبارک دارالحکومت میں دیدار کے لئے رکھ دی گئی۔ تمام رات ہزاروں افراد آپ کی زیارت کرتے رہے۔ جامعہ بنوری ٹاؤن کے طلباء تمام رات آپ کے سرہانے تلاوت کلام پاک میں مصروف رہے۔

نماز فجر کے بعد میت کو جہاز میں رکھا گیا۔ اس سے قبل ائیر فورس کی طرف سے میت کو سلامی پیش کی گئی۔

ملتان ائیر پورٹ پر ہزاروں افراد کا غم زدہ ہجوم موجود تھا۔ میت کو ایک ٹرک پر رکھ کر اسپورٹس گراؤنڈ ملتان لے جایا گیا۔ نماز جنازہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

نو بجے ڈیرہ کی طرف جانا تھا مگر پتہ چلا کہ جنرل ضیاء الحق صاحب ڈیرہ میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خود استقبال فرمائیں گے۔ جہاز تین گھنٹہ موخر کر دیا گیا۔ اتنے میں مولانا عبیداللہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میاں طفیل صاحب وغیرہ ائیر پورٹ پر پہنچ گئے۔ اس لئے ائیر پورٹ پر تیسری مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور یہ نماز مولانا عبیداللہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

نماز کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی آخری آرام گاہ کی طرف لے جایا گیا۔ صدر پاکستان نے جنازے کو کندھا دیا۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عبدالخیل کے عام قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ سنت کے مطابق کچی قبر بنائی گئی۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ

(1) سیرت نگاری کا نیا انداز

رسول اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ کا اتباع ہی مسلم کی زندگی کا اصلی مقصد ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہر عمل میں سنت کے اتباع کی فکر رہتی تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اسی جذبہ کے تحت یہ کتاب 'اسوہ رسول اکرم ﷺ'' مرتب کی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں سنت کے انوار و تجلیات سے مستفیض ہونے کی سعادت حاصل ہو سکے۔

اسوہ رسول ﷺ

اتباع سنت کا خاص ذوق تھا، اور ہر کام میں اس بات کی جستجو رہتی تھی کہ اس میں سنت کا طریقہ معلوم ہو، اسی جستجو کے نتیجے میں آپ نے ''اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے وہ کتاب تالیف فرمائی جو زندگی کے ہر شعبے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تفصیلات پر مشتمل ہے، ایک بار فرمایا: مجھے بچپن ہی سے یہ خیال تھا کہ کوئی ایسی جامع کتاب ہو جس میں زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتیں مستند اور معتبر کتابوں سے جمع ہوں، تاکہ اس کو پڑھ کر ہر شخص بآسانی عمل کر سکے، الحمد للہ ثم الحمد للہ ''اسوۂ رسول اکرم ﷺ'' اسی جذبہ کے تحت لکھی گئی ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اقوال کہیں نہیں ہے یعنی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی گئی جو کچھ بھی ہے، وہ قال ہے یعنی ہر بات رسالت مآب ﷺ کے ارشادات سے ثابت ہے، چنانچہ اس میں زندگی کے مختلف حالات کے متعلق تقریباً 656 عنوانات ہیں، اس عنوان کے تحت احادیث ہی جمع کی گئی ہیں۔ اور جو اردو کے علاوہ، عربی، فارسی، انگریزی، سندھی، پشتو اور نہ جانے کتنی زبانوں میں شاید لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اسے عجیب قبول عام عطا فرمایا ہے۔

یہ مجموعہ اسوہ رسول اکرم ﷺ کے نام گرامی سے موسوم ہے۔ یہ تالیف اپنی نوعیت و

افادیت میں منفرد ہے اور سوانح نگاری کی تاریخ میں ایک نیا اسلوب و انداز ہے۔ علمائے کرام اور بزرگان عظام نے اس کو مستند قرار دیا۔ اس کی مقبولیت کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ بغیر کسی رسمی تشہیر و اشتہارات کے اب تک برصغیر ہندو پاکستان میں ایک سو سے زیادہ اس کے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مسلمان کیلئے اپنی زندگی کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق ڈھالنے کیلئے یہ کتاب کافی ہے۔

شفقت ومحبت کا انداز

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ، اتباع سنت میں ہر شخص سے شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔ آپ کی شفقت و محبت ہی تھی جس کی وجہ سے آپ کے دولت کدہ اور مطب میں دور دراز علاقوں سے سالکین تشریف لاتے اور آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ عیدالفطر کے موقع پر اپنے اخراجات سے ضیافت کا انتظام کرتے تھے جس میں کثیر تعداد میں افراد شرکت کرتے تھے۔ آپ سے جو بھی ملتا اس سے نہ صرف شفقت و محبت سے پیش آتے بلکہ بہت سی دعاؤں سے اسے نوازتے تھے طبیعت کی ناسازی ہو یا ناگواری آپ کی شفقت و محبت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ آپ نہ صرف متعلقین سے محبت کرتے بلکہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ''یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔'' جو بھی آپ سے ملتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

روزہ اقدس کا حصار

حضرت والا کا شب کو سونے سے پہلے کا ایک خاص عمل یہ رہا ہے کہ ''ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر شہادت کی انگلی سے خانہ کعبہ اور روضہ اقدس ﷺ کا حصار فرماتے اور سَلَامٌ قَوْلاً مِنْ رَّبٍّ رَحِيمٍ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظاً وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ پڑھ کر اس طرح دعا فرماتے تھے۔

''یا اللہ! حرم کعبہ اور حرم رسول مقبول ﷺ یہ دونوں حرمین شریفین آپ کے اور آپ کے نبی ﷺ کے مقدس مقامات ہیں، یا اللہ انہیں ارضی وسماوی آفات سے محفوظ رکھئے، ان

دونوں مقامات پر یا اللہ آپ کی تجلیات کا نزول ہو رہا ہے، اور آپ کی نعمتوں کی بارش ہو رہی ہے یا اللہ یہاں کے رہنے والوں کو حیات طیبہ نصیب فرمائیے اور ہر طرح کی خیر و برکت انہیں عطا کیجئے۔ انہیں ہر قسم کی سازشوں سے محفوظ رکھئے۔ یا اللہ یہاں زائرین کو جو حج و زیارت کے لئے آتے ہیں۔ ان کے تمام فرائض و واجبات اور عبادات کو ان کی مناجات کو اور ان کی دعاؤں کو قبول فرمالیجئے ان کے حج و عمرہ کو قبول فرمالیجئے۔

بدعات اور باطل عقائد کا رد

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت ایک عاشق رسول ﷺ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ اپنے مواعظ و ملفوظات میں آپ کھلم کھلا باطل عقائد، بدعات و رسومات، منکرات و مکروہات، فواحش اور بے حیائیوں کی شدت کے ساتھ ہمیشہ مذمت فرماتے تھے۔ شاید ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی وعظ ایسا ہو جس میں معاشرہ کی ان خامیوں کے دور کرنے کی تاکید نہ فرمائی ہو۔ ان کے مواعظ کے کئی سو کیسٹ موجود ہیں۔ کچھ کتابوں کی صورت میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

خواب میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی معیت

محمد قاسم صاحب نے اپنے خط مورخہ 25 محرم 1401ھ بنام حضرت عارفیؒ میں تحریر فرمایا:

''احقر نے 25 محرم 1401ھ کو ایک خواب دیکھا کہ بہت سے علماء صلحاء آپ (حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ) کے مکان پر تشریف لا رہے ہیں...... اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کثیر تعداد میں جمع ہو گئے...... کچھ دیر خاموشی کے بعد جناب امام الانبیاء محمد ﷺ، خلفاء اربعہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنھم کے ساتھ تشریف لائے۔

حضور اکرم ﷺ آپ کے مکان کے احاطہ میں گھاس کے میدان میں اس جگہ تشریف فرما تھے جہاں جمعہ کے دن آپ کی مجلس ہوتی ہے۔ ہر چند کہ کوئی اسٹیج یا تخت نہ تھا لیکن آنحضرت ﷺ کا معجزہ تھا کہ آپ ایسی بلندی پر نظر آ رہے تھے کہ پورا مجمع آپ کے دیدار پر

انوار سے سیراب ہو رہا تھا کوئی لاؤڈ اسپیکر بھی نہیں تھا لیکن آواز سب کو پہنچ رہی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے عربی میں بیان فرمایا...... حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اردو میں اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے جاتے تھے۔ اس وقت حضور ﷺ نے آپ سے ارشاد فرمایا "**محمد عبدالحی کتبتم هذا للناس و هدی و موعظة للمتقین**" چنانچہ آپ نے لکھنا شروع کر دیا جو ایک کتابچہ بن گیا...... آیات کی تلاوت اور تشریح کے بعد رسول کریم ﷺ نے دو حدیثیں ارشاد فرمائیں اور عربی میں ان کی تشریح فرمائی جس کا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اردو میں ترجمہ کیا۔ آپ اس کو تحریر کر رہے تھے...... آپ نے جو تحریر کیا تھا وہ آپ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے باقی خلفاء وصحابہ کو دکھلا کر حکیم الامت کو دے دیا۔ حضور ﷺ نے بھی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ ارشاد فرمایا جو میں نہیں سمجھ سکا۔ پھر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع سے مخاطب ہو کر آپ کے تحریر کردہ مسودہ کے متعلق فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کے فرمان گرامی کا ترجمہ اور تشریح ہے۔ اس کی اشاعت ہماری طرف سے ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب فرمائیں گے۔ اس کے ساتھ آثار و علامات قیامت سے متعلق چند جملے فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ بھائیو! وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ ہر فرد کو اپنی اصلاح کی فکر اور پوری کوشش کرنی چاہیے اور اجتماعی اصلاح کی طرف بھی توجہ اور کوشش کی ضرورت ہے۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمانے پر آپ کا تحریر کردہ مسودہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو پڑھ کر سنایا اور یہ فرماتے ہوئے کہ یہ کام آپ کو کرنا ہوگا آپ کے حوالہ کر دیا۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے انشاءاللہ فرمایا۔"

دربارِ رسالت میں اسوہ رسول ﷺ کی قبولیت

حضرت نصرت علی صاحب صدیقی نے حسب ذیل بشارت نامہ حضرت عارفی کو مدینہ طیبہ سے تحریر فرمایا۔

''21 رمضان المبارک 1396ھ کو احقر نے حضور والا کی کتاب ''اسوہ رسول ﷺ''
دربار رسالت مآب ﷺ مواجہہ شریف میں پیش کی۔ احقر نے دیکھا کہ آنقبلہ خود بہ نفس نفیس اپنی کتاب پیش کر رہے ہیں۔ آنقبلہ اس وقت سراپا نور نظر آرہے تھے۔ چہرہ انور پر بشاشت تھی، سکون واطمینان تھا، قدرے مسکراہٹ تھی، جیسی کہ آنقبلہ کے چہرہ انور پر رہتی ہے۔ ہر طرف نور ہی نور تھا، عجیب منظر تھا۔ صرف آنقبلہ خوب اچھی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ احقر کو محسوس ہوتا تھا کہ حضور پر نور ﷺ شفقت فرمارہے ہیں اور آنقبلہ پوی طرح متوجہ ہیں۔''

ہر عمل میں اتباع سنت کی نیت

فرمایا کہ ہر عبادت میں یہ بھی نیت کرلیں کہ رسول مقبول ﷺ کی سنت کی اتباع ہے، اس سے دوہرے ثواب کے ساتھ حضور اکرم ﷺ سے محبت بھی بڑھے گی اور آپ ﷺ سے قلبی تعلق میں اضافہ ہوگا اتباع سنت اور از دیاد محبت کی نیت سے ہر عمل کرنا چاہیے۔

فرمایا کہ تسبیحات واذکار شروع کرنے سے پہلے یہ تصور کرلیا کریں کہ یہ اذکار اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں اور انہیں محبوب ہیں تو کیا ان اذکار کا پڑھنے والا ان کا محبوب نہ ہوگا، یہ نیت اور اس کی دعا کرلیا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان انوار وتجلیات کا مورد بنادیجئے، جو ان تسبیحات میں پوشیدہ ہیں اور یہ بھی نیت کرلیا کریں کہ یہ عظیم تسبیحات وہ ہیں جو حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائی ہیں اور مقبول ہیں۔ اس طرح اتباع سنت کی بھی نیت ہوجائے گی اور مزید برکت کا باعث ہوگی۔

فرمایا کہ درود شریف پڑھتے وقت یہ بھی نیت اور تصور رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے تعلق پیدا کرنے کا یہ ذریعہ عطا فرمایا ہے اور حق تعالیٰ خود اس کا واسطہ ہیں یہ کتنی بڑی رحمت ہے اور کتنے شکر کا مقام ہے اس نیت سے درود شریف پڑھنے سے حضور ﷺ سے محبت پیدا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی محبوبیت بھی حاصل ہوگی کیونکہ یہ عمل ان کو محبوب ہے اور اس کا حکم فرمایا ہے۔

حق تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے محفوظ راستہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجالس میں اتباع سنت پر بہت زور دیا کرتے تھے، اور بہت کثرت سے اس کا بیان فرماتے، اور اس کی اہمیت ذہن نشین فرماتے، کبھی فرماتے ہمارے سلسلہ میں باطنی نفع جلد شروع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں اتباع سنت اصل چیز ہے، اول بھی یہی ہے اور آخر بھی یہی ہے، اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے، کبھی فرماتے بھئی! اتباع سنت ایسی عظیم نعمت ہے کہ اگر بلا قصد وارادہ بھی اس پر عمل ہو جائے تب بھی نفع سے خالی نہیں ہے اور کبھی فرماتے اتباع سنت حق تعالیٰ تک پہنچنے اور ان کے نزدیک محبوب ہونے کا سب سے زیادہ محفوظ و مامون اور سہل ترین راستہ ہے۔

ناقص اتباع پر کامل محبت کا انعام

فرمایا کہ اتباع سنت کا اہتمام کرو۔ کیا آپ کے باپ دادا میز کرسی پر کھاتے تھے، اب کیا ہوگیا ہے کہ آپ کو فرش پر سنت کے مطابق کھانے میں عار ہے؟ ہمارے نوجوانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ کوٹ پتلون ٹائی اور ڈاڑھی صاف؟ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا عیسائی، حضور ﷺ کے سامنے جب قیامت کے دن حاضری دو گے تو کیا پسند کرتے ہو؟ کہ بابو بن کر کوٹ ٹائی پتلون، ڈاڑھی مونچھ صاف، اس طرح سے پیش ہو کر کہو گے کہ یا رسول اللہ! میں آپ کا اُمتی ہوں۔ ارے کس منہ سے کہو گے؟ جلدی اصلاح کرلو۔ اور فرمایا کہ کھانے، پینے، سونے جاگنے اور ہر کام میں سنت کا خیال رکھو، حضور ﷺ کی سنتوں کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے ہماری کتاب اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرو۔ ایک ایک سنت کو اپناؤ۔ اتباع سنت کو معمولی عمل نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کا اتباع سنت پر وعدہ ہے یُحبِبکُمُ اللّٰہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے۔ عجیب انعام ہے، ہماری اتباع سنت ناقص ہوگی مگر اللہ تعالیٰ جب محبت فرمائیں گے تو کامل فرمائیں گے کیونکہ وہ نقص سے پاک ہیں ان کا کوئی کام ناقص نہیں ہوسکتا۔

اذان کا ادب اور جواب

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جواب دینے کی سنت پر بھی بہت اہتمام سے عمل فرماتے اور حاضرین کو بھی تلقین فرماتے تھے۔ کتنی ہی اہم بات چل رہی ہو اذان کی آواز آتے ہی فوراً قطع فرما دیتے تھے، بسا اوقات کئی مسجدوں کی اذان بیک وقت سنائی دیتی تھی، ایسے میں جواب کونسی اذان کا دیا جائے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول اور تعلیم یہ تھی کہ ایسے میں اپنے محلّہ کی اذان کا جواب دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت کا حق اذان کے بعد کی دُعاء

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد بارہا فرمایا کہ:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لئے بے شمار دعائیں فرمائیں، اور ایسی دعائیں فرمائیں کہ ہم عمر بھر سوچتے رہتے تو دین و دنیا کی ہر بھلائی کے لئے ایسی جامع دعائیں نہ کر سکتے۔ ہر دعاء خیر میں انہوں نے ہمیں یاد رکھا، حتیٰ کہ معراج میں جب حق تعالیٰ شانہ، کی طرف سے آپ کو یہ خطاب دلنواز فرمایا گیا ہے کہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ (اے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو، اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں) تو آپ نے اس وقت بھی امت کو یاد رکھا، اور ان کو بھی اس انعام میں شامل کرنے کے لئے عرض کیا کہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ، (ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو)۔ خلاصہ یہ کہ آنحضرت ﷺ نے ہمارے لئے بے شمار دعائیں فرمائی ہیں۔...... البتہ ایک دعاء کی فرمائش امت سے کی ہے کہ تم وہ دُعاء میرے لئے کرو۔ اور وہ یہی دعا ہے جو اذان کے بعد کی جاتی ہے، یہ ہمارے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش ہے، اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے، ان کے احسانات کا شکر تو ہم عمر بھر بھی ادا نہیں کر سکتے، لیکن یہ ان کی محبت کا ادنیٰ حق ہے، جسے ادا کرنا ہمارے لیے سعادت ہے۔"

قبولیت دعا کی خاص گھڑی

پھر فرمایا کہ:۔

''معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے بعد کا وقت، قبولیت دعا کا خاص وقت ہے، جبھی تو آنحضرت ﷺ نے اس وقت اپنے لئے دعا کی فرمائش کی......لہٰذا اس وقت کو بہت غنیمت جاننا چاہئے اس دعا کے فوراً بعد اپنے لئے بھی دعا کرلینی چاہئے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی اُمید ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صدقہ اور طفیل میں ہماری یہ دعا بھی قبول ہوجائے گی۔''

مسنون اعمال اور مستحبات کا اہتمام اور فضائل کے حصول کی حرص زندگی کے ہر معاملے میں نمایاں تھی، جب تک قویٰ نے ساتھ دیا، صف اول میں نماز باجماعت سے تخلف نہیں ہوتا تھا، اور اتنی دیر پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے کہ تحیۃ المسجد کی بھی نیت کرلی جائے، لیکن حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ عموماً تحیۃ المسجد علیحدہ اور سنتیں علیحدہ پڑھتے تھے۔

سالہا سال اتباع سنت کی مشق کی

عبادات کے علاوہ زندگی کے ہر کام میں اتباع سنت کا اہتمام عادت ثانیہ بن گیا تھا جس کی متعدد مثالیں انشاءاللہ اگلے عنوانات کے تحت آئیں گی، لیکن یہاں ایک بات کا ذکر مناسب ہوگا:

فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سالہا سال اس بات کی باقاعدہ مشق کی ہے کہ صبح سے شام تک کی زندگی کا ہر کام اتباع سنت کی نیت سے کیا جائے، اور مشق اس طرح کی ہے کہ لذیذ کھانا سامنے آیا، بھوک لگی ہوئی ہے، دل چاہ رہا ہے کہ اسے کھائیں، لیکن چند لمحوں کے لئے نفس کو کھانے سے روک لیا، ''نفس کی خواہش پر نہیں کھائیں گے'' پھر سوچا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور ان کی عطا ہے، اور آنحضرت ﷺ کی سنت یہ تھی کہ نعمائے خداوندی کو شکر ادا کرکے استعمال فرماتے تھے اب اس سنت کی اتباع میں کھائیں گے، گھر میں داخل ہوئے،

بچہ پیارا معلوم ہوا، دل چاہا کہ اسے گود میں اٹھا کر اس سے دل بہلائیں، لیکن چند لمحوں کے لئے نفس کو روکا کہ نفس کی خواہش پر اُسے نہیں اٹھائیں گے، پھر چند لمحوں بعد مراقبہ کیا کہ آنحضرت ﷺ بچوں سے محبت فرماتے تھے، اور انہیں کھلایا کرتے تھے، اب آپ ﷺ کی اس سنت کی اتباع میں اٹھائیں گے۔ ٹھنڈا پانی سامنے آیا، پیاس لگی ہوئی ہے، اور دل کی خواہش ہے، کہ اسے جلدی سے پی لیا جائے، لیکن کچھ وقفے کے لئے اپنے آپ کو روکا، اور کہا کہ صرف دل کی خواہش پر پانی نہیں پئیں گے، پھر تھوڑے وقفے کے بعد استحضار کیا کہ آنحضرت ﷺ کو ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا، اب آپ ﷺ کی سنت کی اتباع میں پئیں گے، اور انہیں آداب کے ساتھ پئیں گے جن کی آپ ﷺ رعایت فرمایا کرتے۔

غرض، فرمایا کہ صبح سے شام تک ہر کام کے وقت اس مراقبے کی مدتوں مشق کی، الحمدللہ اس کے نتیجے میں ہر کام کے وقت اتباع سنت کی نیت کی عادت پڑ گئی، اور اب خود بخود ہر کام میں یہ نیت مستحضر ہو جاتی ہے۔

بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک کی انتہا

حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب قدس سرہ، نے بھی "ادائے حقوق" کا جیسا اہتمام کر کے دکھایا، وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔ اس بات کو شاید کوئی مبالغہ سمجھے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر کبھی اپنی اہلیہ محترمہ سے نہ صرف یہ کہ کبھی لہجہ بدل کر بات نہیں کی، بلکہ کبھی یہ بھی نہیں فرمایا کہ "فلاں کام کردو"۔ وہ خود اپنی خوشی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت فرماتی تھی، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی ان سے پانی پلانے کے لئے بھی نہیں کہا۔ یہ بات خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہماری تربیت کی خاطر ارشاد فرمائی تھی، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ نے احقر کی بیوی سے بھی اس کا کئی بار ذکر فرمایا۔

یہ کرامت نہیں تو پھر اور کیا ہے

اندازہ فرمایئے کہ تقریباً ساٹھ سالہ رفاقت ہے، اور رفاقت بھی وہ ازدواجی رفاقت،

جس میں سرد و گرم حالات دنیا میں سب سے زیادہ پیش آتے ہیں، ناگوار امور بھی خواہی نخواہی سامنے آتے رہتے ہیں، لیکن اس طویل مدت میں غصہ کے اظہار کے تو کیا معنی، کبھی بدلے ہوئے لہجے سے بھی خطاب نہیں فرمایا۔ پھر عموماً شوہر اپنا حق سمجھتے ہیں کہ بیوی سے اپنا کام لیں، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر کبھی کوئی چیز اُٹھانے یا رکھنے تک میں از خود انہیں کوئی کام کرنے کے لئے نہیں فرمایا۔ اللہ اکبر! لوگ ہوا میں اڑنے اور پانی پر چلنے کو کرامت سمجھتے ہیں، لیکن اس جیتی جاگتی زندگی میں اس سے بڑی کرامت کیا ہوگی؟ یہ کام صرف وہ شخص انجام دے سکتا ہے جس نے اپنی ذات کو بالکل فنا کر کے اسے شریعت و سنت پر قربان کر دیا ہو، حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

خیر کم خیر کم لنسائھم ، وأنا خیر کم لنسائی

تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہوں اور میں اپنی عورتوں کے لئے تم میں سب سے بہتر ہوں۔

اس سنت عظیمہ پر عمل کا یہ انداز جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا، وہ آپ سے پہلے نہ کبھی دیکھا، نہ سنا، اور اگر خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی اہلیہ محترمہ سے براہ راست یہ بات نہ سنی ہوتی تو اس دور میں اس کا تصور بھی مشکل تھا۔

ڈاکٹر عبدالحئی میرے مقبولین میں سے ہیں

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مخلص مدینہ منورہ سے تحریر فرماتے ہیں: فریضۂ حج کی ادائیگی کے دوران خواب میں بشارت ہوئی کہ جناب رسول مقبول سرور کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''ڈاکٹر عبدالحئی میرے مقبولین میں سے ہیں۔'' (مآثر حکیم الامت مع افادات عارفیہ، مرتب: مسعود احسن علوی، ایم اے صفحہ 4 تا 5، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی)۔

ایک بزرگ کو زیارت نبی ﷺ

دس بارہ ضخیم جلدوں میں ''درس قرآن'' کے مولف مولانا محمد احمد، کراچی کا مفصل خط

بتاریخ 14 دسمبر 1981ء میرے سامنے ہے، جس میں آپ نے ڈاکٹر عبدالحئی صاحب (خلیفہ ارشد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کی نہایت مقبول تالیف "معمولات یومیہ" کی نسبت ایک خواب جو ایک بزرگ نے ڈیرہ اسماعیل خان میں دیکھا تھا بیان کیا ہے اور جو کچھ اس طرح ہے:

حضرتؒ کی کتاب "معمولات یومیہ" کے متعلق عظیم بشارت

رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ مسجد نبوی ﷺ میں متعدد اکابر معتکف ہیں جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہما اللہ بھی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحئی عارفی ستون توبہ کے پاس "استغفار" کی اہمیت پر تقریر کر رہے ہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مجمع کثیر ہے اور کتاب "معمولات یومیہ" کثیر تعداد میں آپ کے سامنے رکھی ہے۔ حضور اقدس ﷺ حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لا کر مولانا گنگوہی اور مولانا تھانوی رحمہما اللہ کے درمیان تشریف فرما ہو جاتے ہیں۔ متعدد اکابر نے حضور انور ﷺ سے مصافحہ فرمایا۔ اتنے ہی میں ڈاکٹر عبدالحئی صاحب بھی آ کر آپ ﷺ سے مصافحہ کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ آپ کو دعا دیتے ہیں اور کتاب "معمولات یومیہ" اٹھا کر ڈاکٹر صاحب سے فرماتے ہیں کہ "آپ نے یہ کتاب بہت اچھی لکھی ہے، اس کتاب میں امت کے فائدے اور روحانی کامیابی مضمر ہے" پھر مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا: "اشرف یہ کتاب تقسیم کر دو، مسلمانوں کو دو جہاں میں کامیابی نصیب ہوگی، اگر عقیدت و محبت سے پڑھتے اور عمل کرتے رہے"...... خاتمہ پر صاحب خواب لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے حکم سے کتاب "معمولات یومیہ" کی تقسیم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شروع فرمائی اور جب صاحب خواب کو کتاب دی اور انہوں نے ہاتھ بڑھا کر کتاب پکڑی تو آنکھ کھل گئی اور یوں خواب ختم ہوا۔ (عاشقان رسول ﷺ کو زیارت نبی ﷺ ۲۱۸)

۲۷ مارچ ۱۹۸۶ کو فجر کی اذان کے وقت اذان کا جواب دینے کے فوراً بعد آپ خالق

حقیقی سے جا ملے۔ دارلعلوم کراچی کورنگی میں آپ کی تدفین ہوئی جس میں ہزاروں لوگوں کے علاوہ اس وقت کے پاکستان کے صدر ضیاء الحق نے بھی شرکت کی۔

سخاوت کی عجیب شان

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جود و سخا کے متعلق مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی منشاء کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایثار سے کام لیا اور تدفین کے لئے دارالعلوم کے قبرستان کو منتخب فرمایا۔ نماز جنازہ کی امامت کے لئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان نے کچھ اس انداز سے احقر سے فرمائش کی کہ اپنی نا اہلی اور صدمے کی شدت کے باوجود اس سعادت سے انکار ممکن تھا نہ مناسب۔ کچھ عجیب نا قابل بیان جذبات کے ساتھ یہ نماز جنازہ پڑھائی گئی بعد میں ایک دوست نے بتایا کہ ایک موقع پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اظہار فرمایا تھا کہ ''میں نے عمر بھر میں جتنی جنازے کی نمازیں پڑھائی ہیں ان سب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ'' یا اللہ ان سب کا ثواب اس شخص کو عطا فرمادے جو میری نماز جنازہ پڑھائے۔''

اللہ اکبر! ابھی ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ایصال ثواب شروع بھی نہ کر پائے ہوں گے کہ حضرت والا جاتے جاتے بھی اپنے جود و کرم کا ایک اور بادل برسا گئے۔ واقعہ تو یہی ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی رفعت فکر ہمارے تخیل کی پرواز سے کہیں بلند تھی۔

شیخ الحدیث ولی کامل

مولانا مفتی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک

محبوب دوعالم ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھ کر مخالفین، کافر اور معاندین بھی بے ساختہ پکار اٹھتے کہ یہ چہرہ کسی کذاب، اور جھوٹے کا نہیں ہوسکتا، محدثِ کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو ایک قلی نے جب دیکھا تو کہا جب امتی اتنا حسین ہے تو نبی کتنا حسین ہوگا؟۔۔ مرد حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور۔

سنت کے مطابق لباس اور عمامہ کا اہتمام

حضرت شیخ الحدیثؒ کو اللہ نے ظاہری حسن و جمال کی دولت سے بھی نوازا تھا حضرت شیخ الحدیثؒ نورانی شکل وصورت، سرخ وسفید رنگت، پھول کی طرح کھلتا ہوا کتابی چہرہ، نورِ عبادت سے چمکتی ہوئی پیشانی، ستوان اور خوبصورت ناک، روشن وتابندہ اور حیاء سے معمور شرمیلی موٹی موٹی آنکھیں، انار کی طرح سرخ رخسار، خوبصورت اور گنجان ڈاڑھی اور بھرے ہوئے جسم کے پر کشش اور وجیہہ انسان تھے۔

عام طور پر اکثر سفید کُرتا، سر پر سفید ٹوپی اور ململ کا سفید عمامہ، موسم کی رعایت رکھتے ہوئے کبھی کبھار چترالی چغہ، پاؤں میں دیسی جوتا (کُھسہ) پہنتے تھے۔ کسی خاص قسم اور خاص لباس کی جستجو نہ فرماتے، جو میسر ہوتا پہن لیتے۔ لیکن دستار اور عمامہ سنت کی مطابقت کی وجہ سے ہمیشہ پہنتے اور اس پر دوام اختیار فرماتے تھے۔

دارالعلوم حقانیہ کی حفاظت اور رسول ﷺ کی بشارت

ایک مجلس میں احقر نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حضرت مولانا اُسید اللہ صاحب مدرس دارالعلوم کا وہ خواب عرض کیا جو انہوں نے اس سال کے آغاز میں احقر

سے بیان فرمایا تھا، وہ یوں کہ مولانا موصوف خواب میں دیکھتے ہیں کہ روسی ٹینک اور فوجیں دارالعلوم حقانیہ پر حملہ آور ہیں، مسجد کے جانب شمال میں طلباء دورۂ حدیث کے کمرے ان کا ہدف ہیں۔ ان کو گرانا اور یہاں تباہی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا اُسید اللہ صاحب خواب میں روسی دشمن کے یہ ناپاک اور بدترین عزائم اور خطرناک صورتِ حال دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں اسی اضطراب اور پریشانی میں اچانک دارالعلوم کی مسجد کے صحن میں انہیں جناب حضور اقدس ﷺ کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ بے تابانہ انداز میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا دیکھیے یہ منظر آپ کے سامنے ہے میں دارالعلوم کی حفاظت اور دفاع کرنے آیا ہوں۔

یہ خواب سن کر حضرت شیخ الحدیثؒ کے چہرہ اقدس پر فرط مسرت سے فرحت و انبساط کی لہریں دوڑ گئیں۔ زبان پر عجز وانکسار اور شکر وحمد کے کلمات جاری ہوئے اور ارشاد فرمایا 'مبارک ہو مبارک' یہ سب اللہ کریم کی کرم نوازی۔ یہ سب کچھ حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ بابرکات کا صدقہ ہے۔ (سوانح عبدالحق، از عبدالقیوم حقانی ص ۱۵۱)

کوچۂ محبوب کے مہمان

حافظ صفی اللہ (حال مدینہ منورہ) رقم طراز ہیں:

ہم تینوں بھائی جب مدینہ منورہ (جہاں پر ہماری زندگی کے تقریباً دس سال گزرے تھے) سے اکوڑہ خٹک آئے اور والد گرامی نے اکوڑہ خٹک میں مستقل قیام کا فیصلہ کر لیا تو پھر انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو بتائے بغیر اپنے طور پر دارالعلوم کے ناظم اور دارالحفظ کے ارباب بست وکشاد سے ہمارے داخلہ کی بات کی، مگر اس وقت کی انتظامیہ اور ذمہ داروں نے ہمارے داخلہ سے صاف انکار کر دیا۔ اب یاد نہیں کہ وجہ کیا تھی، غالباً یہی وجہ ہوگی کہ مزید داخلہ کی گنجائش نہ ہوگی یا پھر شرائط وقواعد کے مطابق ہمارے کوائف مکمل نہ ہوں گے۔ بہر حال صورتحال جو بھی ہوا تنا یاد پڑتا ہے کہ جب حضرتؒ کو اس بات کا علم ہوا

تو ذمہ داروں کو بلایا اور انہیں تاکیداً فرمایا کہ یہ لوگ مدینہ منورہ سے آئے ہوئے مہمان ہیں، ان کو فوراً داخلہ دے دو۔ ایسوں کے لئے کسی شرط و قاعدہ اور عدمِ گنجائش کا ضابطہ نہیں ہے۔ پھر سب حضرات کو تاکیداً ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کے مہمانوں کے داخلہ کا خصوصیت سے اہتمام کیا جائے اور انہیں خصوصی کمرہ بھی دیا جائے۔ چنانچہ حضرتؒ کے تاکیدی حکم کے مطابق ہمارے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا۔

(خصوصی نمبر ص ۱۸۲)

مدینہ طیبہ کا اتنا احترام صرف اسی وجہ سے ہے کہ مدینہ کو نسبت ہے آقا دو جہاں محمد عربیؐ سے، مدینہ طیبہ وطن ہے محمد عربیؐ کا۔

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان

مولانا ظفر الحق حقانی فرماتے ہیں کہ:

ایک بار کوئی صاحب مدینہ منورہ سے کھجور آپ کی خدمت میں لائے، عصر کا وقت تھا، آپ نے انہیں اپنی آنکھوں سے لگایا، چوما اور فرمایا کہ یہ حضورؐ کے شہر سے آئی ہیں...... حبیب الیٰ قلبی حبیب حبیب...... شہرِ خوباں سے بھی کس قدر پیار تھا:

خاک یثرب از دو عالم بہتر ست
خوشتر آں شہرے کہ آنجا دلبر ست

راقم کا سینکڑوں ہزاروں بار کا مشاہدہ ہے، جب بھی کبھی آقائے نامدار ﷺ کا اسمِ گرامی آپ کے سامنے لیا جاتا تھا تو آپ خفیۃً فرماتے، فداہ ابی وامی ﷺ۔ آپ یہ بھی چپکے چپکے فرماتے تھے کہ کوئی سن نہ پائے، میں آپ کے بالکل قریب ہو کر بمشکل یہ جان سکا۔

وردِ زبان و مونس جان ست نام یار
یک دم نمی رود مکرر نمے شود

(خصوصی نمبر ص ۲۷)

کوچہ محبوب کی زیارت اور ادب کی تلقین

الحاج حبیب الرحمٰن صاحب مدینہ کے سفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

لوگوں کا بے حد ہجوم تھا، ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بڑا کٹھن تھا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجھے حکم فرمایا: ساتھیوں کے لئے ٹرانسپورٹ کا انتظام کردیں، میں جب اس سلسلہ میں آگے بڑھا تو یہ کام آسان نہ تھا۔ کارے وارد بڑی پریشانی ہوئی۔ اتفاقاً ایک عرب نوجوان سے انگریزی میں بات ہوئی۔ میں نے عرض کیا میرے ساتھ ضعیف ساتھی ہیں، مکہ مکرمہ تک ان کے پہنچانے کا انتظام کردیں۔ انہوں نے میری بات سمجھ لی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرتؒ کی دعا وتوجہ کی برکت اور کرامت تھی کہ انہوں نے بس نمبر دے دیا اور تاکید کردی کہ سامان اس گاڑی میں پہنچادو اور ساتھیوں کو بٹھادو۔ میں طبعاً تیز واقع ہوا ہوں اور پھر ایسے ہجوم میں جب کچھ نکلنے کا راستہ بھی مل جائے تو طبعاً طبیعت میں تیزی کا آنا بھی تو فطری بات ہے۔ میں ساتھیوں کے پاس آیا اور جوش مسرت سے اونچی آواز سے کہنے لگا جلدی کرو اور سامان سمیٹو اور فلاں جگہ پر پہنچاؤ اور ایسے مواقع پر منتظمین یا خدام یا ذمہ دار ساتھیوں کو ایسا کرنا ہی پڑتا ہے، مگر میں نے دیکھا کہ حضرتؒ نے مجھے اشارہ سے بلایا اور بڑے نرم اور محبت بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا:

''یہ سفر بڑا مبارک اور مقدس سفر ہے، یہ مقام بھی مقدس ہے، یہ سفر بھی مقدس ہے۔ اتنی اونچی آواز سے بات نہیں کرنی چاہئے۔''

بس حضرت کا یہ اشارہ میرے لئے کافی تھا۔ الحمد للہ کہ اس کے بعد کسی بھی جگہ بھی میں آپے سے باہر نہ ہوسکا۔ تمام سفر میں میری آواز نیچی اور بات کرنے کا لہجہ پست رہا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک.

مولانا عبدالحق کا عشقِ رسول ﷺ

مدینہ منورہ کے لئے جب ہم روانہ ہوئے تو پھر وہی جوش، وہی عشق وہی والہیت اور عجیب کیفیت۔ ۸ روز قیام رہا، حضرتؒ مدینہ منورہ میں بس خاموش ہی رہتے، زیادہ تر وقت

خاموشی اور ذکر میں گزرتا باتیں کم کرتے، نظر عموماً گنبدِ خضریٰ پر رہتی۔ حسرت وارمان اور محبت سے اسے دیکھتے رہتے، مکہ المکرّمہ یا مدینہ منورہ میں گاہے گاہے ارشاد فرماتے: یہ میٹھی میٹھی ہوائیں، یہ مبارک مبارک فضائیں، یہ عظمتیں اور کہاں ہم گنہگار۔ فرماتے ہیں ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے، خدا جانے پھر زندگی میں نصیب بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔ مدینہ منورہ میں اگر کوئی بات کی تو وہ یہی، مکہ معظمہ میں بھی اگر گفتگو ہوئی تو اس موضوع پر اور مختصر سی۔ باقی نہ دنیا کا ذکر، نہ اہلِ دین کا۔ (خصوصی نمبر ۱۰۶۰)

دیارِ محبوب ﷺ سے عشق

غور فرمایئے کہ حضرتؒ کے دل میں کوچۂ محبوبِ دو عالم ﷺ کی کتنی عظمت، محبت اور عقیدت تھی۔ جب حجاج کا جانا ہوتا یا واپس آنا ہوتا معتمرین حرمین شریفین کے لئے رختِ سفر باندھتے یا واپس تشریف لاتے۔ حضرت زبانِ قال اور زبانِ حال سے سراپا عشق رسولؐ کا نمونہ ہوتے، محبت سے رخصت کرتے اور بے چینی سے واپسی کے منتظر رہتے۔

نبی کریم ﷺ کا پیغام عبدالحق کے نام

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو قدرت نے عشقِ رسول ﷺ کی دولتِ لازوال سے مالا مال کر دیا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سنتے تو آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی اور تحفۂ درود ضرور بھیجتے۔ ایک دفعہ ایک بزرگ عالمِ دین جو غالباً بلوچستان سے تعلق رکھتے تھے، حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، موصوف مدینہ منورہ سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے جہاں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی بہت باتیں کیں، وہیں دورانِ گفتگو بڑے ہلکے لہجے میں یہ بھی عرض کیا کہ حضرت! مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا، حضور ﷺ نے آپ کے نام پیغام دیا کہ (مولانا) عبدالحق سے کہہ دیجئے کہ کافی وقت سے تمہارا ہدیہ نہیں پہنچ رہا۔ ہدیہ کا تعین نہ ہو سکا لیکن غالب گمان اور خیال یہی ہے کہ حضرتؒ کا درود شریف کا کوئی باقاعدہ معمول تھا اور اس معمول میں مشاغلِ زندگی کی وجہ سے کوئی کمی واقع ہو رہی تھی کیونکہ سلف صالحین اور

اولیائے کرام کی تاریخ میں اس قسم کے واقعات ملتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''اخبار الاخیار'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص جو حضرت بختیار کاکیؒ کے متعلقین میں سے تھا، اس کا نام رئیس تھا، کو حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے رئیس سے فرمایا کہ............ کہ بختیار کاکیؒ کو ہمارے سلام کے بعد کہنا کہ تم ہر رات جو تحفہ ہمیں بھیجا کرتے تھے، تین رات سے وہ ہمیں نہیں ملا............ یہ محض عقیدت کا غلو نہیں ہے، ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''من صلّی علی نائیاً ابلغته''

''جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔''

بعض احادیث شریف میں مروی ہے کہ بھیجنے والے شخص کا نام بمع اس کے والد کے لیا جاتا ہے، فلاں بن فلاں تحفہ درود بھیج رہا ہے۔ (سوانح عبدالحق ۱۸۲)

آخری لمحات میں سنت کا عشق

حضرت شیخ الحدیثؒ کے داماد جناب ڈاکٹر داؤدی صاحب راوی ہیں کہ

۵ ستمبر کو انتہائی نگہداشت کے کمرہ میں، میں حضرتؒ کے ساتھ تھا تو حضرتؒ بار بار چارپائی پر بیٹھ جاتے اور ساتھ رکھی ہوئی پگڑی کو بڑے اہتمام سے اپنے سر پر باندھنا شروع کر دیتے۔ اسی دوران جب ایک مرتبہ غلبہ حال اور استغراق کی کیفیت طاری ہوئی تو ارشاد فرمایا:

''ہمارا عصا لے آؤ، ہم تو سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے پیش نظر جا رہے ہیں۔ صرف پانچ منٹ ہی تو لگیں گے، سنت کی اتباع بہت ضروری ہے۔'' (سوانح عبدالحق ۳۱۲)

تو اس دوران بخار کی شدت کی وجہ سے ہمیں ان کی اونی ٹوپی اور پگڑی اتارنی پڑی تھی۔ حضرتؒ نے یک دم فرمایا میری پگڑی کہاں ہے؟ میں نے کہا آپ کو بخار ہے، اسے ہم نے آپ کے ساتھ ہی میز پر رکھ دیا ہے۔ فرمایا اگر ایک لمحہ بھی سنت پر عمل کے بغیر گزر جائے تو بہت بڑا خسارہ ہے۔ مجھے فوراً پگڑی اور عصا دے دو اور بخار ہونے کے

باوجود انہوں نے پگڑی سر پر باندھ کر عصا کو چارپائی کے ساتھ لگا دیا۔ میں افسردہ دوسرے کمرے میں چلا گیا جہاں پر مولانا سمیع الحق، پروفیسر محمود الحق، حضرت مولانا انوار الحق اور اظہار الحق اور میری اہلیہ تشریف فرما تھیں۔ ان کو بتایا تو انہیں یقین ہو گیا کہ حضرتؒ رحلت فرمانے والے ہیں اور ہم سب نے تلاوت شروع کر دی۔ (خصوصی نمبر ص ۹۱۳)

حضور اقدس ﷺ کی روٹیاں مولانا عبدالحقؒ کے ذریعے تقسیم ہو رہی ہے

حضرت مولانا محمد اشرف خانؒ (پشاور) خلیفہ مجاز مولانا سید سلیمان ندویؒ نے خواب دیکھا، جسے انہوں نے ۱۹ ذی قعدہ ۸۶ھ کو بانہ ماڑی پشاور میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ ان کے والد گرامی حضرت مولانا محمد زکریا بنوریؒ اور مولانا محمد ایوب جان بنوریؒ اور اکابر علماء کی مجلس میں سنایا "کہ میں نے علامہ سید سلیمان ندویؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت مولانا عبدالحقؒ سے بہت خوش ہیں اور فرماتے ہیں "صوبہ سرحد میں حضور اقدس ﷺ کی روٹیاں ان کے ذریعے سے تقسیم ہو رہی ہیں"۔ حضرت مولانا محمد اشرف نے فرمایا کہ کئی دن سے مولانا کی خدمت میں نہ جا سکا جس کا افسوس ہے، کیونکہ ان کی صحبت میں میں نے رقت پائی ہے۔ (خصوصی نمبر ص ۵۳)۔

قربان میرے آقا ﷺ

حضرات صحابہ کرامؓ نے عشق و محبت رسول ﷺ کی وہ لازوال داستانیں رقم کیں، جن کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ صحابہؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین اور اکابرین علماء دیوبند کی زندگیاں، سندِ عشق کا بے مثال اور لاجواب نمونہ ہیں۔ جن بزرگوں کی ہم گنہگاروں نے زیارت کی ہے ان نفوسِ قدسیہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کو اللہ نے درد و سوز اور عشقِ رسول کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کا ذکر سنتے ہی آپ پر وجد اور عشق و سرمستی کی ایک حالت طاری ہو جاتی تھی۔

فنافی الرسول کی کیفیات

''خشیت ورقت اور عشق ومحبت اور فنافی الرسول ﷺ کی کیفیات کا یہ عالم تھا کہ جب نماز کھڑی ہو جاتی اور مکبر تکبیر شروع کر دیتا، تو حضرت شیخ الحدیثؒ ادب واحترام سے قدرے جھک جاتے، چہرہ اقدس اور اعضاء واندام میں تواضع وانکسار کی جھلک نمایاں ہو جاتی تھی اور جب مکبر تکبیر پڑھتے ہوئے کلمہ شہادت پر حضور ﷺ کا نام لیتے تو حضرت شیخ الحدیثؒ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھ کر بے اختیار گویا ہو جاتے، قربان جاؤں میرے آقا ﷺ قربان میرے آقا ﷺ یہ فرماتے جاتے اور اس کے ساتھ ساتھ وجود اقدسؒ میں اضطراب شکستہ دلی اور شکستگی کی خاص کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ احقر کو بارہا یہ رقت انگیز منظر دیکھنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی کلمہ تشہد میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا تو اس وقت رقت کا بڑا غلبہ ہوتا تھا دائیں بائیں ساتھ والے نمازی حضرتؒ کی اس سرگرمی، یاد محبوب میں بے اختیار مشغولیت اور دردومحبت کی اس کیفیت کو محسوس کر لیتے تھے اور ان کی عظمت وتاثیر کے دل وجان سے قائل اور گرویدہ ہو جاتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نور اللہ مرقدہ کے دل کی ہر دھڑکن اور فکر وعمل کا ہر زاویہ محبت اور عشق رسول ﷺ کا آئینہ دار تھا۔ آپ کے تمام جذبات وفکر وعمل اور ہمہ پہلو زندگی اور اعمال سے محبت رسول ٹپکتی تھی اور آپ کے جینے کا ہدف ذات نبی کریم ﷺ سے گرویدگی تھی۔

خود حضرت شیخ الحدیثؒ کی اپنی پوری زندگی سنت پر عمل اور دوسروں کو سنت کی ترغیب دینے میں گزری۔ ہر وقت عبادت وطاعت، حسنِ معاملہ اخلاق وکردار، معاشرت اور عفت وعصمت، نشست وبرخاست، غرض تمام احوال اور ہر ماحول میں حضور اقدس ﷺ کی طرزِ زندگی پر ثابت قدم رہے۔

سنت نبوی ﷺ کے برکات

آپ کے جذبۂ اتباع سنت اور اسوہ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنے کے متعلق مولانا ظفر الحق حقانی اپنی مشاہداتی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

"بارہا میری آنکھوں نے دیکھا جب بھی کسی میدان میں رخصت وعزیمت کا مقابلہ آیا تو آپ کے ہاں عزیمت راجح اور رخصت مرجوح ہوا کرتی تھی۔ فرمایا کرتے فرض تو فرض ہے، جو ہمارے ذمہ ہے ہی، لامحالہ ادا کرنا ہوگا۔ سنت، جو فعل نبوی ﷺ ہے اسے بھی ادا کرنا ہوگا، اس سے سنتِ نبوی ﷺ سے عشق کی جھلک نمایاں ہوتی ہے، جب بھی قومی اسمبلی جاتے، سفید دستار زیب سر ہوا کرتی تھی، ایک بار چارپائی پر تکیہ کے سہارے بیٹھے تھے سفید جالی دار ٹوپی سر پر تھی، مجھ سے اپنی دستار طلب کی۔ عرض کی، حضرت والا یہ سفید ٹوپی بہت لطف دے رہی ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ میں سنتِ نبوی ﷺ کو کب چھوڑ سکتا ہوں۔ آج جو برکتیں اور تھوڑا بہت دین اور علمِ دین سے واسطہ ہے اور تعلق ہے، اس سنت کی وجہ سے ہے۔ (خصوصی نمبر 288)

جب رسول ﷺ سے محبت تو پھر سنتِ نبوی ﷺ سے بھی محبت

غور کیجئے! اس جذبۂ اتباعِ سنت پر، کیا یہ اس بات کا بیّن ثبوت نہیں کہ اتباعِ سنت آپ کی فطرت تھی اور آپ طبعاً کوئی خلافِ سنت عمل برداشت کر ہی نہیں سکتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ خود فرمایا کرتے تھے جب رسول ﷺ سے محبت لازمی ٹھہری تو اس کی ہر ادا، ہر سنت، ہر قول و فعل اور تمام طور پر طریقوں پر جان نثار کرنی ہوگی، کیونکہ ان چیزوں کو رسول ﷺ سے نسبت ہوگئی ہے اور خود رسول ﷺ کو اللہ کی طرف نسبت ہے۔ (دعوت حق ج ا ص ۴۹)

سنتِ نبوی ﷺ کی عجیب مطابقت

حضرت مولانا سمیع الحق راوی ہیں کہ ۱۳/۱ اکتوبر 1955ء مطابق صفر 1375ھ دارالعلوم کے دارالحدیث کی بنیادیں بھری جارہی ہیں، ۳۰، ۳۵، مزدور آج کام کر رہے ہیں، آج والد ماجد اور دیگر اساتذہ، طلباء و اراکین نئی زیرِ تعمیر عمارت میں تشریف لے گئے۔ بنیادیں چونے گارے سے بھر گئی ہیں۔ باضابطہ سنگ بنیاد رکھنا تھا، ایک پتھر منتخب کیا گیا، والد ماجد اور صدر صاحب (مولانا عبدالغفور سواتی) اور دیگر حاضرین نے طویل خشوع و

خضوع سے دعا کی، قبولیت کے آثار نمایاں تھے، والد ماجد نے سنتِ نبوی ﷺ کے اتباع میں پتھر ایک چادر میں رکھنے کی تجویز پیش کی، اس پر سب خوش ہوئے، اساتذہ، طلباء سب نے مل کر پتھر اُٹھایا پھر نہایت عاجزی سے والد ماجد نے دعا کی اور **واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم** کا ورد کرتے رہے۔ سب آمین کہہ رہے تھے۔ پھر سارے حاضرین نے حضرت صدر صاحب کے کہنے پر تین مرتبہ **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم** پڑھا اور سب نے عاجزی اور خشوع سے دعا کی، اس وقت قبولیت کے آثار نمایاں تھے۔

(سوانح عبدالحق ۱۹۰)

اللہ کے دربار سے بلاوا

مخدوم زادہ مولانا حافظ راشد الحق لکھتے ہیں:

''وفات سے کچھ وقت قبل آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سارے علماء بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ مشورہ کر رہے ہیں اور سب کے چہرے نورانی اور بہت رعب والے ہیں اور سب کے لباس ایک طرح کے ہیں، اور وہ لباس دودھ کی طرح سفید ہیں اور اب میری بھی یہی خواہش ہے میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں اور ان کی صف میں رہنے کیلئے جگہ بناؤں۔ اچھا تو بات مجلس کی ہو رہی تھی۔ حضرتؒ نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ''مجلس کے آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ عبدالحق کو اب بلاؤ اور مجھے کہا کہ تمہارا فیصلہ ہو چکا ہے چلنے کی تیاری کرو۔ اتنے میں سید عصمت میاں صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا کہ حضرت اس فیصلے میں اپیل کرنے کی گنجائش موجود ہے یا نہیں؟ آپؒ مسکرائے کہ نہیں بیٹا! یہ تو اٹل فیصلہ اور حکم ہے اس میں مزید گنجائش نہیں ہے۔

(سوانح عبدالحق ۲۹۶)

ایمان نصیب ہوا ہے

حضرت اقدس کے داماد جناب افسر بہادر خان بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ کی

وفات سے ایک روز قبل 16 ستمبر کو تقریباً چار بجے شام احقر حاضرِ خدمت ہوا تو اس وقت حضرتؒ کی طبیعت زیادہ خراب تھی اور غشی طاری تھی تو میں C.C.O گیا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں عرض کیا؟ حضرت! مزاج کیسا ہے؟ میرے جواب میں حضرتؒ نے اونچی آواز سے تین بار کلمہ شہادت پڑھا، پھر ایمان مجمل اور ایمان مفصل اور اسکے بعد ایک حدیث پڑھی اور ارشاد فرمایا سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایمان نصیب ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ (سوانح عبدالحق ص ۳۱۵)

سرور کائنات ﷺ کا وسیلہ

صاحبزادہ حامد الحق حقانی اور مولوی عبدالرحمان کا بیان ہے کہ ۴ ستمبر کی رات تھی، کوئی ڈھائی بجے کا وقت تھا اور ہم دونوں حضرتؒ کی چار پائی کے ساتھ کھڑے تھے، حضرتؒ پر استغراق اور جذب و کیف کی حالت طاری تھی اور ارشاد فرما رہے تھے۔

کوئی مانے یا نہ مانے جس طرح بعض لوگ وسیلے سے انکار کا اختلاف رکھتے ہیں کم از کم میں تو ان لوگوں میں نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ ہماری شفاعت کا وسیلہ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ ہیں، پھر کتاب الحج کی ایک حدیث پڑھی اور فرمایا کہ جس طرح بندوں اور خدا کے درمیان معافی کا ایک ذریعہ حجرِ اسود ہے کہ اس کے بوسہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کی نجات اور مغفرت کا ایک ذریعہ حضور اقدس ﷺ ہیں۔

دونوں کی روایت یہ ہے کہ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرتؒ کی ڈاڑھی کو کسی نے کنگھی دے رکھی ہے، چہرۂ اقدس نور کی طرح چمک رہا تھا، منظر بڑا نورانی تھا، پردہ کی جانب رُخ تھا، کمرہ کی لائٹ بند تھی، باہر سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی اور چہرۂ نور کی تابانی دل موہ رہی تھی، پھر حضرتؒ نے ہمیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا

مہمانوں کا خیال رکھو، یہ بڑے معزز مہمان ہیں، پھر چار بج گئے تو حضرتؒ نے نماز تہجد ادا فرمائی۔ (سوانح عبدالحق ۳۱۱)

بارگاہِ ربوبیت میں استغاثہ و مناجات

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی روایت ہے کہ غلبۂ حال اور استغراق (جسے ڈاکٹر بیہوشی کہتے تھے) کی حالت میں بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہونٹ برابر متحرک رہتے

تھے، میں نے سمجھا شاید کوئی بات کہنا چاہتے ہیں یا کوئی ضرورت ہے یا کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں، مگر جب حضرتؒ کے ہونٹوں کے قریب کان لگا کر سنا تو زبان پر ذکر و استغفار کے یہ کلمات طیبات جاری تھے، یا حی یا قیوم بر حمتک استغیث زندگی بھر یہی وظیفہ رہا، وظائف اور معمولات کے دوران بھی یہ ورد بڑے اہتمام سے کرتے تھے۔

(سوانح عبدالحق ۳۱۸)

کلمہ شریف اور حسنِ خاتمہ

جناب افسر بہادر، پروفیسر محمود الحق، الحاج ممتاز خان اور ڈاکٹر سید داؤد صاحب راوی ہیں کہ ۷ ستمبر کو بارہ بجے دن تک حضرت شیخ الحدیثؒ کو اطمینان اور سکون رہا، بارہ بجے بدن مبارک پر لرزہ طاری ہو گیا، ڈاکٹروں کے معائنہ کے بعد ڈرپ اتار دی گئی مگر لرزہ میں کوئی فرق نہ آیا، اس دوران قے بھی ہوئی، بدن مبارک پسینہ سے شرابور ہو رہا تھا، وقت گزرتا گیا اور لرزہ بڑھتا گیا، ایک بجے کے بعد جب بخار ٹیسٹ کیا گیا تو ۱۰۲ درجے تک پہنچ گیا تھا، ڈاکٹر حضرات اپنی تگ ودو، ادویات کی تجویز اور بخار کو کم کرنے کی مساعی میں لگے رہے، ڈیڑھ بجے جب بخار ٹیسٹ کیا گیا تو ۱۰۳ درجے تک پہنچ گیا تھا، ڈیڑھ بجے سے وقت آگے بڑھ رہا تھا، حضرت شیخؒ کے ہونٹ مبارک متحرک تھے، کلمہ شہادت کا ورد جاری تھا کہ ایک بج کر چالیس منٹ پر روح مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اپنے ہمیشہ کے مستقر میں پہنچ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (سوانح عبدالحق ۳۱۹)

غلافِ کعبہ کا خواب میں حکم

حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات کے بعد جب جنازے کا اعلان ہوا اور دفن کی تیاریاں اور انتظام کا مشورہ ہوا، تو "شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے احقر کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے رات حضرت اقدس حضرت شیخ الحدیثؒ کو خواب میں دیکھا ہے، مرحوم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ غلاف کعبہ کا تبرک میری کفنی قمیص کے نیچے میرے سینے پر رکھ دیجئے۔ میں غلاف کعبہ کا ٹکڑا ساتھ لایا ہوں تا کہ حضرتؒ کے سینے پر رکھا جا سکے۔

(سوانح عبدالحق ۱۵۷)

حافظ الحدیث ولی کامل

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

امام العصر، سراج السالکین، تاجدار تصوف، بحر العلوم، پیر طریقت، رہبر شریعت، قائد ملت اسلامیہ، غزالی زماں، عاشق رسول ﷺ، مجسمہ شرافت، حافظ الحدیث والقرآن، مرشد کامل حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہ اس صدی کے نامور عالم دین، مفکر، محدث، مفسر، محقق، فقیہ، ولی کامل اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔

فنافی الرسول

حضرتؒ فنافی الرسول ﷺ تھے۔ ہر وقت ہر گھڑی زبانِ مبارک پر حضور ﷺ کا مبارک ذکر رہتا۔ تقاریر میں سیرتِ نبوی ﷺ کا پہلو غالب رہتا۔ دورانِ تقریر گھڑی گھڑی

قال قال رسول اللّٰہ.

"شان والے نبیؐ نے فرمایا۔"

کے مبارک جملے آپؒ کی زبانِ مبارک پر ہوتے۔ حدیث نبویؐ الی من دنیا کم الثلٰث.

میں عام محدثین کی عادت کے مطابق حضرتؒ کی پسندیدہ تین چیزیں درج ذیل ہیں:

☆ حبب الی من الدنیا الثلاث.

☆ التو کل علی اللّٰہ.

☆ والشغلُ بذکرِ اللّٰہ.

☆ والموت فی بلدۃ رسول اللّٰہ.

مدینہ طیبہ میں موت کی خواہش آپ کے عشقِ رسولؐ کی روشن دلیل ہے۔ یہ خواہش اگرچہ پوری نہ ہوسکی مگر اس کے بدلے میں ایسے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی جس کے بارے میں امام الاولیاء حضرت لاہوریؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ قبرستان جنت کے ٹکڑوں

میں سے ایک ٹکڑا ہے۔

ہر عمل میں اتباع سنت نبوی ﷺ

مولانا خلیل الرحمٰن درخواستی فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ اتباع سنت کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ تمام امور میں آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا نمونہ تھے۔

چال مبارک

حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ جب چلتے تھے تو ایسا لگتا جیسے گھاٹی میں اتر رہے ہوں۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ بھی جب چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے جھک کر چلتے تھے۔ رفتار نہایت تیز کہ آپ کے ساتھ چلنے والے پیچھے رہ جاتے۔

سرمہ اور خوشبو

آنکھوں میں سرمہ ڈالنا مستحب ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ حضور ﷺ روزانہ رات کو تین تین سلائی سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرتے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا بھی آخر وقت تک یہی معمول رہا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تین چیزیں رد نہیں کرنی چاہئیں۔ (۱) تکیہ، (۲) خوشبو، (۳) دودھ

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو خوشبو بہت پسند تھی، مزاج شناس شاگرد و متعلقین حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے دعائیں لینے کے لئے خدمت اقدس میں مختلف قسم کی خوشبوئیں پیش کرتے۔

خوش طبعی

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج اقدس میں بھی خوش طبعی کا عنصر شامل تھا جو بھی ملنے کے لئے آتا اس سے خوش طبعی کی باتیں فرماتے جس سے نو وارد جلد ہی آپ سے مانوس

ہو جاتے۔ مزاج اقدس میں اس قدر مٹھاس اور مہک تھی کہ آپ سے ملاقات کی چاشنی و مہک عرصہ دراز تک ملاقاتی کی رگ و جان میں سرایت کئے رہتی۔

اخلاق نبوی ﷺ کا عکس

حضور ﷺ سے ملنے کے لئے ایک شخص آیا، حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا براترین آدمی ہے مگر جب آپ اس شخص سے ملے تو خوش اخلاقی کا مظاہرہ فرمایا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اگر یہ شخص برا تھا تو آپ ﷺ اس سے اتنی خوش اسلوبی سے کیوں پیش آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں تو بد خلق نہیں ہوں''

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق بھی سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حاسدین حسد کے مارے آخر وقت تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف انداز میں اذیتیں پہنچاتے رہے مگر سامنے آنے پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس قدر خوش خلقی اور محبت سے ملتے کہ وہ شرمندہ ہو کر رہ جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق حسنہ کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ تقریباً ایک صدی کا طویل عرصہ دنیا میں گزارا، کروڑ ہا انسانوں سے واسطہ پڑا مگر پوری زندگی میں کسی ایک انسان کے ساتھ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی دشمنی نہ تھی بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت الحب للہ و البغض للہ کا حقیقی مصداق تھی۔ موجودہ دور میں اس جیسی نظیر مشکل سے ملے گی۔

کرتہ اور لنگی کا اہتمام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کو سب کپڑوں میں سے کرتہ زیادہ پسند تھا۔ حضور ﷺ کی اتباع میں حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ کرتہ زیب تن فرماتے۔ کرتہ پہننے میں ابتداء بالیمین کا بھی بہت خیال فرماتے یعنی پہلے دایاں ہاتھ کرتے میں داخل فرماتے پھر بایاں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو یمنی منقش چادر زیادہ پسند تھی

یعنی پہننے میں کرتہ اور اوڑھنے میں یمنی چادر سب سے زیادہ پسند تھی۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول بھی ہمیشہ یہی رہا، گرمیاں ہوں یا سردیاں ہر وقت آپ ایک چادر اپنے اوپر اوڑھے رہتے، حتیٰ کہ بغیر چادر کے کبھی بھی گھر سے باہر قدم نہ رکھا۔

حضرت عبداللہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ کی کسی گلی میں چلا جا رہا تھا، اچانک پیچھے سے آواز سنی کہ لنگی اوپر کو اٹھاؤ اس سے ظاہری و باطنی تکبر وغیرہ سے چادر محفوظ رہتی ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور ﷺ تھے۔ میں نے عرض کی یہ چھوٹی سی چادر ہے اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے اور کیا اس کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا "اگر اور کوئی مصلحت نہیں بھی تو کم از کم اس سے میرا اتباع سنت تو ہو جائے گا۔" (وہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے حضور ﷺ کی لنگی کو دیکھا جو نصف ساق (آدھی پنڈلی) تک اونچی تھی۔ (الحدیث)

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زندگی بھر لنگی پہننے کو ہی پسند فرمایا۔ ایک بار کسی معتقد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شلوار سلوا کر پیش کی جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرما لیا مگر اسے پہنا نہیں۔ فرمایا کہ حضور ﷺ نے بھی شلوار کو پسند کر کے قبول کر لیا تھا مگر آپ ﷺ کا معمول لنگی پہننے کا رہا، اس لئے میں بھی لنگی پہننا پسند کرتا ہوں۔

عمامہ اور عصا کا اہتمام

عمامہ باندھنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ ہمارے عرف میں رومال باندھنے کا زیادہ رواج ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ رومال کو عمامے کی شکل میں باندھنا عمامہ باندھنے کے مترادف ہے۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ ایک بڑا سا رومال عمامے کی شکل میں باندھا کرتے تھے،

عصا رکھنا بھی حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، اس لئے حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ بھی عالم شباب سے ہی ہمیشہ ایک عصا اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔

تواضع وانکساری

حضور ﷺ کو راستے میں ایک بڑھیا روک کر اپنے مسائل سناتی رہتی۔ حضور ﷺ بڑی تواضع وانکساری سے اس بڑھیا کی باتیں غور سے سنتے رہتے۔ چہرے پر کبھی ملال نہ آیا، اسی طرح حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ بھی انتہائی منکسر المزاج تھے، اپنی تعریف تو بالکل پسند نہ فرماتے، دوران تقریر اگر کوئی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا نعرہ لگاتا تو ناراض ہو جاتے۔ دوپہر کے وقت عیدگاہ میں بغیر تکیے کے ہی خالی چٹائی پر قیلولہ فرماتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو کبھی بھی دوسروں سے بڑا نہیں سمجھا، عام مخاطبین سے فرماتے: تم لوگ مجھ سے بدرجہا بہتر ہو، میں تو بدی کا پتلا ہوں، باوجود اس کے کہ ۲۲ سال کے طویل عرصہ تک جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر رہے مگر ہمیشہ خود کو آگے لانے کی بجائے اپنے ماتحت علماء کو اہمیت دیتے۔ حتیٰ کہ اس عرصے میں جن جن حضرات نے بھی حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے ماتحت ناظم عمومی کے عہدے پر کام کیا۔ اپنے اپنے دور میں پوری دنیا میں شہرت ان کا مقدر بنی، انہیں صفات وخصوصیات کو دیکھ کر حضرت درخواستی کے پرانے رفیق سفر سید امین گیلانی فرط جذبات میں پکار اٹھے۔

ہونٹوں پہ حق کی بات ہے، دل محو فکر حق
ان کی نظر نظر میں ہے پیغام ذکر حق
انساں کی شکل میں عمل و راستی کو دیکھ
کھول آنکھ دل کی حضرت درخواستی کو دیکھ

(انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ ۳۵۰ سے ۳۵۲)

محبوب کے در کا سفر

مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مکہ شریف کا قیام ارض طیبہ وطابہ مدینۃ المنورہ مسجد الرسول ﷺ میں حاضری درود وسلام عرض خدمت کرنے کے انتظار شوق و ذوق واضطراب وقرب وبے قراری میں گزری۔ حتیٰ کہ وہ مبارک گھڑی آگئی جب مدینہ شریف

روانگی ہوئی۔

مستورہ میں نماز ظہر ادا کی یہاں پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دستر خوان وسیع تھا جبکہ کار میں بمعیت حضرت والا چار آدمی تھے لیکن دستر خوان پر بیس سے زیادہ افراد تھے اور ان کی تواضع حسب عادت یہاں کی مشہور مچھلی سے جاری تھی، ساتھ ہی حب الرسول ﷺ اور حقوق الرسول ﷺ و درود شریف کے فضائل و اہمیت پر تبلیغ کا سلسلہ جاری وساری تھا۔

مدینہ کی فضائیں اور عاشق کی تڑپ

مستورہ سے روانہ ہو کر بدر پہنچے، یہاں پر تو حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ پر عجیب کیفیت و نورانیت و جاہت طاری تھی۔ حضور اقدس ﷺ اور فنائی حب الرسول ﷺ کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب مسجد میقات سے گاڑی گزری تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی، زبان سے درود شریف اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی اور ہاتھوں سے ڈرائیور کو اشارہ فرماتے کہ تیز چلو اور تیز چلو۔ مدینہ شریف مغرب کے بعد پہنچ کر غسل و کپڑے تبدیل کر کے، عطر و خوشبو لگا کر حرم نبوی مسجد الرسول ﷺ میں عشاء سے کچھ دیر قبل داخل ہوئے۔ (انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ 255)

دو اقطاب کی محبوب کے دربار میں حاضری

مواجہہ شریف میں اس فقیر کی پہلی حاضری اس صورت میں نصیب ہوئی کہ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کمانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مواجہہ شریف میں دونوں اقطاب کے درمیان میں بندہ درود و سلام کا ورد حضرات گرامی رحمہما اللہ کی روحانی وقلبی آواز کے ساتھ عرض بخدمت گرامی سرور دو کونین ﷺ کر رہا تھا، دونوں حضرات پر عجیب کیفیت طاری تھی، آواز رندھی ہوئی تھی، آنسوؤں کی جھڑیاں جاری تھیں، ادب کا عالم عجیب تھا، صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے کچھ لمحات دونوں حضرات خاموش رہے، گویا کہ مراقبہ و مکاشفہ کی کیفیت تھی، جب اس کیفیت سے نکلے تو اب سکون و نور و اطمینان کی کیفیت آ گئی۔ وہاں سے اس صورت میں واپسی ہوئی کہ مواجہہ شریف کی طرف پیٹھ نہ ہو، بعدہ قبلہ رخ ہو

کر حضرت درخواستی نور اللہ مرقدہ نے طویل دعا کرائی۔ حتیٰ کہ مسجد شریف کے دروازے بند کرانے والے آ گئے۔ تقریباً آخری ہی میں مسجد الرسول ﷺ سے نکلے۔ اب دونوں حضرات رحمہم اللہ کے چہرے پر اضطراب کے بجائے سکون وتسلی و اطمینان تھا۔ (انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ 256)

حضرت شیخ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال پندرھویں صدی کا بہت بڑا المیہ ہے۔ اس دن پورا عالم لرز گیا تھا وہ مقام قطبیت پر فائز تھے، وہ اپنے فیوض سے ایک عالم کو سیراب کر رہے تھے، اہل علم کے قلوب ان کے افاضہ ظاہری و باطنی سے ایمان کی برکتیں حاصل کرتے رہے۔ ان کے فیوض سے زمانہ مستفیض ہو رہا تھا، افسوس صد افسوس کہ یہ علم و حکمت کا چراغ رسول ﷺ کے علم وعمل کا امین و امام اپنے لاکھوں مستفید ہزاروں تلامذہ اور فیوض یافتہ خلفاء و خدام کو مہجور و مغموم چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آج مدینہ کی سرزمین پر ابو ہریرہؓ کو دیکھ لو

اللہ تعالیٰ نے حافظ الحدیث حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو جو علم نبوت کا ذوق و شوق عطا فرمایا وہ اس میں اپنی مثال آپ ہی تھے، فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں حدیث کا متن نہ پڑھوں اس وقت تک حدیث بیان کرنے میں مجھے لطف نہیں آتا۔ گھنٹوں گھنٹوں احادیث کا متن پڑھ کر سامعین کو محظوظ فرماتے، یوں محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ کا دور واپس لوٹ آیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث مبارکہ سنا رہے ہیں۔

آپ اندازہ لگائیں کہ ایک مرتبہ مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ کر احادیث مبارکہ پڑھنا شروع فرمائیں، آپ اپنے خاص انداز سے درس حدیث میں مشغول تھے تو ایک مصری عرب بے ساختہ بول اٹھا۔ یا اھل المدینة کنتم ما رایتم اباھریرة ؟ فھذا ابو ھریرة.

اے مدینہ والو! تم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دیکھنا ہے تو آؤ آج مدینہ کی سر زمین پر ابو ہریرہ کو دیکھ لو۔ ساری دنیا میں علم عرب سے پہنچا ہے مگر آج سرزمین عرب پر ایک

عجمی حدیث سنا رہے ہیں اور قرآن سنا رہے ہیں۔ (انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ 485)

حدیث مبارک کا عشق رگ رگ میں

آپ کی پوری زندگی مسلسل وعظ تھی، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، مصافحہ کرتے، کھانا کھاتے، حضرت درخواستی کی زبان پر قال رسول اللہ ﷺ رہتا تھا اور حضرت ایک خاص سوز اور کیفیت سے کہ جس میں درد دل شامل ہوتا تھا ماحول اور وقت کے مطابق حدیثِ رسول ﷺ بیان فرماتے رہتے تھے۔ جن لوگوں نے دیکھا، سنا، پرکھا ان سب کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور پہلے دور میں ایسے لوگ گزرے ہوں لیکن اس دور میں صبح شام، دن اور رات ذکر وفکر کو عام کرنے والا آپ سے بڑھ کر نہیں دیکھا گیا۔

بخاری شریف کے حافظ

امام المحدثین علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ آپ کی علمی قابلیت کا اعتراف اس طرح فرماتے ہیں کہ: ”حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت حافظہ نے مجھے بہت متاثر کیا ہے، مجھے انہوں نے بخاری شریف دیکھ کر سنائی ہے۔ مگر میں نے دوران درس اس کا بڑے غور سے معائنہ کیا ہے کہ کتاب انہوں نے رسماً کھولی ہوئی تھی ورنہ بخاری شریف تو انہیں زبانی یاد ہے۔ (انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ 268)

تیس (۳۰) ہزار احادیث مبارکہ کا حافظ

جن لوگوں نے آپ کی مجالس وعظ اور نشست و برخاست نہیں دیکھیں ان کو کیسے بتایا اور سمجھایا جائے کہ آپ کو حدیث رسول ﷺ اور سنت رسول ﷺ سے کس قدر عشق تھا۔ آپ پر ہمیشہ ایک جذب، کیفیت اور وجد طاری رہتا اور موقع و محل کے لحاظ سے آپ احادیث مبارکہ پڑھتے رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے اور اس میں شاید کوئی مبالغہ نہ ہو کہ تقریباً تیس ہزار احادیث مع اسناد آپ کو یاد تھیں۔ بغیر اسناد کتنی تعداد میں یاد ہوں گی اس کا علم کچھ

نہیں۔(انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ 636)

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ اٹھا تو بے شمار لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے تھے اور پچھاڑیں کھا رہے تھے، ایسا بہت کم دیکھا گیا کہ لوگوں کو کسی سے اتنا والہانہ پیار و محبت ہو، یہ سب کچھ آپ کے عشق کے دیوانوں کی طرح پورے پاکستان سے جنازہ پڑھنے کیلئے امنڈ آئے ہیں اور آپ کی جھلک دیکھنے کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے۔ یہ آپ کی دینی خدمات اور ہمہ تن دین اور کتاب وسنت سے والہانہ عشق کا نتیجہ تھا۔

عشق کی شرینی بانٹتے رہے

آپ کا ہر خطاب، برکات، انوارات اور بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہوتا تھا، آپ کے خطاب میں دینی، مذہبی، سیاسی باتیں، ملکی حالات پر تبصرہ، پندونصائح، وعظ، ترغیب، تذکیر، فکر آخرت، خوفِ خدا اور محبت و اطاعتِ رسول ﷺ کا پیغام اور دیگر بہت سی مفید باتیں ہوتیں لیکن ان سب پر ذکر اللہ اور احادیثِ رسول ﷺ کا غلبہ ہوتا، وہ اپنی ہر تقریر میں رسول ﷺ کی بے شمار احادیث پڑھ کر سامعین کو لذتِ عشقِ رسالت سے آشنا فرماتے اور تقریباً ہر بات کے بعد (سب کہو سبحان اللہ) کہہ کر خود بھی ذکر اللہ کی حلاوت سے محظوظ ہوتے۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ رسول ﷺ کے سچے محبّ اور عاشق تھے، اس وجہ سے انہوں نے ہزاروں احادیث رسول ﷺ اپنی لوح قلب پر لکھی ہوئی تھیں اور ہر بات پر حدیث رسول ﷺ کا حوالہ پیش فرماتے اور ہر کام حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں فرماتے۔ وہ اپنے دور کے ہر لحاظ سے بڑے تھے اور تمام بڑے بڑے انہیں اپنا بڑا بزرگ ہی سمجھتے تھے اور دل و جان سے انکا ادب واحترام بجالاتے تھے۔

ایسا حافظ الحدیث پوری دنیا میں نہ ہوگا

جامعہ اشرفیہ لاہور کے اُستاد حدیث مولانا عبدالرحمٰن اشرفی نے کہا کہ مولانا محمد عبداللہ درخواستی وہ شخصیت ہیں کہ جن کے تعلق رائے زنی کرتے ہوئے الفاظ کم پڑ جاتے ہیں اور زبان لڑکھڑا جاتی ہے۔ عالم وہ ہے کہ جس کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو۔ مولانا

درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو کہتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ مولانا درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ہر میدان کے عامل تھے، جہاد میں دیکھو تو یہ شریک ہیں، تصوف کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ اونچے مقام پر پہنچے، علم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو نبی کریم ﷺ کی حدیثیں ان کو اتنی یاد تھیں کہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ سارے عالم میں ایسا محدث نہ ہوگا، انہیں اتنی حدیثیں یاد تھیں کہ ایسا حدیث کا حافظ پوری دنیا میں نہ ہوگا۔ (انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ 668)

رسول اللہ ﷺ کا کلام جن کے دلوں و دماغ میں ہے

میں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا بے پناہ احترام کرتے دیکھا اور جب اسکی وجہ پوچھی تو شاہ صاحب فرمانے لگے کہ ان کا احترام کیوں نہ کیا جائے۔

انہوں نے میرے نانا ﷺ کے تمام بول اپنے دل و دماغ میں محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ صرف میرے لئے ہی واجب الاحترام نہیں ہیں بلکہ دنیا میں کہیں بھی مسلمان بستا ہو اس کے لئے قابل احترام ہیں۔ (انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ 669)

بعض مقامات پر قبولیت یقینی ہوتی ہے

ایک دفعہ مسجد نبوی ﷺ میں حضرت درخواستی فرمانے لگے کہ جب کسی آیت مبارکہ میں کوئی اشکال پیش آتا، اسی آیت کو پڑھتا رہتا اور خانہ کعبہ کے سراپا جلال و جمال کو دیکھتا رہا، اشکال خود بخود رفع ہوجاتا تھا اور جب کسی حدیث میں اشکال سامنے آیا، اس حدیث کو پڑھتا گیا، اشکال دور ہوتا گیا یا گنبد خضراء پر نگاہ ڈالتا تھا اور حدیث مبارک پڑھتا تھا۔ اشکال دور ہوتا گیا۔ فرمایا یہ باتیں کتابوں کی نہیں ہیں یہ وجدانی امور ہیں، مکان و زمان کا اثر ہوتا ہے، دعائیں ہر وقت اور ہر جگہ قبول ہوتی ہیں مگر بعض مقامات اور بعض اوقات ایسے ہیں کہ جہاں قبولیت یقینی ہوتی ہے۔ (انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ 204)

روضہ اقدس کے سامنے استخارہ

مولانا عطاء الحسن بخاری نے بتایا کہ مولانا درخواستی سے ان کی پہلی ملاقات ۱۹۵۴ء میں مدرسہ خیرالمدارس میں ایک طالب علم کی حیثیت سے ہوئی تھی جو رفتہ رفتہ قربت میں ڈھل گئی۔ ۱۹۷۳ء انہوں نے ایک محفل میں نصیحتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ

ذکراللہ کی طرف توجہ دو، نیک لوگوں کی محبت اختیار کرو،

بروں کی صحبت سے بچو، اور اللہ کا خوف دل میں پیدا کرو۔

رسول اللہ ﷺ کی تنبیہ

پھر فرمانے لگے:

میں نے حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے بیٹھ کر استخارہ کیا۔ جس میں حضور اکرم ﷺ نے تین باتوں کے بارے میں تنبیہ فرمائی ہے اور مسلمانوں کو ان کے مقابلے کے لئے تیار کرنے کا اشارہ فرمایا ہے۔ ان میں تین باتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اور آنے والے دور میں گمراہ قسم کے لوگوں کا دور دورہ ہوگا غنڈہ ازم کی ترویج ہوگی، جعلی پیروں کا تسلط ہوگا البتہ اس زمانے میں نوجوان نسل دین کے لئے کام کرے گی اور ختم نبوت کی حفاظت کیلئے جانوں کی قربانی دیں گے۔ (انوارالقرآن حافظ الحدیث نمبر صفحہ 195)

مولانا عطاء الحسن بخاری نے کہا کہ مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کی تحریک کے سلسلے میں ہمیشہ سرگرم رہے اور قادیانیوں کے شدید ترین مخالف تھے۔

تعلق بالرسول ﷺ

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ ہجرت کا ارادہ فرما کر پاکستان سے چلے گئے، مدینہ منورہ طیبہ میں قیام فرمایا، حضور ﷺ کے مواجہہ شریف پر حاضری دیتے، درود وسلام کا تحفہ پیش کرتے، کئی دنوں کے بعد حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا۔

''عبداللہ تم یہاں آ گئے ہو؟ پاکستان میں میری ختم نبوت کی چادر پر دشمنوں نے ڈاکہ ڈالا ہوا ہے۔تم جاؤ میرے بیٹے عطاء اللہ بخاری کے ساتھ ان دشمنوں کا مقابلہ کرو اور تحریک ختم نبوت کے لیے ساتھ مل کر کام کرو''۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے شیخ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی کہ حضور ﷺ کی ہدایات پر جب آپ واپس تشریف لائے تو حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں کام کیا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کمر ایسی مضبوط فرمائی کہ دنیا یاد رکھے گی۔

میں نے کئی دفعہ حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ کی تقریر میں سنا، فرماتے تھے، شاہ جی کی تحریک ختم نبوت کی صداقت کے عینی گواہ حضرت درخواستی ہیں یہ تھا ہمارے شیخ کا تعلق بالرسول ﷺ۔ (واقعات وکرامات علماء دیوبند ۳۰۲)

شیخ الاسلام کی انوکھی کرامت عشق رسولؐ

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ بنگلہ دیش کا سفر کیا، اس سفر میں حضرت مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا اجمل خان رحمہم اللہ اور اس وقت کے مشائخ میں سے کچھ اور بھی علماء ساتھ تھے، یہ تمام علمائے کرام ایک کشتی میں سوار تھے، حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس کو حضور ﷺ کی سیرت پر اشعار آتے ہیں سنانا شروع کرے، جتنے لوگ کشتی میں سوار تھے، ہر ایک نے اپنے اپنے انداز میں نبی ﷺ کی سیرت پر اشعار سنائے۔

عاشق کے ساتھ مچھلیاں بھی تڑپنے لگیں

جب حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی تو حضرت نے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں) کے قصائد حضور ﷺ کی تعریف میں بہت مشہور ہیں انہوں نے فارسی زبان میں ایک قصیدہ لکھا ہے لکھتے ہیں کہ جب حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصیدے کو پڑھا تھا تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی،

اس وجد کی کیفیت کے ساتھ دریا کی مچھلیاں دریا کے پانی سے اچھل اچھل کر کشتی میں آنا شروع ہوئیں، اور وہاں بے خودی کے عالم میں تڑپنا شروع ہوگئیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کے اندر حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کو دیکھا کہ جس وقت شیخ الاسلام حضرت درخواستی نے اس تیرتی ہوئی کشتی میں جس میں بڑے بڑے علماء وصلحاء موجود تھے حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصیدے کو پڑھا تو دریا کی مچھلیاں باہر آ کر کشتی کے اردگرد جھومنا شروع ہوگئیں۔ پھر بے خود ہوکر اچھل اچھل کر کشتی کے اندر آئیں اور وہاں تڑپنا شروع ہوگئیں۔ علماء پر سناٹا طاری ہوگیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ حبیب کبریا ﷺ کی سیرت طیبہ پر اشعار پڑھ رہے تھے۔

(واقعات وکرامات علماء دیوبند ۴۱۰)

عاشق رسول اور ادب رسول ﷺ

ایک اور واقعہ اسی شہر کراچی کا ۱۹۶۶ء میں پیش آیا، جسے دوڈھائی ہزار افراد نے دیکھا، یہ واقعہ کورنگی کے ایریا لانڈھی کے ایک جلسہ عام میں پیش آیا۔ ہوا یوں کہ حضرت درخواستی کی تقریر تھی، ہزاروں کا مجمع تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ احادیث رسول ﷺ کے موتی بکھیر رہے تھے، جبکہ گرمی سخت تھی۔ بیچ جلسہ میں بیٹھے ہوئے دینی مدارس کے چند طلباء کرام نے گرمی کی وجہ سے اپنے سروں سے ٹوپیاں اور رومال اتار دیئے تھے، اور کچھ ساتھیوں نے تو قمیض تک اتاردی تھی، اوران کو پنکھے کی جگہ استعمال کرر ہے تھے کہ گرمی کی شدت کم محسوس ہو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان شیدائیوں کو دیکھو میں حدیث مصطفیٰ ﷺ سنا رہا ہوں اور یہ اپنے کپڑوں سے کھیل رہے ہیں۔ یہ بے ادبی ہے، اگر آپ لوگوں کو گرمی لگتی ہے تو اللہ رب العالمین سے بارش کی دعا کرتے ہیں لیکن جب بارش شروع ہوجائے تو کوئی بھی شخص اپنی جگہ سے نہ اٹھے، جلسہ چھوڑ کر بھاگ نہ جائے۔ جو شیدائی ہوگا وہ نہیں بھاگے گا اور جو حلوائی ہوگا وہ بھاگ جائے گا۔ اب تمہارا حدیث مصطفیٰ ﷺ سے عشق کا امتحان ہے، یہ فرما کر حضرت

درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے پورے جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میرے ساتھ پڑھو۔

اللھم امطر علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عید الاولنا واخرنا

ابھی یہ دعا پوری ہوئی تھی کہ ہر طرف سے بادل آنا شروع ہو گئے، اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ پورا جلسہ پانچ منٹ کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ بارش بند ہو گئی۔

حضرت کے مستجاب الدعوات ہونے کے لیے یہی ایک واقعہ کافی ہے (حضرت درخواستی نمبر روایت مولانا عبدالمجید سربازی کراچی)

اللہ اللہ کا مبارک ذکر اور حسین خاتمہ

دنیا کو ''اللہ اللہ'' کا ذکر کرانے والی زبان آخری بول ''اللہ'' بول کر ہمیشہ کے لئے واصل باللہ ہو گئی، کتنی مبارک زبان تھی جس زبان پر پون صدی تک قال اللہ قال الرسول کے زمزمے بلند ہوتے رہے۔ جس زبان نے لاکھوں انسانوں کے کانوں کو قرآن اور حدیث سے آشنا کیا، جس کی زبان سے ہزاروں اپنوں، بیگانوں سب کے لئے دعائیں نکلتیں، جس زبان سے قرآن اور حدیث سن کر بادل امڈ آتے۔ ہوائیں جھوم جھوم کر سلام کرنے آتیں، گرم موسم خوشگوار بن جاتے۔

سب کہو ''اللہ''...... زور سے کہو ''اللہ''...... شوق سے کہو ''اللہ''...... درد دل سے کہو ''اللہ''۔

جملے ہیں جو میرے مربی، میرے شیخ، میرے نانا جان حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ہر تقریر میں ارشاد فرماتے اور فرمان نبوی ﷺ ہے۔

کما تحیون تموتون کما تموتون تبعثون وتحشرون

اور میرے نانا جان ہر وقت اللہ اللہ کہتے رہے اور کہلاتے رہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے زبان پر بھی آخری کلمہ ''اللہ'' جاری کرا دیا۔

۱۹ ربیع الاول بمطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۴ء بروز اتوار صبح سات بجے سینہ میں درد کی

شکایت کا اظہار فرمایا۔ آپ کے داماد میاں عبدالجبار صاحب خدمت کرر ہے تھے، ڈاکٹر کو بلایا گیا لیکن لمبی سانس لے کر فرمایا ''اللہ'' اور بس جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

دنیا کو ''اللہ اللہ'' کا ذکر کرانے والی زبان آخری بول اللہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے واصل باللہ ہوگئی، کتنی مبارک زبان تھی جس زبان پر پون صدی تک قال اللہ قال الرسول کے زمزمے بلند ہوتے رہے۔ جس زبان نے لاکھوں انسانوں کے کانوں کو قرآن اور حدیث سے آشنا کیا، جس کی زبان سے ہزاروں اپنوں، بیگانوں سب کے لئے دعائیں نکلتیں، جس زبان سے قرآن اور حدیث سن کر بادل اٹڈ آتے۔ ہوائیں جھوم جھوم کر سلام کرنے آتیں، گرم موسم خوشگوار بن جاتے، جس زبان نے عرب وعجم میں علوم کے دریا بہا دیئے۔ وہ زبان ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی جو رات دن قرآن وحدیث کے جوہر اور موتی بکھیرتی رہی وہ زبان جس کی حق گوئی سے ہزاروں گمراہ ہدایت یافتہ بنے، وہ زبان جس کے میٹھے بول سے ہزاروں دشمن دوست بن گئے، وہ زبان جب بولتی تھی تو لاکھوں کا اجتماع ہو یا ہزاروں کا مکمل خاموشی اور سکون طاری ہو جاتا، علماء صلحاء عوام وخواص سب گوش برآواز ہو جاتے)

داعی الی اللہ قطب زماں

حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

اتباع سنت

آپؒ اتباعِ سنت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے، آپ کی زندگی سنت کی پیروی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی پرتو تھی، آپ کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، غرض کا ہر ہر شعبہ اتباع سنت کے نور سے معمور تھا، آپ ہر وقت اور ہر عمل میں ادعیۂ مسنونہ و ماثورہ کا خاص اہتمام فرماتے تھے، آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ ہی احیاء سنت تھا۔

سنت کے ساتھ اللہ کی مدد

اپنے بیانوں میں سنت کی پیروی اور ہر ہر سنت کو زندہ کرنے کی پرزور دعوت دیتے تھے اور خاص کر یہ فرماتے کہ حضور ﷺ کی ایک ایک بات کا پورا کرنا اللہ کی مدد کا اتروانا ہے اور حضور ﷺ کی کسی ایک بات کا چھوٹ جانا، اللہ کی غیبی مدد کا ہٹ جانا ہے۔

لسان الدعوۃ والتبلیغ کا خطاب ملنا اور متواتر ۳۰ سال دعوت

مرکز نظام الدین میں فجر کے بعد ہونے والا طویل اور مفصل بیان ہمیشہ غیر معمولی اہمیت اور حیثیت کا حامل رہا ہے، مولانا یوسف صاحب اور ان سے قبل مولانا الیاس صاحب یہ بیان خود فرماتے تھے لیکن مولانا انعام الحسن صاحب نے اپنے دورہ امارت میں یہ بھاری ذمہ داری آپ کو سونپ دی تھی اور مولانا پالن پوری نے رفاقت کا حق بھرپور طریقے سے ادا کرتے ہوئے اس بیان کو متواتر تیس سال تک جس عزم واستقلال اور ہمت کے ساتھ جاری رکھا اور اس امانت کا حق ادا کیا، ایک دفعہ عرب ممالک میں دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کا ایک مجمع سامنے تھا، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے ان حضرات سے مصافحہ کر کے اس مجمع سے مولانا محمد عمر صاحب کا تعارف (ہذا شیخ عمر لسان الدعوۃ

والتبلیغ) کہہ کر کروائے

ریاض الجنہ اور حفظ قرآن

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب سے قرآن حفظ کرنے کے بارے میں استصواب فرمایا تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ دعوت کی مشغولی کے ساتھ نبھا جائے تو بہتر ہے، چنانچہ مسجد نبوی میں واقع ریاض الجنہ میں حضرت ہی سے حفظ قرآن کی ابتداء فرمائی اور دعوت کے شغل کے ساتھ چار سال کی مدت میں پورا قرآن حفظ کرلیا تھا اور اس کا ختم بھی حضرت جی کے پاس ریاض الجنہ میں قرآن پاک کی آخری آیتیں سنا کر کیا، چونکہ آپ نے بڑی عمر میں حفظ قرآن کیا تھا، اس وجہ سے اپنے عام بیانوں میں یہ بات فرماتے تھے کہ اکثر بچپن کے حافظ ہوتے ہیں اور میں پچپن کا حافظ ہوں۔ (سوانح محمد عمر پالنپوری ص ۱۲۰)

قرآن اور حدیث سے عشق

دعاؤں میں حضرتؒ کا یہ جملہ بار بار کانوں میں گونجتا کہ اے اللہ، قرآن وحدیث کے الفاظ زبان پر جاری فرمادے، قرآن اور حدیث کی حقیقت دل میں اتار دے، قرآن و حدیث کا عمل بدن میں جاری فرمادے، قرآن اور حدیث کی حقیقت دل میں اتار دے، قرآن وحدیث کا عمل بدن میں جاری فرمادے، اور قرآن وحدیث کو عالم میں لے کر پھرنے والا بنادے۔ (آمین)

اور اللہ تعالیٰ واقعی اس دعا کو ایسا قبول فرمایا کہ آپ نبی کریم ﷺ والی محنت کی فکر اور اسی غم و کڑھن میں مختلف ممالک میں پھرتے رہے اور کم وبیش اکیاسی دفعہ بیرون ممالک تشریف لے گئے۔

نبی کریم ﷺ سے محبت اور ان کی دعوت سے محبت

حضرت مولانا عمر پالن پوریؒ کی ساری زندگی حضور ﷺ کی محبت میں آپ کی مبارک محنت وطریقوں کو سارے عالم میں زندہ کرنے مشغول رہی، اور ظاہر سی بات جس کو

حضور ﷺ سے جس قدر محبت وعشق ہوگا اسی قدر آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کی مبارک طریقوں سے محبت کرے گا اور اسی قدر آپ والی محنت اور غم وفکر کو اختیار کر کے اپنی جان گھلائے گا۔

حضور ﷺ کی امت کا درد اور بے چینی

آپؒ کو ہر وقت حضور ﷺ کی امت کا درد وفکر لگا رہتا تھا، راتوں میں اکثر رو رو کر دعائیں مانگا کرتے تھے کہ کس طرح حضور ﷺ کی امت جہنم سے بچ کر جنت میں چلی جائے اور نبی ﷺ کے مبارک طریقوں کو اختیار کر کے دونوں جہاں کی کامیابی حاصل کرلیں۔ یہ بے قراری آپ کو چین نہ لینے دیتی تھی، آپؒ انتھک محنت، مسلسل قربانی اور دین کی خاطر پینتالیس سال تک جان گھلاتے رہے، آپؒ کے دورِ امارت میں دعوت وتبلیغ کا کام دنیا کے ہر کونے کونے میں پہنچ گیا اور دنیا کے کونے کونے میں لاکھوں لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں، حضور ﷺ کی مبارک سنتیں اور مبارک طریقے ساری دنیا میں پھر سے زندہ ہوگئے، دنیا بھر میں ہزاروں مساجد آباد ہوگئیں۔

آپؒ کے نامہ اعمال میں ۱۴ ملکوں کا حساب

حافظ محمد یوسف صاحب فرماتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے نیچے والے کمرے میں مشورہ ہورہا تھا بندہ بھی حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت جی کے سامنے مولانا محمد عمر صاحب تشریف فرما ہیں اور معلوم ہورہا تھا کہ کہیں سفر سے آئے ہیں، مجھے مولانا کے زیارت سے بہت خوشی ہوئی اس وقت حضرت جی مولانا یوسفؒ نے مولانا عمرؒ کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا تھا کہ اس آدمی کے نامہ اعمال میں ۱۴ ملکوں کا حساب ہے۔

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ نے ایک مرتبہ فرمایا ہماری جماعت میں دو آدمی ایسے ہیں جو سراپا تبلیغ ہیں، ایک مولانا سعید احمد خان صاحب اور دوسرے مولوی محمد عمر صاحبؒ یہ دونوں کتنے ہی بیمار ہوں، ایک بیان ان کا کروادو تو یہ ٹھیک ہوجائیں گے۔

(سوانح محمد عمر پالنپوری ص ۱۳۶، ۱۳۸)

دعوت وتبلیغ کا انتہائی غلبہ اور انہماک

ایک مرتبہ آپؒ خود فرمانے لگے کہ جب میں گجرات میں کام کرتا تھا، ان دنوں ایک مرتبہ میری ڈائری دیکھی تو پورے سال میں فقط اٹھارہ دن گھر رہنے کا موقع ملا تھا، وہ بھی کبھی ایک دن اور کبھی دو دن، ان گھر کے دنوں میں بھی، گھر کے دنوں میں علاقے کے لوگ مشورے کے لئے آتے رہتے تھے، دعوت وتبلیغ کی نسبت سے حضور ﷺ والی فکر اور محنت کو لے کر ساری دنیا میں پھرتے رہے اور تقریباً ۸۱ مرتبہ بیرون ممالک کا دورہ کیا۔ آپؒ نے ۲۰ مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔ اپنے ملک اور بیرون ملک میں لاکھوں لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں، اور مردہ دلوں کو نئی زندگیاں مل گئیں آپؒ کی نقل وحرکت مختلف مقامات کے لئے اور بیانات تقریباً چالیس سال تک پورے عالم اسلام میں ہوتے رہے، بعض مرتبہ کئی کئی لاکھ کا مجمع سننے والا ہوتا، اس قدر بیانات اور مقامات اور سننے والوں کی اتنی بڑی تعداد تاریخ میں بہت کم ملتی ہے کہ ایک شخصِ واحد نے بے شمار انسانوں کو دین وایمان کی بات سنائی اور نبی ﷺ والی محنت ان تک پہنچائی۔

دین وایمان کا نور اور روشنی پھیلانے والا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا

خورجہ سے واپسی میں سیدھا آپ کو ہسپتال لے جایا گیا علاج ومعالجہ کے بعد دوسرے دن افاقہ ہونے کی وجہ سے صبح گیارہ بجے نظام الدین لایا گیا، محبین نے فرط محبت اور دیدار کی خوشی میں آپ کو ہاتھوں ہاتھ اٹھالیا اور آپ کے حجرے میں لٹایا گیا، کیا معلوم اس دنیا کے جیل خانے سے طائرِ لاہوتی اپنا قفس چھوڑنے والا ہے سب لوگ آپ کی صحت یابی پر مسرور ہیں، آپ آرام فرمارہے تھے تقریباً بارہ بجے دین وایمان کا نور پھیلانے والا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ اللھم اجرنا فی مصیبتنا و اخلف لنا خیراً منها۔

۲۲ مئی ۱۹۹۷ء کا دن امت مسلمہ کے لئے یہ عظیم حادثہ تھا بجلی کی مانند اطراف عالم میں خبر پھیل گئی اس حادثے نے بے شمار انسانوں کے دلوں کو تڑپا دیا، یہ امت مسلمہ کا عظیم غم خوار اور اس کے لئے راتوں کو اٹھ کر خدائے بے نیاز کے سامنے گھنٹوں رونے والا، اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کا سچا درد رکھنے والا، اور امت کی بے دینی پر کڑھنے والا اور دین وایمان کا نور پھیلانے والا آفتاب آناً فاناً غروب ہوگیا اور امت اپنے عظیم محسن سے محروم ہوگئی اور پوری دنیا ماتم کدہ بن گئی، بازار بے رونق ہوگئے، چار سو اداسی چھا گئی اور ہر جانب سے معتقدین اور عاشقین جوق درجوق آخری دیدار کے لئے آنے لگے، ہر ایک اس مسافرِ آخرت کا آخری دیدار کر کے ذکر و دعا اور تلاوت میں مشغول ہوگیا۔ کوئی آہ و فغاں کررہا تھا کہ آہ ہمارا پرسانِ حال رہبر اب کون بنے گا، ایسا رہبرِ کامل جو اللہ کی طرف اس خوش اسلوبی سے لے کر چلے جس طرح یہ مرد مجاہد چلتا رہا حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ اور مولانا اظہار الحسن صاحبؒ سب یکے بعد دیگرے رحلت فرما ہوئے تو غم خوار اور تسلی دینے والا موجود تھا، جس نے پوری امت کی خیر خواہی کی اور دعوت کے کام کی سطح کو سنبھالا اور بڑھایا بھی آج یہ بھی داغِ مفارقت دے گیا، ہر ایک دل مغموم اور حیرت میں ڈوبا ہوا تھا، مگر قضائے الٰہی پر رضا کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، عشاء کی نماز تک بستی نظام الدین کے گلی کوچے انسانوں سے بھر چکے تھے، ازدحام کثیر ہونے کی بناء پر نماز جنازہ ہمایوں کے مقبرہ کے بالمقابل پارک میں ہوئی پھر وہاں سے پنج پیراں قبرستان میں جنازہ پہنچا، جہاں ایک چھوٹے سے حصہ زمین میں ایک طرف مولانا عبید اللہ صاحبؒ کی قبر ہے دوسری جانب قاری عبدالرشید صاحب خورجویؒ کی، اور تیسری جانب منشی بشیر احمد صاحبؒ کی اور درمیان میں پوری دنیا کو بانگ دہل اللہ کی بات کو پہنچانے والا تھکا ماندہ مسافر خود خاموش ہوکر سوگیا۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

تدفین سے پہلے ایک عظیم الشان بشارت

تدفین سے پہلے دہلی کے ایک عالم صاحب نے خواب دیکھا جو دہلی کی کسی مسجد کے

امام ہیں فرمایا کہ کچھ نورانی اشخاص جارہے ہیں اوران کے ہاتھوں میں کوئی عجیب سی چیز ہے تو دل میں گمان ہوا کہ یہ ملائکہ ہی ہیں، تو آواز آئی کہ یہ فرش ہے، جو ہمارے ہاتھ میں ہے جسے حضور اکرم ﷺ کی قبر اطہر سے لے کر آئے ہیں اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کی قبر میں بچھانے کے لئے لے جارہے ہیں تو ان کو خیال آیا کہ پھر حضور ﷺ کی قبر میں کیا رہا تو جواب ملا کہ آپ کے لئے جنت سے لاکر نیا فرش بچھا دیا گیا ہے۔

(سوانح محمد عمر پالنپوری ص۱۰۵)

حضور ﷺ کا فرمان کہ آپؒ کا بیان ہمارے صحابہؓ کو بہت پسند ہے

حضرت مولانا کے انتقال کے بعد مدینہ کے مشہور عالم مولانا عبدالمنان صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک مجمع ہے جس میں حضور پاک ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہاں تمام صحابہ کرامؓ موجود ہیں اتنے میں دیکھا گیا کہ حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ پیدل چلتے ہوئے تشریف لارہے تھے، جب قریب ہوئے تو حضور ﷺ نے بہت اکرام کیا اور ایک جوڑا اٹھایا اور جوڑا پیش کرتے ہوئے فرمایا لو تم اس کو پہن لو اور فرمایا کہ تم بہت ہی تھک کر آئے ہو، آرام کرو اور آپ کا بیان ہمارے صحابہؓ کو بہت پسند ہے۔ پھر خواب دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اسی کے فوراً بعد ہی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ بھی تشریف لے آئے، ہائے افسوس! آپ کی منزلت کو ہم نہ پاسکے، آپ کی ذات مجمعِ کمالات اور باعثِ خیرو برکات تھی آپ کو اپنی حیات میں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف خواب میں کئی بار نصیب ہوا اور عجیب وارداتیں رونما ہوئیں۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوگئے خواب میں آپ ﷺ کی زیارت فرمائی اس حال میں کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ عمر مدینہ سے چل کر تمہاری عیادت کے لئے آیا ہوں۔ (سوانح محمد عمر پالنپوری ص۱۰۵)

آپ کی وفات کے بعد اطرافِ عالم سے بے شمار تعزیت کے خطوط آئے، جس میں عظیم حادثے کا اظہارِ افسوس کے ساتھ امت مسلمہ کے لئے پر نہ ہونے والا خلا محسوس کیا گیا اور پورے ملک کے رسائل و جرائد نے آپ کے اوصافِ جمیلہ اور خدماتِ مقدسہ کا

اعتراف کرتے ہوئے بلند و بالا الفاظ میں مضامین شائع فرمائے۔ روئے زمین پر بسنے والا انسان، ولی کامل، اور قطب زماں سے محروم ہو گیا، وہ یکتائے زمانہ اور یگانہ روزگار جس سے تمام شعبہ ہائے دین رونق پذیر تھے، جس پر مدارسِ اسلامیہ کو فخر تھا اور علماء دین کو ناز تھا اور جس کے ارد گرد عاشقان رسول اور افراد امتِ محمدیہ جمع ہو کر دینی تذکروں اور مشوروں سے مجلس گرم کئے رہتے، آج اپنی قبر میں ابدی نیند سو رہا ہے، وہ پیکر صدق وصفا اور کوہ عزم و وفا اور حامی ایمان و یقین جنت کی فضاؤں سے لطف اندوز ہو رہا ہو ایسی امید ہے۔ خدائے پاک ہمیں اس خسارۂ عظیم کا نعم البدل عطا فرمائے، اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق اور ہمت عنایت کرے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

دعوت و تبلیغ کے کام کے لئے مبشرات

حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ نے کئی بار خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل فرمایا ہے، جس میں آپ نے دین کی جدوجہد کرنے والوں کے لئے بشارتیں فرمائیں ہیں، بالخصوص دعوتِ دین کے عمل کرنے والوں کے لئے بشارتوں کے علاوہ آپ ﷺ کی توجہات کو اس کام کی طرف ہونا بتایا گیا ہے، حضرت مولانا کے ایسے کئی خواب ہیں، علاوہ ازیں دوسرے حضرات نے بھی حضرت مولانا کی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ زیارت فرمائی ہے، لیکن ان سب میں سے صرف وہ خواب جو حضرت مولانا کے ہیں اور آپ نے ان کو قلم بند کیا ہے اس میں سے صرف چند خواب درج ذیل ذکر کئے جاتے ہیں، جس سے حضرت مولانا کی آپ ﷺ کے ساتھ غایت درجہ محبت کا، نیز دعوتِ دین کے عمل کی عظمت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

رسول ﷺ کی بشارت، جنت کے لئے

خواب (۱) از محمد عمر پالن پوری: ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ ۱۰ فروری ۱۹۸۰ء اتوار کا دن گزر کر آدھی رات کو ڈھاکہ کو کرائیل میں، میں نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کو تلاش

کرر ہا ہوں ،لوگ بڑی تعداد میں جارہے ہیں ،ایک جگہ چند آدمیوں کے درمیان میں حضور ﷺ ہیں ، میں نے آپ کو سلام کیا ،اور مصافحہ کیا اور جنت کے بارے میں سوال کیا ، آپ نے فرمایا کہ جنت میں تو انشاء اللہ جانا ہے ، بڑے مزے ہیں ، پھر میں نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت جی دونوں نے سلام کہا ہے اور آپ ﷺ نے سلام قبول فرمایا اور فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تو ایسے ہیں کہ انہیں چکا چوند ہو جاتی ہیں ، یعنی خوب نور ہے یہ دل میں آیا ، الفاظ چکا چوند کے ہیں پھر آنکھ کھل گئی ۔

(سوانح محمد عمر پالنپوری ص ۲۱۵)

محبوب ﷺ سے مصافحہ اور آپ ﷺ کے قدموں میں جگہ

خواب (۲) ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ ، ۹ دسمبر ۱۹۷۷ء مسجد نور میں حضرت جی مدظلہ کی قیام گاہ پر سویا ، خواب میں کئی آدمی دیکھے ، ایک نوجوان سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کہاں ہیں ، اس نے اشارہ کیا کہ اس کمرہ میں ہیں ، میں کمرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ بہت سے نیک لوگ اس میں ہیں ، ایک کنارے پر ابراہیم عبدالجبار صاحب بھی ہیں ، اوروں پر غور نہیں کیا ، آپ چارپائی پر تشریف فرما ہیں ، میں نے مصافحہ کرنا چاہا تو فرمایا کہ ٹھہر جاؤ ، یہ فرما کر آپ ﷺ چارپائی سے نیچے اتر آئے اور مصافحہ کیا ، پھر چارپائی پر پاؤں پھیلا کر تشریف فرما ہوئے ، میں نے آپ کے دونوں پاؤں مبارک چومے اور آپ نے منع نہیں فرمایا ، پھر میں نے زیارت کرنا چاہا ، آپ دوسرے سے بات کرنے میں مشغول تھے ، مجھے روکا اور فارغ ہو کر ارشاد فرمایا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مولوی صاحب اس وقت ہم ایک مہم پر ہیں تم بھی آجانا ، میں نے کہا کہ کب ؟ "فرمایا کہ کل ، میں نے معلوم کیا ، کہاں ؟ فرمایا حرم میں (یعنی مدنی حرم مراد ہے) میں نے کہا کس وقت ؟ فرمایا جس وقت چاہو آجانا ، پھر میں نے حضرت شیخ الحدیث اور حضرت جی مدظلہما کے بارے میں معلوم کرنا چاہا ، لیکن خواب ختم ہو گیا ۔ (سوانح محمد عمر پالنپوری ص ۲۱۶)

تبلیغی کام کے لئے حضور ﷺ کی توجہات

خواب (۳) ۱۳۸۹ھ سرائے گاؤں جو جوالا پور کے قریب ہے، وہاں سویا تھا کہ خواب میں بڑا مجمع دیکھا جس میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں، میں جا کر ملا، مصافحہ ہوا، میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں بات کرنا چاہا کہ کیا نظام رہے لیکن میری بات سے پہلے آپ ﷺ نے بہت اہتمام سے یہ بات تبلیغ کے بارے میں کہنی شروع فرمائی کہ یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ کچھ نہیں ہو رہا ہے اور تبلیغ والے کچھ نہیں کر رہے ہیں، یہ کہا جا رہا ہے کہ خود یوں کہو کہ ہم سے کچھ نہیں ہو رہا ہے، تواضع والی بات اور ہے لیکن ناشکری کی حد تک نہ ہو، پانچ یا دس بار اسی کو فرماتے رہے، حتیٰ کہ مجھے حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کے بارے میں بات کرنے کا موقع نہ ملا اور آنکھ کھل گئی، میں زبان سے اور تحریر سے اس منظر کو ادا نہیں کر سکتا، جو آپ ﷺ کا تھا، اور بار بار فکر سے فرما رہے تھے کہ یہ ہو رہا ہے۔ (سوانح محمد عمر پالنپوری ص ۲۱۶)

ساری دنیا کی پریشانیوں کا حل اسی کام میں ہے

خواب (۴) پانولی کے اجتماع کے آخری دن فجر کی نماز کے بعد نیند آئی تو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ کے قریب میں ایک اور صاحب بھی کرسی پر تھے، ان سے پوچھا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ ہیں، پھر میں نے آپ سے بھی پوچھا کہ میں نے آپ کو صحیح نہیں پہچانا، فرمایا کہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں، میں نے کہا آپ ﷺ نہ فرماتے تو بھی آپ ہی کی حدیث کی وجہ سے مجھے پکا یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ شیطان آپ کی صورت میں نہیں آ سکتا، مصافحہ، معانقہ خوب اچھی طرح کیا، شروع میں دور سے تو حضرت شیخ کی شکل کے مشابہ شکل تھی، پھر دوسری شکل ہو گئی، وہی آخر تک رہی، فرمایا کہ کیا حضرت دہلی گئے ہیں، میں نے کہا ہاں، فرمایا حضرت شیخ کا سفر کل ہے؟ میں نے پہلے تو کہا ہاں، پھر کہا ابھی تو کئی دن ہیں، میں سوال سے پہلے سمجھا کہ بمبئی کا سفر کل ہے؟ بعد میں جواب ہی میں احساس ہوا کہ مدینہ منورہ کا سفر مراد ہے تو عرض کیا کہ

اس کو بھی کئی دن باقی ہیں، فرمایا بہت اچھا، پھر بہت سی باتیں فرمائیں اور خوب تبلیغ کے کام پر ہمت افزائی فرمائی، میں نے کہا کہ حضرت امت بہت پریشان ہے، فرمایا تبلیغ والے بھی تو مجاہدہ میں ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ اس دینی محنت سے خوش ہیں؟ فرمایا میں بہت خوش ہوں، عرض کیا کہ ہم تبلیغ والوں کے لئے کوئی خاص پیغام ہوتو ارشاد فرمائیں، فرمایا تبلیغ والے مجاہدوں میں ہیں، بس میں تو اہمیت کے ساتھ دو باتیں کہتا ہوں کہ محنت کرنے والے اغراض سے پاک ہوکر اللہ کی رضا کے لئے کریں، دوسرے یہ کہ استخلاص ہو، یعنی جو اس کام میں لگیں وہ اور جھمیلوں میں نہ پڑیں، اس کام پر پوری قوت لگادیں، پوری دنیا کے انسانوں کی پریشانیوں کا حل اس میں ہے۔ (سوانح محمد عمر پالنپوری ص ۲۱۶۔۲۱۷)

حکیم العصر ولی کامل محافظ ختم نبوت

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

عاشق رسول ﷺ

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ دین کے مبلغ وداعی، اور عظیم اسکالر ہونے کے ساتھ ایک سچے عاشق رسول ﷺ بھی تھے۔

نام مبارک سے بھی عشق

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضرت ﷺ سے جو عشق ومحبت تھی وہ ناقابل بیان ہے، چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کا نام نامی آتا تو محبت وخوشی سے حضرتؒ کا چہرہ کھل جاتا اور ایک دم چہرے پر بشاشت اور مسکراہٹ کی لہر دوڑ جاتی، آنکھوں سے عقیدت ومحبت کے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہو جاتا، چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب ایک عجیب وغریب منظر پیش کرتا، آنحضرت ﷺ کی محبت میں ڈوب کر آپ کا تذکرہ کیا کرتے تھے، بلکہ حضرتؒ اپنے ہر وعظ کے اول وآخر یا درمیان میں آنحضرت ﷺ کا ذکر جمیل ضرور فرماتے، چاہے اس وعظ کا تعلق کسی بھی موضوع سے ہوتا۔

(بینات شہید نمبر صفحہ ۴۶۹)

اسی عشق رسول ﷺ کی بدولت دور حاضر کے بڑے بڑے اکابرؒ کو آپ پر مکمل اعتماد تھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ قرآن وحدیث کے بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خدا رسیدہ صاحب نسبت ولی کامل بھی تھے، ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی خدمات جلیلہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

لذتِ ذکرِ مبارک

کئی بار اس بات کا تذکرہ جب حضرت سے کیا گیا تو حضرت معمول کے مطابق

مسکرا دیتے اور زبان حال سے حضرت عارفی کا وہ شعر پڑھ دیتے جو آپؒ اکثر اپنے وعظ میں پڑھا کرتے تھے۔

ذکر ان کا چھیڑ کر دیکھے کوئی اے عارفی
بے خودی کیا چیز ہے وارفتگی ہوتی ہے کیا

حضرتؒ کا ایک خاص انداز تھا کہ جب بھی آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک آتا تو نہایت محبت وعقیدت سے درود شریف پڑھتے اور ''ﷺ'' اتنے محبت بھرے اور خوبصورت انداز میں پڑھتے کہ سننے والا بھی اس کی چاشنی اور لذت سے لطف اندوز ہوتا۔

آقا دے عاشقاں نے جاناں وارسٹیاں

ایک بار حضرت اندرون سندھ سفر پر تشریف لے جا رہے تھے، سفر لمبا تھا، چونکہ حضرت اباجانؒ کیسٹ نہیں سنا کرتے تھے اس لئے ڈرائیور بھائی عبدالرحمٰن شہیدؒ نے حضرت سے پوچھ کر ایک نعت کی کیسٹ لگا دی جو طاہر جھنگوی کی آواز میں تھی۔ جب نعت خواں نے یہ شعر پڑھا۔

یوسفؑ نوں جے ویکھیا تے انگلیاں ہن کٹیاں
آقاؐ دے عاشقاں نے جاناں وارسٹیاں

توحضرتؒ نے بے اختیار اور والہانہ انداز میں نعرہ لگایا جو حضرتؒ کی عادت کے بالکل برخلاف تھا، شاید یہی عاشقانہ نعرہ مستانہ ہی اللہ تعالیٰ کو پسند آ گیا کہ آقائے دو عالم ﷺ کے پروانوں میں شامل کر کے آپ کی جان کا نذرانہ بھی قبول کر لیا گیا۔

(بینات شہید نمبر صفحہ ۴۷۰)

روضہ اقدس کا ادب اور خشیت

اس محبت وعشق اور آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے تعلق کے باوجود بارگاہ نبوت کے ادب وآداب اور خوف وخشیت کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مواجہہ شریف پر حاضری سے گھبراتے اور فرماتے کہ میں اس قابل کہاں کہ آنحضرت کے سامنے

پیش ہوسکوں، لہٰذا ہمیشہ اقدام عالیہ کی جانب سے ہی سلام عرض کرتے تھے۔ فالج کے حملے سے پہلے آپؒ ہمہ وقت اقدام عالیہ میں بیٹھے رہتے تھے۔

روضہ اقدس پر گریہ وزاری

پہلی مرتبہ جب ۱۹۹۳ء میں راقم حضرت کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوا اور حضرتؒ اقدام عالیہ کی جانب سے روضہ اقدس پر حاضری دیتے ہوئے دیکھا جو اس موقع پر حضرت کے رونے کا جو انداز تھا شاید یہ ناکارہ اسے ساری عمر نہ بھول سکے گا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت ابھی بے ہوش ہوکر گر جائیں گے جن لوگوں نے حضرت کے ساتھ روضہ مقدسہ علی صاحبہا الف سلام، پر حاضری دی ہوگی شاید وہ اس کیفیت سے واقف ہونگے۔

(بینات شہید نمبر صفحہ ۱۷۴)

اکابرین کی آپ سے محبت

آپ معاصر و اکابر کے محبوب و معتمد تھے، چنانچہ حضرت اقدس برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ نے آپؒ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی قدس سرہ نے بھی آپؒ کو اس دولت سے نوازا تھا۔ حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ''میرا اہم نام وہم کام ہے''۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مجاہد فی سبیل اللہ، بزرگ اور ممتاز راہنما نے آپ کے بارے میں فرمایا: ''میری زبان مولانا محمد یوسف صاحب ہیں جس نے مجھے سننا ہو وہ حضرت مولانا کی تقریر سنے''۔

حضرت اقدس ۱۹۷۴ء سے لے کر شہادت عظمیٰ کے مرتبہ پر فائز ہونے تک تقریر و تحریر سے مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت وسیادت فرماتے رہے۔ آپ کے دور میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے جو ترقی کی وہ آپ کی گرانقدر خدمات کے اظہار کا روشن باب ہے۔

درود شریف سے محبت

آپ ہمہ وقت کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور درود شریف پڑھتے رہتے، زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہ فرماتے، یعنی کوئی لمحہ ایسا نہ ہوتا کہ ذکر الٰہی آپ کی زبان پر نہ ہو۔ اور کثرت درود شریف کے مبارک عمل کو امت مسلمہ میں باقی رکھنے اور جاری رکھنے کے لئے آپ لکھتے ہیں:

''ایک مدت سے اس ناکارہ کی آرزو تھی کہ درود شریف پر ایک رسالہ تصنیف کروں اور آنحضرت ﷺ کی بارگاہ عالیہ تک رسائی کا ذریعہ بناؤں، لیکن اس خیال سے شرم آتی تھی کہ اس موضوع پر اکابرؒ کے بہترین رسائل موجود ہیں خصوصاً حافظ سخاویؒ کا رسالہ ''قول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع'' ﷺ اور ہمارے شیخ برکۃ العصر، قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کا رسالہ ''فضائل درود شریف'' اپنے موضوع پر عدیم النظیر ہیں''۔

ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ

آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم العصرؒ کی تمنا پوری فرما دی کہ آپ کو الشیخ العلامہ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کا درود شریف پر فارسی رسالہ ملا جس کو آپ نے ترجمہ و فوائد کے ساتھ مزین و مرتب فرما کر امت مرحومہ کیلئے بہت ہی بہترین اور مبارک وظیفہ کے طور پر تیار فرما کر لاکھوں بندگان خدا کو درود سلام پڑھنے کا موقع مہیا فرمایا اور امت پر احسان فرمایا، اس مبارک مجموعہ کا نام ''ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ'' ہے۔ اس رسالہ کے ابتدائیہ میں حضرت لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس مبارک رسالہ میں بکھرے ہوئے موتی، درود شریف، اکٹھے ایک مجموعہ میں کر دیئے۔ تاکہ ایک چھوٹا سائز تیار ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ احباب کی فرمائش پر میں نے ہر درود شریف کا ترجمہ الگ نمبر لگا کر شائع کیا ہے''۔

یہ چھوٹا سا درود شریف کا نفیس ترین مجموعہ تیار فرمایا مگر اس کے ساتھ ہی احباب کی

خواہش کا پاس کرتے ہوئے اسے مناجات مقبول کی طرح سات منزلوں پر تقسیم فرمایا چنانچہ حضرت نے لکھا:

''بعض احباب کی فرمائش تھی کہ حزب الاعظم اور مناجات مقبول کی طرح اس کی سات منزلیں بنادی جائیں''۔

یہ مبارک وظیفہ مناجات مقبول مع ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ تیار فرمایا، جو عام بازار سے مل رہا ہے اور اکثر احباب نے اس مبارک مجموعہ کو حرز جان بنا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مقبول فرمائیں اور اپنی رضا اور آنحضرت ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائیں۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کا داڑھی منڈانے والوں سے اعراض

مدینہ منورہ کے ایک بزرگ کے متعلق فرمایا کہ انہیں اکثر رحمت دو عالم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، انہوں نے ایک دفعہ سرور کائنات ﷺ سے عرض کیا کہ دنیاوی زندگی میں تو آپ ﷺ کا معمول تھا کہ کوئی داڑھی منڈا آتا تو آپ ﷺ اس سے اعراض فرمالیتے تھے، قبر کی زندگی میں آپ ﷺ کی عادت مبارکہ کیا ہے؟

تو رحمت للعالمین ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"اگر کوئی داڑھی منڈوانے یا کترانے والا آکر روضہ اطہر پر سلام عرض کرتا ہے تو میں اس کے سلام کا جواب نہیں دیتا"

یہ واقعہ آپؒ نے اس درد سے سنایا کہ کئی حضرات کو داڑھی رکھنے کی توفیق ہوئی۔

(بینات شہید نمبر صفحہ ۴۲۰)

حضور ﷺ کی اتباع میں رمضان کا اعتکاف

حضور ﷺ کی اتباع میں عرصہ دراز سے رمضان کے عشرہ آخیر میں اعتکاف کا معمول تھا، مگر گزشتہ کئی سالوں سے سینکڑوں کی تعداد میں مریدین و متعلقین حضرات کے ساتھ مسجد "فلاح" میں اعتکاف فرماتے تھے۔ بندہ نے ان گناہگار آنکھوں سے دیکھا کہ آپ ﷺ ضعف کے باوجود مسجد کی اجتماعی تراویح میں قرآن سننے کے بعد اپنے

صاحبزادے حافظ محمد یحییٰ سلمہ سے کھڑے ہوکر مزید تین پارے سنتے تھے اور آدھی رات کے بعد ایک اور قاری صاحب سے کئی پارے سنتے تھے۔ رمضان المبارک کے ابتدائی دنوں میں اپنے خلیفہ مجاز حضرت قاری محمد عبداللہ مرحوم سے تراویح میں ۶، ۶، پارے روزانہ سنتے تھے۔

ہمیشہ باوضو رہتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے، روزانہ تین سپارے پڑھتے، تہجد میں ذکر الٰہی اس قدر کرتے ایسا محسوس ہوتا کہ فرشتے بھی آپکو آواز کے ساتھ آواز ملا کر لا الہ الا اللہ اور اللہ، اللہ کہہ رہے ہوں گے، سننے والے کو بڑا مزا آتا، پھر دعا میں اس قدر روتے کہ دیکھنے والے کو آپکی حالت زار پر ترس آنے لگتا۔ سفر وحضر میں اپنے معمولات میں کمی نہ آنے دیتے مثلاً: اشراق، چاشت، اوابین، تہجد، صلوۃ تسبیح، مناجات مقبول اور درود شریف وغیرہ الغرض سنت کی پوری پابندی کرتے۔ دعا کے لئے جب بھی ہاتھ اٹھے اللہ تعالیٰ نے کبھی خالی واپس نہیں لوٹائے۔

چند دن قبل شہادت کی دعا فرمائی جو بہت جلد قبول ہوگئی۔ حضرتؒ نے تین دعائیں فرمائیں اور اللہ تعالیٰ نے تینوں کو قبولیت کا درجہ عطا فرمایا، ان دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی یا اللہ مجھے شہادت نصیب ہو، مگر کافر کے ہاتھ سے، مسلمان کے ہاتھ سے نہیں تاکہ اسکی آخرت برباد نہ ہو،

قادیانیوں کو دعوت اسلام

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے بعد اب امت کا فرض بنتا تھا کہ قادیانیوں کو دعوت اسلام دی جائے، ختم نبوت کی حقانیت اور مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل نظریات کو ان پر آشکارا کیا جائے، آپ نے اس عنوان پر امت میں سب سے پہلے کام کیا، متعدد مضامین ورسائل لکھ کر امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا، الفضل اور دیگر قادیانی جرائد سے قادیانیوں کے پتہ جات تلاش کرکے ہزاروں قادیانیوں کو ان کے گھروں کے پتوں پر ڈاک سے لٹریچر ارسال کیا گیا اور اس موضوع پر نہایت خوبصورت رسالہ ''قادیانیوں کو دعوت اسلام'' کے عنوان سے لکھ کر قادیانیوں کے گھر گھر بھیجا گیا۔

مبلغین اور کارکنان ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیوں کو دستی لٹریچر پہنچایا گیا، پورے ملک میں اللہ رب العزت کے فضل واحسان سے آپ کی یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی، اور یوں آپ کی کوشش سے امت مسلمہ نے ایک فرض وقرض کی ادائیگی کا شرف حاصل کیا۔

(بینات شہید نمبر صفحہ ۱۵۶)

شہر محبت اور معمولاتِ محبت

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تلاوتِ کلام شریف کے ساتھ کثرت سے درود شریف پڑھنے کا معمول تھا، کئی کئی ہزار درود شریف کا روزانہ ورد فرماتے۔ زیادہ وقت مسجد نبوی میں گزارتے اور آخری پندرہ بیس سال سے آپ کے معمولات میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مولانا سید یوسف بنوری، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی طرح یہ ہوگیا تھا کہ ماہِ مبارک کے پہلے پندرہ سترہ دن مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں گزارتے اور ایام حج میں حج کیلئے بھی تشریف لے جاتے۔

ان اسفار میں حضرت شہید کا معمول یہ تھا کہ کراچی سے کئے جانے والے عمرہ اور مدینہ منورہ سے کیا جانے والا عمرہ حضور ﷺ کی طرف سے فرماتے، اس کے بعد اکثر روزانہ ایک عمرہ ضرور فرماتے۔ رات کے تیسرے پہر اٹھ کر اپنے مکان پر تہجد ادا فرماتے، اس کے بعد ذکر فرماتے۔ مناجاتِ مقبول اور درود شریف کی کتاب ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ کی طباعت کے بعد اس کی منزل پڑھتے۔

مدینہ منورہ میں زیادہ وقت مسجد نبوی میں گزرتا اور درود شریف کا معمول کثرت سے ہوتا، آپ پر بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ میں ایک خاص خوف کی سی کیفیت طاری رہتی، خاص کر مدینہ منورہ میں آپ بہت زیادہ احترام کا معاملہ فرماتے اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ مسجد نبوی میں بہت کم کسی سے گفتگو فرماتے اگر ضروری بات کرنی ہوتی تو دھیمے لہجے میں بات کرتے۔ جو کتاب تصنیف فرما رہے ہوتے اس کے مسودات بھی ساتھ لے جاتے اور صبح آٹھ نو بجے سے ظہر تک تصنیف وتالیف کا کام فرماتے۔ (ماہنامہ بینات،

شہید نمبر: ص ۹۵-۷۹۴)

آپ نے پوچھا نہیں کہ میں کیوں رویا ہوں؟

ایک دن مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے باہر تشریف لائے تو ایک صاحب جو پاکستانی تھے اور وضع قطع سے تعلیم یافتہ اور اچھے خاصے متمول معلوم ہوتے تھے حضرت سے نہایت ادب اکرام سے ملے اور حضرت سے دعا کی درخواست کی، حضرت نے انہیں دیکھ کر رونا شروع کر دیا، ہم سب حاضرین بھی رونے لگے، حضرت نے تھوڑی دیر بعد ان سے فرمایا: بھائی! آپ نے پوچھا نہیں کہ میں کیوں رویا ہوں؟ اس پر ان صاحب نے عرض کیا: ارشاد فرمایئے آپ کیوں روئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بھائی! میں نے جب آپ کے چہرے کو دیکھا تو مجھے اس لئے رونا آیا کہ آپ اس چہرے اور شکل کو لے کر حضور ﷺ کے دربار میں گئے ہوں گے؟ اس سے حضور ﷺ کو کتنی تکلیف پہنچی ہوگی؟ یہ سننا تھا کہ وہ شخص دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور روتے روتے کہنے لگا کہ حضرت! آئندہ کبھی بھی ڈاڑھی نہیں منڈاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دعا کی اور چل دیے۔ (ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص: ۳۷۹)

چہرہ محبوب کی سنت سے سجا لیجئے

حکیم العصر، ولیٔ کامل، مرشد العلماء، گلستانِ نبوی ﷺ کے درخشندہ آفتاب ومہتاب، چھوٹی بڑی ۱۰۰ سے زائد کتب کے مؤلف، ناموسِ رسالت کے محافظ، حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عشقِ رسول ﷺ کی انتہاء یہ تھی کہ محبوب ﷺ کی ادا کے خلاف کوئی بات برداشت نہ ہوتی تھی فوراً چہرے پر غصے کے آثار نظر آتے مگر شفیق اتنے کہ منہ پر شفقت کا ہاتھ پھیر کر محبوب ﷺ کی سنت کو سجانے کا کہتے، جو وعدہ کر لیتا اس کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور اسے اپنا گرویدہ بنا لیتے، اس طرح آپ کی شفقت نے کئی انسانوں کو سنتِ نبوی سے مزین کر دیا۔ (ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص: ۴۳۱)

آپ کی کرامت

چہرے پر حضرت والا کا دست مبارک پھر جاتا یا ہلکی سی چپت لگ جاتی وہ ضرور ڈاڑھی رکھ لیتا۔ حضرت والا کے دست مبارک کی برکت سے سینکڑوں لوگوں نے ڈاڑھیاں رکھ کر اپنی شکل کو شریعت کے مطابق بنالیا تھا۔ قمیص کے کالر پر اکثر تنبیہ کرتے اور فرماتے کہ اپنی شکل وصورت اور لباس تو کم از کم سنت نبوی ﷺ کے مطابق بنالو، پتلون اور شرٹ کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔

جہاد میں شرکت اور شہادت

مولانا رحمۃ اللہ علیہ شہادت سے ایک ہفتہ قبل جہاد کی برکات کا نظارہ کرنے کے لئے افغانستان تشریف لے گئے تھے۔ ایک محاذ پر آپ نے کلاشنکوف چلانے کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: ہم لوگ اب تک تو قلم کا جہاد کرتے رہے ہیں آج اصل جہاد میں بھی شریک ہو گئے ہیں۔ حضرت جب وطن واپس لوٹے تو ایک انٹرویو کے دوران شہادت کی دعا مانگی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور چند روز کے بعد آپ شہادت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو گئے۔ (ماہنامہ بینات، شہید نمبر ص: ۸۲۷ بحوالہ ماہنامہ لولاک)

غازۂ حسن یا رنگِ عشق

جب آپ کو شہید کیا گیا تو آپ کا خون قدرتی طور پر ڈاڑھی پر اس طرح سے لگ گیا جیسے دانستہ حنا بندی کی جاتی ہے اور ڈاڑھی کو حسن دیا جاتا ہے۔ جس سے چہرے کا حسن اور بڑھ گیا، نورانیت بڑھ گئی، مولانا عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں: اسے قدرتِ الٰہی کا کرشمہ کہئے یا حضرت کی محبوبیت کا راز! کہ حنا بندی میں تکوینی طور پر اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ غازہ حسن ملتے ہوئے صرف آپ کی ڈاڑھی مبارک کو خونی سے رنگین کیا گیا لیکن آپ کے رخ زیبا پر خون کا ایک قطرہ تک نہیں آنے دیا گیا کہ کہیں حُسنِ محبوبیت میں فرق نہ آجائے۔ (عاشقانِ رسول ص: ۲۵۰)

اتباع سنت میں عمامہ کا اہتمام

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے اپنی زندگی کے اکثر حصہ میں عمامہ پہنا ہے، چند سالوں سے جب سے حضرت والا پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ عمامہ کا بوجھ نہ سہار سکنے کی وجہ سے یہ معمول ترک ہوگیا تھا اور فرماتے تھے: ''کہ کمزوری کی وجہ سے عمامہ پہننا برداشت نہیں ہوتا ورنہ جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ عمامہ پہنوں۔ یہ حضرت والا کے سنت نبوی ﷺ سے عشق کا ثمرہ تھا کہ حضرت کی مسجد میں بوڑھوں کے علاوہ اکثر نوجوان خواہ دینی طالب علم ہوں یا اسکول و کالج کے، سب نماز کے وقت عمامہ پہن کر مسجد میں آیا کرتے تھے، یہ کیفیت عشرہ اعتکاف میں خصوصیت سے دوچند نظر آتی تھی۔ (ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص:۳۵۵)

۱۵ سال تک لوکی کا استعمال

حضرت والا کے سنت نبوی ﷺ سے عشق کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت والا نے تقریباً ۱۵ سال تک باقاعدگی کے ساتھ لوکی کا سالن استعمال کیا، لوکی کے سالن کے علاوہ کچھ استعمال نہیں فرماتے تھے، یہ کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس لئے کہ لوکی حضور ﷺ کی پسندیدہ سبزی تھی۔ اس سنت پر عمل کرنے کے لئے ایک عرصہ تک لوکی استعمال کیا، لیکن بعد میں ڈاکٹروں کے مشورہ پر اس کا استعمال ترک کر دیا، کیونکہ ڈاکٹروں نے کہا مسلسل لوکی استعمال کرنے کی وجہ سے جسم کی تاثیر حد سے زیادہ ٹھنڈی ہوگئی ہے، لہٰذا اب مزید استعمال نہ کریں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت والا کے اندر کتنی استقامت اور سنت نبوی ﷺ سے عشق و محبت تھی۔ (ماہنامہ بینات، شہید نمبر، ص:۳۵۵)

نماز سے عشق

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی ذات وہ جامع صفات ہستی تھی کہ جس میں علم و عمل، عشق رسول زہد و تقویٰ، مکارم اخلاق، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، حسن صورت اور حسن سیرت کی تمام جھلکیاں نمایاں نظر آتی تھیں۔ فرائض کی ادائیگی میں اس قدر پابندی کہ

نماز کو تکبیر اولیٰ کے بغیر ادا کرنے کو معیوب سمجھتے تھے، اور اکثر یہی تلقین فرماتے تھے کہ تکبیر اولیٰ اور پہلی صف کی پابندی ضرور کرنی چاہئے۔ اپنے متعلقین کو بیعت کرنے سے قبل یہی تلقین ہوتی تھی کہ پہلے چالیس دن تکبیر اولیٰ سے نماز ادا کر کے آؤ پھر بیعت کروں گا۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خود بھی یہی عادت شریفہ تھی کہ اذان کے فوراً بعد مسجد میں مصلے پر تشریف فرما ہوتے اور نماز کیلئے اقامت ہونے تک قرآن مجید کی تلاوت فرماتے رہتے۔ گویا حضرت والا تکبیر اولیٰ کے انتظار میں خود جلدی مسجد میں تشریف لے آتے تھے، اسی طرح اس کوتاہ فہم راقم نے بارہا دیکھا کہ اگر حضرت اقدس سفر میں ہوتے تو جہاں نماز کا وقت ہو جاتا وہیں گاڑی رکوا کر نماز باجماعت ادا فرماتے تھے اور نماز کے بعد فرماتے: الحمدللہ نماز باجماعت نصیب ہوگئی، پھر فرماتے کہ فرض تو ادا کرنا ہی تھا لیکن اللہ کی توفیق سے احسن طریقہ سے ادا ہو گیا ہے۔ الحمدللہ!

تعلق بالرسول اور حضرت لدھیانوی کا مقام

گلگت کے سفر کا واقعہ ہے بعد ازاں جامع مسجد سرکالونی کونو داس میں بعد نماز مغرب حضرت نے بیان فرمایا۔

حضرت کا یہ بیان نہایت جلال آمیز و پر رعب تھا۔ مقام صحابہؓ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ہمارے شاہ جی امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے اعلان فرمایا تھا کہ ''اگر کسی کو ابوبکرؓ اور عمرؓ پر شک گزرتا ہے کہ وہ رسول ﷺ کے ہیں یا نہیں؟ وہ میرے ساتھ روضہ اقدس ﷺ پر چلے، کرایہ اور سفر خرچ میرا، روضہ اقدس پر جا کر رسول ﷺ سے پوچھیں گے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ تیرے ہیں یا نہیں؟ جواب آئے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ میرے ہیں تو تمہیں ماننا پڑے گا، آئندہ کا اعتراض ختم۔

حضرت نے بھی اپنے بیان میں جلال سے فرمایا کہ میں آج گلگت کی سرزمین پر اعلان کرتا ہوں کہ اگر کسی کو شک ہے کہ صدیقؓ وفاروقؓ رسول ﷺ کے ہیں یا نہیں؟ کرایہ

اور سفر خرچ میرا، میرے ساتھ روضہ اقدس ﷺ پر چلیں، میں اپنی ولایت نہیں جتاتا، مجھے اپنے رسول ﷺ پر ناز ہے۔ میں رسول ﷺ سے عرض کروں گا کہ صدیقؓ وفاروقؓ آپ کے ہیں یا نہیں؟ جواب اثبات میں نہ آئے تو مجھے جھوٹا کہنا ورنہ تمہیں صدیقؓ و فاروقؓ کو ماننا پڑے گا۔ لوگو! صحابہ کرامؓ پر زبان درازی سے باز رہو۔ (بینات شہید نمبر صفحہ ۳۵۳)

سفر شہادت

مولانا یحییٰ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ معمول کے مطابق دعائے سحر گاہی اور فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد کچھ دیر آرام فرما کر گھر سے رخصت ہونے سے پہلے گویا اپنے آقا سے اجازت کی طلب کے لئے دوگانہ ادا کر کے دعا میں مشغول ہوئے تو کوئی بھی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ چند لمحوں بعد اس شخصیت نے شہادت کا منصب پا کر آخرت کو سدھار جانا ہے۔ ۱۰ بجے آپ گھر سے نیچے اترے تو آپ کا وفادار رفیق و جاں نثار محافظ، اور ڈرائیور عبدالرحمٰن موجود تھا، اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا، کسے معلوم تھا کہ آج دروازہ کھولنے والا آخری بار دروازہ کھولنے کا فریضہ انجام دے رہا ہے، اور گاڑی میں بیٹھنے والا بھی اس زندگی کی آخری سواری پر سوار ہو رہا ہے، چونکہ اس دن امتحان کی وجہ سے میری چھٹی تھی، اس لئے خادم خاص برادرم محمد اجمل کے بجائے میں دوسری طرف کا دروازہ کھول کر حضرت کے پہلو میں پچھلی نشست پر بیٹھ گیا، حضرتؒ کا معمول تھا کہ آپ نصیر آباد بس اسٹاپ پر پھل فروشوں کے پاس گاڑی رکواتے اور آپ کا مخلص مرید محمد نعیم پھل لئے تیار کھڑا ہوتا آپ قبول فرماتے اور گاڑی چل پڑتی، اسی معمول کے مطابق گاڑی رکوائی اور فرمایا: آج پھل واپسی میں لیں گے، میں نے کہا بھی کہ کیا آج دوپہر کو نوش نہیں فرمائیں گے؟ فرمایا آج طبیعت نہیں ہے۔ نعیم نے کہا میں گھر پہنچا دوں گا، آپ واپسی میں زحمت نہ فرمائیں، محمد نعیم واپس ہوا، میں نے گاڑی کا شیشہ اوپر کیا ہی تھا کہ ایک دھماکہ ہوا، میں نے پلٹ کر دیکھا تو بھائی عبدالرحمٰن ایک طرف لڑھک رہا تھا، میں نے محسوس کر لیا کہ حضرت پر قاتلانہ حملہ ہو گیا ہے اور آپ کا وفادار ساتھی جو ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میری زندگی میں

حضرت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا، پہلے میں حضرت پر اپنی جان نچھاور کروں گا، پھر میری لاش سے گزر کر ہی حضرت کی طرف کسی ظالم کے ہاتھ بڑھیں گے، واقعی اس نے اپنی زبان کی لاج رکھ لی۔

حیات جاودانی اور جنت کے مزے

میں حضرت کو بچانے کے لئے آپؒ کے سینہ سے چمٹ گیا تا کہ آپؒ پر چلنے والی گولی مجھے چھلنی کر دے۔ لیکن حضرت محفوظ رہیں۔ مگر تربیت یافتہ ظالم درندوں نے حضرت کی گردن اور پہلو کی طرف سے حملہ کیا اور دو گولیاں مجھ پر چلائیں۔ ایک گولی میری پیٹھ سے ہوتی ہوئی سینہ سے نکل کر حضرت رحمہ اللہ کے جسم میں پیوست ہوگئی، میں اب تک یہی گمان کرتا رہا کہ حضرت محفوظ ہیں اور حضرت کے جسم پر موجود خون میرا خون ہے مگر جب مجھے لا الہ الا اللہ کا ورد کرتی ہوئی حضرت کی زبان ساکت محسوس ہوئی تو میں نے حضرت کے کندھے کو ہلاتے ہوئے کہا حضرت اٹھ جایئے، ظالم جا چکے ہیں۔ لیکن خون شہادت سے سرخ رو حضرت کا مسکراتا ہوا چہرہ گویا کہتا نظر آیا۔ بیٹے! میں تو حیات جاودانی پا گیا اور جنت کے مزے لوٹ رہا ہوں۔ اگر چہ مجھے یقین سا ہو گیا کہ حضرت دنیا کی سرحد عبور کر چکے ہیں مگر پھر بھی میں مایوس نہیں ہوا بلکہ گاڑی سے باہر نکلا کہ لوگوں کو متوجہ کر کے حضرت کو ہسپتال لے جاؤں، ہوسکتا ہے کہ حضرت بے ہوش ہوں مگر وہاں ہر طرف افراتفری تھی، اتنے میں محلّہ کے ایک ساتھی نے ڈرائیور کو ایک طرف کیا اور گاڑی لیکر ہسپتال کی طرف دوڑا، حضرت رحمہ اللہ کو بھی عباسی شہید لے جایا گیا لیکن وہ تو اسی وقت رخصت ہو چکے تھے۔

جنت کے خریدار کا لا الٰہ الا اللہ پر حسن خاتمہ

اگر چہ ان کا مسکراتا ہوا چہرہ اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ محو استراحت ہیں اور ابھی انگڑائی لیتے ہوئے اٹھیں گے، اس لئے کہ عام طور پر میں نے یہی سنا تھا کہ گولی لگنے سے شدید تکلیف ہوتی ہے کئی منٹ تک لوگ تڑپتے ہیں، دہشت کی وجہ سے چہرہ بگڑ جاتا ہے، لیکن یہ سب کچھ تو میرے حضرت کے ساتھ نہیں ہوا، اور ہوتا بھی کیوں؟ اس لئے کہ آپؒ تو

جنت کے سوداگر اور خریدار تھے،

فرشتوں نے بہت پیار سے روح قبض کی

چنانچہ آپؒ گھر سے نکلے تو لا الہ الا اللہ کی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ڈرائیور عبدالرحمٰن شہید ہوا تو آپ کے لب مبارک کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے دہرائے، آپ کو چار گولیاں لگیں تب بھی آپ کے ورد میں کوئی فرق نہیں آیا، نہ آہ نکلی، نہ ہی چیخ اور نہ ہی آپ کے پرسکوں چہرہ میں تغیر یا ردوبدل ہوا، حدیث شریف کے مطابق آپ کی روح فرشتوں نے بہت ہی پیار اور عقیدت سے نکالی اور آپ کو گولیوں کی تکلیف کے احساس سے عاری کردیا۔

حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ کے بارے میں سنا تھا کہ ٹانگ کا آپریشن کراتے وقت آپ نے بے ہوشی کا انجکشن لگوانے سے انکار کر دیا اور جب ڈاکٹروں نے نشتر لگانے شروع کئے تو آپ نے ذکر اللہ شروع کر دیا جس کے جذب و سرور کی وجہ سے آپ کو نشتر کے کاٹنے کا احساس تک نہ رہا، حضرت مفتی صاحب کے متعلق تو صرف سنا ہی تھا مگر اپنے حضرت کی حالت کا خود مشاہدہ کیا کہ مسلسل گولیاں لگ رہی ہیں لیکن زبان سے کلمہ طیبہ کا ورد جاری ہے اور تکلیف کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔

حضرت ابا جانؒ کی شہادت پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں پر بجلی بن کر گری اور ہر طرف سوگ چھا گیا، کراچی کی مارکیٹیں اور کاروباری دنیا دیکھتے ہی دیکھتے سونی ہوگئی، ہر شخص اشکبار تھا، منٹوں میں لوگ جامع مسجد الفلاح نصیر آباد اپنے مرشد کی میت کی زیارت کے لئے پہنچ گئے، ہر طرف سے سسکیوں اور آہوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، ملک کے اطراف سے علماء کرام اور مشائخ عظام پہنچنا شروع ہو گئے اور شام تک لاکھوں افراد جنازہ کیلئے جمع ہو چکے تھے۔ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے گلشن علم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں نماز جنازہ ادا کی گئی، اخباری اطلاع کے مطابق سات لاکھ سے زیادہ مجمع تھا، بنوری ٹاؤن سے سینٹرل جیل تک تقریباً دو کلومیٹر کے علاقہ میں لوگ ہی لوگ نظر آرہے تھے، جنگ کے فوٹو گرافر کی عکاسی کے مطابق ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک

طویل وعریض علاقہ میں انسان ہی انسان ہیں، ایشیا کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ آج تک نہیں ہوا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا تھا ہماری عنداللہ مقبولیت کا اندازہ ہمارے جنازوں سے ہوتا ہے، واقعی حضرت کا جنازہ مقبولیت عنداللہ کا عظیم مظہر تھا جہاں لاکھوں مسلمانوں کے ساتھ لاکھوں فرشتے بھی آپ کی مغفرت کی دعا کرتے ہوئے آپ کو خراج عقیدت پیش کررہے تھے۔

اللہ کے دربار میں سرخ رو

نماز جنازہ کے بعد آپ کے جسد خاکی کو جامع مسجد خاتم النبیین ﷺ کے پہلو میں سپرد خاک کردیا گیا، آپ کا مسکراتا، لہو سے رنگین ڈاڑھی دیکھ کر ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کی زبان سے بے ساختہ نکلا: ''آپ خدا تعالیٰ کے دربار میں سرخ رو ہوکر جارہے ہیں''۔

(بینات شہید نمبر صفحہ ۸۰۹ تا ۸۰۵)

عاشق رسول و عاشق حرمین بے مثل اسلامی اسکالر و مبلغ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

عاشق حرمین، بے مثل اسلامی اسکالر و مبلّغ

دنیائے اسلام کے مشہور عالم دین، مفکر، مصنف، محقق، آپ 1914ء میں پیدا ہوئے، آپ مولانا حکیم سید عبدالحی کے فرزند ہیں جو نزہۃ الخواطر کے مصنف ہیں جو برعظیم پاک و ہند کے علما اور مشاہیر اسلام کا ایک ہزار سالہ تذکرہ ہے۔ آپ نے دارالعلوم ندوہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہیں تفسیر و ادب عربی کے استاد کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھال لی۔ لکھنو ہی میں مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام قائم کی۔ ان کو از راہِ محبت علی میاں کہا جاتا تھا۔ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کی شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ کی عربی اردو میں بہت سی تصانیف بھی ہیں۔

ذاتِ رسالت سے نسبت

حضرت مولانا جس خاندان میں پیدا ہوئے اسے ذات رسالت پناہ ﷺ کی نسبت خاندانی ہی بس تھی، تنہا اسی نسبت کے اثرات بھی اکثر و بیشتر شرافت و نجابت اور کریمانہ اخلاق کا سبب ہوتے ہیں لیکن جس خاندان سے مولانا کا نسبی تعلق ہے وہ محمد ذوالنفس الذکیہ کے توسط سے نواسہ رسول ﷺ حضرت حسنؓ سے ملتا ہے۔

مولانا کا نسبی تعلق سادات کے ایسے خانوادہ سے تھا کہ عقیدہ ایمان میں پختگی، صلاح و استقامت، دعوت و تبلیغ سے اشتغال اور جہاد فی سبیل اللہ کا شوق اور تمنا جس کا ہر دور میں طرہ امتیاز رہا ہے، اس خاندانی امتیاز کے ساتھ علامہ عرب کی تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا کہ اس نوخیز طالب علم کا قلب و دماغ توفیق الٰہی سے عقیدہ توحید، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور ان کی اطاعت کے جذبہ اور شرک و بدعت سے نفرت اور دعوت

الی اللہ کی لگن، اعلاء کلمۃ الحق کے شوق سے معمور ہو گیا۔

نجات کا وسیلہ اور ذریعہ

خود آپ کو اپنی بعض تحریروں پر اتنا ناز تھا کہ انہیں اپنے لئے ذریعہ نجات اور وسیلہ مغفرت سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک گفتگو میں آپ نے فرمایا کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں وصیت کر کے جاتا کہ ماذا اخسر العالم بانحطاط المسلمین کا باب محمد ﷺ روح العالم العربی کفن کے ساتھ میری قبر میں رکھ دیا جائے کیونکہ میں اپنے لئے اس تحریر کو نجات اور مغفرت کا وسیلہ سمجھتا ہوں اور واقعی یہ باب اور اس کا عنوان ہے ہی ایسا شاندار جس کے ہر ہر لفظ سے حرارت ایمانی کے شرارے اُٹھتے ہیں اور جمعیت اسلامی کی کرنیں پھوٹتی نظر آتی ہیں اس میں مولانا نے اپنے زور قلم کی ساری تابانیاں اس نکتہ کو دل میں جاگزیں کرنے پر صرف کردی ہیں کہ مسلمان کیلئے زمان و مکان کوئی چیز نہیں، اس کی اصل قوت تو اسلام اور قرآن ہے، اگر یہ قوت عربوں کو نہ ملی ہوتی تو آج ان کا نام ونشان علم وحکمت کی دنیا سے مٹ چکا ہوتا۔

حضرت لاہوریؒ کی آپ سے محبت

حضرت لاہوریؒ نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا اور آپ کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت کا معاملہ فرمایا۔ مثلاً: ایک مکتوب میں لکھا:

میرے دل میں جو آپ کی عزت ہے۔ اسے ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اسی محبت اور عزت کا نتیجہ ہے کہ میں نے حج کی رات مسجد خیف میں آپ کے درجات کی ترقی کے لئے بارگاہ الٰہی سے استدعا کی اور الحمد اللہ اس نے بارگاہ الٰہی میں قبولیت پائی۔

عقائدِ باطلہ اور قادیانیت کے خلاف

آپ نے اپنی زبان وقلم سے پوری جرات اور حوصلہ کے ساتھ مسلک اور عقیدہ کی وضاحت فرمائی۔ قادیانیت کے خلاف آپ کی تحریریں انتہائی موثر اور مقبول ثابت

ہوئیں۔شیعت کے مسموم اثرات سے پردہ اٹھانے میں اپنے قلم کا استعمال فرمایا۔

نبی رحمت

سیرت مبارکہ پروہ کتاب جس کا حسن بیان، حسن ترتیب اور حسن انتخاب میں مضمر ہے، اس کتاب میں حضور ﷺ کی مبارک سیرت اور پاک زندگی کے درخشاں نقوش ثبت ہیں۔ جو زندہ حقیقتیں اور جانی ہوئی سچائیاں ہیں۔اسے اپنی حقیقی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔حضور ﷺ کی سیرت لکھتے وقت کوئی بھی عاشق رسول ﷺ اپنے امنڈتے ہوئے جذبات کو ایک طرف نہیں رکھ سکتا ہے۔ان لاہوتی طبقات تک پرواز جو صرف عشق کے پروبال پر ہوسکتی ہے پیکر نبوی کے جمال جہاں آراء کا ذکر، بے پناہ جذبہ رحمت کا ذکر، اللہ اور اس کے فرشتوں کے حضور پر درود بھیجنے کا ذکر، شفیع وشافعِ روز جزا ہونے کا ذکر، شب معراج کا ذکر، نعت کا تعلق، گو نظم سے ہے مگر نثر میں بھی نعت ہوسکتی ہے۔حضرت خدیجہؓ کا آپ ﷺ کو تسکین دینا۔ام معبد کا سراپائے رسول کا بیان یہ سب نعت ہے۔نعت اور سیرت میں فرق ہے۔سیرت، حضور ﷺ کی مقدس زندگی کا مکمل بیان ہے۔نعت، اس زندگی کا روحانی جزو ہے۔

وصیت میں اتباع سنت کی تاکید

اپنی وصیت میں دیگر ضروری ہدایات کے ساتھ خصوصی طور پر اتباع سنت کی تاکید کی اور فرمایا: ''سید المرسلین اور خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی، ذریعۂ ہدایت، وسیلہ شفاعت اور سب سے زیادہ محبت واتباع و پیروی کا مستحق سمجھا جائے اور زیادہ سے زیادہ آپ کی سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے اور دینی و دنیوی زندگی میں آپ ﷺ کی ہدایات آپ ﷺ کے معمول اور دستور پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔آپ ﷺ کی سیرت پاک کے مطالعہ کا اہتمام کیا جائے اور آپ ﷺ کی احادیث کے مجموعوں اور سیرت کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے''۔

علم وہدایت کا آفتاب غروب ہوگیا

بیسویں صدی اور دوسرے ہزاریے کے غروب آفتاب سے چند گھنٹے قبل بیسویں صدی کا ایک آفتاب علم وہدایت غروب ہوگیا، مولانا ابوالحسن علی ندوی بے شک اس صدی کے نصف ثانی کو منور کرنے والے ایک آفتاب علم وہدایت تھے جن کے پرتو سے پورا عالم اسلام اور مشرق ومغرب جگمگا رہا تھا، آپ کی وفات سے عالم اسلام میں ایک اندھیرا چھا گیا، آپ گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر لکھنے والے ایک مصنف ومحقق تھے نہ ہی مدرسے کی چار دیواری کے اندر محصور درس وتدریس میں مشغول رہنے والے ایک عالم بلکہ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ساتھ ایک انتہائی متحرک وفعال انسان تھے، اسلام کی سربلندی کی خاطر یہی نہیں کہ ہندوستان کا کونہ کونہ ان کی جولانگاہ تھا بلکہ چالیس پچاس برس تک بار بار عرب ممالک میں ان کی دعوت پر اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ اور اس کی ذیلی کمیٹیوں کے اجلاسوں میں جاتے اور عربوں کو خطاب کرتے۔

جزیرۃ العرب سے والہانہ محبت

جزیرۃ العرب سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی آپ عرب کے بادشاہوں سے مخاطب ہوتے جہاں کہیں جزیرۃ العرب میں آپ کو کوئی ناقابل برداشت حرکت نظر آتی آپ کا قلم رواں ہوجاتا اور اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے متعلقہ بادشاہ کو خط لکھتے یا بالمشافہ جاملتے، آپ کی کتاب ''حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب'' اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ شاہان عرب کو بھی آپ سے بڑی عقیدت تھی انہوں نے اسلامی خدمات پر آپ کو کئی مرتبہ ایوارڈ دیے ایک مرتبہ حکومتِ دبئی نے آپ کی خدمت میں ''عالمی دینی شخصیت'' کا ایوارڈ دیا تھا جس میں ایک کروڑ روپے نقد تھے آپ نے ساری رقم دینی اداروں میں تقسیم کردی۔

عاشق اپنی عشق کی کہانی سنتا رہا

بدر کا تاریخی میدان ہے، حجاج و معتمرین کے قافلے جوق در جوق اس میدان کی زیارت کے لئے آ رہے ہیں، اسی دوران اذان ہوتی ہے اور قریب کی ایک بڑی مسجد میں لوگ نماز کیلئے پہنچ جاتے ہیں، جماعت کے معاً بعد امام مسجد سیرت نبی کی ایک اہم کتاب کا درس معمول کے مطابق دیتے ہوئے اس کے مندرجات آج بھی سنا رہے ہیں اپنے مفہوم کی ادائیگی کیلئے جامع الفاظ کے انتخاب اور رسول کائنات ﷺ سے مصنف کے والہانہ عشق کا لفظ لفظ سے اظہار ہو رہا ہے اور کتاب پڑھنے والے کے علاوہ خود مجمع پر بھی اس کا غیر معمولی تاثر ہے لیکن نہ پڑھنے والے کو پتہ ہے اور نہ سامعین کو اس بات کا علم کہ سیرت کی اس کتاب ''السیرۃ النبویۃ'' کا مصنف ان مسافر نمازیوں کے مجمع میں سر جھکائے بیٹھے۔ ''رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی'' کا مسلسل ورد کر رہا ہے۔

حضور ﷺ سے والہانہ عشق کا اثر

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک آفاقی شہرت عطا کی تھی بیسویوں علمی وادبی جماعتوں اور حلقوں کے منتظم اور سرپرست وغیرہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عربی ﷺ سے بے پناہ اور والہانہ عشق و محبت انہیں عطا فرمائی تھی ایک واقعہ ان کا نمونہ کے طور پر عرض کر دیتا ہوں۔ بالخصوص اس ضمن میں جہاں ہم سے کوتاہی اکثر ہوتی ہے اصلاح کے لئے اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

نام مبارک سن کر اعتقاد و محبت کا تاثر ظاہر ہونے لگتا ہے

انہیں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے والہانہ محبت و تعلق تھا۔ تقریر سے پہلے جب خطبہ مسنونہ پڑھتے اور آپ ﷺ کا نامِ نامی آتا اور آپ کی رسالت کی شہادت کا کلمہ زبان سے نکلتا تو آواز میں رقت اور ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی اور چہرہ پر بھی اعتقاد و محبت کا

تاثر ظاہر ہونے لگتا تھا جسے سامعین وناظرین محسوس کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ سے ان کی محبت وعقیدت کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں ایک بار میں رائے بریلی حاضر ہوا اور کئی دن حضرت ندوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہا اس وقت اتفاق سے کوئی کاتب حضرت کے پاس نہ تھا حضرت کو کوئی مضمون املا کرنا تھا مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی۔

مضمون لکھواتے ہوئے آپ نے کسی جملہ میں محمد رسول اللہ ﷺ لکھوایا پھر فرمایا صرف لفظ رسول اللہ لکھ دو (جملہ کے اعتبار سے وہ موزوں لگ رہا ہے) میں نے غلطی سے محمد پر (کراس) کا نشان بنایا۔ مولانا نے میری یہ غلطی دیکھ لی یا محسوس کرلی اوران پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور کئی بار کسی قدر تلخ لہجہ میں فرمایا مولوی زکریا! تمہیں ہمت کیسے ہوئی کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کا نام کاٹ دیا پھر یاد دلایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو (حدیبیہ کے صلح نامہ سے) آپ ﷺ کا نام کاٹنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ آپ نے کیسے ہمت کرلی اور ساتھ نصیحت کے طور پر فرمایا کہ احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے موقع پر آپ کے اسم گرامی کو دائرہ میں کردیا جاتا ہے۔

(سیرت النبی ﷺ اور غایان محمد ﷺ خصوصی نمبر ماہنامہ الرشید، صفحہ 152، مضمون مولانا زکریا سنبھلی)

میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد

ایک ایسی تحریر جس کا حرف حرف عشق والفت، احسان مندی اور جذباتِ وفا سے لبریز ہے۔ مدینہ کا مسافر اگر ایسا ہی قلب وجگر لے کر وہاں جائے تو یقیناً وہاں کی تربت کا ذرہ ذرہ ،ہوا کا ہر جھونکا، پانی کا ہر قطرہ، پہاڑ کا ہر کنکر، الفت وشیفتگی، محبت وقربت کا مظہر دکھائی دے گا اور قلب وجگر ایک ہی صدا کی بازگشت سنے گا۔

درود شریف زبان پر جاری ہے دل وفورِ شوق سے اُمنڈ رہا ہے بھینی بھینی ہوا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی، جس قدر طیبہ قریب ہوتا جارہا ہے ہوا کی خنکی، پانی کی شیرینی اور ٹھنڈک، لیکن دل کی گرمی بڑھتی جارہی ہے سنیے کوئی کہہ رہا ہے

باد صبا جو آج بہت مشک بار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زلف یار ہے

محبوب کے دربار کا عاشقانہ ذکر

وہ دیکھئے جبل احد نظر آرہا ہے ذلک جبل یحبنا و نحبہ وہ سوادِ مدینہ کے درخت نظر آرہے ہیں۔ وہ گنبد خضریٰ نظر آیا دل کو سنبھالیے اور قدم اٹھائیے یہ لیجئے مدینہ میں داخل ہوئے مسجد نبوی کی دیوار کے نیچے نیچے بابِ مجیدی سے گرتے ہوئے باب جبریل پر جا کے رکے حاضری کے شکرانہ میں کچھ صدقہ کیا اور اندر داخل ہوئے۔ پہلے محرابِ نبوی میں جا کر دوگانہ ادا کیا، گنہ گار آنکھوں کو جگر کے پانی سے غسل صحت دیا وضو کرایا پھر بارگاہِ نبوی پر حاضر ہوئے۔ خوب درود وسلام پڑھا اور آپ کے دونوں رفیقوں اور وزیروں کو محبت کا خراج اور عقیدت کا نذرانہ سلام و دعا کی شکل میں پیش کیا۔ اب آپ ہیں اور مسجد نبوی، دل کا کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے، درود شریف پڑھنے کا اس سے بہتر زمانہ اور اس سے بہتر مقام کون سا ہوسکتا ہے؟ اب بھی شہود و حضور نہ ہو تو پھر کب ہوگا؟

جنت کی کیاری، روضة من ریاض الجنة میں نمازیں پڑھیے، گر دیکھئے کسی کو تکلیف نہ دیجئے۔ اور یہاں آواز بلند نہ ہو (ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون) یہاں دنیا کی باتیں نہ ہوں، دن میں جتنی مرتبہ جی چاہے حاضری دیجئے اور سلام عرض کیجئے آپ کے نصیب کھل گئے، اب کمی کیوں کیجئے مگر ہر بار عظمت وادب اور اشتیاق ومحبت کے ساتھ، دل کی ایک حالت نہیں رہتی وہ بھی سوتا اور جاگتا ہے جاگے تو سمجھئے نصیب جاگے۔

کبھی دبے پاؤں لوگوں کی نظر بچا کر تنہائی میں حاضر ہونے کا جی چاہے گا اس باب میں دل کی فرمائشیں پوری کیجئے کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ کبھی صرف آنسوؤں سے زبان کا کام لیجئے کبھی ذوق وشوق کی زبان میں عرض کیجئے، مگر اتنا خیال رکھیے کہ توحید کی حدود سے قدم باہر نہ جائے۔

اب ہم مدینہ منورہ میں مقیم ہیں جہاں کی خاکروبی کو اولیاء سلاطین سعادت سمجھتے تھے

وہاں آپ ہر وقت حاضر ہیں ایک ایک دن اور ایک گھڑی کو غنیمت سمجھئے۔

زندگی کا سب سے بڑا اعزاز

حضرت مولانا کو بفضل خداوندی زندگی میں طرح طرح کے اعزاز ملے۔ لیکن ان میں سب سے بڑا اعزاز یہ عطا ہوا کہ وفات سے تین سال قبل 8 شعبان 1417ھ مطابق 18 دسمبر 1996ء بروز چہار شنبہ بیت اللہ شریف کی تعمیر جدید کے بعد عرب وعجم کے علماء اعیان کی موجودگی میں (جو مکہ معظمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے مساجد کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لیے جمع ہوئے تھے) کعبہ مشرفہ کا دروازہ آپ کے دست مبارک میں چابی دے کر کھلوایا گیا اور سب سے پہلے آپ ہی بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔ واقعی یہ ایسا شرف ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ خود حضرت مولانا نے کاروانِ زندگی میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے:

> ''یہ شرف وسعادت جو اس ناچیز گنہگار کو حاصل ہوئی اس کا مقابلہ دنیا کے بڑے بڑے اعزاز نہیں کر سکتے۔''

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم

اخلاق وعادات اُسوۂ نبی ﷺ کے آئینہ میں

پوری انسانیت میں کمال اخلاق کے حقیقی تاجدار جناب رسولِ اکرم ﷺ ہوئے ہیں، جنہیں خود خالق نے ''انک لعلیٰ خلق عظیم'' کی سند امتیاز عطا فرمائی اور قیامت تک باقی رہنے والی کتاب قرآن کریم میں اس کا اعلان فرما کر تمام انسانوں کو نہ صرف ان کے اس کمال سے باخبر کیا، بلکہ ان کی اتباع کر کے باکمال بننے کا ہر ایک کو راستہ بھی دکھا دیا اور خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''بعثت لاتمم مکارم الاخلاق'' چنانچہ جن خوش نصیبوں نے جتنا اتباع کیا اتنا ہی اس وصف میں حصہ دار بن کے کمال نسبی حاصل کیا، اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جو جتنا متبع سنت ہے اتنا ہی وہ بااخلاق وباکمال ہے اس معیار سے بھی جب ہم حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو جانچتے ہیں تو انہیں فائق الاقران پاتے

ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کا ایک بہت ہی جامع اور قدیم آئینہ ہمارے سامنے مشہور محدث (اور صحاح ستہ میں سے ایک صحیح کے مصنف) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ت 279ھ) کا تیار کردہ ''شمائل'' کے نام سے صدیوں سے موجود و متداول ہے، زیادہ تر اسی کے کچھ اقتباس پیش کر کے اسی آئینہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و عادات کو دیکھنے کی ایک کوشش آئندہ سطروں میں کی جا رہی ہے کتاب مذکور میں آنحضرت ﷺ کے بے شمار اوصاف حسنہ میں سے ایک راوی نے چند یہ اوصاف بھی بتلائے ہیں۔

اجود الناس صدرا واصدق الناس لهجة والينهم عريكة واكرمهم عشيرة من راه بديهة هابه و من خالطه معرفة احبه

اس کا ترجمہ شیخ وقت محدث العصر و برکۃ الزمان شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ نے (خصائل نبوی ﷺ) میں یوں کیا ہے۔

''آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے، سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔ آپ ﷺ کو جو شخص یکا یک دیکھتا مرعوب ہو جاتا تھا البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ آپ کے اخلاق کریمہ و اوصاف جمیلہ کا گھائل ہو کر آپ کو محبوب بنالیتا تھا۔''

سخاوت کا سمندر

جب ہم نبی ﷺ کے اس آئینہ میں ایک اُمتی (حضرت مولانا) کا چہرہ دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اتباع کامل نے اُمتی کو نبی کا پرتو بنا دیا تھا، حضرت مولانا کی سخاوت تو ضرب المثل کا درجہ حاصل کر چکی ہے، اپنے پرائے سب اس کے قائل ہیں، کون واقف نہیں جانتا کہ حالیہ چند برسوں میں جب ان پر مادی دولت کی بارش ہوئی (مختلف ایوارڈوں کی شکل میں) تو انہوں نے اسے لٹا کر ہی دم لیا وہ خواہ فیصل ایوارڈ کی صورت میں ملنے والی لاکھوں کی رقم ہو یا ابوظہبی سے ملنے والا ایک کروڑ روپے سے زیادہ کا انعام یا برونائی سے

حاصل ہونے والے بیس لاکھ روپے سے زیادہ سب سے دامن جھاڑ کر اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح ان کے اور ہر مسلمان کے حقیقی مقتدا (ﷺ) ہو جاتے تھے۔ (حوالوں اور تفصیل کیلئے دیکھئے حضرت مولانا برھان الدین سنبھلیؒ کا مقالہ، حضرت مولانا پر شائع شدہ ''نئی دنیا'' خصوصی شمارہ اور ''تعمیر حیات'' شمارہ 25 جنوری 2000ء)

رمضان کے مہینے میں سخاوت کی انتہا

اور جس طرح ہادی برحق کی یہ صفت (جودوسخا) ماہ مبارک میں نقطہ عروج پر پہنچ جاتی (اجود من الریح المرسلۃ تیز ہوا سے زیادہ سخت تھی، بخاری) اسی طرح ان کے اس پیروکار کا بھی کم وبیش یہی حال ہوتا کہ اس کے دسترخوان پر روزانہ سینکڑوں، بلکہ اخیر دور میں تو بعض دن ایک ایک ہزار اور شاید اس سے بھی زیادہ لوگ، روزہ افطار کرتے، سیر ہو کر کھاتے اور سحری تناول کرتے یہ تو موجودین کے ساتھ برتاؤ تھا اور جو حاضر نہ ہو سکتے ان میں نہ جانے کتنے (جن کی تعداد بھی سینکڑوں سے کم نہ ہوگی) نقد کی شکل میں حصہ پاتے، راقم نے ایک مرتبہ خود (حضرت مولانا کے پاس ایک رمضان میں منی آرڈر فارموں کی ایک بڑی تعداد رکھی دیکھی، ظاہر ہے کہ ان کے ذریعے غائبین کو حصے پہنچائے جا رہے تھے، ایسا ہی حال کم و بیش دوسرے وصف سچائی میں بھی تھا اور تیسرے وصف (نرم طبیعت) میں تو ان کا......اس عصر میں......شاید ہی کوئی ہم پلہ ہو۔ ان کی طبیعت کی نرمی کا یہ حال، سارے واقف جانتے ہیں۔

اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کے کچھ اور اوصاف حسنہ دوسرے راوی کے حوالے سے یہ بتائے گئے ہیں۔

(ایک آدھ لفظ کے تغیر کے ساتھ) اس کا ترجمہ بھی حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے قلم سے ہی پیش کیا جا رہا ہے۔

''ضروری اُمور (ضروری باتوں) کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے، فضول تذکروں میں وقت ضائع نہیں فرماتے تھے، آنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے ان کو مانوس فرماتے،

متوحش نہیں بناتے تھے (یعنی تنبیہ وغیرہ میں ایسا طرز اختیار نہ فرماتے جس سے ان کو حاضری میں وحشت ہونے لگے یا ایسے امور ارشاد نہ فرماتے تھے جن کی وجہ سے دین سے نفرت ہونے لگے، ہر قوم کے کریم اور معزز کا (خاص) اعزاز و اکرام فرماتے۔

آقا ﷺ کے طرز و انداز کی اتباع اور نقل

جن لوگوں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو برابر دیکھا اور برتا، نیز ان کی مجلسوں اور صحبتوں سے طویل مدت تک فیض اٹھایا (جنہیں براہِ راست اللہ کے رسول ﷺ کی صفات مذکورہ کا علم نہیں) بعید نہیں وہ ان سطروں کو پڑھ کر انہیں، اللہ کے رسول ﷺ کے اس امتی ہی کی صفات سمجھ بیٹھیں کیونکہ آقا کے طرز و انداز کی اتباع و نقل میں ان کے اس شیدائی و فدائی نے اپنے آپ کو ایسا ڈھال دیا تھا کہ گویا وہ نقل مطابق اصل کے مصداق بن گیا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل کرنے کی واقفین کے لیے کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی البتہ جنہوں نے آنمخدوم کو قریب سے نہیں دیکھا ہے اور نہ برتا ہے ان کے لیے کچھ وضاحت بے محل نہ ہوگی۔

غیبت اور فضول باتوں سے پرہیز

حضرت مولانا کی مجلسوں کا خاص امتیاز بھی یہی تھا کہ لایعنی اور فضول باتیں نہ فرماتے کسی کی غیبت اور عیب جوئی نہ فرماتے، بلکہ اگر کوئی مولانا کے مزاج سے ناواقف، دوسروں کی مجلسوں کا عادی، کبھی کسی کی برائی، خواہ مولانا کے کسی شدید مخالف کی برائی کا ذکر چھیڑنا چاہتا مولانا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے، تو موصوف اول وہلہ میں ہی اس کی بات کاٹنے کے لیے موضوع سخن اس طرح بدل دیتے کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا۔

ہر قوم کے کریم (معزز مہمان) افراد کی توقیر کا یہ انداز تھا کہ مختلف مکاتب فکر شیعہ، بوہرہ، بریلوی اور اہل حدیث وغیرہ ہی نہیں، غیر مسلموں کے ممتاز افراد سے بھی اس طرح کا برتاؤ کرتے کہ وہ سب ان کے اخلاق کریمانہ کے اسیر بن کر اور پھر ملنے کی تمنا لے کر جاتے۔

آنحضرت ﷺ کی تمام صفات کا تو اس جگہ تذکرہ کرنا نہ مقصود ہے نہ آسان (بلکہ کسی

انسان کے لیے بھی آنحضرت ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا احاطہ ممکن نہیں بس بات کی جاتی ہے۔)

جن لوگوں کا حضرت سے ربط و تعلق اور ملنا وجلنا رہا ہے وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ حضرت مولانا نے نبی کریم ﷺ کے ان تمام اوصاف حسنہ اور صفات حمیدہ کو ایسا اپنا لیا تھا کہ وہ اسوہ نبوی ﷺ کی عملی تفسیر بن گئے تھے۔

اللھم ارحما و اکرم نزلہ و ارفع درجاتہ و ادخلہ فسیح جنانہ

طریقہ دعوت، سیرت نبی کی جلوہ نمائی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ "سب سے پہلے میں جس مدرسہ میں داخل ہوا وہ سیرت نبوی ﷺ کا مدرسہ تھا۔" بچپن ہی سے حضرت نے سیرت کی بعض اہم اردو کی کتابیں پڑھ لی تھیں۔ پھر عنفوان شباب میں "زادالمعاد" اور "سیرۃ بن ہشام" کا ڈوب کر مطالعہ کیا۔ حضرت کے اسلوب دعوت میں سب سے زیادہ سیرت نبوی ﷺ کی جلوہ نمائی نظر آتی ہے۔

ماذا خسر العالم کے سو(100) سے زائد ایڈیشن

حضرت کی مقبول ترین کتاب "ماذا خسر العالم" بھی عربی ہی میں لکھی گئی اور عالم عرب سے اس کے سو سے زائد ایڈیشن شائع ہوئے۔ یہ کتاب عالم عربی میں حضرت کے سب سے بڑے تعارف کا ذریعہ بنی، اس کے مختلف عالمی زبانوں میں تراجم شائع ہوئے اور پورے عالم اسلام میں خاص طور پر نوجوانوں میں اسلامی بیداری پیدا کرنے میں اس نے بنیادی کردار ادا کیا۔

اکابرین کی آپ سے محبت

اللہ نے حضرت کو وہبی صلاحیت، فطری جوہر اور طبعی شرافت نفس عطا فرمائی تھی۔ جس کو ان حضرات نے اکثر پہلی ہی ملاقات میں محسوس فرمالیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے

حضرت کے پہلے ہی خط کے جواب میں جو عنایت نامہ تحریر فرمایا اس میں حضرت کو ''مجمع الکمالات'' کہہ کر خطاب کیا۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی ہی ملاقات میں فرمایا کہ ''آپ کا انتظار ہی تھا'' اور وہ اہتمام فرمایا جو بڑے مشائخ کے لیے کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے بے ساختہ ایک مجلس میں فرمایا کہ ''میں آپ کی شرافت کا قائل ہو گیا'' حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی ہی ملاقات میں سینے سے لگایا اور دیر تک محبت و تعلق کے کلمات فرماتے رہے، معلوم ہوتا تھا کہ برسوں سے انتظار میں تھے۔

دردمندی ودلسوزی

اُمت کا درد وفکر اسکے لئے دلسوزی واشک ریزی حضرتؒ کی امتیازی صفات میں سے ہے جو حضرتؒ کو اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی تھی، پھر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی صحبت سے اس میں مزید جلا پیدا ہوئی۔ حضرتؒ کی پوری زندگی اسی درد وفکر کی تصویر تھی۔ حضرتؒ کے ابتدائی دور کے تلمیذ مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی نے اسی طرح کا ایک واقعہ اپنے مضمون میں لکھا ہے جس کو بطور مثال نقل کیا جاتا ہے:۔

تہجد اور گریہ داری

''پہلے ہی سفر میں ملہور جانے کا اتفاق ہوا، گرمیوں کے زمانے میں ہم لوگ مسجد کے صحن میں سوئے تھے، میرے بغل میں مولانا آرام فرما رہے تھے، تین بجے رات میں استنجے کے لئے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مولانا اپنی جگہ پر نہیں ہیں، لوٹا لے کر کھیت کی طرف استنجے کے لئے گیا تو دور سے کچھ رقت آمیز آواز آرہی تھی، قریب گیا تو دیکھا کہ مولانا مصلیٰ بچھا کر تہجد کی نماز ادا کر رہے ہیں، اور آواز میں ایک رقت ہے، حدیثوں میں آتا ہے کہ جب حضورؐ تہجد ادا فرماتے تو قرآن کے پڑھتے وقت سینہ سے ایسی آواز محسوس ہوتی جیسی ہانڈی کے ابلنے کی ہوتی کہ ''ازیز کازیز المرجل'' بالکل اسی اسوۂ نبیؐ کا اتباع تھا، مولانا مسجد کے صحن میں بھی ایک طرف نماز ادا کر سکتے تھے، مگر دو وجہ سے انہوں نے ایسا نہیں کیا، کہ لوگوں

کی نیند میں خلل نہ پڑے، اور نوافل کی روح یعنی اخفاء بھی باقی رہے۔" (1)

دن رات کے حاضر باشوں نے حضرتؒ کی اس بے کلی اور اضطراب کو دیکھا ہے، حضرتؒ کے جد اعلیٰ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں جو تاریخ کی شہادت ہے کہ وہ رات کی تاریکیوں میں اس طرح تڑپتے تھے کہ جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو (یتململ تململ السلیم) حضرتؒ پر بھی یہ بات صادق آتی تھی کہ ان کو نہ دن کو چین تھا نہ رات کو۔ یہ محسن اعظم رسول اکرم ﷺ کی وراثت تھی۔ آپ ﷺ کے بارے میں منقول ہے "وکان دائم الفکرة، طویل السکت، متواصل الاحزان" (آپ ﷺ ہمیشہ (اُمت کیلئے) فکروغم میں ڈوبے رہتے تھے اور زیادہ تر خاموشی ہی اختیار فرماتے تھے)۔

حضرتؒ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ بات مخفی نہیں کہ ان کو آپ ﷺ کی اس وراثت کا حصہ وافر ملا تھا، حضرتؒ کی پوری زندگی اسی فکر میں گزری، آخری سالوں میں یہ کیفیت بہت بڑھ گئی تھی، آنے والوں سے بے چینی کے ساتھ دریافت فرماتے کہ کوئی اچھی خبر سناؤ۔ بڑے درد کے ساتھ یہ مصرعہ پڑھتے کہ:

ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کیلئے

لقاء رب کا شوق

ادھر عرصہ حضرتؒ پر ایک فکر واستغراق کی کیفیت طاری رہتی، کلام کم سے کم فرماتے، بعض بعض مرتبہ عصر بعد کی مجلس میں شاید ہی دو ایک جملے فرماتے ہوں، لقائے الٰہی کا شوق غالب تھا، زبان مبارک سے بار بار، **اللھم لقاء ک** کے الفاظ ادا ہوتے، ساری زندگی امت کی فکر واصلاح میں گذری تھی، زبان مبارک سے یہ کلمات بھی ادا فرماتے کہ **اللھم اشھد وانت شاھد** (اے اللہ! تو گواہ رہ کہ اصل گواہ تو ہی ہے)۔

پنجشنبہ (جمعرات) کے روز گھر تشریف لے گئے، گھر کی خواتین نے زیارت کی، جمعرات کا دن بھی گزر گیا، تراویح کے بعد مجلس میں دریافت فرمایا کہ مسجد میں کتنے لوگ ہیں؟ عرض کیا گیا کہ مسجد بھر گئی۔ فرمایا "یہ بانی (حضرت شاہ علم اللہ) کا اخلاص ہے۔" پھر

فرمایا کہ "محمد میاں کی کتاب"، "تذکرہ شاہ علم اللہ" ہم کو دینا موقع ہوا تو دیکھیں گے۔ اسی مجلس میں یہ عجیب بات دریافت فرمائی کہ "کیا کل "جمعۃ الوداع" ہے۔" کسی نے عرض کیا کہ حضرتؒ ابھی ایک اور جمعہ بھی آئے گا۔ اس پر دوبارہ یہی فرمایا کہ "کل جمعۃ الوداع ہے؟" پھر عرض کیا گیا کہ ابھی ایک جمعہ اور ہوگا، اس پر خاموش ہو گئے۔ کون جانتا تھا کہ حضرتؒ کیلئے کل جمعۃ الوداع ہے۔

جوارِ رحمت میں

جمعہ کا دن سخت سردی کا تھا، کہر کی وجہ سے سردی میں اور بھی شدت پیدا ہوگئی تھی۔ حضرتؒ حسب معمول تہجد کیلئے بیدار ہوئے، اس سے فارغ ہو کر سحری تناول فرمائی، فجر کی اذان کے بعد سنتیں پڑھ کر باجماعت فجر کی نماز ادا کی، اور آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے، ساڑھے آٹھ بجے کے قریب بیدار ہوئے وضوء فرمانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی پھر تلاوت میں مشغول ہو گئے، نصف گھنٹہ تلاوت فرمائی، سجدہ تلاوت بھی فرمایا اس کے بعد سورۂ یٰسین کا ورد شروع فرمادیا، اور حسب معمول تیرہ یا چودہ مرتبہ اس کی تلاوت فرمائی اور نام لے لے کر ایصال ثواب فرماتے رہے۔ اس سے فارغ ہو کر حاجی صاحب سے فرمایا "جلد ہی غسل کرادو"۔ حاجی صاحب نے عرض کیا حضرتؒ سردی سخت ہے اور کہر بہت ہے کچھ دیر کے بعد غسل فرمالیں۔ فرمایا کہ "زیادہ دیر نہ کرو"۔

استنجا فرما کر پہلے مسواک کے ساتھ وضو فرمایا، بار بار فرماتے تھے کہ "جلدی کرو"۔ غسل سے فراغت کے بعد غسل خانہ میں دوسری لنگی اور اندر روئی کی صدری پہنا دی گئی کہ سردی بہت سخت تھی۔ جب شیروانی پہنائی جانے لگی تو فرمایا کہ "وقت کم ہے جلدی سے قرآن مجید دے دو سوہ کہف پڑھنی ہے۔" پھر حضرتؒ کو اندازہ ہوگیا کہ وقت اس سے بھی کم ہے اس لئے خود سورہ یٰسین شروع فرمادی، خدام کو اس وقت بھی اندازہ نہ ہوا شیروانی پہنا کر بٹن بھی لگادیئے گئے، موزے بھی پہنادیئے گئے، حضرت قبلہ رو بستر پر تشریف فرماتے تھے، سورہ یٰسین کی تلاوت کو شروع کئے ہوئے شاید آدھا منٹ ہوا ہوگا رومال تہ

کر کے سر مبارک پر ڈالا ہی گیا تھا کہ اچانک حضرتؒ کا جسم مبارک پشت کی طرف ڈھلنے لگا، خدام نے سہارا دیکر جب سیدھا کیا تو چہرہ مبارک سے صاف محسوس ہوتا تھا کہ حضرتؒ دوسرے عالم کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ دل دھک سے ہو گیا سہارے سے اسی بستر پر لٹایا گیا تو چہرہ مبارک خود بخود قبلہ رو ہو گیا، ڈاکٹر عبدالمعبود صاحب کو فوراً آواز دی گئی، وہ کمرے کے قریب ہی تھے فوراً پہنچ گئے، ڈاکٹر قمرالدین صاحب بھی تشریف لے آئے، حضرت مولانا محمد رابع صاحب، مولانا محمد واضح صاحب، مولانا عبداللہ صاحب، مولانا محمد حمزہ صاحب اور دوسرے افراد خاندان اور خدام بھی پہنچ گئے، ہر ایک پر اضطراری کیفیت طاری تھی، زبانوں پر دعائیں تھیں، آنکھوں میں اشک تھے، دلوں کا عجب حال تھا، ڈاکٹروں نے اپنی سی کوششیں کیں لیکن عمر بھر کا تھکا مسافر منزل پر پہنچ کر میٹھی نیند سو چکا تھا۔ یہ پونے بارہ بجے کے قریب کا واقعہ ہے، کچھ دیر کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، رحمت الٰہی متوجہ ہوئی، ایک سکینت کی فضا طاری ہو گئی۔

دست غیب نے رہنمائی کی اور خود بخود نظام طے ہونے لگا، زبانوں پر آیا کہ جس ذات نے ساری عمر سنت و شریعت کی ترویج کی، آج اسکے آخری سفر میں کیسے اسکے خلاف ہو سکتا ہے؟ جلد ہی تجہیز و تکفین کی جائے اور عشاء تک نماز جنازہ ادا کر دی جائے، رات دس بجے کا وقت اسکے لئے طے ہو گیا اور انتظامات ہونے لگے۔

وفات کی خبر نماز جمعہ تک پورے عالم اسلام میں پھیل چکی تھی، جو تھا اپنی جگہ دم بخود تھا، جو لوگ شریک ہو سکتے تھے سنتے ہی چل پڑے، تھوڑی دیر بعد قافلوں پر قافلے آنے شروع ہو گئے، لوگ آتے زیارت سے مشرف ہوتے اور ذکر و تلاوت میں مشغول ہو جاتے، کتنے عشاق ایسے تھے جو بے خود ہو گئے، کتنے معتکفین اس نیت سے چل پڑے کہ اعتکاف کی قضا تو پھر ہو جائے گی لیکن حضرتؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کا شرف پھر کہاں نصیب ہوگا، آنے والوں میں بوڑھے بھی تھے معذور بھی، بڑی تعداد ان غیر مسلموں کی بھی تھی جو اس عظیم انسان کی آخری زیارت کے لئے آئے تھے، شام ہوتے ہوتے اس چھوٹی

سی بستی میں انسانوں کا ایک سمندر تھا جو ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ سردی اپنے عروج پر تھی، کہر کیوجہ سے اکثر فلائیٹیں منسوخ ہو گئی تھیں اور سواریاں بھی بہت معمولی رفتار سے چل سکتی تھیں، اور یہ بھی اللہ کے فضل کا ایک حصہ تھا ورنہ شاید آنے والوں کیلئے زمین تنگ ہو جاتی اور نہ جانے کتنے حادثات ہوتے پھر بھی عشاء تک آنے والوں کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ڈیڑھ لاکھ سے دو لاکھ تک پہنچ چکی تھی۔

حضور ﷺ والے غم کی بدولت انعام عظیم

آپ کی وفات کے دوسرے روز ایک مخلص دوست اور صالح نوجوان نے خواب میں حضرت والا کی زیارت کی اور عرض کیا کہ حضرت اتنی آسانی سے آپ کی روح کیسے نکل گئی فرمایا: حضور اکرم ﷺ کا جو غم تھا اس کو اپنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فضل کا معاملہ فرمایا۔

(۲۲۴، عاشقان رسول، ارشد)

اتنا حسین اور مقبول خاتمہ

جمعہ کا دن، قبولیت کی گھڑی، رمضان کا بابرکت مہینہ، روزہ کی حالت، غسل سے فراغت، جسم معطر، نماز کی تیاری، باوضو باادب، اپنی محبوب کی محبوب ترین سورۃ سورہ یٰس کی اس آیت ''فبشرہ بمغفرۃ وأجر کریم'' کی تلاوت کرتے جس میں نہ صرف مغفرت بلکہ اجر عظیم کا خداوندی وعدہ اپنے بندۂ مومن کیلئے ہے پلک جھپکنے میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اس کے بعد حرم مکی و مدنی میں ۳۰ لاکھ لوگوں کی طرف سے نماز غائبانہ نے تو نور علی نور ہی نہیں بلکہ نور علی نور علی نور کر دیا۔

اسلام کے پانچوں بنیادی ارکان کی ادائیگی مرتے وقت کسی کو نصیب ہو اس سے زیادہ نیک بختی کا تصور نہیں کیا جا سکتا، کلمہ طیبہ کا اقرار، نماز کی تیاری، روزہ کی حالت، ایک دن قبل حج کا ارادہ و نیت، اور زکوۃ و صدقات کی ادائیگی کرتے آپ اللہ کے دربار میں پہنچے۔ بہانوں کی تلاش میں رہنے والا رحمٰن و رحیم آقا آپ کو اس اعزاز کے ساتھ اپنے پاس بلانے سے کیسے محروم کر سکتا تھا کہ آپ نے زندگی بھر روزانہ بار بار اس دعا کے دہرانے کا معمول بنا

رکھا تھا کہ اے اللہ مجھے اسلام پر اپنے پاس بلا اور نیک لوگوں کے ساتھ میرا حشر فرما، مرتے وقت نہ رسوائی ہو اور نہ شرمندگی اور نہ آزمائش۔ رب توفنی مسلما والحقنی با الصالحین غیر خزایا ولا ندامی ولا مفتو نین وہ منظر مجھے یاد رہے گا جب مولانا دعا کے اس جملہ غیر خزایا کو دہراتے تو اپنے گھٹنے پر ہاتھ مار کر رونے کی کیفیت میں آجاتے۔

ولایت کا معیار قطب کا مقام

کسی کی ولایت اور قطبیت کیلئے کرامتوں یا خرق عادت چیزوں کا ظہور، تو ضمنی چیز ہے، اصل ولایت تو یہ ہے کہ اس کو دیکھنے سے خدا یاد آجائے، آخرت کا شوق پیدا ہو اور خود اس کی زندگی عشق الٰہی اور عشق رسولؐ میں ڈوبی ہوئی اور سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ہو، حضرت مولاناؒ کی ولایت کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت چاہیئے کہ وفات سے قبل آخری بیماری میں فالج کے اثر سے جسم کے حرکت نہ کر سکنے کے باوجود نماز با جماعت اور تہجد کے علاوہ ہر عمل میں اتباع سنت روزانہ کے اوراد و معمولات اور مسنون دعاؤں تک کے پڑھنے میں ناغہ نہیں ہوا اور آخری دم تک رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کیا، تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ جس کو اپنے خدام کے سامنے بھی پالتی مار کر بیٹھنا نہیں آیا، جس کی زبان سے نجی اور ذاتی مجلس میں بھی اپنے دشمن و حاسد کے خلاف ایک جملہ تو درکنار ایک حرف بھی سننے کو نہیں ملا، اگر اس جیسے پاک دل و پاک باز عاشق رسول ﷺ کو قطب نہیں کہا جائے گا تو کس کو کہا جائے گا؟

عالمی تاثر

پورے عالم اسلام پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور جس طرح وسیع پیمانہ پر تاثر کی فضا قائم ہوئی اور ہر طبقہ کے لوگوں نے اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت خبر سنتے ہی لوگوں پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی، پھر غائبانہ نماز جنازہ کا وہ سلسلہ شروع ہوا کہ شاید عالم اسلام کا کوئی ملک بچا ہو جہاں غائبانہ نماز جنازہ ادا نہ کی گئی ہو، ملک فہد کے ایماء پر حرم مکی اور حرم مدنی دونوں جگہ ستائیسویں شب کو غائبانہ نماز ادا کی گئی۔

دونوں جگہ جب حضرتؒ کا نام لیکر نماز کا اعلان کیا گیا تو لوگوں پر کیفیت طاری ہوگئی محتاط اندازے کے مطابق دونوں جگہ ملا کر تقریباً پینتیس لاکھ (35,00,000) کا مجمع تھا، ایسے مواقع بھی تاریخ میں کم ہی پیش آئے ہوں گے کہ کسی عالم کی غائبانہ نماز جنازہ دونوں جگہ پڑھی جائے۔

محی السنہ داعی حق

مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ

انبیاء اور صالحین کی یاد عبادت اور گناہوں کا کفارہ ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **ذکر الانبیاء من العبادۃ و ذکر الصالحین کفارۃ وذکر الموت صدقۃ و ذکر القبر یقربکم من الجنۃ** (فیض القدیر شرح جامع الصغیر 564 جلد 3)

یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد عبادت ہے اور صالحین کی یاد گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کی یاد عبادت ہے اور صالحین کی یاد گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کی یاد صدقہ ہے اور قبر کی یاد تمہیں جنت سے قریب کرنے والی ہے۔

اس حدیث سے جس طرح نیک لوگوں کا تذکرہ گناہوں کا کفارہ ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح دیگر احادیث اور آثار سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ یعنی صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرہ پر رحمت خداوندی کا نزول شامل حال ہوتا ہے یہ نزول بھی اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ اور نیک بندے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر سختی سے عمل کیا اور اس پر پوری پابندی اور پامردی کا ثبوت پیش کیا اور اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لئے ایک ایسا اسوۂ حسنہ اور عملی نمونہ پیش کیا جو تا قیام قیامت خلف کے لئے بھی ایک سبق آموز طریقہ اور عمل آموز ذریعہ سامنے رکھ دیا۔ امام محمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ”ما رایت لقلب انفع من ذکر الصالحین۔“ یعنی میرے نزدیک بزرگوں کے تذکرہ سے زیادہ نفع بخش دل کیلئے کوئی چیز نہیں ہے (صفوۃ الصوۃ ۱۱۱۳۱ للعلامۃ ابن الجوزی)۔

یہ علمائے عارفین اور اولیائے کاملین ہیں جن کی زندگیاں اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آثار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ایک جیتا جاگتا نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہوتی

تھیں اور حدیث اذا رووا ذکر اللہ : (جب انھیں دیکھو تو اللہ یاد آئے) کی صحیح تفسیر ہوتی تھیں اور ہیں۔

ان ہی برگزیدہ صفات ستودہ خصال بزرگ ہستیوں میں سے ایک بابرکت نمایاں ہستی مخدوم العلماء والاولیاء سلف بقیۃ السلف عارف باللہ محی السنۃ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحب حقی ہردوئی نور اللہ مرقدہ کی ذات ستودہ صفات وشخصیت بھی ہے۔

چنانچہ آپ نے ہزاروں لاکھوں بالواسطہ اور بلاواسطہ تشنگان علوم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشنگی بجھائی اور محض اپنی نظر کیمیا اثر سے کتنے صحرا نوردوں کو خدا رسیدہ بنادیا اور بجا طور پر ذروں کو آفتاب، ظلمت کو ماہتاب، قطروں کو دریا، خاک کو کیمیا، مٹی کو سونا اور ادنی کو اعلیٰ بنادیا۔

اللہ کے دربار میں ابرار کو پیش کردونگا

آپ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ قرب و جوار دور دراز اطراف واکناف اظہر من الشمس ہیں۔ اپنی تمام عمر احیائے سنت اعلاء کلمۃ اللہ اور قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صرف فرمائی، سنت کے دل دادہ اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تھے ہی خود بھی سنت پر پوری پابندی سے عمل پیرا تھے اور اپنے حلقہ احباب سے بھی اس کا مطالبہ اور پوری سختی سے تاکید فرماتے تھے۔

اور حضرت فقیہ الامۃ مفتی محمود حسن صاحبؒ کا مقولہ تو زبان زد عوام وخواص ہے کہ ''اگر اللہ پاک پوچھیں گے کہ محمود! تم کیا لیکر آئے ہو؟ تو صدیق وابرار کو پیش کردوں گا'' یعنی حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہما اللہ۔ (ماہ نامہ النور کشمیری محی السنۃ نمبر 123-124)

طالب علمی میں صاحب نسبت ہو گئے

دوران تعلیم آپ کے بلند و بالا ارفع واعلیٰ اخلاق وکردار نیک وصالح اعمال اور سنتوں کی پابندی نے آپ کو اپنے اساتذہ کرام بالخصوص حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ

محدث سہانپوری کی نگاہ میں منظور نظر محبوب جگر بنا دیا تھا۔ آپ کے حق میں خود آپ کے استاد محترم حضرت شیخ الحدیثؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو طالب علمی ہی کے زمانہ میں صاحب نسبت ہونے اور تعلق مع اللہ کی دولت عطا فرمادی تھی۔''

یہاں غور فرمایئے کہ ایک استاد و محدث بلکہ شیخ وقت اور قطب الارشاد کی طرف سے اپنے شاگرد رشید کے لئے طالب علمی کے زمانہ میں یہ عالی سند اور تمغہ اور مژدہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

دربار تھانوی سے عالم شباب میں منصب خلافت

یہ بات قابل رشک و غبطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ نہایت کم عمری میں یعنی صرف آٹھ سال کی عمر میں اللہ نے آپ کو اپنے کلام پاک کا مکمل حافظ بنا دیا، ولادت باسعادت سن تیرہ سو انتالیس 1339ھ ہجری کی ہے اور حفظ کی تکمیل سن تیرہ سو سنتالیس 1347 ہجری ہے پھر حضرت حکیم الامت مجدد الملت علیہ الرحمۃ کے دربار ولایت سے شرف مجاز بیعت و خلافت کا تمغہ و مژدہ بھی سن تیرہ سو اکسٹھ (1361) ہجری میں مل رہا ہے۔ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

حضرت حکیم الامتؒ کی بارگاہ سلوک طریق تزکیہ نفس میں بڑی کٹھن اور مشکل بارگاہ تھی۔ لیکن حضرت محی السنۃ نور اللہ مرقدہ کے حق میں طریق سلوک کے سارے کٹھن مراحل اور مشکل منازل شاید سہل الحصول تھے۔ آپ نے اقل قلیل مدت میں ان مراحل و منازل کو بآسانی طے کر لیا۔ اور صرف بائیس 22 سال کی کم عمری میں اپنے شیخ سے خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اس طرح آپ حضرت حکیم الامتؒ کے وحید عصر آخری اجازت یافتہ خلیفہ اور آخری چشم و چراغ تھانویؒ تھے اور الحمدللہ آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں لاکھوں بندگان خدا اور فیضان علم و عرفان اور تشنگان علوم حدیث و قرآن کی تشنگی بجھی اور سیرابی نصیب ہوئی۔

حضرت اپنے وقت کے جید عالم دین اور باعمل بزرگ تھے۔ ان کی ساری زندگی

سنت کے مطابق گزری تھی۔ وہ جو کچھ فرماتے پہلے خود عمل کر کے دکھاتے، زندگی کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی عمل سنت کے خلاف نہ تھا کوئی سنت ترک نہ ہوتی تھی۔ ان کا لقب ہی محی السنۃ تھا۔ وہ سنت کو زندہ کرنے والے اور ہر ہر قدم پر لوگوں کو سنت پر چلنے کی تلقین فرماتے۔ قرآن اور اذان کی صحت پر پوری توجہ مرکوز رکھتے۔ علماء فضلا اور عوام الناس کی خدمت میں حاضر ہو کر اذان اور قرآن کی اصلاح لیتے۔

اولیاء اللہ کی کڑی کے فرد

دار العلوم ندوۃ العلما کے مہتمم مولانا سعید الرحمٰن نے فرمایا: مولانا اولیاء کرام کی کڑی کے ایک فرد تھے جن کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ لوگوں کو رسول ﷺ کے طریقے پہ لے کر چلیں، مولانا نے اتباع سنت کا کام بڑے توازن کے ساتھ انجام دیا۔ ان کی گفتگو میں نرمی اور والہانہ کیفیت تھی، ان کی تربیت سے ایمان میں تازگی، اللہ سے رشتہ مضبوط اور رسول کی اتباع کا شوق پیدا ہوتا تھا۔

دار العلوم فاروقیہ کاکوری کے مہتمم مولانا عبد العلی فاروقی نے فرمایا: حضرت والا نہ صرف خود کامل درجے کے متبع سنت تھے۔ ان کے لباس وضع قطع، نشست و برخاست، سکوت و تکلم اور عادات و عبارت کو دیکھ کر سنتوں کی تذکیر ہوا کرتی تھی، بلکہ اتباع سنت اور اصلاح منکرات ان کا مشن تھا۔ آپ کے قائم کردہ مجلس دعوت الحق و ارشاد کے تحت ملک و بیرون ملک تین سو سے زائد مکاتب اور مدرسے چل رہے ہیں ''ایک منٹ کا مدرسہ'' ان کی مقبول کتاب ہے۔

محی السنہ کا لقب

یوں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی تقویٰ و احتیاط، طہارت و پاکیزگی اور دعوت و تبلیغ کے حسین موتیوں سے مرصع تھی۔ مگر جس وصف خاص کے رنگ سے آپ کا انگ انگ رنگا ہوا تھا وہ اتباع سنت ہے، اسی لیے تو آپ کو ''محی السنہ'' کہا جاتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ امت اس وقت جو تمام دنیا میں ذلیل ہو رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس

امت نے سنتوں کو ترک کر دیا ہے۔

آپ نے اپنے پیرومرشد کی قائم کردہ ''مجلس دعوۃ الحق'' کو حضرت کے وصال کے بعد از سر نو زندہ کیا۔ اس مجلس کے نمایاں مقاصد میں ایک مقصد احیائے سنت تھا۔ الحمد للہ اس کے ذریعے احیائے سنت کا کام بڑے مضبوط اور مستحکم طریقے پر انجام پایا۔

حضرت والا نے تبلیغ دین اور احیائے سنت کے مقصد سے بے شمار ملکی و غیر ملکی سفر کیے، آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے علم و عمل کے دیوانے پروانوں کی طرح منڈلانے لگتے تھے۔ کچھ عرصہ دراز سے تقریباً ہر سال حج بیت اللہ شریف کے لیے جانا آپ کا معمول تھا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران بیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں افراد آپ کی قیام گاہ پر حصول فیض کے لیے جمع رہتے تھے۔

خود بھی متبع سنت تھے اور دوسروں کو بھی اسی رنگ میں رنگا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ دور حاضر میں اتباع سنت کا جس قدر اہتمام حضرت کو تھا شاید ہی کسی دوسرے کو رہا ہو، ایک طرح سے آپ اسوہ نبی اکرم ﷺ کا مکمل اور جامع نمونہ تھے۔

سنت سے نور اور نور سے روح میں قوت پیدا ہوگی

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

ارشاد فرمایا کہ جن سنتوں پر خاندان یا معاشرہ مزاحمت نہیں کرتا ان پر عمل فوراً شروع کر دیں جیسے کھانے پینے کی سنتیں، سونے جاگنے کی سنتیں وغیرہ تو اس سے نور پیدا ہوگا اور نور سے روح میں قوت پیدا ہوگی اور پھر ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہونے لگے گی۔ جو نفس پر مشکل ہیں اور معاشرہ اور ماحول اس میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ (مجالس ابرار ص 34)

ارشاد فرمایا کہ انسان ہر چیز بڑھیا پسند کرتا ہے۔ مکان بڑھیا ہو، دکان بڑھیا ہو۔ آپ ہر چیز بڑھیا پسند کرتے ہیں مگر خود کیسے ہیں۔ آپ بھی بڑھیا ہیں یا نہیں۔ اور آپ اس وقت بڑھیا ہوں گے جب اتباع سنت کریں گے۔ وضو، نماز سنت کے مطابق ادا کریں گے، کھانا پینا اور تمام اعمال سنت کے موافق ہوں گے۔ (مجالس ابرار صفحہ 461)۔

سنت کی برکت محبوبیت ومقبولیت

ارشاد فرمایا کہ پہلے ان سنتوں پر عمل کرنا شروع کردیں جن پر کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ مزاحمت کرنے والا نہیں پھر اور سنتوں پر عمل کرنے کی قوت و ہمت پیدا ہو جائیگی سونے کی سنتوں پر عمل کرنے سے کون روکتا ہے؟ بیت الخلا جانے کی سنتوں پر عمل کرنے سے کون روکتا ہے؟ کھانے اور پینے کی سنتوں پر عمل کرنے سے کون روکتا ہے؟ ان سنتوں پر عمل کرو گے تو جو اور سنتیں ہیں اور واجبات ہیں ان پر عمل کرنا آسان ہو جائیگا۔

(مومن کی پہچان صفحہ 13)

ارشاد فرمایا کہ سنت پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ محبوبیت ومقبولیت عطا فرما دیتے ہیں اکابر اور بزرگان دین کو دیکھو ان میں کیا خاص بات ہے، دوسروں میں بھی ان کی کتنی محبوبیت ومقبولیت ہے۔ اپنے تو عزت و اکرام کا معاملہ کرتے ہی ہیں۔ دوسرے لوگ کتنا کرتے ہیں۔ کیا یہ ہیرے جواہرات کھاتے ہیں؟ بس سنت پر عمل کرتے ہیں۔ اس پر عمل کی یہ برکات ہیں۔ (مومن کی پہچان صفحہ 15)

ارشاد فرمایا کہ آج جن لوگوں نے سنت کو پکڑ رکھا ہے انہیں کو ہم علماء ربانی اور مشائخ حقانی کہتے ہیں، ہر شخص عطر لگا کر آئے تو فضا کی کیا کیفیت ہوگی جدھر سے گزریں گے لوگوں کا دماغ مہکتا چلا جائے گا۔ ایسے ہی ہر مومن سنت پر عمل کرنے لگ جائے پھر دیکھو کیا اثرات ظاہر ہونگے، فضا کیسی بدل جائے گی آج ہم نے سنت کو کتابوں میں بند کر رکھا ہے، کتابوں میں سنت کا ذکر ہے، عملی زندگی اس سے خالی ہے، عطر ہے، شیشی میں بند ہے، اس کو اور محلّہ والوں کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا، عطر لگا کر چلے اپنا دماغ بھی معطر ہوگا اور اوروں کو بھی فیض پہنچے گا، سنت پر عمل کرنے سے اپنا بھی فائدہ ہوگا دوسروں کو بھی نفع پہنچے گا۔

(مومن کی پہچان صفحہ 16)

ارشاد فرمایا کہ ولی اللہ کو پہچاننے کے لیے اتباع سنت کسوٹی ہے۔ جو متبع سنت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بے ہودہ ہے۔ خرق عادات (خلاف عادت

واقعات) تو دجال سے بھی ہونگے۔ (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ 27)

جنت میں عزت اور راحت سے پہنچنے کا راستہ

ارشاد فرمایا کہ سوال یہ ہے کہ جنت کی طرف عزت سے پہنچنے، راحت سے پہنچنے اور عجلت سے پہنچنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا طریقہ اہتمام سنت ہے۔۔۔۔نیک اعمال میں اعلیٰ درجہ سنت کا ہے۔ یہی سنت کا اہتمام اور التزام کیا تو ایسے شخص کے لیے جنت کے اندر شاہی مہمان خانہ ہوں گے۔ شاہی مہمان کو تکلیف نہیں ہوتی بلکہ راحت ہی راحت ہوتی ہے۔ (تعلیم السنہ صفحہ 12)

اگر کوئی مسلمان سنت کی پابندی کرے تو اس کی آخرت کا سفر راحت کے ساتھ طے ہوتا ہے، عزت کے ساتھ طے ہوتا ہے اور عجلت (تیزی) کے ساتھ طے ہوتا ہے اور مؤمن کی جو اصل منزل ہے وہ ''جنت'' ہے، تو مؤمن سنت کی برکت سے راحت، عزت اور عجلت کے ساتھ سفر طے کر کے جنت کی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جو آخرت کا سفر سنت کے ساتھ طے کرتا ہے، وہ راحت، عزت اور عجلت کے ساتھ جنت کی منزل پر پہنچ جاتا ہے، چنانچہ اسے اس سفر میں ہر طرح کی راحت حاصل ہوتی ہے، دنیا میں حیاتِ طیبہ اور پاکیزہ زندگی حاصل ہوتی ہے، عالمِ برزخ (قبر) اور عالمِ آخرت (حشر) میں کلفت اور مشقت پیش نہیں آتی، قبر میں آرام سے سوتا ہے، جنت کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں اور ہر طرح کی عزت حاصل ہوتی ہے، ذلت و رسوائی پیش نہیں آتی اور عجلت کے ساتھ بہت جلدی یہ سفر طے ہوتا ہے، عالمِ برزخ اور قبر کا زمانہ بڑی تیزی سے گزر جاتا ہے، پُل صراط سے بڑی جلدی سے گزر جاتا ہے، قیامت کا دن بہت جلدی ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جنت میں اصل منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ (شاہ ابرارالحق، مؤلف محمد رضوان صفحہ 13)

ارشاد فرمایا کہ اصلی معیار نسبت معتبرہ کا، متابعت سنت ہے۔ جو سنت کا پابند ہوگا اسے کامل نسبت حاصل ہوگی۔ لہٰذا دل میں اگر کوئی بات ہوگی تو وہ اعضاء سے ظاہر ہوگی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ 50)

اتباع سنت میں محبوبیت کا راز

ازافادات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی ہیئت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے۔ (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے)

ایک منٹ کا مدرسہ

ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے ہر شخص صالح اور نیک بننا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کی سنتوں کو اپنایا جائے۔ ان کو اختیار کیا جائے۔ اس کی سہل صورت یہ ہے کہ اپنی اپنی مسجدوں میں کسی ایک نماز کے بعد ایک ایک سنت سنادی جائے، بتلادی جائے، اسی طرح مدرسوں میں بچوں کو ایک ایک سنت بتلادی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اپنے گھروں میں جاکر اپنے گھر والوں کو بھی بتلادیں، اسی طرح دھیرے دھیرے سنتوں کا علم ہوگا، سنتیں زندہ ہونگی، ان پر عمل شروع ہوجائے گا قطرہ قطرہ دریا ہوجاتا ہے۔ اس لیے پہلے اپنی مسجدوں کو سنی بناؤ۔ اپنے مدرسوں کو سنی بناؤ۔ مسجدوں کی جو سنتیں ہیں ان پر عمل شروع کردو۔ مدرسہ میں سنت کا مذاکرہ اور بچوں کو یاد کرانے کا سلسلہ شروع کرادو۔

(تعمیم الاصلاح صفحہ 16-17)

ہر لمحہ یادِ الٰہی ہر لحظہ خدمت دینی

میرے حضرت نور اللہ مرقدہ کے ہر سانس اور رگ و ریشہ میں یادِ الٰہی اور احیاء سنت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جذبہ وافر مقدار میں رچ بس گیا تھا۔ میں نے انھیں اپنی محدود معلومات کے اندر جہاں تک دیکھا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا نمونہ اور اسوۂ حسنہ پایا۔ خدا نے مجھے آپ کے ساتھ سفر و حضر، اندر باہر رہنے کے بہت سے مواقع نصیب کئے، مسجد ہو یا مدرسہ گھر ہو یا باہر

پیدل ہوں یا سوار، کار ہو یا ریل اور جہاز ہر وقت اور ہر جگہ کچھ نہ کچھ دعوت و تبلیغ، ارشاد و تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

نماز کی عملی مشق

حضرت ہردوئیؒ کے ہاں عام طور پر جس طرح اذان و اقامت کی اصلاح و عملی مشق کرائی جاتی تھی، اسی طرح نماز کی بھی مشق ہوتی تھی۔ اور ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ امت میں نماز جیسی مہتم بالشان عبادت مکمل سنت کے مطابق ادا ہو۔ نمازی کی ہر حرکت و ادا آداب و سنن کے موافق ہو۔

ہر رکن کی الگ الگ سنتیں بتلائی جاتیں اور ترتیب وار، ان کی باقاعدہ عملی مشق کرائی جاتی کہ نیت کیسے کریں؟

اس طرح کے آداب و سنن کا حضرت ہردوئی کے پاس خاص اہتمام رہتا تھا جس کے ذریعہ ہزاروں لاکھوں افراد نے بلاواسطہ اور بالواسطہ اپنی نمازوں کی اصلاح کر لی۔ اور عام طور پر سنت کے موافق نماز پڑھنے کا ڈھنگ وسلیقہ اور ماحول قائم ہو گیا تھا۔

اللہ اور رسول ﷺ کا نام محبت اور ادب سے لو

بندہ 1413ھ 1993ء کو ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ (اس قافلہ میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب سمیت دیگر بہت سے حضرات بھی شامل ہے) کارساز کراچی میں مقیم حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب (خلیفہ حضرت فقیر محمد رحمۃ اللہ (بکا) خلیفۂ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ) کے گھر گیا اور حضرت والا رحمۃ اللہ قریب میں موجود مسجد میں نماز ظہر ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے، جب ہم مسجد کی حدود میں داخلہ ہوئے تو ظہر کی اذان ہو رہی تھی، حضرت رحمۃ اللہ نے مؤذن کو بلایا اور پوچھا کہ والد صاحب کا نام کیا ہے، مؤذن نے اپنے والد محترم کا نام بتایا۔ اس پر حضرت والا رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ آپ نے والد محترم کا نام بڑے اچھے انداز میں ادا کیا لیکن اللہ اور اس کے رسول کا نام غلط انداز میں ادا کیا، تجوید سیکھو اور کلمات اذان کی صحیح ادائیگی کا خیال رکھا کرو۔

(متاع احتشام الحق خصوصی نمبر صفحہ 679)

احیائے سنت کا اہتمام

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو احیائے سنت کا بہت اہتمام تھا، خاص طور پر قرآن مجید کی تلاوت اور اذان و اقامت اور نماز کے بارے میں سنن و آداب کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ میں کچھ طلبہ کا قرآن مجید سُن کر جائزہ لیا، تو بعض مخارج پر سخت تنبیہ فرمائی اور تقریباً تمام طلبہ کے مخارج کی وہ بے اعتدالیاں اور غلطیاں متعلقہ استاذ صاحب کی طرف سے منتقل ہو رہی ہیں، اس لئے فی الفور موجودہ و متعلقہ استاذ صاحب کو خلوت میں طلب فرما کر جائزہ لینے پر محسوس فرمایا کہ واقعی اصل اصلاح کی تو ان استاذ صاحب کو ضرورت ہے، اس لئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر مولانا سید نجم الحسن تھانوی صاحب زیدہ مجدہ (مہتمم مدرسہ ھٰذا) کو متوجہ فرما کر ان کی اجازت سے مذکورہ استاذ صاحب کو مخارج کی اصلاح کے لئے ہردوئی شہر اپنے مدرسہ میں چند ماہ کے لئے طلب فرمایا، دراں حالا یکہ مذکورہ استاذ صاحب کی اس وقت عمر تقریباً پینتالیس، پچاس سال ہوگی۔

(شاہ ابرار الحق مؤلف محمد رضوان صفحہ 4)

ایک واقعہ سے سمجھ لو کہ حضرت کو اللہ سے کتنا تعلق ہے لکھنو میں مولانا علی میاں کے یہاں جلسہ تھا بس وہاں فوٹو کشی ہونے لگی۔ حکومت کی طرف سے انتظام تھا۔ علی میاں بے چارے مجبور تھے۔ غرض جو بھی وجہ ہو، حضرت مولانا ابرار الحق اٹھے اور مولانا شاہ محمد احمد سے مشورہ کیا کہ یہاں خلاف شرع کام ہو رہا ہے اب یہاں سے ہٹ جانا چاہیے ورنہ یہاں رہنے سے گناہ میں شرکت لازم آئے گی۔ دونوں بزرگوں نے بستر اٹھایا اور ہردوئی تشریف لے گئے۔ اتنا بڑا مجمع، بڑے بڑے علماء موجود مگر حضرت نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔

(خزائن شریعت و معرفت صفحہ 183-182)

بیٹی کا نکاح اور سادگی

میرے شیخ نے ایک بہت بڑے اور معزز خاندان میں اپنی بیٹی دی۔ پروفیسر حکیم عرفان اللہ صاحب مجلس شوریٰ دیوبند کے ممبر اور طبیہ کالج علی گڑھ کے بہت بڑے حکیم تھے۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو لانا اور ایک بچہ اور لے آنا، یعنی علی گڑھ سے ہردوئی 3 آدمی سے زیادہ نہ آئیں۔ بس ابا جان، بیٹا جو داماد بننے والا ہے اور ایک آدمی اور لا سکتے ہیں چوتھا نہیں آئے گا۔ اس کو کہتے ہیں سادگی اور اتباع سنت۔

(خزائن احادیث حضرت مولانا حکیم محمد اختر دامت برکاتہم صفحہ 234)

اللہ کو یاد کرتے کرتے جان دے دی

8 ربیع الاول 1426ھ مطابق 17 مئی 2005ء منگل کی شب اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اُس مالک حقیقی کے دربار میں پہنچ گئے۔ آخری وقت ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرتے رہے۔ اسی خالق حقیقی کو یاد کرتے رہے ساری زندگی جس کے عشق میں گزار دی۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے خلیفہ نے پڑھائی۔ جس میں لاکھوں کا مجمع موجود تھا۔

شیخ الحدیث والتفسیر شیخ

حضرت مولانا محمد موسیٰ خاں روحانی رحمۃ اللہ علیہ

کلامِ رسول ﷺ سے عشق

آپ ایک گراں قدر علمی حیثیت کے حامل تھے آپ کو قرآن مقدس کی تفسیر اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے شغف، عشق کی حد تک تھا۔ جامعہ اشرفیہ میں اپنے دور کی آپ عظیم علمی وعملی، جلالی و جمالی شخصیت تھے دورۂ حدیث شریف کے اسباق میں سے سنن ترمذی آپ پڑھایا کرتے تھے، طلباء کی بہت زیادہ آؤ بھگت، اور عزت وحوصلہ افزائی کرتے، کبھی مدینہ طیبہ کی کھجوریں طلباء میں تقسیم کی جارہی ہیں کبھی زمزم پلاکر آدابِ محبت سکھائے جاتے تھے۔

درسِ حدیث کے عجیب والہانہ انداز کے ساتھ ساتھ دیگر مذکورہ اشغال کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے عشق وعقیدت کے جام پلائے جاتے تھے اور راقم کو ابھی تک وہ محافل یاد ہیں کہ شبِ جمعہ میں بعد عشاء آپ کے مکان میں طلباء دورہ حدیث جاتے اور وہاں تربیت کی باتیں آپ بتاتے اور پھر نعت حبیب کبریا ﷺ کا دور چلتا، مجھے آج بھی نہیں بھولتا کہ آپ کی آنکھیں اس وقت ذکر حبیب سے خوب آنسو بہاتیں اور عیناہ تذ رفان کا نمونہ بن جاتیں۔

قبر مبارک سے خوشبو

لاہور پہنچنے کے بعد مجھے سب سے زیادہ اشتیاق ولی کامل، محدث اعظم، شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ خاں روحانی بازی طیب اللہ آ ہ کی مرقد اطہر کی زیارت کا تھا، جو صرف گلشن جامعہ اشرفیہ اور شہر لاہور کو ہی غمگین واداس نہیں کر گئے بلکہ ان کے انتقال سے امت مسلمہ ایک روحانی اور جلیل القدر رہنما سے محروم ہوگئی۔

حضرت شیخ کے دفن ہونے کے بعد میانی قبرستان کے مکینوں کو ایک اچھا اور عمدہ پڑوسی مل گیا، حضرت شیخ کی تدفین کے بعد پورا میانی قبرستان خوشبو سے معطر ہو گیا اور فضا دُور دور تک خوشبو سے مہکنے لگی، تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ اس شمیم جاں فزا کا مرکز و محور حضرت شیخ کی مرقد اطہر ہے، یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو اس فقیر و درویش ولی اللہ کی قبر کی طرف رواں دواں تھا، ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور تبرکاً مٹی اٹھا اٹھا کر لیجانے لگے، قبر مبارک پر مٹی کم پڑی تو اور ڈال دی جاتی...... مٹی میں خوشبو! سب حیران تھے، لیکن اس میں حیرانگی کی کیا بات ہے؟ آپ کی روحانیت نے مٹی کو خوشبو دار بنا دیا، صحابہؓ کے دور کے بعد کچھ شخصیات ہیں جن کی قبر مبارک سے خوشبو آنے لگی، امام بخاری، حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور اس سعادت سے اب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بھی منور ہوئے۔ (حرمین شریفین کی یادیں)

محبوب ﷺ کا اپنے عاشق سے تعلق

حضرت شیخ کے انتقال سے ایک رات پہلے ایک عالم دین نے خواب دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ گھوڑوں پر سوار تشریف لا رہے ہیں، پوچھنے پر بتایا کہ! آپ کو علم نہیں کہ موسیٰ صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ (حرمین شریفین کی یادیں)

حضرت شیخ مدینہ منورہ میں تھے ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت! میں آپ سے معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپ نے پوچھا کہ معافی کس چیز کی؟ اس نے کہا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں نہیں بتلا سکتا...... آپ نے فرمایا اچھا بھئی معاف کیا۔

اس نے اپنا قصہ سنایا کہ میں مدینہ منورہ کا رہائشی ہوں، آپ کے علم و فضل کے واقعات سن کر آپ کی زیارت کا بے حد اشتیاق تھا اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ اگر کبھی حضرت شیخ کی تشریف آوری ہو تو میری ملاقات ان سے ضرور کرانا، اتفاق سے چند روز قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل میں مشغول تھے، میرے ایک ساتھی نے اشارہ کیا کہ یہ ہیں

''حضرت مولانا محمد موسیٰ خان صاحب'' جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو، میں نے چونکہ آپ کی زیارت پہلے نہیں کی تھی تو میں نے ایک تصور قائم کر رکھا تھا کہ آپ کا پھٹا پرانا لباس ہوگا، دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوگا، وغیرہ وغیرہ، آپ کا حلیہ اور وجاہت دیکھی تو میرے ذہن میں کچھ آپ سے بدگمانی پیدا ہوئی اور میں آپ سے ملے بغیر آ گیا (حضرت چونکہ ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے حسین و جمیل تھے، بارعب تھے تو سادہ لباس میں بھی آپ کی وجاہت و شان کسی بادشاہ وقت سے کم نہ تھی)

جب تک موسیٰ معاف نہیں کرے گا

اسی رات میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ بہت ناراض تھے میں نے ناراضگی کی وجہ پوچھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو، فوراً میرے مدینہ سے نکل جاؤ'' میں خوف سے کانپ گیا فوراً معافی چاہی، فرمایا کہ ''جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں بھی معاف نہیں کروں گا'' اسی دن سے میں مسلسل آپ کی تلاش میں ہوں اور آپ کی قیام گاہ کا مجھے علم نہ تھا آج معلوم ہوا ہے کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں لہٰذا معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت شیخ یہ سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ (حرمین شریفین کی یادیں)

محدث جلیل حضرت مولانا محمد موسیٰ خاں نور اللہ مرقدہ ڈیرہ اسماعیل خان کے مضافات سے تعلق رکھتے تھے، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے، آپ مدرس، مصنف، صاحب قلم، مرشد اور عظیم مصلح قائد تھے، ایشیا کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں برسوں تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے، ہزاروں کی تعداد میں علماء و طلباء نے آپ سے استفادہ کیا اور لاتعداد عوام الناس کی آپ کے ہاتھوں اصلاح ہوئی، ۶۳ سال کی عمر میں علم و عمل کے یہ جبل عظیم اکتوبر ۱۹۹۸ء کو دار قرار کی طرف بلالئے گئے۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی، سو وہ بھی خموش ہے

مدینہ سے عشق اور آپ کی کیفیات

حضرت شیخؒ کو حرمین شریفین سے خصوصی محبت اور قلبی لگاؤ تھا جسکا اظہار آپ کے اقوال وافعال سے واضح طور پر ہوتا تھا، چنانچہ آپ ہر سال نہایت اہتمام کے ساتھ حرمین شریفین میں حاضری دیتے تھے، خصوصاً رمضان شریف میں عمرے کیلئے ضرور تشریف لیجاتے تھے، ایک مرتبہ کسی مجلس میں کسی حدیث کے حوالے سے فرمانے لگے کہ جو شخص اسباب ہونے کے باوجود ہر چار سال میں حرمین شریفین پر حاضری نہ دے وہ محروم ہے، اسی طرح کئی مرتبہ اپنے تمام اہل خانہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اس سفر کے دوران آپ پر جو کیفیت طاری ہوتی وہ نا قابل بیان ہے آپ کے اکثر اوقات حرمین شریفین کے اندر ہی بسر ہوتے۔

مدینہ کی گلیوں کے انوارات

حرمین شریفین سے آپ کی والہانہ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب وہاں تشریف لے جاتے تو حصول برکت کیلئے آب زمزم سے سر مبارک دھوتے اور پھر واپس تشریف لانے کے بعد پورا سال سر پر صابن نہیں ملتے تھے، فرماتے تھے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی گلیوں کی خاک سر پر پڑی ہوگی، کہیں وہ برکات، انوارات ختم نہ ہو جائیں۔ (حرمین شریفین کی یادیں)

بیت اللہ کے قریب بنائی گئی بلند و بالا عمارات پر اور خصوصاً مسجد الحرام کے بالکل سامنے بنائے گئے شاہی محلات پر نہایت غم و ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیت اللہ کے ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ اس کے پاس کوئی بلند و بالا عمارت نہ بنائی جائے تا کہ اس کی عظمت و ہیبت میں ظاہری لحاظ سے بھی کسی قسم کی کوئی کمی نہ دکھائی دے۔ چنانچہ مسجد الحرام میں طواف ونوافل کے بعد جب آپ استراحت کیلئے تشریف فرما ہوتے تو آپ نے اپنی نشست گاہ مسجد الحرام کے صحن میں ایسی جگہ مقرر کر رکھی تھی جہاں سے آپ کی پشت ان شاہی محلات کی جانب ہوتی تھی جبکہ رخ سیدھا بیت اللہ کی جانب ہوتا۔

حرمین شریفین سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے جب درود شریف کی نہایت عظیم الشان کتاب تصنیف کی جس میں آپ نے نبی اکرم ﷺ کے آٹھ سو سے زائد اسماء کو درود

شریف کی شکل میں یکجا کیا تو اس کی نسبت بھی مکہ مکرمہ کی طرف کرتے ہوئے اس کا نام ''البرکا لمکیۃ فی الصلوات النبویۃ'' رکھا کیونکہ اس کتاب کی تصنیف کا مشورہ دینے والے مکہ مکرمہ کے ایک نامور عالم دین تھے۔

عمر کے آخری سالوں میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی اس تمنا کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ جی چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں مستقل رہائش اختیار کی جائے اور وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی اس تمنا میں شدت آتی جا رہی تھی مگر آپ یہاں امورِ دینیہ ہی میں کچھ اس طرح پھنسے ہوئے تھے کہ اس تمنا کو پورا نہ فرما سکے۔

وہ دن حاصل زندگی ہیں جو گذرے بآغوش لیل و نہار مدینہ
کہاں جی لگے میرا باغ جہاں میں ہے آنکھوں میں میری بہار مدینہ
وہاں سے جب میں نبی دل میں لایا یہ ہی تحفہ ہے یاد گار مدینہ
میسر ہو پھر اس کو یار زیارت
کہ مجذوب ہے، اشکبار مدینہ

الفت نبی ﷺ اور درود شریف پر عظیم محنت

عشق رسول ﷺ کی چنگاری دلوں میں سلگانے کے لئے، الفت حبیب سے قلب مسلم کو آشنا کرنے کے لئے آپ کی کتاب ''البرکات المکیۃ فی الصلوات النبویۃ'' بہت لاجواب کتاب ہے جو کہ عشق رسالت مآب کا ایک شاہکار نمونہ ہے، جس میں آنحضرت ختمی مرتبت پر درود وسلام کے حسین گلدستوں کے ساتھ آقا علیہ السلام کے آٹھ سو پانچ اسماء مبارکہ قرآن وحدیث اور سابقہ کتبِ سماویہ اور صحفِ الہیہ سے آپ نے جمع فرمائے ہیں یہ ایک عظیم الشان اور فرید المثال خدمت ہے۔ نیز ہفتہ کے دنوں کی مناسبت سے اس کی منزلیں بھی آپ نے ترتیب دی ہیں تاکہ عشاق اس کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کر سکیں۔ (عشق رسول ﷺ اور علمائے دیوبند ص ۳۲۰)

محبوب ﷺ کی زیارت، درسِ حدیث کے دوران

حضرت شیخ سے ترمذی شریف پڑھنے کی سعادت اللہ رب العزت نے مجھے بھی نصیب فرمائی ہے تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی آپ گہرا اثر رکھتے تھے۔ دوران سبق ایک روز آپ کو خلاف معمول کچھ اونگھ سی آ گئی تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا تو فرمایا۔ بھئی مولانا! جن کی حدیث پڑھا رہا ہوں ابھی ابھی اللہ نے مسجد نبوی میں ان کی زیارت سے شرف یاب فرما دیا ہے۔ اللہ اکبر کبیرا۔ (عشق رسول ﷺ اور علمائے دیوبند ص ۳۲۱ از ابوطلحہ محمد اظہار الحسن)

مدینہ کی ہر چیز میں انوارات محسوس کرنا

عموماً جمعرات کو آپ کے گھر میں طلباء خدمت کے لئے اکٹھے ہوتے، کچھ سعادت مند آپ کی خدمت بھی کرتے، سر کی مالش، پاؤں کے تلووں کو دبانا اور ملنا، پنڈلیوں کو دبانا۔ بحمد اللہ راقم کو بھی آپ کے پاؤں دبانے کی سعادت کئی بار نصیب ہوئی، پھر آپ قہوہ بھی پلاتے اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرماتے کہ بھئی میں حدیث کے طالب علموں کے لئے یہ قہوہ اور پتی، خاص مدینہ طیبہ کی منگواتا ہوں، بھئی اس میں بڑی برکات ہوتی ہیں اور بڑے انوارات ہوتے ہیں۔ کچھ طلباء اچھی آواز والے تھے ان سے نعت بھی سنتے اور خاموش بیٹھے خوب روتے رہتے، یا بسا اوقات اپنے کمرے میں آویزاں مسجد نبوی کی ایک بہت بڑی فریم شدہ تصویر کو حسرت سے دیکھتے۔ (عشق رسول ﷺ اور علمائے دیوبند ص ۳۲۱)

مدینہ کی بہاروں سے سکون قلب ملتا ہے
اسی کے لالہ زاروں سے سکون قلب ملتا ہے
وہ مکہ ہو، مدینہ ہو کہ قدس کی گلیاں
عقیدت کے دیاروں سے سکون قلب ملتا ہے

اللہ تعالیٰ اس عاشق زار کی قبر مشکبار پر نزول رحمت فرمائے اور لحہ لحہ، کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے اور صد ہزار بار آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

محبوب نبی ﷺ سے مصافحہ اور معیت

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی البازی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے محمد عتیق صاحب نے اپنے والد ماجد کی رحلت سے تین دن قبل عالم خواب میں دیکھا کہ ایک کمرے میں فخر موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ استراحت فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''جاؤ موسیٰ خان سے کہو کہ ہمارے پاس آجائیں۔'' یہ سن کر عتیق صاحب دوڑتے ہوئے گھر کی طرف جاتے ہیں۔ دروازے پر پہنچتے ہیں تو والد صاحب دارالحدیث میں طلباء کو پڑھانے کی غرض سے نکل رہے ہیں، آپ کو حضور اقدس ﷺ کا پیغام دیتا ہوں، تو والد محترم وہیں سے میرے ساتھ چل پڑتے ہیں، وہاں پہنچ کر حضور انور ﷺ سے مصافحہ فرماتے ہیں اور آپ ﷺ مولانا کو اپنے ساتھ لٹا کر اوپر سفید چادر ڈال دیتے ہیں اور اس کے بعد خود بھی سفید چادر اوڑھ کر پرسکون آرام فرمانے لگتے ہیں۔ اس خواب کے تیسرے دن حضرت مولانا محمد موسیٰ خان صاحب کی نماز عصر میں طبیعت خراب ہوئی اور اسی روز بوقت نماز مغرب مالک حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دراز قد، بارعب، روشن چہرہ، پروقار شخصیت، جلالتِ علم سے لبریز مولانا محمد موسیٰ خان رحمتہ اللہ علیہ جنہیں ''حضرت شیخ'' کے یادگار لقب سے یاد کیا جاتا تھا، 1935ء میں کٹبہ خیل ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرت مولانا شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے جو خود ولی کامل اور درویش صفت عالم تھے۔ آباؤ اجداد غزنی (افغانستان) کے رہنے والے تھے۔ ابھی پانچ سال ہی کے تھے کہ شفیق والد وفات پا گئے۔ ا

والد کی قبر سے قرآن کی تلاوت کی آواز

یک دن کم عمر شیخ نے والد کی قبر سے لحن داؤدی میں قرآن مجید کی تلاوت کی آواز سنی۔ یہ اشارہ دینی علوم کے حصول کے لئے تھا۔ آپ کو نابغہ عصر اساتذہ مولانا شمس الحق افغانی، مولانا مفتی محمود، مولانا عبدالحق، مولانا جان محمد، مولانا غلام اللہ خان رحمہم اللہ سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔ اعلیٰ دینی علوم کے حصول کے بعد آپ نے درس وتدریس کو اپنا اوڑھنا

بچھونا بنایا۔ 1971ء میں جامعہ اشرفیہ، لاہور کے نائب مہتمم حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی کی درخواست پر جامعہ اشرفیہ تشریف لے آئے اور عالم اسلام کے معروف استاذ الکل شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد درس ترمذی کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور زندگی کے آخری دن تک ترمذی شریف پڑھاتے رہے۔ آپ جب طلباء کے جلو میں درسگاہ تشریف لاتے تو یوں لگتا کہ اللہ کی رحمت چلی آرہی ہے۔ آپ نے دوسو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائی نیز آپ ان عبقری ہستیوں میں سے تھے، جن کی زندگی ہی میں آپ کی لکھی ہوئی کتب دینی مدرسوں کے نصاب میں شامل ہوچکی تھیں۔ آپ کا قلم ایک مفسر، محدث، محقق اور مجتہد کا قلم تھا۔ آپ کی فصیح و بلیغ عربی دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ آپ دیارِ عرب کے عالم اور شیخ ہیں۔

آخری وقت کلمہ طیبہ کا ورد اور اللہ اکبر کہتے رہے

عرب کے مشہور عالم شیخ عبداللہ فتح الدین نے ایک موقع پر کہا تھا کہ شیخ مولانا محمد موسیٰ روحانی البازی اسلامی علوم کا زندہ اور متحرک انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ 19 اکتوبر 1998ء بروز پیر آپ نے دنیائے فانی کو خیر باد کہا، آخری لمحات تک اللہ اکبر، اللہ اکبر اور کلمہ طیبہ کا ورد زبان پر جاری رہا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے رہے "الھم انی عبداک الضعیف" (اے اللہ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں)۔ 20 اکتوبر کو قبرستان میانی صاحب، لاہور میں حضرت مولانا لاہوری (مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ) کے پہلو میں آپ کو سپرد خاک کردیا گیا۔ (غیر مطبوعہ) (عاشقانِ رسول ﷺ کو زیارت نبی ﷺ، ص ۴۲۳)

سید الاتقیاء مخدوم العلماء

حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سنن اور عادات نبوی ﷺ کا عکس

کشادہ روشن جبین، شراب محبت سے مخمور فروزاں آنکھیں نورانی بلند بینی، مبارک گھنی بھرپور ریش مبارک وجیہ وشکیل، سرخ وسفید گلابی چہرہ مسکرائیں تو دل موہ لیں، بات کریں تو پھول جھڑیں میری مراد ان الفاظ سے ہمارے حضرت شیخ المشائخ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ ہیں، مولیٰ پاک نے ظاہری طور پر جیسے آپ کو اجمل اکمل احسن بنایا تھا ایسے ہی باطنی طور پر کمالات واخلاق رفیعہ نبویہ کا حصہ وافر آپ کو عطا فرمایا تھا۔

آپ کے شب و روز، جلوت وخلوت، نشست و برخاست بلندی اخلاق و کردار تقویٰ، تواضع وانکسار، صبر وتحمل، قہر ومہر، فیاضی، جود وسخا، مہمان نوازی غرضیکہ آپ کا سب کچھ سنن وعادات نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کا عکس و پرتو تھا۔

مادیت پرستی اور قحط الرجال کے اس دور میں اللہ والوں کا وجود غنیمت ہے، یہی لوگ ہیں کہ جن کا محبوب مشغلہ ذکر اللہ اور اتباع سنت ہے، دنیا اور اہل دنیا کے لئے ایسے لوگ یقیناً باعث رحمت ہیں جو نہ صرف خود اللہ کی محبت سے سرشار رہتے ہیں بلکہ دوسروں کے دلوں کو بھی اللہ کی محبت اور رسول ﷺ کی سنت سے مزین کرنے والے ہوتے ہیں۔

سید الاتقیاء مخدوم العلماء امام الصلحاء قطب الارشاد شیخ المشائخ مرشدی حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا شمار بھی یقیناً ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے، یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی محبت ہی کا اثر تھا کہ بڑے بڑے پاپی ولی بن گئے اور غافلین کا شمار ذاکرین میں ہونے لگا۔ ایسے لوگ ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں ہیں جو حضرتؒ کی صحبت کی وجہ سے گناہوں کی دلدل سے نکل کر نیکیوں کے چمنستان میں آباد ہو گئے۔

(ماہنامہ الحسن، نفیس نمبر ۱۱۰۱)

محبوب کا نام اور ادب کا مقام

حضور نبی کریم ﷺ کا ادب کتنا تھا اس سلسلے میں ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔ ہمارے دوستوں میں سے ایک ساتھی حضرتؒ کے پاس گئے، مجلس میں ایک صاحبؒ نے اپنا نام لکھنے کی فرمائش کی (حضرت رحمہ اللہ علیہ اپنے وقت کے سب سے بڑے خطاط تھے آپؒ کے شہ پارے خطاطی کے پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں) حضرت نے خادم سے کہا ایک گلاس دوسرا پانی لے آؤ خادم لے آیا، آپ نے پانی دوات میں ڈالا اور موصوف کا نام لکھ دیا۔ جس میں لفظ محمد بھی تھا ساتھی نے عرض کیا کہ حضرت گلاس میں پانی تو پہلے بھی تھا، آپؒ نے اسے گروا کر دوسرا پانی منگوایا، اسکی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "میں نے کبھی بھی حضور ﷺ کا نام جھوٹے پانی سے نہیں لکھا، یہ تھا ادب، یہ تھی عظمت، اللہ پاک ہمیں بھی اس ادب، عظمت، محبت کا کچھ حصہ نصیب فرمادیں۔ آمین۔ (ماہنامہ الحسن نفیس نمبر)

حضرت محمد ﷺ کا جب نام مبارک آتا تو حضرت شاہ صاحب رونا شروع کر دیتے، ایک مرتبہ حضرتؒ کے نانا کی شاعری کی ایک کتاب چھپ کر آئی، اس میں سب سے پہلے ایک شعر تھا اور اس میں حضور ﷺ کا نام مبارک آیا تو حضرت شاہ صاحبؒ رونے لگے اور فرمانے لگے کہ ان اشعار کو تو کوئی عاشق صادق ہی سمجھ سکتا ہے۔

ختم نبوت سے تعلق اور مجاہدین ختم نبوت سے محبت

ہر مسلمان کے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت و عشق موجود ہے مگر عارفین کی شان تو کچھ نرالی ہی ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کو اللہ پاک نے اس نعمت کا ایک بڑا حصہ عطا فرمایا تھا، اسی کا اثر ہے کہ آپ کو مسئلہ ختم نبوت سے خاص تعلق تھا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دعا کیلئے عرض کیا تو فرمایا: صبح و شام دعا ہے، ہر نماز کے بعد آپ لوگوں کیلئے دعائے خاص کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کا تعلق براہ راست ذات نبوت علیٰ صاحبہا

الصلوۃ التسلیمات ہے۔ اللہ پاک نے اس دنیا میں ختم نبوت کا تاج صرف اور صرف رحمت اللعالمین ﷺ کو عطا فرمایا۔ جیسا کہ آخرت میں مقام محمود صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کے لئے ہے۔ پس جس کو بھی آپ ﷺ سے محبت وانس ہوگا اس کو مسئلہ ختم نبوت کی عظمت و نزاکت کا شعور بھی ہوگا۔

سیدؒ نے عشق رسالت ﷺ کی دھوم مچادی

نبی ﷺ کی مدح توصیف میں آپ نے منظوم ایسے مخلصانہ اور عاشقانہ انداز میں پیش کیا کہ اس سے دورِ حاضر میں عشق رسالت کی ایک دھوم مچ گئی، ذرا غور کریں اس شعر کی معنویت!

میں فداء عشق رسول ہوں میں نبی ﷺ کے پاؤں کی دھول ہو
میرا دل خدا کے حضور میں بہ نیاز سجدہ گزار ہے۔

برصغیر میں ایک طبقہ نے محبت رسول ﷺ کا دعویٰ تو کیا مگر اطاعت رسول ﷺ کی طرف توجہ نہ دی، اور حضرات اکابر علماء دیوبند کے خلاف سادہ لوح عوام کا ذہن بنایا کہ ان کو تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے محبت نہیں ہے۔

الحمدللہ ہمارے حضرات اکابر نے اس الزام کو ہر طرح سے تار تار کیا۔ دورِ حاضر میں حضرت شاہ صاحب کا منظوم کلام جب قوم کے سامنے آیا تو انصاف پسند طبقہ بے ساختہ پکار اُٹھا کہ سچے عاشق تو یہی اکابر علماء دیوبند ہیں۔ آپؒ کے کلام میں کمال عشق کے ساتھ ساتھ کمال اعتدال بھی ہے اور یہ توازن کم ہی شعراء کو نصیب ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدؒ نے عشق رسالت (ﷺ) کی دھوم مچادی۔ (ماہنامہ الحسن، نفیس نمبر)

آج سے میں بھی دیوبندی ہوں

حضرت خواجہ خان محمد صاحب فرماتے ہیں: آپؒ کے عشق رسالت اور محبت نبوی کا اندازہ آپؒ کے نعتیہ کلام سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ آپ عشق رسالت کا پیکر تھے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کی نعت:

اے رسول ﷺ امیں ،خاتم المرسلین ، تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق یقیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
دست قدرت نے ایسا بنایا تجھے، جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں، اے ابد کے حسیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کسی بریلوی مکتب فکر کی کسی اونچی اور مشہور گدی کے سجادہ نشین کو سنائی گئی تو انہوں نے پوچھا: یہ کلام کس کا ہے؟ جب بتایا گیا کہ یہ تو ایک دیوبندی بزرگ کا کلام ہے، تو اس نے کہا اگر یہ نظم کسی دیوبندی بزرگ کی ہے تو میں آج کے بعد دیوبندی ہوں۔

(ماہنامہ الحسن، نفیس، ص نمبر ۲۷)

روضہ اقدس پر حاضری اور ادب

واپسی پر عمرہ کے لئے ایک بار راقم روسیاہ کو بھی شرف نصیب ہوا۔ مدینہ طیبہ میں حاضری کے وقت آپ کی جو کیفیت ہوتی تھی۔ اسے الفاظ میں بیان کرنا مجھ مسکین کے لئے ممکن نہیں۔ عصر کے بعد چھتریوں والے پہلے حصہ کے شمال مغرب کونہ میں عشاء تک تشریف رکھتے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے رحمت عالم ﷺ کا گنبد خضراء صاف صاف مکمل نظر آتا ہے۔ آپ اکثر مراقبہ میں گردن جھکا کر قبلہ رخ بیٹھ جاتے۔ کبھی سر اُٹھاتے تو گنبد خضراء پر نظریں جمادیتے۔ پھر مراقبہ میں چلے جاتے۔ آپ کے چہرے پر کبھی عاجزی چھلکتی ،کبھی محبت کبھی انتہائی محبت اور ادب۔ غرض کہ اس وقت آپ کے چہرہ انور کی جو کیفیات ہوتیں وہ میرے بیان سے باہر ہیں۔

رگ رگ میں سرور دو عالم ﷺ کی محبت

حضور اکرم ﷺ کی محبت تو حضرت شاہ صاحب کی رگ رگ میں رچی بسی ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا تو فرطِ محبت میں آپ کی آنکھ آبدیدہ ہو جاتی اور آواز بھرا جاتی تھی۔ آپ کی زبان پر اکثر درود شریف کا ترانہ رہتا تھا، جناب نبی کریم ﷺ سے محبت وعقیدت کا اظہار آپ کے نعتیہ کلام میں جس انداز میں ہوا اس کی نظیر مشکل

سے ہی کہیں ملے گی، اسی محبت وعقیدت اور اسی تعلق کا ثمرہ تھا کہ آپ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں ہمیشہ پیش پیش رہے اور مجاہدین ختم نبوت کے ساتھ آپ شانہ بشانہ قدم بقدم چلتے رہے، ان حضرات کے ساتھ ساتھ تعاون اور انکی سرپرستی فرماتے رہے۔

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف شیخ طریقت مداح رسول ﷺ اور امام المجاہدین تھے بلکہ فن خطاطی کے بھی بے تاج بادشاہ تھے۔

اپنے نانا کی ناموس کا کام کیا ہے

فرمایا: ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ سال بھر قائدین جیلوں میں رہے۔ رہائی کے بعد مارچ ۱۹۵۴ء میں لاہور میں ختم نبوت کے عنوان پر جلسہ ہوا۔ اس وقت میری عمر ۲۱ برس تھی۔ اس کا اشتہار لکھنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت امیر شریعت تشریف لائے تو مولانا مجاہد الحسینی اور دوسرے رفقاء مجھے حضرت امیر شریعتؒ کی خدمت میں لے گئے اور اشتہار کی تعریف کی کہ یہ انہوں نے (میری طرف اشارہ کرکے) لکھا ہے۔ شاہ صاحبؒ میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا کہ اشتہار لکھ کر مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟ اپنے نانا کی عزت کا کام کیا ہے۔ اس خوبصورتی سے یہ جملے ادا فرمائے کہ بس! جی خوش ہوگیا۔ رات کو جلسہ عام ہوا۔ حضرت جالندھریؒ اور دوسرے حضرات کے بیانات ہوئے۔ پھر شاہ صاحب تشریف لائے۔ میز پر بیٹھ کر تقریر کی۔

شہدائے ختم نبوت کے لئے جنت کی بشارت

شہدائے ختم نبوت کے لئے دعا کرائی اور فرمایا کہ جن کے بچے اس تحریک میں شہید ہوئے ہیں ان کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ بچے جنت میں آغوش محمد ﷺ میں پل رہے ہیں۔ ایک میں بدقسمت ہوں کہ جس کے سینہ میں گولی نہیں لگی اور افسوس کہ اس مسئلہ ختم نبوت کے دفاع کے جرم میں میری بیٹی کو چوٹی سے پکڑ گھسیٹا نہیں گیا، ایسے انداز میں شاہ صاحبؒ نے یہ جملے فرمائے کہ پورا اجتماع آہوں وسسکیوں کا منظر پیش کرنے لگا۔ وہ ایسی زبردست تقریر تھی۔ مربوط تقریر کہ بس ایک خاص کیفیت شاہ صاحبؒ پر طاری تھی۔

(ماہنامہ الحسن، نفیس نمبر ۳۷۵)

ختم نبوت کا بیان تمہارا وظیفہ ہے

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی پہلی شعوری بیعت حضرت مولانا عبدالعزیز نور اللہ مرقدہ ساکن چک ۱۱، چیچہ وطنی والوں سے ہے۔ آپؒ نے زندگی بھر کسی کو خلافت نہیں دی تھی۔ آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے حلقہ کے حضرات سے معلوم ہوا کہ آپؒ فرماتے تھے کہ میرے بعد میرے متعلقین حضرت سید نفیس الحسینی سے تعلق قائم کریں۔ چنانچہ پختہ ارادہ کرلیا کہ حضرت شاہ صاحب سے بیعت کرنی ہے۔

لاہور جاکر صورت حال عرض کر کے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے توبہ کے کلمات ارشاد فرمائے۔ پڑھنے کے لئے پاس انفاس کی تلقین فرمائی اور فرمایا: ''درود شریف اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تمہارا بیان کرنا تمہارا وظیفہ ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے آپ (راقم) کے اساتذہ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان کو بیعت کے وقت یہی وظیفہ ارشاد فرمایا تھا۔ ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ (ماہنامہ الحسن، نفیس نمبر ۳۷۰)

اکلوتے بیٹے کی شادی

آپؒ کا ہر عمل سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ہوتا تھا۔ زندگی کا ہر لمحہ ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق گزارتے تھے۔ آپؒ نے اپنے اکلوتے صاحبزادے حافظ سید انیس الحسن کی نسبت اپنے چھوٹے بھائی سید منور حسین (ایم اے) مرحوم کے ہاں ٹھہرائی۔ اس وقت میری عمر تقریباً دس بارہ سال کی تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بارات ہمارے گھر آئی تو اس میں کل تین افراد تھے۔ ایک حضرت شاہ صاحبؒ دوسرے آپؒ کی اہلیہ اور تیسرے انیس بھائی۔ سواری میں بیٹھ کر آئے مختصر وقت میں کھانا تناول فرمایا، کچھ دیر بیٹھے اور آپؒ نے رخصتی اختیار کی۔ جب کہ دوسرے دن ولیمہ بھی آپ نے انتہائی سادگی کے ساتھ کیا۔ چند عزیز واقرباء کو مدعو کیا اور ولیمہ کا تمام کھانا مسجد جامع مدینہ میں بھجوادیا۔

ایک دفعہ حضرت شاہ صاحبؒ مدینہ منورہ تشریف لائے عمرہ وزیارت کے سفر میں تو تقریباً ایک ماہ یا کم وبیش ایک عزیز، دوست کے گھر میں ان کا قیام ہوا، تو ان کے دوست نے بتایا کہ حضرت شاہ صاحب کا جب تک ان کے ہاں قیام رہا تو روزانہ ہی فجر کی نماز سے تقریباً ۳ گھنٹے قبل اٹھ جاتے اور نماز دعاء وذکر وغیرہ میں مشغول رہتے۔

شاہ صاحبؒ کو نبی کریم ﷺ آل بیتؓ اور بالعموم تمام صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ سے رسمی نہیں عشق ومحبت کا والہانہ تعلق تھا۔ حضور سرکار مآب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے اپنی بے پایاں محبتوں کا اظہار اپنے نعتیہ کلام میں کرتے ہیں۔

شاعری میں فنافی الرسول کے مقام میں رسوخ

۱۹۷۰ء کے بعد شاہ صاحبؒ کی شاعری کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس میں طریقت کا یہ سالک مجذوب فنافی الرسول ﷺ کے مقام میں رسوخ حاصل کر چکا تھا، یہاں ان کی شاعری افکار وخیالات کا دھارا، ان کی راہ سلوک کے ساتھ ساتھ بہتا معلوم ہوتا ہے، بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ان کی سالکی میں سب سے شدید جذبہ عشق نبوی ﷺ ہے، اسی کے شاعرانہ اظہار کو انہوں نے ''نفائس النبی ﷺ'' کا نام دیا۔

شاہ صاحبؒ کے شعر میں الفاظ وادب کی چاشنی، فکر کی بلندی ونازک خیالی، سوز ومحبت، مقام نبوت کی رفعت وبلندی، جذبہ محبت وعقیدت سے سرشاری، درد محبت اور آتش عشق کے ساتھ ساتھ اپنی بے ضابطی دربار نبوت ﷺ میں اپنی عاجزی وبے مائیگی کو حسن وجمال اور درد دل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب
گنبد خضراء کا سایہ، میں تو اس قابل نہ تھا
بارگاہ سید کونینؐ میں آکر نفیسؔ
سوچتا ہوں کیسے آیا؟ میں تو اس قابل نہ تھا

(ماہنامہ الحسن، نفیس نمبر ۱۷۰)

الٰہی! محبوب کل جہاں کو | دل و جگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے | نظر نظر کا سلام پہنچے
بساط عالم کی وسعتوں سے | جہان بالا کی رفعتوں سے
ملک ملک کا درود اترے | بشر بشر کا سلام پہنچے
ملائکہ کے حسیں جلو میں | سحر سحر کا سلام پہنچے

مدینہ اور جنت البقیع کی تمنا

ویسے تو حضرت شاہ صاحبؒ ہر شخص کو بڑی محبت اور اپنائیت سے ملتے تھے، حتیٰ کہ ہر شخص محسوس کرتا کہ آپ کو مجھ سے خاص محبت و تعلق ہے لیکن مدینہ منورہ سے آنے والوں کا بہت اکرام فرماتے۔

انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنا آخری وقت عزیزوں اور پیاروں کے درمیان گزارے، ویسے تو ہر صاحب ایمان مسلمان کے پیارے اور جان سے عزیز ہمارے رسول اکرم ﷺ ہیں، مگر حضرت شاہ صاحبؒ کے نسبی عزیز اور پیارے آخری نبی الزمان ﷺ ہیں اس لئے ہمیشہ سے ان کی خواہش آرزو تھی کہ وہ مدینہ منورہ میں زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نجیب الطرفین تھے، یعنی آپ ماں، باپ دونوں کے اعتبار سے سید تھے، اس لئے آپ کا نسب خانوادہ رسالت سے جا ملتا ہے، اسی لئے وہ عشق رسول ﷺ اور محبت حسنین رضی اللہ عنہما سے سرشار تھے، آپ نے ایک مرتبہ مفتی محمد جمیل خان شہید سے کہا۔

یہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں رہنے کو جی چاہتا ہے

(ماہنامہ الحسن، نفیس نمبر ۱۱۶)

عاشقان رسول عشق رسول میں تڑپے اور خوب تڑپے اور نہ جانے کتنوں کو

تڑپا گئے، کسی کی تمنا تھی اس کی زندگی کا ہر ہر لمحہ عشق رسول میں گزرے اور اس کی زندگی دیار حبیب میں فنا ہو جائے۔

یہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے مدینہ میں مرنے کو جی چاہتا ہے
(نفیس)

کسی کی خواہش تھی زندگی میں نہ سہی موت کے بعد ہی دیار رسول سے چمٹے رہنے کی سعادت مل جائے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھیں قفس جس وقت لوٹے طائر روح مقید کا
(نفیس)

حضرت شاہ نفیس الحسینیؒ انہی اصحاب دل بزرگوں میں سے تھے، ان کی زندگی عشق رسول میں ہی گزری، کم عمری میں ہی ان کو یہ لذت اور یہ نعمت نصیب ہوگئی تھی، کیفیت اندروں کو بیان کرنے کے لئے آپ نے بھی موثر ذریعہ شاعری کو ہی بنایا، چنانچہ اپنی زندگی میں شاعری کا آغاز نعت ہی سے کیا، اور پھر اس وادی میں آگے آگے بڑھتے چلے گئے، چلے تو تنہا ہی تھے لیکن رفتہ رفتہ ایک قافلہ بن گیا اور آپ قافلہ کے سالار۔

بیماری، وفات، جنازہ، تدفین

جون ۲۰۰۷ء آپؒ کے کان میں ایک چھوٹا سا دانہ نکلا جو بعد میں شدت کی شکل اختیار کر گیا جن کی وجہ سے آپؒ کے سر میں شدید درد رہنے لگا۔ لیکن آپؒ اسے بہت صبر سے برداشت کرتے رہے، آخر کار تکلیف اتنی بڑھی کہ نوبت آپریشن تک پہنچی، مگر اکابر اور شیخ (حضرت رائے پوریؒ کے مزاج کے موافق) جس کے لئے شاہ صاحبؒ تیار نہ تھے۔ آپؒ کہتے تھے کہ اس کو نہ چھیڑو، بیماری کے ایام میں شاہ صاحبؒ نے ایک خاندانی کتاب ''گلدستہ کریم'' چھپوائی۔ جس میں خاندان کے ایک بزرگ کی موت کا سبب یہی کان کا درد تھا۔ آپؒ نے اسے کئی مرتبہ سنا اور ایک موقع پر اشارۃً فرمایا کہ میری موت کا سبب بھی یہی بیماری ہوگی۔ بہرحال آپؒ کے کان کا آپریشن ہوا اور کچھ دنوں کے بعد بیماری دوبارہ شدت

کے ساتھ آئی اور پھر آپؒ کی طبیعت نہ سنبھل سکی۔ ڈاکٹرز حضرات کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود مسلسل ۴ ماہ تک ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد آپؒ ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ بمطابق ۵ فروری ۲۰۰۸ء کی صبح پانچ بج کر ۲۵ منٹ پر اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون اور اپنے پوتے، پوتیوں، بھائیوں، بھتیجوں کے علاوہ ایک عالم کو یتیم کر گئے۔ (ماہنامہ الحسن، نفیس نمبر ۵۲۱)

رسول اللہ ﷺ کے دربار سے بلاوا

مولانا یحیٰی لدھیانوی فرماتے ہیں کسی نے سنایا کہ حضرت رحمہ اللہ کے وصال سے ایک یوم قبل مدینہ منورہ سے ایک صاحب نے فون پر اپنا خواب سنایا کہ آنحضرت ﷺ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے فرما رہے ہیں کہ ''تمہارا کام مکمل ہو گیا اب آجاؤ''

عمر بھر کی بے قراری کے قرار کے لئے اتنا ہی کافی تھا، بس اس مرد قلندر نے اپنی ''سفید'' کملی اوڑھی اور پوری ملت اسلامیہ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ سوگوار چھوڑ دیا، چہرے کی مسکراہٹ کہہ رہی تھی۔

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مرگیا
حالانکہ مظہر اپنے گھر گیا

(ماہنامہ الحسن، نفیس نمبر ۱۱۲۲)

قطب کا جنازہ

نماز ظہر کے بعد جنازہ جب عتیق سٹیڈیم لے جانے کے لئے اُٹھایا گیا تو ہزاروں کی تعداد میں افراد چارپائی کی طرف کندھا دینے کیلئے لپکے، ہر طرف سر ہی سر تھے لوگوں کا اتنا بڑا ہجوم میں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ لاہور کی تاریخ میں سب سے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ اسٹیڈیم اور اردگرد پارکوں اور سڑکوں میں ہر طرف آدمی ہی آدمی لوگ جمع تھے یہ محض مختصر وقت کی اطلاع پر لوگوں کی اپنی پیرو مرشد و بزرگ کو دیکھنے کے لئے آمد تھی۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع تھے، اس لئے قطار بندی میں دقت پیش آتی ہے۔ اس

لئے نظم ونسق اور لاءاینڈ آرڈر کی صورت حال کو مدنظر رکھ کر نماز جنازہ پڑھانے میں جلدی کی گئی جسکی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ نماز جنازہ پڑھنے سے رہ گئے۔

عتیق اسٹیڈیم میں جنازے کی تیاری ہورہی تھی ، اور میں اسٹیڈیم کی ابتدائی صفوں میں تھا، اور پنجوں کے بل کھڑا ہو کر مجمع کی آخری صف کا اندازہ لگانے کی کوشش کررہا تھا کہ اپنی بخشش کی حرص میں کتنے لوگ آئے ہوئے ہیں......؟ اتنے میں ایک عمر رسیدہ بزرگ نے میرے کان میں سرگوشی کی کہ بیٹا! قطب کا جنازہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

(ماہنامہ الحسن، نفیس نمبر ۱۱۲۱)

فقیہ العصر محدث اعظم امام اہل سنہ

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

العلماء ورثۃ الانبیاء

فرمان نبوی ﷺ ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کے مطابق تا قیامت علماء حق کی ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری و ناگزیر ہے جو نسل انسانی کی اعتقادی اصلاح اور فکری نشو ونما کے لئے جدوجہد کرتی رہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علمی کی تقسیم کے لئے اپنی تمام جسمانی توانائیاں اور علمی وفکری صلاحیتیں صرف کردے کیونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کی بناء پر تمام تر تبلیغی ذمہ داریاں علماء حق کے کندھوں پر ہیں۔

امام اہل السنۃ

اس قافلہ علم وعمل اور کاروان زہد واتقاء کے ایک میر کارواں عصر حاضر کے جید عالم دین، فقیہ العصر، محدث اعظم پاکستان، شیخ القرآن والحدیث، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کا شمار عصر حاضر کی ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے علم وعمل، زہد تقویٰ اور شرافت ودیانت پر بلا خوف وتردد اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

سنت رسول کی جھلک

حضرت کے کلام وطعام، نشست وبرخاست اور سیرت وصورت میں دیکھنے والے کو سنت رسول ﷺ کی جھلک نظر آتی تھی۔ جیسا کہ اللہ رب العزت اپنی شان ربوبیت اور معبودیت میں یکتا اور بے مثل ہے اس طرح رسول اللہ ﷺ اپنی شان عبدیت وبندگی میں کامل اور بے مثال تھے۔ پھر جو شخص بارگاہ نبوی ﷺ سے جس قدر وابستہ ہوا اسی قدر

ذوق عبادت سے آراستہ ہوا، حضرت امام اہل السنۃ کے ذوق عبادت کو لوگ خوب جانتے ہیں۔

علوم مصطفیٰ ﷺ کے وارث

حضرت امام اہل السنۃ رحمہ اللہ کی ذات گرامی بھی ان مقدس ہستیوں میں سے تھی جو رسول اللہ ﷺ کے صحیح وارث اور حقیقی نائب اور رسول ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا پرتو اور اس دور بہیمیت میں انسانیت کا شاہکار تھے۔ جن میں وہ تمام اوصاف نمایاں تھے جو انسانی گروہ کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے درکار ہیں۔

حضرت امام اہل السنۃ صرف عظیم شخصیت تھے بلکہ وہ عظیم شخصیت ساز ادارہ تھے کہ رب العالمین نے ان کی ذات گرامی کو فضائل کا منبع بنایا۔ ان کے قلب اطہر کو عشق مصطفیٰ اور علوم مصطفیٰ کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

ان کا چہرہ انور اور ہر زاویہ عمل سے سلف الصالحین بالخصوص حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی ادائیں ٹپکتی تھیں۔

حضرت اقدس امام اہل سنت قدس سرہ، ہاں ان کو جس قدر رفعت وعظمت ملی، وہ علم وعمل، دین وشریعت، زہد وتقویٰ، خلوص واخلاص اور وراثت نبوی کی مرہون منت تھی اور آپ: **''العلماء ورثة الانبياء و ان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما انما ورثوا العلم' فمن اخذه اخذ بحظ وافر ''**۔ (مشکوٰۃ: ۳۴) علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء اپنی وراثت میں دینار ودرہم نہیں چھوڑتے، ان کی وراثت علم ہوتی ہے، جس نے انبیاء کی وراثت علم حاصل کی اس نے بہت کچھ حاصل کرلیا... کے کامل ومکمل مصداق تھے، آپ نے ساری زندگی میراث نبوی کو سینے سے لگائے رکھا اور اتباع نبوی میں اس میراث نبوی کی تقسیم کے لئے فکرمند رہے۔

سنت سے محبت اور بدعات سے نفرت

ساری زندگی حضرت رحمہ اللہ نے توحید وسنت کی خدمت کی نشر واشاعت فرمائی جس پر آپ کی کتب واضح دلیل ہیں۔ جو سنت کا عاشق ہوتا ہے اتنا ہی بدعت کا مخالف ہوتا ہے کیونکہ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ہر بدعت دافع سنت ہے جو قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے وہ سنت سے محروم ہو جاتی ہے۔ راقم اثیم جب گجرات کے علاقہ میں ایک جگہ خطیب تھا وہاں دعا بعد الجنازہ کا مسئلہ بڑا اہم تھا۔

جان دے سکتا ہوں مگر بدعت نہیں کر سکتا

ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت امام اہل السنّت رحمہ اللہ کی زیارت نصیب ہوئی اور خواب میں حضرت رحمہ اللہ کو اپنے کندھے پر اٹھانے کی سعادت حاصل ہوئی نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے جو لوگ دعا کرتے ہیں اجتماعی شکل میں یہ صرف رواج اور رسم ہے، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام علیہم السلام اور خیر القرون سے اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ فقہاء احناف نے ان کو خلافِ سنت اور مکروہ لکھا ہے حضرت رحمہ اللہ نے خواب میں نصیحت کرتے ہوئے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ ”میں نے اپنے ایک رشتہ دار کے جنازہ کے بعد دعا نہیں کی لوگوں نے بڑا اصرار کیا لیکن میں نے جواب دیا کہ جان دے سکتا ہوں بدعت نہیں کر سکتا۔ (مجلّہ المصطفیٰ امام اہل سنہ نمبر ص ۵۱۵)

فیاضی اور مہمان نوازی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے۔ (مسلم شریف) پس معلوم ہوا کہ مہمان کا اعزاز واکرام ایمان کا خاصہ ہے اور یہی انسانیت وشرافت کا اصل تقاضا ہے کہ اپنے پاس آنے والے کا ہر طرح کا اعزاز واکرام کیا جائے اور فیاضی اور فراخ دلی برتی جائے۔

حضرت کی فیاضی اور مہمان نوازی بھی حد سے بڑھی ہوتی تھی اور اپنی مثال آپ تھی، حتیٰ کہ

آپ کی مہمان نوازی کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ اس سے وہ لوگ بخوبی واقف ہیں جن کو حضرت کے آستانہ پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور جس مرتبہ کا مہمان ہوتا اسی مرتبہ کے مطابق اکرام فرماتے تھے۔

شریعت، سنت اور طریقت

ہمارے اکابر علمائے دیوبند کا یہ خاصہ رہا ہے کہ انہوں نے میدان طریقت کے شناور ہونے کے باوجود شاہراہ شریعت سے سرِ موانحراف نہیں کیا، یہ اس شرابِ عشق کے سمندروں پہ سمندر چڑھا گئے جس کے چند گھونٹ بھی انسان کو بے خود کرنے کے لئے کافی ہیں، مگر دعویٰ نہیں کیا، شطحیات نہ سنائیں، آپے سے باہر نہ ہوئے، اسرارِ طریقت کو فاش نہ کیا، شریعت اور طریقت کو جمع کر کے دکھا دیا۔ اللہ اللہ! علوم کی یہ شان کہ زمانے کے غزالی و رازی دنگ رہ جائیں، معرفتِ الٰہی میں وہ مقام کہ جنید وشبلی کی یاد تازہ ہو جائے اور اس پر یہ تواضع اور خاکساری کہ اپنے آپ کو فنا ہی کر دیا، بالکل ہی مٹا ڈالا، وہ تو اپنے آپ کو مٹانے اور چھپانے ہی میں لگے رہے مگر اس کے باوجود جو علوم و معارف ظاہر ہوئے انہی پر دنیا ششدر رہ گئی، عارفین نے کمال تعجب سے ان کی بلند پروازی کو دیکھا اور محققین نے حیرت سے انگلیاں دانتوں میں دبالیں، ہمارے دادا جان رحمہ اللہ بھی اسی قافلہ عشاق کے رکن رکین تھے۔ (مجلّہ المصطفیٰ امام اہل سنہ نمبر ص ۲۱۶)

آدابِ نماز اور کیفیت نماز

اسلام میں عبادات میں سے سب سے اوّل نمبر نماز کا ہے، اسی نماز کو دیکھ کر انسان کی باقی زندگی کو قیاس کیا جاسکتا ہے، جس شخص کی نماز سنت کے مطابق ہو، گمان کیا جاسکتا ہے کہ اس کی زندگی کے باقی معمولات بھی اتباع سنت کے نور سے منور ہوں گے اور جس کی نماز ہی سنت کے مطابق نہ ہو اندازہ یہی ہے کہ اس کے روز و شب سنت نبوی ﷺ سے خالی ہی ہوتے ہوں گے، دادا جان رحمہ اللہ کی نماز، جب تک آپ کی صحت بحال رہی، صلوٰۃ نبوی ﷺ کا نقشہ تھی، بڑے اطمینان اور تسلی سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو

کرنا، ناک میں پانی خوب اچھی طرح کھینچ کر ڈالنا جس سے فرمان نبوی ''بالغ فی الاستنشاق'' کا پورا پورا نقشہ سامنے آ جائے، ہاتھ دھونے اور کلی کرنے سے لے کر پاؤں کی انگلیوں کے خلال تک ایک ایک سنت اور ادب کی رعایت کرنا، یہ آپ کا وضو تھا، اور نماز بھی سنت کے مطابق ہوتی تھی، مسنون قرأت کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی، فجر میں اگر امام طوال مفصل کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھ لے تو اس کی خیر نہ تھی، جب خود نماز پڑھاتے تو روانی اور تسلسل سے ایسے سیدھے سادے دلنشین انداز میں قرآت فرماتے جو سیدھا دل میں اترتا چلا جاتا۔

رسول اللہ ﷺ کی دونوں سنتوں پر عمل

تہجد کی رکعات کے بارے میں آپ کا معمول مبارک یہ تھا کہ غیر رمضان میں آٹھ رکعت اور رمضان المبارک میں بارہ رکعت پڑھتے تھے کیونکہ محبوب خدا ﷺ سے آٹھ اور بارہ دونوں منقول ہیں اس لئے آپ اس طریق سے سرور کائنات ﷺ کی دونوں اداؤں پر عمل فرماتے۔ (مجلہ المصطفیٰ امام اہل سنہ نمبر ص ۲۱۸)

ستر سال میں پہلی دفعہ مسنون روزہ چھوٹ گیا

فالج کے تیسرے حملے کے بعد جب شب برأت پہلی مرتبہ آئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی سحری میں جگانا میں نے بھی روزہ رکھنا ہے۔ ہم سب نے عرض کیا کہ آپ اتنے بیمار ہیں کہ آپ کو فرض روزے بھی قضا کرنے کی اجازت ہے اور یہ تو پھر نفلی روزہ ہے۔ آپ کھا پی بھی کچھ نہیں سکتے صرف مشروبات پر گزارہ ہے، اس لئے آپ ہرگز روزہ نہ رکھیں مگر آپ نہ مانتے اور باصرار شدید فرمایا کہ نہیں! مجھے ضرور جگانا! میں نے روزہ رکھنا ہے، ہم نے مجبوراً ان سے کہا کہ ٹھیک ہے جگا دیں گے اور آپس میں مشورہ کیا کہ نہیں جگائیں گے، ان کی صحت اس حال میں نفلی روزے کی اجازت نہیں دیتی، صبح ہم سب نے اٹھ کر سحری کھائی اور دادا جان کو نہ جگایا، جب نماز کے لئے بیدار ہوئے اور سحری کا وقت ختم ہونے کا علم ہوا تو پھوٹ پھوٹ کر رو دیے اور فرمایا کہ ستر سال بعد میرا یہ مسنون روزہ قضا ہوا ہے، اتنا

صدمہ ہوا کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ کاش ہم نے انہیں جگا ہی دیا ہوتا۔ (مجلّہ المصطفیٰ امام اہل سنہ نمبر ص ۲۲۰)

رسول ﷺ کے چاہنے والے

کبھی کبھار سب اہل خانہ کو جمع کر لیتے، بچے بڑے، مرد عورت ''کلھم اجمعون'' پھر ہر ایک سے کچھ نہ کچھ سنانے کی فرمائش ہوتی، کوئی تلاوت سناتا، کوئی نعت، کوئی نظم، کوئی جہادی ترانہ.... ایک مرتبہ ایسے ہی موقع پر آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے اور فرمایا ''یا اللہ! یا اللہ! لوگوں کے بچے بچیاں گانے گاتے ہیں، میرے بچے بچیاں تیرا اور تیرے رسول کا نام لیتے ہیں'' پھر دونوں ہاتھ چہرہ پھیر لیے اور کافی دیر رقت طاری رہی۔ (مجلّہ المصطفیٰ امام اہل سنہ نمبر ص ۱۹۸)

53 سال مسلسل تکبیر اولیٰ کا اہتمام

مدرسہ نصرۃ العلوم میں حفظ کے استاد اور قاری محمد عبداللہ صاحب کے صاحب زادے قاری محمد عبید اللہ عامر فرماتے ہیں ''میں نے 1984ء میں مدرسہ نصرۃ العلوم سے دورہ حدیث کیا، حدیث کے سبق میں کسی نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو طلباء کی شکایت لگائی کہ طلباء نماز میں سستی کرتے ہیں، اس پر حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: میرا یہاں گھر نہیں ہے۔ اگر میں یہاں رہتا ہوتا تو پھر دیکھتا کہ طلباء نماز میں کیسے سستی اور کوتاہی کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا: ''الحمدللہ 53 برس سے میری تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی''۔ کہنا اور سننا آسان ہے مگر 53 برس تکبیر اولیٰ کا اہتمام ہم جیسوں کے لئے ناممکن ہے، یہ بات حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے 1984ء کو بیان کی اس کے بعد جب تک صحت ٹھیک رہی اور حضرت مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے آتے رہے اس وقت تک نماز کا باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ اہتمام فرماتے رہے۔

1984ء کے بعد اگر حضرت کی صحت کا باقی زمانہ بھی شامل کر لیا جائے تو کل 70 برس بنتے ہیں، 70 برس تک تکبیر اولیٰ کا اہتمام اسی کی برکت تھی کہ حضرت کی تقریر

اورتحریر میں اتنا اثر تھا کہ ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں کتب کے مطالعہ سے انقلاب آیا اورشرک وبدعت اور باطل نظریات سے توبہ کی۔ (مجلّہ المصطفیٰ امام اہل سنہ نمبر ص ۵۸۱)

قبولیت عمل کی شرائط

فرمایا ''ہر عمل کی قبولیت کے لئے تین شرطیں ہیں (۱) ایمان (۲) اخلاص (۳) اتباع سنت۔ اگر عقیدہ درست نہیں تو نیکی کی کوئی حیثیت نہیں۔ اخلاص نہیں تو بھی عمل ضائع ہوگیا۔ خلاف سنت کیا تو بھی قبول نہ ہوگا۔''

رسول ﷺ کی زیارت اور شفقت

مولانا قاری عبدالباری جامعہ اسلامیہ دارالعلوم سرحد سے فارغ التحصیل تھے آج کل پشاور یونیورسٹی میں فارسٹ کالج کی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ قاری صاحب نے کہا کہ 2006ء کی بات ہے کہ میں درس قرآن دے رہا تھا پہلے دن میں نے سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 5 کا درس دیا۔

دوسرے دن جب آیت نمبر 6 کا درس دیا تو ایک صاحب نے سوال کیا کہ اس آیت مبارکہ کا ماقبل آیت سے کیا تعلق ہے؟ وہاں نکاح سے متعلق احکام ہیں اور یہاں وضو کے مسائل کی تفصیل ہے۔ میں نے اپنی کم علمی اور طالبانہ سطح کے مطابق جواب تو دے دیا۔ لیکن گھر آکر سوچ میں پڑ گیا کہ معلوم نہیں، میرا جواب صحیح تھا یا غلط؟ اگر جواب غلط دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑ ہوگی۔ ابھی تو جان چھڑالی ہے، لیکن کل قیامت کے دن کیا جواب دونگا؟

کوئی بھی مسئلہ ہو سرفراز خان صفدر سے پوچھ لینا

عشاء کا وقت تھا۔ اسی فکر میں جواب کی تلاش کیلئے گھر میں موجود تھا تفاسیر دیکھنے لگا۔ جلالین اٹھائی، ربط نظر نہیں آیا۔ معارف القرآن میں دیکھا۔ جواب نہ ملا۔ مواہب الرحمٰن اٹھائی، تسلی نہیں ہوئی۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے اور اوراق پلٹتے پلٹتے تکیے کا سہارا لیا تو

آنکھ لگ گئی۔ نیند کی وادی میں چلا گیا تو دیکھتا ہوں کہ اپنی ہی مسجد میں اسی جگہ درس دے رہا ہوں۔ یہی آیات ہیں اور لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا اور مجھے مخاطب کر کے کہا کہ باہر دروازے پر رسول ﷺ تشریف لائے ہیں۔ آپ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبرؓ بھی ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں۔ میں درس چھوڑ کر دروازے کی طرف لپکا تو رحمت عالم ﷺ نے اس فقیر وحقیر کو سینہ مبارک کے ساتھ لگایا، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے معانقہ کیا۔ پھر رسول ﷺ اس آیت کے متعلق مجھے سمجھانے لگے اور ساتھ ساتھ فرمایا کہ تم پریشان کیوں ہوتے ہو، اتنی آسان بات ہے اور تم حد سے زیادہ پریشان ہو گئے۔ رسول ﷺ مجھے سمجھا رہے تھے اور تسلی دے رہے تھے اور جبکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مسکرا رہے تھے کہ آسان بات تھی تمھاری پریشانی کی وجہ سے رسول ﷺ یہاں تشریف لائے، میں سوچ ہی رہا تھا کہ رحمت عالم کو درس کے لئے اپنی نشست پر بیٹھاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ترجمہ وتفسیر میں کوئی مشکل پیش آجائے تو پریشان نہ ہونا بلکہ مولانا سرفراز خان صفدر سے پوچھ لینا تو وہ پیچیدگی حل کر دینگے۔ یہ کہہ کر رسول ﷺ وضو بنانے کیلئے تشریف لے گئے۔ (رسالہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیادِ امام اہلسنت جولائی ۲۰۰۹ء، ص ۷۷۶)

حضور ﷺ کا حکم حضرت کی اقتداء میں نماز کیلئے

اس قحط التقویٰ کے دور میں ایسی مثال سعی بسیار کے بعد بھی شاید بمشکل مل سکے۔ شاید نماز کی اسی حسن ادائیگی اور احتیاط کی بناء پر ایک متشرع سید صاحب کو حضور ﷺ نے خواب میں نمازیں آپ کی اقتداء میں ادا کرنے کا فرمایا، چنانچہ وہ مستقل عرصہ دراز تک گکھڑ میں ہی رہائش پذیر ہو گئے تھے اور نمازیں حتی الوسع والد صاحبؒ کی اقتدا میں ادا کرتے تھے۔ (رسالہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیادِ امام اہلسنت جولائی ۲۰۰۹ء، ص ۳۹۹)

تحریک نظام مصطفیٰ اور شہادت کی آرزو

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں سرگرم کردار ادا کیا۔ مختلف جلوسوں کی قیادت کی، جلسوں سے خطاب کیا اور احتجاجی جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتار ہو کر کم و

بیش ایک ماہ ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں رہے۔اسی دوران وہ مشہور واقعہ بھی پیش آیا کہ گکھڑ کی جامع مسجد سے جمعہ کے بعد پاکستان قومی اتحاد کا احتجاجی جلوس نکلنا تھا جس کی قیادت حضرت والد محترم نے کرنا تھی۔فیڈرل سیکورٹی فورس کے کمانڈر نے جلوس پر پابندی لگا دی اور ایک لکیر سڑک پر کھینچ کر وارننگ دی کہ جس نے یہ لکیر عبوری کی، اسے گولی مار دی جائے گی۔اس کے ساتھ ہی ایف ایس ایف کے جوانوں نے فائرنگ کے لئے پوزیشنیں سنبھال لیں، مگر حضرت والد محترم اپنے رفقا سمیت، جن میں ہمارے حفظ قرآن کریم کے استاد محترم قاری محمد انور صاحب اور جے یو پی کے راہ نما حاجی سید ڈار مرحوم بھی شامل تھے، یہ کہتے ہوئے وہ لکیر عبور کر گئے کہ ۶۳ سال کی مسنون عمر پوری کر چکا ہوں اور اب شہادت کی آرزو رکھتا ہوں۔ان کا یہ عزم دیکھتے ہوئے فیڈرل سیکورٹی فورسز کے جوانوں کی تنی ہوئی رائفلیں زمین کی طرف جھک گئیں اور احتجاجی جلوس پوری آب و تاب کے ساتھ آگے روانہ ہو گیا۔(رسالہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیادِ امام اہلسنت جولائی ۲۰۰۹ء، ص ۳۷۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شلوار پہنے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ذرا نیچے تک قمیض زیب تن تھی اور سر مبارک پر سادہ سا کلہ، اوپر پگڑی باندھے ہوئے تھے اور کوٹ میں جو گھٹنوں سے نیچے تھا، ملبوس تھے اور بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔راقم اثیم کو پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جا رہے ہیں تو راقم اثیم بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اور سلام عرض کیا۔یوں محسوس ہوا کہ بہت آہستہ آہستہ سے جواب دیا اور رفتار برقرار رکھی۔راقم بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا۔کافی دور جانے کے بعد زور زور کی بارش شروع ہو گئی۔حضرت اس بارش میں بیٹھ گئے اور اوپر ایک سفید رنگ کی چادر تان لی۔کافی دیر تک مغموم اور پریشان حالت میں بیٹھے رہے۔پھر بارش مین ہی اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے اور پھر نظر نہ آئے۔

اس خواب کے چند دنوں بعد مہاجرین فلسطین کے دو کیمپوں صابرہ اور شتیلہ کا

واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے تقریباً بتیس ہزار مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور مریضوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد راقم اثیم خواب کی تعبیر سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شدید بارش میں چادر اوڑھ کر بیٹھنا اور پریشان ہونا اس کی طرف اشارہ تھا کہ تقریباً ستر لاکھ ظالم یہودیوں کے ہاتھوں تقریباً تیرہ کروڑ کی، آس پاس کی مسلمان حکومتوں کی موجودگی میں، جنہوں نے بے غیرتی کا مظاہرہ کیا اور مصالحت کی چادر اوڑھ رکھی ہے مظلوم مسلمانوں پر بارش کی طرح گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے، مگر بے غیرت خاموش ہیں اور ان کی بے غیرتی اور بے حسی وامریکہ کی لعنت ہنوز ان پر چھائی ہوئی ہے۔ (توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام، ص۱۲ تا ۱۵)

ساری زندگی سنت کی ترویج واشاعت

امام اہل سنت نے اپنی پوری زندگی سنت کی ترویج واشاعت کیلئے وقف کئے رکھی۔ ہر چھوٹے بڑے فتنے کے خلاف قلم اٹھایا اور جس موضوع پر بحث کی، ان کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا۔ دلائل و براہین قاطعہ کے ہتھیار کو استعمال کیا۔ دشنام طرازی یا جذباتیت سے کام لینے کے بجائے اپنے اکابر کی اعلیٰ اقدار روایات کے مطابق اعتدال و استدلال کا ایسا رنگ اپنایا کہ مخالف کو بھی قائل کر لیا۔ حضرت شیخ نے اسلوب تحریر میں اپنے عہد کی نزاکتوں کو بھی ملحوظ رکھا اور حضور ﷺ کے اس قول کے مصداق کہ ''لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات کرو''۔

خدمات دینیہ کی قبولیت اور دربارِ نبوی ﷺ میں قرب

حافظ نثار احمد حسینی فرماتے ہیں کہ حضرت امام اہلسنتؒ کے وصال سے تقریباً ایک ماہ پہلے احقر نے خواب میں دیکھا (خواب بہت سے تفصیل سے ہے لیکن یہاں مختصر پیش کیا جا رہا ہے) کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں احقر بھی خدمت اقدس میں حاضر ہے۔ احقر نے حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ انہیں ہم اپنے پاس بلانے والے ہیں۔ احقر نے عرض کیا، آپ کے پاس مجھے

ایسا سکون محسوس ہو رہا ہے کہ میں نے کبھی ایسا سکون کہیں بھی نہیں دیکھا، مجھے بھی اپنے پاس بلالیں۔ فرمایا

ابھی تمھارا وقت نہیں آیا اور اس کے بعد احقر کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا۔ الحمد الله علی ذالک.

اس خواب سے احقر کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت امام اہل سنت استاذی المکرّم کا وقت قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ کے دین کی خدمت میں آپ نے جو عمر [illegible]اری، حدیث رسول کی تعلیم و تدریس کو اپنا مشغلہ بنایا اور خصوصاً آپ ﷺ کی شان اقدس کے تحفظ اور عقیدہ حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جو خدمت کی، وہ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے دربار میں قبول فرمائی ہوئی ہے اور اس عظیم الشان خدمت کے صلے میں آپ کو قرب دربار نبوی علی صاحبہا الف تحیۃ وسلام حاصل ہے۔

(رسالہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیادِ امام اہلسنت جولائی ۲۰۰۹ء ، ص۲۵۲)

روضۂ اقدس پر اشک بار آنکھیں

ڈاکٹر فضل رحمٰن فرماتے ہیں: مدینہ منورہ میں حضرت کے ساتھ گزارے ہوئے دن میری زندگی کا سب سے بڑا اثاثہ ہیں۔ ہماری رہائش رباط مکی کے قریب تھی۔ حضرت مفتی صاحب شہیدؒ حضرت اقدس کو سنتیں رہائش گاہ پر ادا کرنے کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں جماعت کھڑی ہونے سے قبل لاتے اور فجر، ظہر، عصر میں نماز کا معمول تھا۔

باب جبرائیل سے داخل ہونے کے بعد سے لے کر امام صاحب کے کھڑے ہونے تک حضرت اقدسؒ وہیل چیئر پر رہتے۔ اس کے بعد حضرت وہیل چیئر سے اتر جاتے۔ ایک طرف سے مفتی صاحب شہیدؒ اور دوسری طرف سے الحاج لقمان اللہ میر صاحب حضرت کے ساتھ ہوتے اور حضرت نہایت عجز و نیاز کے ساتھ بارگاہ خاتم النبیین، شافع محشر، امام الانبیاء، وجہ تخلیق کائنات، رؤف رحیم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سرکار مدینہ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے۔ میں وہیل چیئر پکڑے بالکل پیچھے ہوتا۔ حضرت نہایت ہی

پست آواز میں عربی میں اپنی طرف سے اور والدین و احباب کی طرف سے سلام عرض کرتے۔ یہ سارا عرصہ نظریں جھکائے اشک بار آنکھوں سے بارگاہ نبوت میں سر جھکائے کھڑے رہتے۔ (رسالہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیادِ امام اہلسنت جولائی ۲۰۰۹ء، ص۷۰۶)

سلام میں پہل کی سنت

حضرت کی زندگی کا ایک پہلو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک حدیث پر عمل تھا۔ حضرت جہاں بھی جاتے سلام میں پہل فرماتے۔ اگر ہم حضرت کے ساتھ کسی ہسپتال، مجلس، ایئرپورٹ، لیبارٹری میں جاتے تو حضرت اقدسؒ ہر کسی کو پہلے السلام علیکم کہتے۔

سفر میں جانے سے پہلے میں نے یہ بات خود دیکھی کہ جس شہر میں جتنے دنوں کیلئے جانا ہوتا، حضرت اپنی نماز والی ڈائری سے اس شہر سے تہجد اور اشراق کا ٹائم خود اپنے ہاتھ سے تحریر فرماتے۔ (رسالہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیادِ امام اہلسنت جولائی ۲۰۰۹ء، ص۷۰۹)

سالار قافلہ تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صحابی رسول ﷺ کا خواجہ خان محمد کے لئے پیغام

مولانا اسلام الدین صاحب ایڈیٹر ''ظہور اسلام'' سرینگر کشمیر، نے خواب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زیارت کی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ: ''برصغیر کے مسلمانوں کے حالات قابلِ رحم ہیں آپ مولانا خواجہ خان محمد صاحب پاکستان کو کہیں کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا کیا کریں۔'' مولانا اسلام الدین نے سرینگر سے خط کے ذریعے کراچی دفتر ختم نبوت لکھا کہ شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب تک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچادیں۔ (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ معروف جلیل القدر صحابیِ رسول ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں)۔

محبوب ﷺ کا بہت پیارا امتی

میر پور خاص، سندھ کے ڈاکٹر امداداللہ احمدانی مدینہ طیبہ گئے، روضہ طیبہ پر دُرود وسلام پڑھا اور دُعا کی کہ: ''اے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا جو بہت پیارا اُمتی ہے، اس بزرگ کی مجھے آج زیارت ہوجائے۔'' یہ دُعا کر کے مواجہہ شریف سے پیچھے ہٹے تو ایک دوست نے کہا کہ: ''ڈاکٹر صاحب! پاکستان سے مولانا خواجہ خان محمد صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، آپ زیارت کے لئے چلیں گے؟'' ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ: ''میرے دل میں آیا کہ آج تو میری دُعا نقد قبول ہوگئی۔ میں گیا اور جا کر مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی ملاقات وزیارت کی۔'' (تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، مولانا اللہ وسایا ص ۱۵۰)

رسول ﷺ کا حکم، خان محمد سے بیعت ہو جاؤ

(فاروق آباد) کا ایک نوجوان محمد اکرم کمبوہ جو شیخوپورہ کالج میں بی اے کا طالب علم تھا، ایک روز میرے پاس (یعنی سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے) پاس آیا اور کہنے لگا گیلانی صاحب میرے دل میں کسی اہل اللہ سے بیعت ہونے کا شوق ہے اور اکثر سوچتا تھا کہ کس بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دوں، پھر وہ رو پڑا اور کہا رات کو میں نے خواب دیکھا ہے، وہ سن لیں اور میری مدد کریں۔

خواب: حسبِ عادت میں اسی سوچ میں سو گیا کہ کس بزرگ کو اپنا پیشوا بناؤں، دیکھتا ہوں کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لاتے ہیں اور فرمایا خان محمد خانقاہ سراجیہ والوں سے بیعت ہو جاؤ، اس ارشاد کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے اسے رقعہ دے کر حضرت کی خدمت میں کندیاں بھیج دیا، حضرت نے اسے بیعت فرمایا۔ (حدیث خواب صفحہ ۱۴۷ از سید امین گیلانی)

محبتِ رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا قلب

ایک عظیم رتبہ کے حامل اور مسندِ ولایت کے عظیم تاجدار ہیں جنہیں حُبِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا حظِ وافر قدرت نے عطا کیا ہے، عشاق کے امام ہیں اور آقائے کون ومکاں کے سچے غلام ہیں۔ آپ کے بارے میں ایک زندہ تالیف ''میرے خلیل'' صفحہ 57 پر مرقوم ہے: ''عشقِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلا زینہ ہے معرفتِ خداوندی کا۔ محبت رسول اللہ ﷺ سے آپ کا سینہ بھرا ہوا ہے، مجلس میں جب بھی کسی نے نعتِ رسول ﷺ آپ کے سامنے پڑھی، یک دم پوری توجہ سننے کے لئے کرتے ہیں، ذکرِ رسول مقبول ﷺ پر اکثر آنسوؤں کے موتی آپ کی آنکھوں میں تیرتے دیکھے ہیں، آنسو اس سلیقہ سے صاف کرتے ہیں کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہونے دیتے۔''

مدینہ حاضری کے لیے بے قراری

''مدینہ شریف کی قدم بوسی کے لئے بے قرار رہتے ہیں آپ ہر سال حج پر جاتے ہیں، کوشش یہی ہوا کرتی ہے کہ مدینۃ الرسول ﷺ میں حاضری پہلے ہو، حج کا احرام اکثر مدینۃ الرسول ﷺ سے ہی باندھتے ہیں، سامان کی خریداری بھی مدینہ شریف سے ہی کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ عالم مدظلہ العالی ہمہ وقت حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تیار رہتے ہیں۔ احقر نے تو یہ بھی دیکھا کہ خانقاہ شریف سفر سے واپس آئے ہیں خانقاہ شریف میں حرمین شریفین کے سفر کی اطلاع آئی ہوئی ہے تو آدھہ گھنٹہ بعد ہی آپ سفر پر روانگی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔''

فنائیتِ رسول ﷺ

''احقر درویش نے ایک روز عالم واقعہ میں یہ دیکھا کہ ایک باغ نہایت ہی حسین و جمیل ہے، سید دو عالم رحمۃ اللعالمین باغ میں کھڑے ہوئے مسکرا رہے ہیں نبی رحمت، جانِ دو عالم ﷺ اپنے اس گناہ آلود امتی کو مٹھائی عطا فرماتے ہیں، حقیر امتی مٹھائی کھانے کے بعد دوبارہ جو دیکھتا ہے تو باغ میں میرے خلیل خواجہ خان مدظلہ مسکرا رہے ہیں فقیر حقیر اس واقعہ سے یہ سمجھا کہ مرشدِ برحق کو فنائیتِ رسول ﷺ کامل واکمل نصیب ہے'' (صفحہ 58)

بارگاہِ رسالت میں آپ کو کامل حضوری نصیب ہے

''ایک دن خواجہ خان صاحب مدظلہ العالے کا یہ حقیر درویش مسجد نبوی ﷺ میں بعدِ نماز عصر مراقب ہوا۔ یہ مشاہدہ ہوا کہ حضرت سید الابرار علیہ افضل التحیۃ والسلام تشریف فرما ہیں، جناب ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجودِ اقدس بہت بڑا ہے، اولیاء اللہ دست بستہ گول دائرہ میں سامنے بیٹھے ہیں، حضرت خواجہ مخدوم و مرشد دامت برکاتہم کو حبیبِ خدا محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں طرف بالکل جگہ ملی ہوئی ہے، یہ نظارہ دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔

اس واقعہ سے یہ اخذ کیا کہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں آپ کو کامل حضوری نصیب ہے۔ آپ کو یہ سب کچھ سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ سعدیہ کے شیوخ کی توجہات سے نصیب ہوا ہے۔ سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ کے سرخیل، امام و پیشوا یار غار، خلیفہ رسول ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آقائے دو جہاں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اللہ پاک نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے میں نے وہ سب ابوبکر کے سینہ میں اتار دیا ہے، وہی صدیقی فیض ہی سینہ بہ سینہ آپ تک کامل آیا ہے نسبت اتحادی کے کامل واکمل امین ہیں۔

درود شریف سے عشق اور ہر پریشانی میں درود شریف کا معمول

سید سلمان گیلانی نے 16 مئی 2002ء تلہ گنگ میں ایک محفل حمد ونعت میں یہ واقعہ سنایا: کہ حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم و فیوضہم کے ساتھ سالِ گزشتہ مدینہ طیبہ کی حاضری میں رفاقت رہی، اس دوران ایک موقعہ پر آپ روضہ اطہر کے سامنے بیٹھے تھے کہ میں نے عرض کیا، حضرت کوئی خاص وظیفہ ارشاد فرما دیجئے کہ مدینہ طیبہ کی بار بار حاضری ہوتی رہے۔

تو آپ نے فرمایا درود شریف پڑھا کریں، میں نے عرض کیا: حضرت فلاں فلاں کام ہو جائیں کوئی خاص عمل بتلا دیجئے، آپ نے فرمایا، درود شریف پڑھا کریں۔ پھر میں نے عرض کیا: حضور! دل بڑا پریشاں ہے، کچھ ارشاد فرما دیجئے! اس بار بھی آپ نے وہی بات دوھرا دی اور فرمایا، درود شریف پڑھا کریں۔

اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

امام الزّاہدین والعارفین

قاضی محمد زاهد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

مدینے کا سارا جہاں محترم ہے

سبحان اللہ کس شیفتگی اور والہانہ عقیدت سے آپ نے اپنی کتاب میں مدینہ طیبہ کا ذکر کیا ہے وہاں کی آب و ہوا، اور ادھر کی ساری اشیاء کیسی پیاری ہیں، کتنی پاکیزہ ہیں، روح کو بھاتی ہیں اور دل و دماغ کے لطف و سرور کا باعث ہیں، دیدہ و دل فرشِ راہ کرتے ہوئے آپ بھی پڑھیے اور دل میں محبت نبی ﷺ کو جگہ دیجئے۔

"مدینہ منورہ کا چپہ چپہ، انوارِ رحمت اور برکات سے پُر ہے اس کی ساری فضا پودے، پہاڑ، پانی، مٹی، گرد و غبار، غرضیکہ ہر چیز ایک عظیم شرف سے مشرف ہے یہی وہ مقام رفیع ہے جس میں رحمتِ دو عالم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال حیاتِ دنیاوی کے گزارے اور اب چودہ سو سال سے آپ کا روضۂ اطہر، انوارِ الٰہیہ اور برکاتِ سرمدیہ کا مہبط بنا ہوا ہے، اس لئے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "مدینہ منورہ حاضری دینے والا دربارِ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، مسجد نبوی، جنت البقیع، اور شہداء کی قبور (میدانِ احد وغیرہ میں) اور دوسرے تمام مقامات متبرکہ کی زیارت کرے یہ اس کے لئے اجر و ثواب کا ذریعہ بن جائے گا۔" (رحمتِ کائنات، ص: 451، بحوالہ: مرقاۃ، ج6، ص: 87)

دل ہو کہ میری جان مدینے کی ہواؤ
سب تم پہ ہیں قربان مدینے کی ہواؤ

جمالِ رحمت دو عالم سے مشرف

اپنی کتاب "رحمتِ کائنات" کے آغاز میں لکھتے ہیں: ربیع الاول 1377ھ مطابق نومبر 1957ء ایبٹ آباد اپنے سکونتی مکان میں شام کا کھانا کھا کر قبل از نماز عشاء چارپائی پر لیٹا ہوا تھا کہ بَيْنَ النَّوْمِ وَالْيَقْظَةِ (نیم خوابی) کی حالت میں جمالِ رحمتِ دو عالم سے

مشرف ہوا آپ نے فرمایا تمہارے مضمون کو میں نئی ترتیب دے رہا ہوں تا کہ اس کو انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں پیش کروں۔

آراستہ ہے مدحِ پیمبرؐ سے ہر ورق!
کیوں کر نہ پُر کشش ہو تری زیست کی کتاب

(مذکورۃ الصدر ایسی کتابِ سیرت ہے کہ جس کے بارے میں حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کتاب کا ہر ہر حرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مؤلف کے عشق ومحبت کا ترجمان نظر آتا ہے، مطالعہ سے احقر اپنے قلب میں بھی محبتِ نبوی ﷺ میں ترقی اور اضافہ محسوس کرتا ہے حضرت کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے تلمیذِ رشید حضرت مولانا محمد انوری نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد فرمایا: میں اس کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا دوپہر کا وقت تھا، قیلولہ کیا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ چند صحابہ کی زیارت سے شرفیابی ہوئی، زہے نصیب...... یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کتاب ''رحمۃ اللعالمین ﷺ'' کی بابت علماء نے فرمایا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران اللہ تعالیٰ اپنے حبیب، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں نصیب فرمادیتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔)

کمالِ ادب اسی میں ہے

حضرت اپنی کتاب مذکور صفحہ 461 پر رقم طراز ہیں: کہ احقر کو اللہ تعالیٰ نے جب بھی یہ سعادت بخشی ہے سلام عرض کرنے کے بعد سید دو عالم ﷺ کے مبارک قدموں کی طرف بیٹھ گیا اور وہاں سے بہت کچھ پایا الحمد للہ۔ احقر نے اپنے اس طرزِ عمل کی بنیاد سیدِ دو عالم ﷺ کے اس ارشاد پر رکھی ہے جس میں سید دو عالم ﷺ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جوتیاں دے کر یہ فرمانا ہے کہ جو کلمہ پڑھنے والا ملے اس کو جنت کی بشارت دیدو اسی طرح سید دو عالم ﷺ کے ایک ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے تو رحمتِ کائنات سید دو عالم ﷺ کے قدموں میں کیا کچھ نہیں ملے گا؟ ملتا ہے اور ضرور ملتا ہے

کمالِ ادب اسی میں ہے۔

زیارت کے لئے بے تاب

صفحہ 437 پر آقائے کون ومکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ طیبہ کے بارے میں انتہائی عقیدت کے ساتھ لکھتے ہیں: ساری زمین پر صرف ایک ہی ایسی بستی ہے جس کی طرف کرۂ ارض پر رہنے والے مسلمانوں کے دل ہر وقت مشتاق رہتے ہیں ان کا دل ہر وقت اس بستی کی زیارت کے لئے بے تاب رہتا ہے وہ مالی اور بدنی تکالیف اٹھا کر بھی اس کی زیارت کے لئے آنا سعادت اور بڑی برکت سمجھتے ہیں اور وہ مدینہ منورہ ہے جہاں سیدہ دوعالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت فرمائی اور اسی مبارک بستی میں قرآنِ عزیز کا کچھ حصہ نازل ہوا، وہیں سے جان نثاروں نے ہر قسم کی قربانی دے کر پرچم اسلام کو بلند کیا ہے اسی بستی سے قرآنی معارف اور انوارِ احادیث کے ہمیشہ جاری رہنے والے چشمے پھوٹے، اسی بستی کے لئے سید دوعالم ﷺ کے مکہ مکرمہ سے بھی دو چند برکتوں کے نزول کی دعا مستجاب فرمائی ہے۔

حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کو زیارت نبی ﷺ

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر فرماتے ہیں کہ یہ گنہگار کئی مرتبہ زیارت سید دو عالم ﷺ سے مشرف ہوا اور جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حرف بحرف صحیح نکلا۔ زیارت مدینہ منورہ کے وقت معمول یہ تھا کہ سید دو عالم ﷺ کے قدموں میں بیٹھتا ہوں، جب بھی یہ شرف ملا نماز عصر کے بعد مراقبے میں جو ارشاد فرمایا حرف بحرف درست نکلا۔ (رحمت کائنات ﷺ صفحہ 346)

گنبد خضراء کا ٹکڑا

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مخلص عقیدت مند مدینہ طیبہ میں رہتا ہے۔ اسے کام کے دوران گنبد خضرا کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ملا، جو اس نے سنبھال کر رکھ لیا پھر اسے سرور کونین ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''گنبد خضرا کا یہ ٹکڑا

اٹک کے قاضی صاحب کو دے دینا'' چنانچہ وہ اس مبارک ٹکڑے کو لایا اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا، جسے حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ انتہائی شوق اور عقیدت سے ہمیشہ اپنے سینے کے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ (رحمت کائنات ﷺ۔ صفحہ 458)

حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محمد سلیمانؒ میرا مہمان ہے اس کی ہر طرح عزت کرنا

ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ جن ایام میں علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری سابق سیشن جج ریاست پٹیالہ (مشرقی پنجاب، بھارت) ومصنف ''رحمت للعالمین'' مدینہ شریف قیام پذیر تھے۔ ایک دن قاضی صاحب مسجد نبوی سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے اور آپ کے ہمراہ مسجد نبوی کے امام بھی باتیں کرتے آرہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر پہنچے جہاں نمازیوں کے جوتے پڑے رہتے ہیں۔ اس جگہ امام صاحب نے بڑھ کر قاضی صاحب کے جوتوں کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کیا اور قاضی صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ قاضی صاحب نے تیزی سے امام صاحب کے ہاتھوں کو پکڑلیا اور کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ جواباً امام صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ ایسا کس کے حکم سے کررہا ہوں۔ فرمایاؒ رات خوش بختی سے حضرت سرور کائنات محمد ﷺ ابداً ابداً الی یوم القیامۃ کی خواب میں زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور عالم رویاء میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''محمد سلیمان میرا مہمان ہے۔ اس کی ہر طرح عزت کرنا''۔ (شمع رسالت کے پروانوں کے ایمان افروز واقعات صفحہ ۴۲۰)

علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کو زیارت نبی ﷺ

ردقادیانیت میں علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ (رحمۃ اللعالمین والے) ''غایۃ المرام'' تحریر فرمارہے تھے کہ خواب میں حضرت رسول مقبول ﷺ کی زیارت بابرکت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''کوئی قادیانی اس کتاب کا جواب نہ دے سکے گا'' اور ہوا بھی یہی کہ بارہا یہ کتاب شائع ہو چکی ہے مگر آج تک کوئی قادیانی اس کا جواب نہ دے سکا، حالانکہ قادیانی جواب دینے میں بہت تیز سمجھے جاتے ہیں (دیباچہ ''غایۃ المرام'' از قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ) لوگوں نے کہا کوئی اینڈا بینڈا جواب

دے دے۔اس پر فرمایا کہ کوئی ایسا بھی نہیں کرسکتا کیونکہ حضرت نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی اس کا جواب نہ دے سکے گا۔آج تک یہ بات درست ہے اور قیامت تک درست رہے گی۔(عاشقان رسول ﷺ کو زیارت نبی صفحہ ۲۱۸)

رسولؐ کا فرمان کتاب رحمۃ للعالمین طلب کرو اور اس کا مطالعہ کرو

جب کتاب ''رحمۃ للعالمین'' تیار ہوئی تو اس کے مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کو متعدد خطوط اس مضمون کے موصول ہوئے۔ہم نے یہ کتاب ''رحمۃ للعالمین'' تا حال نہیں دیکھی اور نہ ہی اس کا اشتہار نظر سے گزرا۔رات خواب میں حضرت آقائے کل سید المرسل ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔آپ ﷺ نے عالم خواب میں یہ حکم دیا کہ پٹیالہ کے اس پتہ پر خط لکھ کر ''رحمۃ للعالمین'' نامی کتاب طلب کرو اور اس کا مطالعہ کرو اس لیے ہم نہ خط لکھ رہے ہیں۔(شمع رسالت کے پروانوں کے ایمان افروز واقعات صفحہ ۴۲۲)

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی

مومن تو عاشق ہوتا ہے دیوانہ ہوتا ہے

''ہر قوم کو اپنے پیغمبر سے اپنے رسول سے محبت ہوتی ہے ہمیں اور آپ کو بھی محبت ہے اور میرے خیال میں تو یہ کہنا کہ ہمیں اور آپ کو محبت ہے، بہت کمزور سی بات ہے کیونکہ مومن صرف محبت نہیں کرتا بلکہ مومن تو عاشق ہوتا ہے دیوانہ ہوتا ہے اپنے نبی ﷺ اور پیغمبر کا سرکار دو عالم ﷺ سے مسلمانوں نے ایسی ہی محبت کی جیسے کوئی دیوانہ اور جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب سے محبت کرتا ہے ہمارے اور آپ کے دل لبریز ہیں حضور اکرم ﷺ کی محبت سے، ایک مومن اور ایک مسلماں درحقیقت عاشق ہے سرکار دو عالم ﷺ کا، جب ہم اور آپ دیوانے ہیں اور عاشق ہیں حضور کے اور ہمیں فخر ہے تو ہماری اس دیوانگی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سرکار دو عالم ﷺ کو یاد کریں ہم ان کی اداؤں کا تذکرہ کریں ہم ان کی زندگی کا ذکر کریں ہم ان کے کمالات کو یاد کریں...... ہمیں آپ کے ذکر میں لذت آتی ہے جس طرح ایک عاشق کو اپنے محبوب کے ذکر میں لذت آتی ہے۔

سوہنے دی گل بات نہ مکے کردے رہیے، رات نہ مکے
پڑھ دا رہواں نعت نبی دی نعت نہ مکے، رات نہ مکے
روضے تے جا کے نظارے ویکھاں عمر لنگھے تے، ملاقات نہ مکے

اور ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے کہ یہ سیرت کے جلسے اور محفلیں منعقد کر کے اپنے پیغمبر سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں ذکر نبی ﷺ سے اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں سکینہ نازل ہوتی ہے اور وہ شہر اور بستی عام آفتوں اور مصیبتوں سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرما دیتے ہیں جہاں سرکار دو عالم ﷺ کا تذکرہ بیان کیا جا رہا ہو اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس جگہ آپ کا ذکر مبارک کیا جاتا ہے وہاں پر اللہ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں

اصل عشق رسول ﷺ

نبی ﷺ سے عقیدت و محبت کا لازمی نتیجہ حضور ﷺ سے والہانہ عشق اور اطاعت و پیروی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنے رسول ﷺ کی سی پیروی چاہتے ہیں یہ اس وقت ہی ممکن ہے جب مومن کا دل سرکار دو عالم ﷺ کے عشق و محبت سے لبریز ہو اور اصل عشق رسول ﷺ، اسوۂ رسول کے تابع ہے۔

درود پڑھنے والوں میں میرا نام لکھ لیا گیا ہے

مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس سے بے پناہ محبت تھی وہ درود پاک بہت کثرت سے پڑھتے تھے اور درود تنجینا مولانا کا سب سے محبوب درود تھا اور یہ درود ان کا شب و روز کا معمول تھا اور وہ اپنے بچوں اور متعلقین کو بھی اس کے پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

ایک بزرگ اور عارف باللہ نے مولانا کے انتقال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا اور ان کی خیریت دریافت کی تو مولانا مرحوم نے ان بزرگ سے کہا الحمدللہ! کہ میرا نام حضور اقدس ﷺ پر درود پڑھنے والوں کی فہرست میں لکھ لیا گیا ہے۔

عشق و محبت میں ڈوب کر

اپنے حبیب ﷺ کے اس عاشق کو قدرت نے خداداد مقبولیت سے سرفراز فرمایا تھا ہر ایک ان کا معترف نظر آتا تھا مولانا کوثر نیازی صاحب فرماتے ہیں۔" خطابت میں مولانا کا اسلوب بڑا منفرد اور جداگانہ تھا، قرآن کریم پڑھنا شروع کرتے تو جی چاہتا کہ بس پڑھتے ہی رہیں ویسے تو ہر موضوع پر بولتے تھے مگر سیرت النبی ﷺ کا بیان ان کا دل پسند موضوع اور ایک لحاظ سے ان کی زندگی کا عشق تھا سیرت النبی ﷺ کے جلسوں میں ان کا بیان خاص طور پر دلکش اور نرالا ہوتا تھا وہ آقائے نامدار ﷺ کے عشق و محبت میں ڈوب کر بیان فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ذکر حبیب ﷺ کرتے کرتے یہ عاشق رسول واصل بحق ہوئے اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی، ع۔ یہ اس کی دین ہے جسے چاہے پروردگار دے۔

مفتی اعظم

مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

یارسول اللہ! وہ بھی آ گئے

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد کفایت اللہؒ کی وفات سے کچھ روز قبل حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند دہلی تشریف لائے تھے۔ مولانا موصوف کو آنکھوں کا آپریشن کرانا تھا۔ ڈاکٹر موگا کے ہسپتال واقع علی پور روڈ میں داخل ہوکر آپریشن کرایا تھا۔ میں (شیخ عبدالحق پراچہ) تقریباً روزانہ شام کو عیادت کیلئے ہسپتال جاتا تھا اور رات گئے تک وہاں رہتا تھا۔ مولانا موصوف روزانہ حضرت مفتی اعظم مفتی کفایت اللہؒ کا حال دریافت فرماتے تھے۔ اور میں دن کی کیفیت سنایا کرتا تھا۔ وفات سے دس بارہ روز قبل حضرتؒ کی حالت کچھ سدھر گئی تھی اور مرض میں افاقہ معلوم ہوتا تھا۔ جس روز وفات ہوئی ہے اس روز بھی میں ہسپتال گیا۔ مولانا موصوف نے حضرت کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا اب خدا کے فضل سے روبہ صحت ہیں۔ اس کے بعد مولانا کے فرزند مولوی سید محمد میاں صاحب شاہجہان پوری سے باتوں میں مصروف ہوگیا اور مولانا موصوف کو نیند آ گئی۔

ساڑھے دس بجے یکا یک آنکھ کھلی، مولوی محمد میاں کو آواز دی اور دریافت کیا کہ عبدالحق پراچہ ہیں۔ میں نے عرض کیا حاضر ہوں۔ فرمایا شیخ صاحب حضرت کا کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ پہلے سے کچھ افاقہ ہے۔ فرمایا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت مفتی اعظمؒ تو رحلت فرما گئے۔ یہ کہہ کر مولانا موصوف رونے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں نے ابھی خواب دیکھا ہے جس کی تعبیر پوری ہوچکی۔ میں نے دیکھا کہ ایک مکان میں اکابر اسلام کا اجتماع ہے اور حضور انور سرکار دو عالم ﷺ بھی جلوہ فرما ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا کفایت اللہ نہیں آئے؟ کسی نے عرض کیا جی ہاں! یارسول اللہ وہ بھی آ گئے۔ اسی وقت

حضرت العلامہ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ بھی وہاں آگئے اور اسی اجتماع میں شامل ہو گئے۔

یہ خواب مولانا موصوف بیان کر کے زار و قطار رونے لگے اور فرمانے لگے کہ مفتی اعظم تو اپنے اکابر سے جا ملے ان کا وصال ہو گیا۔ یہ سن کر میں اور مولوی محمد میاں سکتے میں رہ گئے۔ میں مولانا موصوف سے اجازت لے کر واپس آیا۔ شہر میں آکر معلوم ہوا کہ واقعی ٹھیک اسی وقت حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ (مفتی کفایت اللہ نمبر ۲۷)

بات ادب کے اعلیٰ مقام کی تھی

مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علمائے ہند کے صدر اور متحد ہندوستان کے مفتی اعظم ہند تھے انہوں نے اسلامی تعلیمات اور احکام و مسائل کے متعلق ''تعلیم الاسلام'' کے نام سے کتاب لکھی، کیا مشرق، کیا مغرب، ایک دنیا نے اس سے استفادہ کیا اور کر رہی ہے۔ ''تعلیم الاسلام'' کا فارسی، ترکی، پشتو، بنگلہ اور دوسری کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا، چین، افغانستان اور وسطی ایشیا کی کمیونسٹ ریاستوں میں مسلمان نسلوں کو آج بھی یہی کتاب دین اسلام کی بنیادی تعلیم سکھا رہی ہے، اسلامی کتب خانے میں اس قدر مقبولیت بہت کم کتابوں کو حاصل ہوئی۔ بلاشبہ اس قبولیت کے پیچھے مؤلف کا غیر معمولی اخلاص کارفرما ہے، نو جلدوں پر مشتمل حضرت مفتی اعظم کے فتاوی کا مجموعہ ''کفایت المفتی'' ان کی فقہی بصیرت و مہارت کا شاہکار ہے۔

مفتی اعظم ہند اسی دیوبند کے صاحب عزم فرزندوں میں سے تھے، وہ اسلامی تہذیب کے اس قافلۂ سالار کے فرد تھے جن کی زندگی کی ایک ایک ادا سنت رسول ﷺ کی خوشبو میں رچی بسی تھی، مفتی صاحب جامعہ امینیہ دہلی میں دورۂ حدیث شریف پڑھاتے تھے، ہمارے اکابر کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ انہوں نے جب کبھی قومی اور سیاسی معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ضرورت محسوس کی تو مسند درس کو خیرباد نہیں کہا، سیاست کے جھمیلے ان کی تدریس کا عملی رشتہ نہیں توڑ سکے۔

مفتی اعظم صاحب کے ہاں ایک سال دورۂ حدیث میں سوات کے مولوی عبدالحق بھی شریک تھے، انہوں نے رات کو خواب میں سرور دو عالم جناب نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ درس حدیث کی مسند پر حضرت مفتی صاحب کی جگہ تشریف فرما ہیں، ریش مبارک سفید ہے اور صحیح مسلم کی ایک حدیث پڑھا کر اس پر محدثانہ تقریر فرما رہے ہیں، عجیب بات یہ تھی کہ مولوی عبدالحق مرحوم کو وہ تقریر جاگنے کے بعد بھی ٹھیک اسی طرح یاد رہی جیسے سنی تھی، صبح حضرت مفتی صاحب درس کے لئے تشریف لائے، اپنی مسند پر بیٹھ کر کتاب کھولی تو مولوی عبدالحق نے کہا ''حضرت! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں'' اجازت مل گئی تو انہوں نے اپنا رات والا خواب سنایا، سنتے ہی حضرت مفتی صاحب اپنی مسند پر کھڑے ہو گئے، فرمانے لگے ''عبدالحق! قبلہ رخ کھڑے ہو کر خدا کو گواہ بنا کر کہو کہ واقعی تم نے خواب میں اسی طرح دیکھا'' مولوی عبدالحق صاحب نے حکم بجالایا تو حضرت مفتی صاحبؒ مسند سے ہٹ کر سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا ''عبدالحق! تمہارا خواب سچا ہے، مگر تم اپنے ایمان کی خبر لو، تمہارا ایمان کمزور ہے، تم نے حضور ﷺ کی ڈاڑھی سفید دیکھی ہے حالانکہ آپ کی ڈاڑھی سیاہ تھی'' اور اس کے بعد حضرت مفتی اعظم چالیس روز تک احترام کی رعایت سے اس مسند پر نہیں بیٹھے، معاملہ اگرچہ خواب کا تھا لیکن بات ادب کے اعلیٰ مقام کی تھی۔

حضرت مولانا سید امین گیلانی

میرا کالی کملی والا زندہ باد

جنرل اعظم کے حکم سے لاہور میں کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اپنے جوبن پر تھی، پولیس مجھے اور میرے بہت سے ساتھیوں کو ہتھکڑیاں پہنا کر قیدیوں کی بس میں بٹھا کر شیخوپورہ سے لاہور کی طرف روانہ ہو گئی، اسیران ختم نبوت بس میں نعرے لگاتے ہوئے جب لاہور کی حدود میں داخل ہوئے تو ملٹری نے بس روک لی اور سب انسپکٹر کو نیچے اترنے کا حکم دیا، ایک ملٹری آفیسر نے اس سے چابی لے کر بس کا دروازہ کھول دیا اور بڑے رعب وجلال سے گرجا: ''تمہیں پتا نہیں نعرے لگانے والے کو گولی

مارنے کا حکم ہے، کون نعرے لگاتا تھا؟'' اس اچانک صورتِ حال سے سب پر ایک سکوت سا طاری ہو گیا، معاً میرا ہاشمی خون کھول اٹھا، میں نے تن کر کہا: ''میں لگاتا تھا!'' اس نے بندوق میرے سینے پر تان کر کہا: ''اچھا! اب لگاؤ نعرہ'' میں پر جوش انداز سے نعرہ لگایا: ''میرا کالی کملی والا'' سب نے با آواز بلند جواب دیا: ''زندہ باد!''

جنت جھلک دکھلا کر چلی گئی

اس کی بندوق کی نالی نیچے ڈھلک گئی، منہ پھیر کر کہا: ''ہاں وہ تو زندہ باد ہی ہے'' اور بس سے نیچے اتر گیا۔ ایسا معلوم ہوا جنت جھلک دکھا کر اوجھل ہو گئی، پھر اس نے سب انسپکٹر سے کچھ کہا، اس نے بس کا دروازہ مقفل کر دیا، چند منٹوں کے بعد ہم بورسٹل جیل لاہور میں تھے۔

بہادر ماں

شاعر ختم نبوت سید امین گیلانی اپنی جیل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ایک دن جیل کا سپاہی آیا اور مجھ سے کہا کہ آپ کو دفتر میں سپرنٹنڈنٹ صاحب بلا رہے ہیں۔ میں دفتر میں پہنچا تو دیکھا کہ میری والدہ صاحبہ مع میری اہلیہ اور بیٹے سلمان گیلانی کے، جس کی عمر اس وقت سوا ڈیڑھ سال کی تھی، بیٹھے ہوئے ہیں۔ والدہ محترمہ مجھے دیکھتے ہی اٹھیں اور سینے سے لگایا، ماتھا چومنے لگیں۔ حال احوال پوچھا، انکی آواز گلوگیر تھی۔ سپرنٹنڈنٹ نے محسوس کر لیا کہ وہ رو رہی ہے۔ میرا بھی جی بھر آیا، آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، یہ دیکھ کر سپرنٹنڈنٹ نے کہا اماں جی! آپ رو رہی ہیں، بیٹے سے کہیں (ایک فارم بڑھاتے ہوئے) کہ اس پر دستخط کر دے تو اسے ساتھ لے جائیں، ابھی معافی ہو جائے گی، میں ابھی خود کو سنبھال رہا تھا کہ اسے جواب دے سکوں۔ والدہ صاحبہ تڑپ کر بولیں کیسے دستخط کہاں کی معافی؟ میں ایسے دس بیٹے حضور ﷺ کی عزت پر قربان کر دوں میرا رونا شفقت مادری ہے۔ یہ سن کر سپرنٹنڈنٹ شرمندہ ہو گیا اور میرا سینہ ٹھنڈا ہو گیا۔

(تحریک ختم نبوت 1953 ص 532,533)

مرزا قادیانی جہنم کی آگ میں

کوئی شہر ہے، بازار میں منادی ہو رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ فلاں مسجد میں تشریف لائے ہوئے ہیں جس نے زیارت کرنی ہو وہاں پہنچ جائے، چنانچہ ہر طالب علم نے کہا کہ میں بھی پہنچا تو ہوں، پھر عرض کرتا ہوں کہ یا رسول اللہ ﷺ غلام احمد قادیانی واقعی نبی ہے تو حضور اللہ ﷺ فرماتے ہیں: انا خا تم النبیین لا نبی بعد ی " پھر ایک انگلی سے اشارہ فرما کر کہا کہ ادھر دیکھو! دیکھا ایک گول دائرہ ہے جس میں آپ بھڑک رہی ہے اور ایک شخص اس آگ میں جل رہا ہے اور تڑپ تڑپ کر چیخ رہا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا "یہ غلام احمد ہے" اس خواب کے بعد ہم سب نے توبہ کی اور حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین محکم ہو گیا۔ (حدیث خواب ص 21)

رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور مرزائیت کیخلاف جدو جہد:

ایک مسجد میں حوض کے کنارے وضو کر رہا ہوں، دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے سے داخل ہو کر حوض کی طرف تشریف لائے اور میرے دائیں طرف تشریف فرما ہو کر وضو فرمانے لگے، پھر اچانک دائیں ہاتھ سے سامنے مسجد کے صحن کی طرف اشارہ کیا، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد سمجھ گیا، وہاں کچھ لوگ قبلے کی طرف پیٹھ کر کے نماز کے لئے کھڑے ہیں، میں وہیں حضور کے پہلو میں کھڑا ہو کر انہیں جوش وغضب سے سمجھانے لگا، مجھ پر رقت کی کیفیت طاری تھی، اپنی تقریر کے یہ الفاظ مجھے یاد ہیں، اے لوگو! حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تمہارا یہ حال ہو گیا کہ مسجد میں قبلے کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھتے ہو، مزید نہ جانے کیا کچھ کہہ رہا تھا، میری تقریر سن کر ان میں سے بعض نے اپنا رخ قبلے کی طرف کر لیا اور بعض اسی طرح کھڑے رہے کہ میں جاگ گیا۔

اس خواب کے بعد حضرت امیرِ شریعتؒ کی صحبت میں رہنے سے مرزائیت کے خلاف جدو جہد کا عہد کر لیا اور اس مشن پو زندگی بھر عمل کرنے کا ارادہ مستقل ہو گیا، گویا حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ تھا اور ربّ کریم نے توفیق عطا فرمائی۔

شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ناموسِ رسالت پیغمبر کی خاطر بھٹو کے سامنے جھولی پھیلا دی

جب 1974ء کی تحریک ختمِ نبوت چلی، اس وقت مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم تھے۔ دورانِ تحریک آغا شورش کاشمیریؒ اپنے پیارے دوست مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے ملے۔ اس ملاقات کی روداد ہفت روزہ ''چٹان'' 29 اکتوبر 1979ء میں موجود ہے جو مسٹر بھٹو کی بیان کردہ ہے۔ اس روداد کی تلخیص یوں ہے۔ مسٹر بھٹو کہتے ہیں ''شورش اپنے دوست مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرے پاس آئے۔ شورش نے چار گھنٹے تک مسئلہ ختمِ نبوت اور قادیانیوں کے پاکستان کے بارے میں عقائد و عزائم پر گفتگو کی۔ دورانِ گفتگو شورش نے ایک عجیب حرکت کی۔ شورش نے باتوں کے دوران انتہائی جذباتی ہو کر میرے پاؤں پکڑ لئے۔ شورش کی عظمت کو دیکھ کر میں نے اسے اٹھا کر گلے سے لگا لیا مگر وہ ہاتھ ملا کر پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا:

میری زندگی بھر کی خدمات اور نیکیاں آپ لے لیں

''بھٹو صاحب! ہم جیسی ذلیل قوم کسی ملک نے آج تک پیدا نہیں کی ہوگی۔ ہم اپنے نبی ﷺ کے تاج و تخت ختمِ نبوت کی حفاظت نہ کر سکے۔ پھر شورش نے روتے ہوئے میرے سامنے اپنی جھولی پھیلا کر کہا۔ بھٹو صاحب! میں آپ سے اپنے اور آپ کے نبی ﷺ کی ختم المرسلینی کی بھیک مانگتا ہوں۔ آپ میری زندگی کی تمام خدمات اور نیکیاں لے لیں، میں خدا تعالیٰ کے حضور خالی ہاتھ چلا جاؤں گا۔ خدا کے لئے محبوبِ خدا ﷺ کی ختمِ نبوت کی حفاظت کر دیجئے۔ اسے میری جھولی نہ سمجھئے بلکہ فاطمہؓ بنت محمد ﷺ کی جھولی سمجھ لیجئے۔''

اب اس سے زیادہ مجھ میں کچھ کہنے سننے کی تاب نہ تھی۔ میرے بدن میں ایک جھرجھری سی آ گئی......... میں نے شورش سے وعدہ کر لیا کہ میں قادیانی مسئلہ ضرور بالضرور حل کروں گا''۔ (ناموس محمد ﷺ کے پاسبان 195)

سچے عاشقِ رسول ﷺ

جناب زیڈ اے سلہری بیان کرتے ہیں کہ بیماری کے دنوں ہم آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہسپتال ملنے گئے، کافی دیر ہوگئی تو ڈاکٹر صاحب نے کہا: آپ اُٹھ جائیں! لیکن آغا صاحبؒ کو ہماری موجودگی میں انتہائی انہماک تھا کہ اجازت لینے کی جسارت نہ تھی۔ پھر ڈاکٹر اِفتخار نے ہمیں مخاطب کر کے کہا کہ وہ آغا صاحب کو اِنجکشن دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ سو کر کچھ آرام کرلیں۔ اس پر ہم فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن میں ابھی سلام کر کے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ آغا صاحب نے مجھے اپنے قریب بلایا اور کہا کہ میں اپنے ہاتھ کو ان کے سر پر رکھ دوں، جب میں نے ان کے حکم کی تعمیل میں اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھ دیا تو انہوں نے انتہائی رِقت بھری آواز میں کہا:

''سلہری صاحب! آپ گواہی دینا کہ میں مسلمان ہوں، لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہوں۔''

اقبال اور عشق رسول ﷺ پر کتاب

یہ سن کر میں کانپ گیا، گو میں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، ابھی تو آپ نے علامہ اقبالؒ کے متعلق عشقِ رسول پر کتاب لکھنی ہے، (اقبالؒ کی صد سالہ سالگرہ کی جشن کمیٹی نے آغا صاحب کو اس کام پر مامور کیا تھا) لیکن مجھے یکلخت محسوس ہوا کہ آغا صاحب کی آنکھیں آئندہ کا وہ نقشہ دیکھ رہی ہیں جو ہماری نظروں سے ماورا ہے، میرا دل بھاری ہوگیا، میں گھر چلا آیا، نماز پڑھی اور آغا صاحب کی صحت کے لئے دعا کی، مجھ گنہگار کی دعا کیا، لیکن ایک دوست کی تعمیل فرمائش ضروری تھی، اور پھر میں قریب ساری رات ان کے خیال میں مستغرق رہا اور زیرِلب ان کی صحت یابی کے لئے دعا کرتا رہا، لیکن سخت متفکر رہا، صبح پانچ بجے ایک دوست کا ٹیلی فون آیا کہ آغا صاحبؒ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، ہم انہیں سوا سات بجے چھوڑ کر آئے تھے اور وہ سوا گیارہ بجے فوت ہو گئے۔

(تذکرہ مجاہدینِ ختم نبوت صفحہ 174)

نابغۂ عصر، عالم متبحر،

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ 13 ربیع الاول 1310ھ دیوبند میں آپ کی ولادت ہوئی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ کے آپ حقیقی بھانجے تھے، آپ کی علمی شان مسلم ہے، ایک عظیم محدث، فقیہ اور مفسر جیسی اعلیٰ صفات کے مالک تھے، آپ کا قلم بہت رواں تھا، سو سے زائد کتب تصنیف فرمائیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا، حضرت مولانا ادریس کاندھلوی، سید عبدالشکور ترمذی، احتشام الحق تھانوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) جیسے اکابر علماء آپ کے شاگردوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، آپ کی وفات 8 دسمبر 1974ء میں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

"فی الجنّۃ فی الجنّۃ"

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ جس زمانے میں نحو میر، شرح مأۃ عامل پڑھتے تھے اس زمانے میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت خواب میں ہوئی۔ خانقاہ امدادیہ کے سامنے ایک نالہ بہتا ہے اس سے آگے میدان میں ایک ٹیلہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہیں، خوبصورت نورانی چہرہ ہے، لوگ جوق در جوق زیارت کو آرہے ہیں اور پوچھتے ہیں یارسول اللہ ﷺ ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ نے سب کو یہی جواب دیا۔ "فی الجنّۃ فی الجنّۃ"

پھر آپ ٹیلے سے اتر کر خانقاہ امدادیہ کی طرف چلے اور وہاں سے حضرت حکیم الامت کے مکان پر پہنچے، میں نے دوڑ کر حضرت کو اطلاع دی فوراً باہر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کے بعد معانقہ فرمایا، پھر ایک خادم کو حکم دیا کہ پلنگ پر بستر بچھادے اور تکیہ رکھ

دے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں۔

تاباں کیوں نہ ہو میرے خیالوں کی انجمن — عشقِ نبی کا دل میں درخشاں ہے آفتاب
اے عشرتِ زمانہ ! مرا انتظار کر — میں اب ہوں بارگاہِ رسالت میں باریاب

حکم کی تعمیل کی گئی اور رسول اللہ ﷺ بستر پر آرام فرمانے لگے، اس وقت مجمع نہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف یہ عاجز (ظفر احمد عثمانی) تنہا تھا، میں نے موقع تنہائی کا پاکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: این انا ؟ اے رسولِ خدا ﷺ میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فی الجنۃ" (جنت میں)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا پڑھتے ہو؟ میں نے اپنے اسباق گنوائے۔ فرمایا پڑھتے رہو اور پڑھ کر ہمارے یہاں بھی آؤ گے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اشتیاق بہت ہے آپ دعا فرمائیں۔ فرمایا ہم دعا کریں گے۔

بندہ (مولانا ظفر احمد عثمانی) نے صبح کو یہ خواب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ سے عرض کیا وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: انشاء اللہ اب اس بستی سے طاعون ختم ہوجائے گا (اس وقت بستی میں طاعون کا بہت زور تھا) چنانچہ بحمد اللہ اس خواب کے بعد کسی کے مرنے کی خبر نہ آئی۔ اور پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ 1328ھ میں دینیات اور دراسیات سے فارغ ہوتے ہی اسی سال حج اور زیارت روضۂ رسول اللہ ﷺ بھی نصیب ہوگئی۔ (حکایاتِ اسلاف ص: 193، بحوالہ انوار النظر فی آثار الظفر ص14)

خدمتِ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں بسی ہو، قلب وجگر لذتِ الفت سے آشنا ہو، تو محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا اچھی لگتی ہے، ہر سنت پر پیار آتا ہے اور آپ سے تعلق والی ہر چیز سے محبت ہوجاتی ہے، پھر آپ کے کردار سے، گفتار سے، آپ کی احادیثِ مبارکہ سے محبت لازمی دل میں جاگزیں ہوجاتی ہے اور آپ کے کلام کو شوق سے پڑھنا اور ادب وعظمت سے پڑھانا اچھا لگتا ہے اور اس میں لطف آتا ہے چنانچہ حضرت

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو بھی اللہ رب العزۃ نے یہ سعادت عطا فرمائی کہ آپ نے بیس جلدوں پر مشتمل، علمِ حدیث پر عربی زبان میں ''اعلاء السنن'' نامی انتہائی قابلِ دید اور رشک آمیز کتاب لکھی جس میں علمیت کے ساتھ ساتھ شیفتگی اور عقیدت کا رنگ بھی نمایاں ہے۔ آپ کے علمی کام سے متاثر ہو کر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے ایک موقع پر فرمایا: آپ حقیقت میں نیابتِ رسول ﷺ کا حق ادا کر رہے ہیں۔

عشق رسول ﷺ کے چند ایمان افروز واقعات

حاجی مانک کا عشق رسول ﷺ

حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ نے ایک دفعہ اپنے خطاب میں حاجی مانک کا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا۔ ذیل میں اس کی تلخیص پیش خدمت ہے۔

کرونڈی ضلع نواب شاہ تحصیل پڈعیدن سے پندرہ میل دور ایک بستی کا نام ہے، وہاں مرزائیوں نے چیلنج کیا کہ ہم مسلمانوں سے مناظرہ کریں گے۔ مولانا لال حسین اختر وہاں پہنچے۔ سندھ کے تمام بڑے علماء چیئرمین وہاں پہنچے ہزاروں کا مجمع ہو گیا۔ مولانا لال حسین اختر نے اپنی پہلی ٹرم میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ آج ثابت کروں گا کہ مرزا جھوٹا تھا، کذاب تھا، اس کا دعویٰ بھی جھوٹا تھا، الہام بھی جھوٹے تھے، وحی بھی جھوٹی تھی، پیش گوئیاں بھی جھوٹی تھیں، وہ بھی جھوٹا تھا، اس کی تمام کتابیں بھی جھوٹی تھیں۔

جو مرزائی مقابلہ میں تھا اس کا نام عبدالحق تھا۔ اس بدبخت کو، اس لعین کو پتہ نہیں کیا خیال آیا۔ وہاں پر چونکہ اس کی زمین تھی، بہت سارے اس کے مزارع تھے۔ مرزائیوں کی ایک بستی تھی، وہ بندوقوں کے ساتھ آیا تھا، اس نے کھڑے ہو کر کہا میں بھی ثابت کروں گا کہ محمد بھی ایسا تھا۔ (نعوذ باللہ)

اس نے کہا میں بھی ثابت کروں گا تمہارا نبی ایسا تھا، شور پڑ گیا، اس نے جو الفاظ کہے مسلمان جذبات میں کھڑے ہو گئے۔ دوسری طرف بندوقیں تھیں، کچھ حالات ایسے

تھے، پولیس بھی تھی، مناظرہ یہاں پر ختم ہوا کہ یہ جملہ ہم برداشت نہیں کریں گے۔ وہ معافی ما نگے، یہ اس نے ہمارے سینے پر مونگ دلے ہیں۔ ہمیں اس نے چھری سے ذبح کر دیا ہے۔ مسلمان بے غیرت نہیں ہیں، یہ جملے اتنے سنگین ہیں کہ ہمیں موت آجاتی۔ یہ جملے بر دا شت نہ کرنے پڑتے مسلمان روتے ہوئے گئے، مانک کہتا ہے کہ میں اپنے گھر گیا (یہ ہما ری قوم کا شہر تھا، بلوچوں کی پانچ سولڑیاں ہیں۔ میں بھی بلوچ ہوں، بلوچوں میں جو سردار ہیں میری لڑی ان میں ہے جھنگ سے حضرت دین پوریؒ حج پر گئے۔ واپس آکر دین پورہ میں ڈیرہ لگایا، اصل میں ہم جھنگ کے ہیں، ہم آپ کے رشتہ دار ہیں۔ حضرت دین پوریؒ یہاں کے تھے، یہاں بلوچ تھے، یہاں سے جا کر دین پور کو آباد کیا (دین پوری) حاجی مانک کہتا ہے کہ جب میں نے یہ بات سنی تو سر پکڑ لیا، میں روتا رہا۔ یہ بات ساری بستی میں پھیل گئی کہ عبدالحق نے اتنی گستاخی اور اتنی زبان درازی کی ہے، اتنی بے ادبی کی ہے، اتنی بکواس کی ہے، ہر آدمی کی زبان پر یہی بات تھی۔ حاجی مانک کہتا ہے کہ میں گھر آیا تو میرا گھر بدلا ہوا تھا۔ میری بچیاں رو رہی تھیں، میری بیوی کا رخ ایک طرف تھا، میں نے پانی مانگا، بیوی نے نہ دیا۔ میں نے بیوی سے کہا پانی دو، وہ بات ہی نہ کرے۔

محبوب ﷺ کی محبت اور عاشق کی غیرت جوش مارنے لگی

اندر سے کنڈی مار کر کہنے لگی، مانک تیری سفید داڑھی، اسی سال تو حج کر کے آیا ہے۔ گنبد خضریٰ پر تو روتا تھا، مجھے ساتھ لے گیا تھا۔ تو نے اپنے محبوب کریم کے متعلق یہ جملہ سنا، بے غیرت زندہ واپس آ گیا تو بھی محمد ﷺ کا امتی ہے؟ میں تیری بیوی نہیں ہوں، مجھے اجازت دے دے، میں میکے جا رہی ہوں، یہ بیٹیاں، تیری بیٹیاں نہیں ہیں، میں ایسے بے غیرت کو اپنا خاوند نہیں بناتی، میری بیٹیاں تجھے ابا نہیں کہیں گی۔ اتنی بڑی تو نے داڑھی رکھی ہے اور مصطفیٰ کے خلاف یہ سن کر تو زندہ لوٹ آیا۔ مر نہیں گیا۔ حاجی مانک کہتا ہے کہ اس جملے نے میرے اندر محمد کی محبت کی سپرٹ بھر دی۔ مجھے کرنٹ سا لگا۔ حضور ﷺ کی زندگی کا سارا نقشہ میرے سامنے آ گیا۔ آقا ﷺ کی محبت نے جوش مارا میں پھر بے خود ہو گیا، میں نے کلھا

ڑی اٹھائی اور اس مرزائی عبدالحق کی طرف چل پڑا۔ (یہ واقعہ سنا کر آپ کا ایمان تازہ کر رہا ہوں۔ اس کی عمر پچاس برس تھیں، چہرہ حسین سرخ، منہ پر نور ٹپکتا ہے، میں کرونڈی کی طرف جب تقریر جب تقریر کیلئے جاتا ہوں، تو وہ صدارت کرتا ہے۔ میں اس کا ماتھا چومتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ بیسیوں دفعہ حضور ﷺ کی زیارت ہو چکی ہے۔ (سبحان اللہ) (حضرت دین پوری)

گستاخِ رسول ﷺ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

کلہاڑی ہاتھ میں لے لی اور تو اس کے پاس کچھ نہیں تھا، پستول، ریوالور وغیرہ اس کے پاس نہیں تھا۔ دل میں فیصلہ کر لیا کہ یا مصطفیٰ یا گستاخ، آج بھونکنے والا کتا زندہ رہے گا یا محمد ﷺ کا عاشق جان دے دیگا، سیدھا گیا، عبدالحق پھر رہا تھا، اس کو خیال بھی نہ آیا کہ یہ بوڑھا مجھے کچھ کہے گا۔ پچاس سال حاجی مانک کی عمر تھی۔ سفید داڑھی تھی۔ کہتا ہے کہ میں ویسے تو بوڑھا تھا، مگر دل جوان تھا، رگوں میں جو خون تھا، وہ جوان تھا، میں نے عبدالحق کو قریب جا کر کہا او گستاخ او مرزائی کتے! او مرتد! آج تیرا آخری دن ہے تو بچ نہیں جائے گا، تگڑا ہو جا، محمد کا عاشق تیرے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس نے میرے ہاتھ میں کلہاڑی دیکھی تو دو ڑنے لگا۔ پاؤں میں ڈھیلا اٹکا تو منہ کے بل گرا۔ ڈھیلا نہیں اٹکا تھا، قدرت نے دھکا دیا تھا میں پاس گیا میں کلہاڑی کے وار کرنے شروع کر دیئے میں نے اس کو جوتے سیدھا کیا۔ میں نے اس کے سینے پر کلہاڑیاں ماریں۔ میں زور سے وہاں کہتا رہا کہ اس سینے میں نبی کا کینہ ہے، پھر میں نے دماغ پر کلہاڑی ماری، میں نے کہا تیرا دماغ خراب تھا، پھر میں زبان سے پکڑ کر کلہاڑی سے کاٹا۔ میں نے کہا یہ بھونکتی تھی پھر میں نے انگلی کو لکڑی پر رکھ کاٹا، میں نے کہا جب تو نے گستاخی کی تھی، تو انگلی مدینے کی طرف اٹھائی، میں اس انگلی کو کاٹ دونگا جو محمد ﷺ کی گستاخی کرے گی۔

حاجی مانک کہتا ہے کہ جب میں حیدرآباد جیل گیا، تو حضور ﷺ کی زیارت ہوگئی، آپ ﷺ نے کہا بیٹے گھبرا نہیں تو پھانسی کے تختے پر چڑھا تو تیری شہادت کی موت ہوگی۔

رسول ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ ہو جاؤں

حاجی مانک کہتا ہے کہ میں نے اس کو ختم کیا، میرے کپڑے اس کے خون سے خون آلود ہو گئے۔ پلید خون سے مرتد کے خون سے نفرت آ رہی تھی، بدبو آ رہی تھی، میں سیدھا تھانے چلا گیا۔ قریب تھانہ تھا۔ تھانیدار نے مجھے دیکھا کہ میرے سر پر پگڑی نہیں، ہاتھ میں کلہاڑی ہے، کپڑے خون سے بھرے ہوئے ہیں، وہ تھانیدار مجھے جانتا تھا، میں شریف آدمیوں میں شمار ہوتا تھا، میں کبھی کبھی مسجد میں آذان بھی دیتا تھا، تھانیدار نے کہا مانک خیر ہے؟ کیا ہوا؟ میں نے کہا کل جس کتے نے، جس مرتد نے، جس لعین نے، جس گستاخ نے گستاخی کی تھی، الحمدللہ آج وہ زبان خاموش ہو چکی ہے۔ اس کے خون کو کتے چاٹ رہے ہیں۔ مجھے ہتھکڑی لگاؤ، مجھے گرفتار کرو، تھانیدار کانپنے لگا، رونے لگا، اپنی ٹوپی اتار کر میرے پاؤں میں ڈال دی، کہنے لگا میں تجھے گرفتار کر کے محمد ﷺ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں؟

ایسا قاتل جس سے اللہ اور رسول ﷺ دونوں راضی ہے

پولیس والے دوڑ دوڑ کر حاجی مانک کیلئے دودھ لا رہے ہیں، رو رہے ہیں، کہتے ہیں ہم سے وہ کارنامہ نہ ہو سکا، جو ایک بوڑھے نے کر دیا ہے۔ حاجی مانک! ہم تجھے مجرم کہیں یا محمد ﷺ کا عاشق کہیں، ہم تجھے ہتھکڑی لگا کر کل محمد ﷺ کے سامنے شرمندہ ہو جائیں؟ میں حکومت کو پٹی اتار کر دے دونگا مگر تجھے گرفتار کر کے محمد ﷺ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونگا۔ میں اوپر اطلاع دیتا ہوں، مانک تو میرا مہمان ہے، تو قاتل نہیں تو محمد ﷺ کا عاشق ہے۔ (سبحان اللہ)

حاجی مانک کہتا ہے انہوں نے میری بڑی خدمت کی سکھر پولیس کو اطلاع دی وہ بھی آئے، میرے قریب کوئی نہیں آیا۔ مجھے کہا کار میں بیٹھ جاؤ، وہ آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے، کہنے لگے ہم عورتوں کو پکڑتے ہیں، آج تک ہم نے ڈاکو پکڑے، آج تک ہم نے چور پکڑے ہیں، آج اس کو لے جا رہے ہیں جس کے دل میں محمد ﷺ کی محبت ہے۔

مانک کہتا ہے کہ میں سکھر جیل میں گیا تو تمام ڈاکو اکٹھے ہو گئے۔ دیکھ کر رونے لگ

پڑے۔کوئی کہنے لگا میں نے ماں کو قتل کیا، دوسرے نے کہا میں نے بہن کو قتل کیا، ایک نے کہا میں نے باپ کو قتل کیا، مانک! تیری قسمت کا کیا کہنا، تو محمد ﷺ کے دشمن کو قتل کر کے آیا ہے۔رونے لگے اور کہنے لگے، جیل تو یہ ہے کہ جس سے خدا بھی راضی ہے، مصطفیٰ بھی راضی ہے (سبحان اللہ) کوئی دودھ لا رہا ہے، کوئی فروٹ لا رہا ہے۔

محبوب ﷺ کی زیارت اور مبارکباد

پتہ چلا تو مولانا محمد علی جالندھریؒ وہاں پہنچے۔مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ وہاں پہنچے۔قاضی صاحب روتے رہے۔فرمایا، ہم تیری زیارت کیلئے آئے ہیں میں خود وہاں پہنچا، مولانا وہاں پہنچے، مولانا امروٹی وہاں پہنچے، کراچی سے لاہور تک اس کو دیکھنے لوگ آئے، جس نے اپنے بڑھاپے میں جوانی دکھائی تھی۔

مانک کہتا ہے کہ رات کو میں کوٹھڑی میں سویا۔مجھے مصطفیٰ ﷺ کی مسکراتے ہوئے زیارت ہوئی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری قربانی کا پیغام پہنچ چکا ہے، مانک نہ گھبرانا، وکیل نہ کرنا، وکالت میں محمد ﷺ خود کرونگا۔

حاجی مانک! تیری غیرت محمد ﷺ کو پسند آ گئی، میں نبی تمہیں مبارکباد دیتا ہوں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تیری پیشانی چوم لوں، تو نے ساری زندگی میں جو کارنامہ کیا ہے، فرشتے بھی اس پر رشک کر رہے ہیں مقدمہ ہوا، لندن تک وکیل آئے، پورا ربوہ (چناب نگر) جھونک دیا گیا، پیسوں کے انبار لگ گئے یہ سارے جمع ہوئے اُدھر وکالت محمد ﷺ نے کی۔

بیانات ہوئے، وکیلوں نے کہا آپ یہ بیان دیں کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔مانک نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے یہ کام کیا ہے، یہ کلہاڑی اب بھی موجود ہے، جو بھی میرے مصطفیٰ ﷺ کی گستاخی کریگا، اس پر میں یہی کاروائی کرونگا۔

تین سال مقدمہ چلا۔جج نے فیصلہ لکھا ہے وہ سن لو۔جج نے جب حالات سنے تو اس نے فیصلہ لکھا کہ محمد ﷺ کا غلام نبی کا عاشق پیغمبر کا امتی، محمد عربی کا دیوانہ سب کچھ برداشت کر سکتا ہے اپنے نبی کی توہین برداشت نہیں کر سکتا، جب عبدالحق نے نبی کی گستاخی

کی، حاجی مانک دیوانہ بن گیا۔ حاجی مانک کی عقل ٹھکانے نہ رہی، حاجی مانک آپے سے باہر ہو گیا اس نے اس وقت قتل کیا جب اس کی عقل ٹھکانے نہیں تھی، جس کی عقل ٹھکانے نہ ہو اس پر قانون لاگو نہیں ہوگا۔ یہ نبی کا دیوانہ ہے۔ میں دیوانے پر کوئی قانون لاگو نہیں کرتا، اس نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا ہے اور مرتد کی سزا بھی قتل ہے (سبحان اللہ)۔

زیارت نبوی ﷺ کی برکت اور تاثیر

خدا کی قسم مانک زندہ رہا، ان میں پھرتا رہا۔ محمد ﷺ نے اتنی نگاہ ڈال دی ہے کہ آج تک بندوقوں والے اس کا بال بیکا نہیں کر سکے۔ محمد ﷺ کی ختم نبوت کی غلامی آج بھی حفاظت کر رہی ہے۔ (سبحان اللہ)

حاجی مانک ستر اسی سال کا اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حوض کوثر سے نہا کر آیا ہے۔ یہ سندھ کا واقعہ ہے۔ میں جب بھی اس علاقے میں جاتا ہوں، اس کو بلاتا ہوں، دیکھتا رہتا ہوں، روتا رہتا ہوں۔ مجھے کہتا ہے، دین پوری میری طرف کیوں دیکھتے ہو؟ میں نے کہا میں ان آنکھوں کو دیکھتا ہوں، جنہوں نے محمد ﷺ کو دیکھا ہے (سبحان اللہ)

کرونڈی سے جا کر تصدیق کریں بات غلط ہو تو مجھے منبر سے اتار دینا، یہ کرونڈی پڈعیدن سے پندرہ کلومیٹر دور ہے۔ مانک وہاں رہتا ہے، اس کو دور سے دیکھ کر آپ سمجھ جائیں گے۔ اس بستی میں کوئی اتنا حسین نہیں، جس پر محمد ﷺ کی نگاہ پڑ چکی ہے۔ خدا کی قسم یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خون ٹپکتا ہے۔ ستر اسی سال کی عمر ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حوض کوثر سے پانی پی کر نکلا ہے (سبحان اللہ)

کہتا ہے کہ آٹھ دفعہ جیل میں مجھے حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ ہر آٹھویں دن آپ ﷺ کی زیارت ہو جاتی تھی آپ ﷺ تسلی دیتے تھے کہ مانک نہ گھبرانا محمد ﷺ تیری وکالت کر رہا ہے۔ (سبحان اللہ) (خطبات ختم نبوت حصہ دوم ص ۳۳۴ تا ۳۴۳)

میرے بچے کو حضور ﷺ کی آبرو پر قربان کر دو

1953ء کی تحریک میں ایک روز مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ، جامع مسجد کچہری

بازار (فیصل آباد) میں شمع رسالت کے پروانوں کے ایک بے انتہاء مجمع سے مخاطب تھے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے قادنیوں کے تحفظ کے خلاف وہ اس بپھرے ہوئے مجمع سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بیان فرمار ہے تھے حضور ﷺ کی ذات اقدس سے الفت اور قادیانی نظریات سے نفرت دلا رہے تھے۔ ان کا انداز نرالا تھا، زبان عشق نبوت سے آشنا تھی اور دل حضور ﷺ کی محبت میں لبریز۔ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے انہوں نے لوگوں کو یوں جھنجوڑا کہ مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑی ایک خاتون محبت نبویؐ کے جذبہ سے سرشار ہوکر آگے بڑھی اور اپنی گود سے چھوٹا سا بچہ اٹھا کر مولانا کی جانب اچھال دیا اور پنجابی زبان میں یہ کہا: مولوی صاحب! میرے پاس ایک یہی سرمایہ ہے اسے سب سے پہلے حضور ﷺ کی آبرو پر قربان کر دیجئے۔

سارا مجمع اس وقت دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، خود مولانا نے روتے ہوئے کہا: بی بی! سب سے پہلے گولی ختم نبوت کی خاطر تاج محمود کے سینے سے گزرے گی اور پھر میرے اس بچے (قدموں میں بیٹھے ہوئے اپنے معصوم اکلوتے بیٹے صاحبزادہ طارق محمود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کے سینے سے، پھر اس مجمع میں بیٹھے افراد گولیاں کھائیں گے اور جب یہ سب قربان ہو جائیں تو اپنے بچے کو تو اس وقت لے آنا اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ کی عزت پر قربان کر دینا، یہ کہا اور وہ بچہ اس عورت کے حوالے کر دیا۔

(شاہرائے عشق کے مسافر ص20)

دو سگے بھائیوں کی شہادت

ڈاکٹر اسرار صاحب راوی ہیں کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران بطور ڈاکٹر میری تعیناتی میو ہسپتال میں تھی۔ ہم چند دوست ہسپتال کی چھت پر کھڑے تھے۔ اچانک دیکھا کہ نسبت روڈ چوک کی جانب سے ختم نبوت کے پروانوں کا ایک جلوس بڑھا آ رہا ہے، جسے روکنے کے لئے فوج نے ہسپتال کے گیٹ کے آگے ریڈ لائن لگا دی اور انتباہ کر دیا کہ جو بھی اسے پار کرے گا، اسے گولی مار دی جائے گی۔ یہ ایک ایسی انتباہ اور ایسی

وارننگ تھی، جسے عاشقان مصطفیٰ ﷺ کی پوری تاریخ میں کبھی معمولی سی اہمیت بھی حاصل نہ رہی، یہاں بھی یہی ہوا، جلوس نام محمد ﷺ کی عظمتوں کے ترانے بلند کرتا ہوا اُسی آن سے آگے بڑھتا رہا۔ ریڈ لائن پہ ایک لمحے کو رُکا۔

دوسرے ہی لمحے چشمِ فلک نے دیکھا کہ غلامی رسول پہ ناز کرنے والا خوبرو نوجوان آگے بڑھا، اس نے اپنا سینہ کھولا اور نعرہ ختم نبوت زندہ باد لگایا اور سرخ لائن کراس کر گیا۔ دوسری طرف قادیانیت نواز کی بندوق سے گولی نکلی اور سرخ سرحد عبور کرنے والا نوجوان عشق مصطفیٰ ﷺ کے سفر میں اتنا تیز نکلا کہ ایک ہی جست میں زندگی کی سرحد عبور کر کے قدم بوسی حضور ﷺ کیلئے روانہ ہو گیا۔

چنانچہ ہم نے دیکھا کہ اسی رفتار سے دوسرا جوان آگے بڑھا، اس نے بھی گریبان چاک کیا اور پوری قوت سے نعرہ زن ہوا، ختم نبوت زندہ باد، جبر کی روایت کے مطابق ادھر سے گولی آئی اور عشق محبت کا ایک اور صفحہ رنگین کرتے ہوئے گزر گئی، وہ نوجوان لڑکھڑایا اور لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ لئے راہی فردوس بریں ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ تیسرا نوجوان آگے بڑھتا ہم چھت سے نیچے آ چکے تھے اور ادھر خبر ملی کہ ان جوانوں کے لاشے بھی ہسپتال پہنچ ہیں۔ دوران زیارت معلوم ہوا کہ دونوں سگے بھائی تھے۔ (بحوالہ ''جنہیں ختم نبوت سے عشق تھا صفحہ 23)

دل میں گولی مارو......!

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک طالب علم ہاتھ میں کتابیں لئے کالج جا رہا تھا۔ سامنے تحریک کے لوگوں پر گولیاں چل رہی تھیں۔ کتابیں رکھ کر جلوس کی طرف بڑھا، کسی نے پوچھا یہ کیا؟ جواب میں کہا کہ آج تک پڑھتا رہا ہوں، آج عمل کرنے جا رہا ہوں۔

جاتے ہی ران پر گولی لگی، گر گیا، پولیس والے نے آ کر اٹھایا تو شیر کی طرح گرجدار آواز میں کہا: گولی ران پر کیوں ماری ہے۔ عشق مصطفیٰ ﷺ تو دل میں ہے، یہاں دل میں گولی مارو تا کہ قلب وجگر کو سکون ملے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ

اسی تحریک ختم نبوت میں ایک مسلمان دیوانہ وار ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لاہور کی سڑکوں پر لگا رہا تھا۔ پولیس والے نے پکڑ کر تھپڑ مارا، اس نے پھر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ پولیس والے نے بندوق کا بٹ مارا، اس نے پھر نعرہ لگایا، وہ مارتے رہے، یہ نعرہ لگاتا رہا، اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا، یہ زخموں سے چور چور پھر بھی ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتا رہا، اسے گاڑی سے اتارا گیا تو بھی وہ نعرہ لگاتا رہا، اسے فوجی عدالت میں لایا گیا، اس نے عدالت میں آتے ہی ختم نبوت کا نعرہ لگایا، فوجی نے کہا ایک سال کی سزا، اس نے سال کی سزا سن کر پھر ختم نبوت کا نعرہ لگایا، اس نے سزا دو سال کر دی، اس نے پھر نعرہ لگایا، غرض یہ فوجی سزا بڑھاتا رہا اور یہ مسلمان نعرہ ختم نبوت بلند کرتا رہا۔ فوجی عدالت جب بیس سال پر پہنچی تو دیکھا کہ بیس سال کی سزا سن کر بھی نعرے سے باز نہیں آ رہا تو فوجی عدالت نے کہا باہر لے جا کر گولی مار دو، اس نے گولی کا نام سن دیوانہ وار رقص شروع کر دیا اور ساتھ ہی ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف ترانہ سے مجمع پر ایمان پرور، وجد آفریں کیفیت طاری کر دی۔ یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا کہ رہا کر دو یہ دیوانہ ہے۔ اس نے رہائی کا سن کر نعرہ لگایا، ختم نبوت زندہ باد۔ (تحریک ختم نبوت ص ۱۳۷)

اذان پوری کر کے چھوڑی

تحریک ختم نبوت کے دوران کرفیو لگا تھا۔ ایک مسلمان کرفیو کی خلاف ورزی کر کے مسجد میں پہنچا۔ اذان دینا شروع، ابھی اللہ اکبر کہہ پایا تھا کہ گولی لگی، شہید ہو گیا، دوسرا مسلمان آگے بڑھا، اس نے ''اشھدان لا الہ الا اللہ'' کہا کہ اس کو بھی گولی لگی، شہید ہو گیا، تیسرا مسلمان آگے بڑھا، ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر ''اشھدان محمداً رسول اللہ'' کہا کہ اس کو بھی فوج نے گولی مار کر شہید کر دیا، چوتھا آدمی آگے بڑھا، تینوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر کہا ''حی علی الصلوٰۃ'' اس کو بھی گولی لگی، شہید ہو گیا، یوں باری باری نو مسلمان شہید ہو گئے، لیکن اذان پوری کر کے چھوڑی۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ہندوستان کے صوبہ یو۔ پی کے ضلع پرتاب گڑھ کی ایک چھوٹی سی بستی اٹھیہہ کے ایک معزز گھرانے میں حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ سن ولادت ۱۹۲۸ء ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد حسین تھا، جو ایک سرکاری ملازم تھے۔ حضرت والا اپنے والد صاحب کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کی دو ہمشیرگان تھیں، اس لئے والد صاحب آپ سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔

رسول ﷺ کا عشق چھلکتا ہے

شیخ العرب والعجم حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی کا عشقِ رسالت ﷺ محتاجِ بیان نہیں ،تقریر تحریر، خلوت جلوت، گفتار کردار، ہر زاویئے سے سرورِ عالم ﷺ کا عشق چھلکتا ہے، اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حضرتِ اقدس بھی صرف عشقِ رسالت کا اعلان نہیں فرماتے بلکہ ہر ہر سنت سے اپنی زندگی کو مزین کرنا اور کروانا جانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرتِ اقدس تقریباً نصف صدی سے ہر ملک میں، ہر شہر میں، ہر بیان میں اپنے ظاہر و باطن کو سنت سے سجانے کی دعوت بانگِ دہل دیتے ہیں۔ شاید ہی کوئی بیان ایسا ہو جس میں حضرتِ اقدس نے داڑھی ایک مشت رکھنے اور مونچھیں برابر کرنے کی تلقین درد بھرے انداز میں نہ فرمائی ہو،

سرورِ دو عالم ﷺ کی شفاعت کی امید پر زندہ ہیں

حضرتِ والا دامت برکاتہم نے اکثر یہ فرمایا کہ ہم سب اور ساری امت سرورِ عالم ﷺ کی شفاعت کی امید پر زندہ ہے کہ روزِ محشر آپ ﷺ ہماری شفاعت فرمائیں گے مگر ہمارا چہرہ ہی اگر سرکارِ دو عالم ﷺ کے مشابہ نہ ہوا اور آقائے دو جہان ﷺ نے ہمیں

دیکھ کر منہ پھیر لیا اور دریافت فرمالیا کہ میرے پیارے امتی تمہیں میری صورت میں کیا عیب نظر آیا تھا کہ تم نے میری جیسی صورت نہیں بنائی تو ہمارے پاس کیا جواب ہوگا صرف اسی ایک جملے کو سن کر نہ جانے کتنی زندگیوں میں انقلاب آ گیا۔ ایسی بات سچا عاشقِ رسول ﷺ ہی کر سکتا ہے ورنہ اکثر خطباء بوجہِ مصلحت کھلے ہوئے گناہوں پر نکیر کرنے سے پہلو تہی فرماتے ہیں۔ حضرتِ اقدس نے کھلے ہوئے گناہوں پر اس کثرت سے نکیر فرمائی کہ اب اکثر عوام الناس بھی ان گناہوں کا احساس کرنے لگے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو خوشی ہوگی یا رنج

ملتان کے رئیس شیر محمد جن کا چہرہ اس سنتِ عظیمہ سے خالی تھا حضرتِ والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ عمرے پہ روانگی کا ارادہ ہے، حضرتِ والا نے دریافت فرمایا کہ عمرے پر جاؤ گے تو روضۂ اطہر پر بھی حاضری دو گے؟ عرض کیا: ضرور حاضری دوں گا حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ جب تم سرورِ عالم ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھو گے تو تمہارا چہرہ دیکھ کر سرکارِ دوعالم ﷺ کو خوشی ہوگی یا رنج ہوگا شیر محمد نے کوئی جواب نہیں دیا مگر آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے حضرتِ اقدس فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ میرا تیر نشانے پر لگ گیا ہے عمرے سے کچھ عرصے بعد واپس آئے تو شیر محمد کی پوری ڈاڑھی تھی حضرت والا نے انہیں مبارکباد دی۔

ڈاڑھی سے شدید محبت اور تلقین

پہلے تو حضرتِ اقدس صرف بیانات وغیرہ میں ظاہری گناہوں سے بچنے کی خاص کر ڈاڑھی بڑھانے کی تلقین فرماتے تھے مگر علالت کے بعد سے تو ہر آنے والے کو جو سنتوں سے محروم ہوں، فی الفور نصیحت فرماتے ہیں ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ اور ایک محتاط اندازے کے مطابق ۱۰۰ میں سے ۹۵ حضرات، حضرتِ والا کی نصیحت پر اسی وقت لبیک کہتے ہیں اور آئندہ سنت کو سجانے کا وعدہ کرتے ہیں، اور ظنِ غالب یہ ہے کہ ۵ فیصد بھی بعد میں محروم نہ رہتے ہوں گے۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم نے کتنے پُردرد انداز

سے یہ شعر فرمایا کہ

جس کے چہرے پہ نہ ہو آہ نبی ﷺ کی سنت
کیسے معلوم ہو مومن کا مسلماں ہونا

مدینہ منورہ سے محبت

ایک عرصہ قبل جب حضرتِ اقدس مدظلہ مدینے شریف حاضر ہوئے تو یہ یادگار نعت تحریر فرمائی جس میں اس پہلو کو کتنی خوبصورتی سے بیان فرمایا کہ اگر مسلمان دل سے شاہِ مدینہ ﷺ کا غلام ہو جائے تو دونوں جہانوں کے غم سے آزاد ہو جائے، ع

یہ صبحِ مدینہ یہ شامِ مدینہ مبارک تمہیں یہ قیامِ مدینہ
ہو آزاد اختر غمِ دوجہاں سے جو ہو جائے دل سے غلامِ مدینہ

مدینہ منورہ کا چاند اور پہاڑ

جب حضرتِ اقدس مدینہ طیبہ حاضر ہوتے ہیں تو وہاں کی ہر ہر چیز کو محبت سے دیکھتے ہیں چاند کو دیکھ کر حضرتِ والا نے فرمایا یہ مدینے شریف کا چاند ہے اسی چاند کو سرورِ عالم ﷺ نے بھی دیکھا ہوگا حضرتِ والا مدینے شریف کے پہاڑوں کو دیکھتے ہیں کہ یہاں پر انبیاء کے سردار نے بکریاں چرائی ہوں گی

مدینہ طیبہ میں جہاں حضرتِ اقدس کا قیام ہوتا ہے وہاں سے گنبدِ خضرا کا دلنشین منظر نظر آتا ہے گزشتہ عمرے کے سفر میں حضرتِ والا دامت برکاتہم، مکہ مکرمہ میں صرف تین دن قیام فرما ہوئے جبکہ مدینے شریف میں ۲۳ دن قیام فرمایا اور واپسی کے بعد ہم نے دیکھا کہ حضرتِ اقدس یہاں پر موجود ہونے کے باوجود بھی یہاں پر نہیں ہوتے تھے، جس پر حضرتِ اقدس دامت برکاتہم ہی کا یہ شعر صادق آتا ہے کہ ع

اے اختر مرے قلب و جاں ہیں وہاں
مدینے سے گو دور رہتے ہیں ہم

ایک نعت میں سرورِ عالم ﷺ سے عشق کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں ع

آپ کا مرتبہ اس جہاں میں جیسے خورشید ہو آسماں میں
نام کیسا ہے پیارا محمد ﷺ جن کے صدقے میں ایماں ہے جاں میں

مندرجہ ذیل نعتیہ اشعار حضرتِ اقدس مدظلہ العالی کی فنا فی الرسول ﷺ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی گواہی دیتے ہیں

عجم کے بیاباں سے مفرور ہوں گا گلستانِ طیبہ سے مسرور ہوں گا
اڑے گی ہوا سے جو خاکِ مدینہ میں ایسے غباروں میں مستور ہوں گا
میں روضہ پہ صلِ علیٰ نذر کر کے بہ دل نور ہوں گا بجاں نور ہوں گا

رسول اللہ ﷺ کے کلام کی عظمت

اس طرح کی بے شمار نعتیں حضرتِ اقدس مدظلہ کے عشقِ رسول ﷺ کی عکاسی کرتی ہیں، یہ بات تو اکثر حضرات جانتے ہیں کہ حضرتِ والا کا پہلا مجموعۂ کلام کس قدر خوبصورت اور اعلیٰ طبع ہوا ہے اپنے کلام کو اس درجہ عمدہ طباعت میں دیکھ کر حضرتِ اقدس نے اپنے خدام سے فرمایا کہ میری جو کتاب ہے ''دنیا کی حقیقت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں'' وہ کیونکہ سرورِ عالم ﷺ کا کلام ہے اس لئے اس کتاب کی طباعت اس سے بھی اعلیٰ ہونی چاہیئے اس سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرتِ اقدس دامت برکاتہم کے قلبِ مبارک میں حضور سرورِ کونین ﷺ کی کیسی عظمت اور کتنا ادب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے پیغام اور بشارت

یہ واقعہ حضرتِ اقدس مدِظلہ کی صحت کے زمانے کا ہے کہ ایک صاحب کسی دوسرے شہر سے حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے، خانقاہ میں ان کی ملاقات حضرتِ اقدس کے کسی خادم سے ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ وہ حضرتِ والا کے لئے حضور سرورِ عالم ﷺ کا پیغام لائے ہیں جب ان خادم نے حضرتِ اقدس کو بتایا تو جو اس وقت پلنگ پر تشریف فرما تھے، فوراً نیچے اتر گئے اور فرمایا کہ میں حضورِ اکرم ﷺ کا پیغام زمین پر بیٹھ کر سنوں گا، پھر انہوں نے یہ خواب بیان کیا کہ میری اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ کہیں پر

درس ہو رہا ہے حضورِ اکرم ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ "آج کا درس یہ ہے کہ اس دور میں دین پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے مولانا حکیم محمد اختر صاحب ہیں" ان صاحب کی اہلیہ حضرت اقدس مدظلہ العالی کی شخصیت سے واقف نہیں تھیں اس لئے ان کے شوہر حضرتِ والا کا نام پتہ پوچھتے کراچی خانقاہ آئے اور خود بھی بیعت ہوئے اور اپنی اہلیہ کو بھی حضرتِ اقدس سے غائبانہ بعیت کروایا اس واقعہ حضرتِ اقدس کی عظمتِ رسالت، عشقِ رسالت اور تائیدِ رسالت کا منہ بولتا ثبوت ہے

روزانہ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب سننے کا معمول

ایک عرصے سے حضرتِ اقدس مدظلہ العالی کا نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب روزانہ رات کو سننے کا مستقل معمول ہے جس میں سرورِ کائنات ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر نہایت حسین اور دلنشین انداز میں ہے جسے حکیم الامت تھانویؒ نے اس زمانے تحریر فرمایا جب ہندوستان میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی مگر حضرت تھانویؒ کی اس تالیف لطیف کی برکت سے تھانہ بھون طاعون کی وبا سے محفوظ رہا حضرتِ اقدس بھی حضور سرورِ عالم ﷺ کے ذکرِ مبارک کی برکت اور رحمت سمیٹنے کی غرض سے اس کتاب کو سماعت فرماتے ہیں۔

(حضرت والا کے مبارک حالات سے متعلق، یہاں تک کا تمام مضمون حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ شاہین اقبال اثر جونپوری کے قلم سے)

کوئی بھی عمل خلاف سنت نہیں دیکھا

حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب دامت برکاتہم جو ساؤتھ افریقہ میں شیخ الحدیث ہیں اور حضرت والا کے خلفاء میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ الحمد اللہ حضرت والا کے ساتھ حضرت کی صحت کے زمانے میں خوب اسفار کئے، اور حضرت کی صحبت بابرکت میں خوب وقت گزارا، ساؤتھ افریقہ میں بھی اور حرمین شریفین میں بھی، حضرت والا کی مبارک زندگی کا ہر عمل سنت کے مطابق پایا۔ عشق رسول ﷺ اور اتباع سنت کا ایسا غلبہ ہے کہ صبح سے اٹھنے سے لیکر رات سونے تک غرض کوئی ایک عمل بھی خلاف سنت نہیں دیکھا۔ اور فرمایا کہ کوئی اس زمانے میں

نبی ﷺ کی مبارک زندگی کی اتباع دیکھنا چاہے تو حضرت والا دامت برکاتہم کی زندگی دیکھ سکتا ہے۔

نام مبارک ﷺ سن کر آنسو جاری ہو جانا

احقر نے عشق رسول ﷺ اور اتباع سنت وشریعت کا جو ذوق وشوق اور اہتمام حضرت والا کی زندگی میں دیکھا ہے بلاشبہ حضرت اس زمانے میں عاشقان الٰہی اور عاشقان رسول ﷺ اور متقین کے امام ہیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کا اکثر محبوب ﷺ کی محبت میں نعت شریف سننے کا معمول ہے اور کبھی آدھا گھنٹہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ سنتے ہیں اس دوران بعض اوقات آپ کا نام مبارک اور تذکرہ سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور چہرہ مبارک پر جو عاشقانہ، عاجزانہ، محبت وعقیدت بھری کیفیات ہوتی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ بلا مبالغہ اگر حضرت کے عشقِ رسول ﷺ اتباع سنت وشریعت کے واقعات پر ایک مکمل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا قرض اتار دیا

حضرت اقدس کی محفل میں سب سے نمایاں چیز دیکھی وہ عشق رسول ﷺ کے چرچے ہیں اور حضرت پر عشقِ رسول ﷺ کا غلبہ ہے۔ حضرت اقدس جس مٹھاس سے آپ ﷺ کا نام لیتے ہیں وہ ان ہی کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ اقدس کو فصاحت و بلاغت سے بھی نوازا ہے۔ حضرت جب نعتیہ کلام لکھتے ہیں، انسان سن کر مدہوش ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں عشقِ رسول ﷺ موجزن ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ ان میں سے چند اشعار کے بارے میں جب میں نے حضرت سے کہا کہ حضرت ماشاء اللہ آپ کی لکھی ہوئی نعتیں میں سنتا ہوں، مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ نے ''دارالعلوم دیوبند'' کا قرض اتار دیا ہے۔ اب کسی میں یہ ہمت نہیں کہ وہ یہ کہہ سکے کہ دیوبندیوں میں عشقِ رسول ﷺ نہیں ہے۔ آپ ماشاء اللہ ایک ہی جست میں سب

عاشقوں سے آگے نکل بھی گئے اور نکال بھی گئے۔

حضرت اقدس میری اس بات سے بہت ہی محظوظ ہوئے، چند احباب جو قریب تھے ان کو بلا کر کہا دیکھو امان اللہ کیا کہتا ہے۔ واقعی حضرت اس دن میری اس بات سے بہت ہی خوش ہوئے تھے۔ (سچوں کے ساتھ ہو جاؤ، از محمد اسماعیل میمن)

قربِ الٰہی کی ابتداء اور انتہاء

پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں حضرت والا کی کتاب ہے اس کے مقدمے میں حضرت والا فرماتے ہیں کہ محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتا ہے کہ شریعت و طریقت، تصوف و سلوک کی اساس اتباعِ سنت ہے۔ منازلِ قربِ الٰہی کی ابتدا بھی یہی ہے اور انتہا بھی یہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی ابتدا بھی اتباعِ سنت پر موقوف ہے اور انتہا بھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کیلئے **فاتبعونی** کی قید لگا دی کہ اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے نبی کی اتباع کرو اور جب تم نبی کی اتباع کرو گے تو تمہیں کیا انعام ملے گا؟ **یحببکم اللّٰہ** میں تم سے محبت کرنے لگوں گا۔ معلوم ہوا کہ محبت کی ابتدا بھی سنت کی اتباع پر موقوف ہے اور اس کی انتہا یعنی محبوبیت عند اللہ بھی سنت کی اتباع کا ثمرہ ہے کیونکہ **فاتبعونی** پر **یحببکم اللّٰہ** کا ترتب منصوص ہے۔

اتباعِ سنت پر وصول الی اللہ

اس لئے سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے سلسلہ میں وصول الی اللہ (اللہ تک پہنچنا) اسی لئے بہت جلد ہو جاتا ہے کیونکہ اتباعِ سنت پر زور دیا جاتا ہے۔ اگر آج امت سنت کے راستہ پر آ جائے تو اس کی دوری حضوری سے تبدیل ہو جائے اور تمام مسائل حل ہو جائیں۔ میرے اشعار ہیں۔

مومن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ہو ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ
گر سنتِ نبوی کی کرے پیروی امت طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ

پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں

روز مرہ زندگی سے متعلق پیارے نبی ﷺ کی مبارک سنتیں جن پر ہم روز مرہ معاملات میں عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور قرب حاصل کر سکتے ہیں۔اس عظیم الشان رسالے کے بارے میں خود شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب فرماتے ہیں۔

پیشِ نظر رسالہ پیارے نبی کی پیاری سنتیں تقریباً بیس سال پہلے احقر نے تحریر کیا تھا جو الحمد اللہ تعالیٰ خانقاہ سے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم ہو چکا ہے اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔جن میں فارسی ،انگریزی ، بنگلہ، برمی، گجراتی ،پشتو،سندھی وغیرہ شامل ہیں۔اور عربی زبان میں ترجمہ ہو رہا ہے۔

دربارِ رسالت میں قبولیت اور بشارت

اور اتباع سنت کی عظمت پر ایک شعر تو حق تعالیٰ نے احقر سے ایسا کہلوادیا جو بین الاقوامی شہرت یافتہ اور اکابر علما کا پسندیدہ ہے۔بعض احباب نے کہا کہ اتباع سنت پر اس سے زیادہ اچھا اور اثر انگیز شعر نظر سے نہیں گذرا اور ماریشس کے سفر کے دوران احقر نے دیکھا کہ وہاں کی جامع مسجد میں بھی لکھا ہوا تھا۔میرا وہ شعر یہ ہے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اور اس بارے میں ایک بشارت عظمیٰ بھی ہے۔ایک صالحہ عورت کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی بہت سے افراد ہیں لیکن حضور ﷺ نے احقر کو سب سے زیادہ اپنے قریب بٹھایا ہوا ہے اور ارشاد فرمایا کہ حکیم اختر آپ کا یہ شعر بہت عمدہ ہے اور ہمیں بہت زیادہ پسندہ ہے۔پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔ایک دوست نے کہا کہ اس شعر کے پہلے مصرع میں ایک حدیث شریف کا اور دوسرے مصرع میں ایک آیت مبارکہ کا مفہوم ہے۔ گویا قرآن وحدیث کے مفہوم کا یہ شعرِ ترجمان ہے۔وہ حدیث شریف یہ ہے۔

من احیا سنّتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة (ترمذی)

ترجمہ: ''جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا''۔ اور آیت شریفہ یہ ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ

جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی'':

حضرت اقدس کی چند مفید و معرفت سے لبریز تصانیف

درس مثنوی، معارف شمس تبریز، مواہب ربانیہ، فغان رومی، خزائن شریعت و طریقت، خزائن القرآن، معرفت الٰہیہ، معیت الٰہیہ، صراط مستقیم، ملفوظات حضرت پھولپوریؒ، معارف مثنوی، رسول اللہ ﷺ کی نظر میں دنیا کی حقیقت، بدنظری اور عشق مجازی کی تباہ کاریاں۔ روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، مواعظ دردِ محبت، نالہ درد وغیرہ۔

محبوب ﷺ کی طرف سے حضرت والا کیلئے مبشرات منامیہ

حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کے لئے مبشرات منامیہ بھی عظیم الشان ہیں اور بہت کثرت سے ہیں جن سے حضرت والا دامت برکاتہم کی دربار الٰہی اور دربار رسالت ﷺ میں قبولیت اور محبوبیت کا پتا چلتا ہے اور کہیں تو سرد و عالم ﷺ نے اس قدر شفقت اور محبت کا معاملہ فرمایا کہ حضرت والا کو میرا بیٹا اختر کے حسین خطاب سے عزت بخشی علماء اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ عظیم الشان سعادت ان علمائے ربانی اور اولیائے صدیقین کو حاصل ہوتی ہے جن کو اتباع سنت اور تقویٰ میں انتہائی رسوخ حاصل ہو جائے چونکہ قرآن کی آیت لھم البشریٰ کی تفسیر ہیں اس لئے یہاں چند مبشرات ملاحظہ فرمائیں۔

دیکھو میرے اختر کو دیکھو

چند سال قبل حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کے جنوبی افریقہ کے سفر کے دوران حضرت مولانا عبدالحمید صاحب خلیفہ اجل حضرت اقدس دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم

آزادوں نے خواب دیکھا کہ وہ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہ مواجہہ شریف میں حاضر ہیں اور حضرت والا کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہیں۔ اور خواب میں دیکھا کہ سرور عالم ﷺ روضہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرات شیخین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) بھی ہیں اور آپ ﷺ نے خوش ہوکر تبسم فرماتے ہوئے حضرات شیخین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو! میرے اختر کو دیکھو۔

جو میرے اختر سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا

اور اسی سال حضرت والا کے ایک خادم محمد فہیم صاحب کو جو نہایت صالح جوان ہیں سرور عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ چاروں سلسلے حق ہیں، لیکن ان چاروں سلسلوں میں سب سے زیادہ ہمارے قریب یہ ہیں اور یہ فرماتے ہوئے، حضور ﷺ نے حضرت والا کی طرف اشارہ فرمایا جو نہایت ادب سے دوزانو گردن جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اور پھر فرمایا : کہ جو میرے اختر سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سلام

اور لیسٹر (انگلینڈ) کے مولانا سلیمان نانا صاحب جو اس سال یعنی ۱۴۲۰ ہجری کو خاص عید الفطر کے دن مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور مواجہہ شریف میں صلوٰۃ وسلام پڑھتے وقت بیداری میں سرور عالم ﷺ کی آواز سنی کہ مولانا اختر سے ہمارا سلام کہہ دینا اور صلوٰۃ وسلام پڑھ کر جب واپس ہونے لگے مواجہہ شریف سے پھر آواز آئی کہ دیکھو مولانا اختر کو ہمارا سلام ضرور پہنچا دینا، سبحان اللہ

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

ترجمہ: اس بشارت پر اگر جان فدا کردوں تو بجا ہے اور پھر بھی حق تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔

بڑے نصیب کی بات ہے

اور حال ہی میں پشاور کے ایک صالح جوان جن کا تبلیغی جماعت سے تعلق ہے کراچی حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ روضہ مبارک میں حضور ﷺ اپنے دست مبارک سے حضرت والا کے سر پر عمامہ باندھ رہے ہیں

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

یارب صل وسلم دائما ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

رضاء بالقضاء کی تصویر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک مقام اخلاص سے بھی بلند ہے، وہ رضاء بالقضاء ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے قضاء وقدر کے فیصلوں پر دل و جان سے راضی رہنا، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے امت کو اس کی عملی تعلیم اس وقت دی جب آپ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو رہا تھا، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے اے ابراہیم آپ کی جدائی پر غمگین ہیں لیکن ہم اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر دل سے راضی ہیں۔ اس واقعے سے معلوم ہوا کہ طبعی غم رضاء بالقضاء کے منافی نہیں ہے، بشرطیکہ دل اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر مطمئن ہو۔

اولیاء صدیقین کو اس مقام کا حاصل ہونا ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے مقام قریب میں اضافہ اور مخلوق کو ان کے رضاء بالقضاء کے مقام پر نظارہ اور سبق دینے کیلئے آزمائشوں میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم پر ۳۰ مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ فالج کا حملہ ہوا، جس سے دایاں حصہ اور زبان متاثر ہوئی، لیکن اول یوم سے حضرت کے چہرہ پر جو اطمینان کی کیفیت تھی وہ کسی تندرست اور توانا کو بھی حاصل نہیں۔

اس بیماری کے بعد حضرت والا دامت برکاتہم کے بارے میں بہت سے مبشرات

منامیہ آئیں، جو آپ کے رفعِ درجات اور مقامِ خاص پر فائز ہونے کا ارشاد دیتی ہیں جن میں سے چند، یہ ہیں۔

رسول ﷺ نے فرمایا: تجھے لوگوں نے پہچانا نہیں

احقر محمد عبداللہ انصاری عرض رسا ہے کہ آج سے ایک سال قبل جبکہ احقر جنوبی افریقہ آزادویل میں حضرت والا عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے بیانات کی کیسٹیں سنتے سنتے سوگیا تو بحمد اللہ خواب ہی میں احقر کو محبوب کائنات سرورعالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور دیکھا کہ حضور ﷺ ایک وسیع میدان میں تشریف فرما ہیں اور حضور ﷺ کے دست مبارک میں ریتیلی مٹی ہے اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم بھی حاضر ہیں، پھر احقر نے دیکھا کہ حضور ﷺ نہایت حزن وملال کے ساتھ حضرت والا دامت برکاتہم سے ارشاد فرمارہے ہیں

''اختر! تجھے لوگوں نے پہچانا نہیں، اختر! لوگوں نے تیری قدر نہیں کی۔''

احقر نے خواب ہی میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے تین دفعہ یہ جملہ ارشاد فرمایا اور پھر توقف کے بعد چوتھی اور پانچویں دفعہ یہی ایک جملہ نہایت درد ورقت سے ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد احقر کی آنکھ کھلی تو احقر زاروقطار رودیا۔ اس وقت جنوبی افریقہ میں رات کا ایک بج رہا تھا اور پاکستان میں صبح کے ۴، ۵ بج رہے تھے، لیکن احقر نے پھر یہ خواب حضرت اقدس شاہ فیروز بن عبداللہ صاحب دامت برکاتہم کو فون پر سنایا۔

یہ ایک بدیہی بات ہے کہ جس میں حضرت والا کی قدروعظمت کما حقہ نہ تھی اور جس کی اندھی آنکھیں حضرت والا کے عالی مرتبے کے ادراک سے کورتھیں ایسی ہی محروم آنکھوں کو اس خواب کے ذریعے تنبیہ کی گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی قدر کما حقہ کرنے کی ہم سب کو توفیق کاملہ عطا فرمائے۔

بعد مدت کے ہوئی اہل محبت کی شناخت
خاک سمجھا تھا جسے لعل بدخشاں نکلا

محبوب ﷺ کی معیت اور مبشرات

احقر سید محمد عارف نے ۱۴/ مارچ ۲۰۰۷ء بمطابق بروز بدھ کی صبح ایک خواب دیکھا۔ بندہ نے دیکھا کہ روضہ رسول ﷺ کے احاطے کے اندر قبر اطہر ﷺ کے قریب ہی حضرت والا دامت برکاتہم اپنی مخصوص نشست پر تشریف فرما ہیں۔ اولیاء کرام کا ایک بڑا مجمع فرش پر موجود ہے۔ روضۂ رسول ﷺ سے، رسول اللہ ﷺ حضرت والا دامت برکاتہم سے براہ راست کلام فرما رہے ہیں، غالباً بشارتوں کا سلسلہ تھا۔

حاضرین مجلس وقفہ وقفہ سے ماشاء اللہ، سبحان اللہ کی صدائیں دھیمیں دھیمیں لگا رہے تھے۔ میر صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے بھی ماشاء اللہ، سبحان اللہ کی آواز آرہی تھی۔ حضرت والا دامت برکاتہم نہایت ادب کے ساتھ اپنی نشست پر سر جھکائے سماعت فرمارہے تھے۔ یہ سلسلہ کافی دیر چلتا رہا، احاطے کے باہر حضرت فیروز میمن صاحب دامت برکاتہم اور راقم الحروف (محمد عارف) بھی موجود تھے، بندہ نے اس منظر کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔

غیب سے آواز آئی جامعۃ الرشید اور دیگر مدارس کے حضرات یہاں بیان کیلئے آرہے ہیں، جس پر اتحاد الامت کا گمان، غالب ہوا اور خوشی ہوئی، ساتھ ہی ایک چیخ کی آواز آئی اور روضہ رسول ﷺ سے آنے والی آواز بند ہوگئی۔ دروازے کھل گئے۔ تمام حضرات باہر آنے لگے اور ایسا محسوس ہوا کہ حضرت امام مہدی کا ظہور ہونے والا ہے جس پر انتہائی خوشی ہوئی، آنکھ کھلنے پر اذان فجر کی آوازیں آرہی تھیں۔ (سفر نامہ رنگون و برما ص ۴۹ تا ۵۷)

رسول ﷺ کا فرمان: تمھارے شیخ بالکل سنت کے مطابق ہیں

اقبال عبد الشکور صاحب کراچی سے کینیڈا جاتے ہوئے تمام سفر میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اور نگاہوں کی حفاظت کرتے ہوئے گئے کینیڈا میں پہنچ کر خواب دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر کی خانقاہ میں تشریف لائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی ہمراہ ہیں اور مسجد میں عشاء کی نماز کیلئے صفیں تیار کھڑی ہیں

آپ ﷺ اور صحابہ کرام حضرت والا کے حجرے میں تشریف لے جاتے ہیں اور اقبال صاحب باہر ہی کھڑے رہتے ہیں جب بہت دیر بعد حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لاتے ہیں تو مرکزی دروازے کے قریب پہنچ کر اقبال عبدالشکور صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں۔

''کہ تمھارے شیخ بالکل سنت کے مطابق ہیں''۔

جب جن کے بارے میں خود حضور اکرم ﷺ فرمادیں کہ حضرت بالکل سنت کے مطابق ہیں ان کی اتباع سنت کا کیا عالم ہوگا۔

چار اعمال کی رسول ﷺ کے دربار میں قبولیت:

ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ روضہ مبارک میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور دیکھا کہ ایک طرف مرشدنا ومولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم بھی مع احباب کے موجود ہیں اور صحابہ کرام بھی تشریف فرما ہیں۔خواب دیکھنے والے کو کسی نے بتایا کہ ولی اللہ بنانے والے چار اعمال کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے جس کے بعد حضرت یہ رسالہ صحابہ کرام کو بھی دکھا رہے ہیں۔

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

دامت برکاتہم

از حافظ الحدیث مولانا محمد جعفر صاحب، خلیفہ مجاز حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی

(جھنگ)

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں جہاں انسان کو ظاہری اور جسمانی نعمتوں سے نوازا ہے وہاں روحانی اور باطنی نعمتوں سے بھی ضرور مالا مال فرمایا ہے۔ آج کے ٹیکنالوجی کے دور میں انسان نے سائنس اور مادی لحاظ سے اتنی ترقی کر لی ہے کہ وہ بحر و بر کو مسخر کر کے چاند اور مریخ پر بھی کمند ڈال چکا ہے آج ساری دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ مادی ترقی کے اس پُرفتن دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو روحانی ترقی دینے کیلئے علی وجہ الکمال انتظام کر دیا ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسی شخصیت کو پیدا فرمایا ہے جس نے اعلیٰ دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ روحانیت کی اس معراج کو حاصل کیا جن کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ اس پُرفتن دور میں ایسی کامل شخصیت جن کی آنکھوں میں عشق الٰہی کا سرمہ لگا ہو اور ظاہر محبوب ﷺ کی پیاری سنتوں سے اس طرح آراستہ ہو کہ مشرق و مغرب کے لوگ دیدار کیلئے ترستے ہیں۔ اپنوں میں چلے جائیں تو عاشقِ رسول ﷺ کو دیکھ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں غیروں میں چلے جائیں تو وہ زبان حال سے ماھذا ابشرا ان ھذا الا ملک کریم پکار اُٹھتے ہیں۔ خدا کے منکروں میں چلے جائیں تو وہ خدائے بزرگ و برتر کے وجود کا اقرار کر کے ایمان کی دولت سے آراستہ ہو جاتے ہیں۔ چاند تاروں پر کمندیں ڈالنے والے انجینئرز، سائنسدانوں نے جب موصوف کے ساتھ وقت گزارا تو لکھ کر دے گئے کہ آپ جیسا ذہین انجینئر دیکھنے میں نہ آیا۔

مادی دنیا کی چمک دمک پر مر مٹنے والے عاشقوں نے جب موصوف کا دیدار کیا تو عشق حقیقی کے مزے لوٹنے لگے۔ جب علوم نبوت کے حاملین علماء واتقیاء نے موصوف کا دیدار کیا تو وہ پکار اٹھے کہ محبوب العلماء والصلحاء یہی تو ہیں۔ موصوف نے ہفت اقلیم میں بسنے والے انسانوں کو پیغام دیا اور دنیا کی تھنک ٹینکس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارا۔ عظیم مشرق وعظیم مغرب کا خواب دیکھنے والوں سے منوایا کہ

Neither East Nor West, Islam is the Best

موصوف سے مراد عالم اسلام کے عظیم اسکالر محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ احقر کچھ مدت الحمدللہ صحبت میں رہا اور جو انوارات واحوال معلوم ہوئے زیب قرطاس ہیں۔

عشق ومحبت کا عالم

محبوب العلماء صلحاء حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتھم کی زندگی پوری عشق الٰہی اور عشق رسولؐ میں ڈوبی ہوئی نظر آئی۔ آپ کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، نشست و برخاست ہر عمل عین سنت مبارکہ کے مطابق ہے۔ آپ کا سراپا سنتِ رسولؐ سے آراستہ و پیراستہ اور آپ کا سر سنتِ عمامہ سے مزین، آپ کا ہاتھ اتباع رسول میں عصا بردار آپ کی چال یاد الٰہی میں ڈوبے ہوئے شخص کی مانند، گویا آپکی زندگی حضور کی مبارک سنتوں کا چلتا پھرتا نمونہ ہیں۔

حضرت پروفیسر اسلم نقشبندی فرماتے ہیں حضرت جی دامت برکاتہم نے کئی دفعہ، کتنی ہی دیر تک پیدل چل کر مسلسل اس بات کی مشق کہ آپ دامت برکاتہم کا چلنا حضورؐ کے چال مبارک کے مطابق ہو جائے۔ کتنی کتنی دیر تک آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی مشق کی کہ حضرت کا مسکرانا بھی حضور کی مسکراہٹ کے مطابق اور مشابہ ہو جائے۔

عشق رسول ﷺ کی معراج

حضرت جی مدظلہ فرماتے ہیں بچپن میں جب گھر پر ساگ پکتا تھا تو ہم بڑے شوق

سے کھاتے اور خوشی مناتے۔ لیکن والد صاحب مرحوم نہ کھاتے تھے۔ ہم والدہ صاحبہ سے پوچھتے تو وہ خاموش رہتیں حتیٰ کہ والد صاحب انتقال فرما گئے تو پھر والدہ صاحبہ نے اس راز سے پردہ اٹھایا کہ اے میرے بیٹو! تمہارے ابو عشق رسول ﷺ میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے فرماتے تھے کہ میں ساگ اس لیے نہیں کھاتا کہ محبوب ﷺ کے گنبد خضرا کا رنگ سبز ہے اور جو میں ساگ کھاتا ہوں اس کے فضلے کا رنگ بھی سبز ہوتا ہے۔ مجھ سے یہ بے ادبی برداشت نہیں ہوتی اس لیے والد صاحب نے زندگی بھر ساگ کا سالن نہیں کھایا۔ اس ادب اور عشق و محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بیٹا بھی ایسا دیا جس میں عشق رسول ﷺ و اتباع رسول ﷺ کا چلتا پھرتا نمونہ ہے۔

عشق نبی ﷺ کی عظیم نعمت بچپن میں ہی مل گئی

حضرت جی دامت برکاتہم کے قریب رہنے سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ محبت اور عشق رسول ﷺ کا یہ عالم ہے کہ بچپن سے لے کر اب تک حضرت جی دامت برکاتہم نے محبوب ﷺ کا نام بغیر وضو نہیں لیا اس تفصیل کے لیے واقعہ پیش خدمت ہے۔ ۱۹۹۱ء کی بات ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے دارالسکینہ جھنگ صدر میں جمعہ پڑھایا اور بچوں کی تربیت کے عنوان پر بیان فرمایا اور بغیر نام لئے ایک بچہ کا واقعہ سنایا کہ ایک شہر میں ایک بچہ تھا جس کے والدین بڑے نیک تھے جنہوں نے بچے کی بہت اچھی تربیت کی۔ پرائمری اسکول میں بچوں کا فنکشن ہوا جس میں ذہین بچوں کے ذمے مختلف چیزیں لگا دی گئیں۔ مذکورہ بچے کے ذمے علامہ حالی کی نعت لگائی گئی۔ فنکشن میں بچے نے نعت پڑھی:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے
مُرادیں غریبوں کی بر لانے والے

اس نے والا کی جگہ والے پڑھا۔ آخر میں ڈی سی صاحب نے تقریر کی اور بچے کی سرزنش کے ساتھ ساتھ استاد صاحب کی بھی خبر لی کہ بچے نے والا کی جگہ والے کیوں پڑھا؟ (حالانکہ بچے نے ایسا ادب کی وجہ سے کیا تھا) پھر ایک دن استاد صاحب نے بچوں سے

کلاس روم میں جنرل نالج کے سوال پوچھنے شروع کیے تو مذکورہ بچے سے پوچھا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کا کیا نام ہے؟ بچہ خاموش، دوسری مرتبہ پھر پوچھا لیکن جواب ندارد۔ پھر پوچھا کہ تمہیں پیغمبر ﷺ کا نام آتا ہے تو اس نے کہا ہاں لیکن نام نہیں بتایا، جواب نہیں دیا۔ استاد حیران کہ بچہ مذہبی گھرانے کا ہے نام بھی آتا ہے لیکن بتاتا نہیں۔ اس پر استاد غصہ کھا گئے اور فنکشن میں بے عزتی والا غصہ بھی نکالنا باقی تھا۔ چنانچہ خوب سزا دی۔ یہاں تک کہ ہاتھوں سے خون نکل آیا۔ اتنے میں تفریح کی گھنٹی ہوئی تو کلاس ختم۔ استاد نے غصے میں کہا کہ تفریح کے بعد دوبارہ سنوں گا۔ نہ آیا تو اور ماروں گا۔

ساری زندگی محبوب کا نام بغیر وضو نہیں لیا

یہ معصوم بچہ خاموشی اور غم کی تصویر بنا بیٹھا رہا۔ کلاس کے دیگر بچے بھی سوگوار۔ بچہ اُٹھ کر کلاس سے باہر نلکے پر جاتا ہے اور ہاتھ منہ دھو کر واپس آتا ہے۔ تفریح کی گھنٹی ختم ہوئی تو اُستاد صاحب دوبارہ آئے اور پوچھا کہ بتاؤ پیغمبر ﷺ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے فوراً بتادیا کہ حضرت محمد ﷺ۔ اب استاد حیران کہ پہلے یہ بچہ مار کھاتا رہا لیکن نام نہیں بتایا اور اب جھٹ سے بتادیا ضرور کوئی بات ہے۔ اب استاد نے بچے کو پاس بلایا اور نہایت شفقت اور مہربانی سے پوچھا تو بچہ رونے لگا اور بتایا کہ پہلے جب آپ نے محبوب ﷺ کا نام پوچھا تھا تو اس وقت میرا وضو نہیں تھا اور میرے ابو نے مجھے یہ نصیحت کی ہوئی ہے کہ بیٹے جب محبوب ﷺ کا نام لینا تو وضو کے ساتھ لینا بغیر وضو نہ لینا۔ پہلے میرا وضو نہیں تھا اور اب میں وضو کر کے آیا ہوں۔ خیر استاد صاحب کو بڑی شرمندگی ہوئی اور بچے کو شاباش دی۔ جب حضرت جی دامت برکاتہم نے یہ واقعہ سنایا تو ناقص ذہن میں آیا کہ یہ واقعہ حضرت جی کے بچپن کا ہے۔ اس جمعہ میں میرے ساتھ مولانا شیخ محمد شریف ایرانی بھی تھے۔ جمعہ کے بعد شیخ ایرانی صاحب مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہ واقعہ کس بچے کا ہوگا؟ تو احقر نے عرض کیا کہ غالب گمان یہی ہے کہ یہ واقعہ حضرت جی کے اپنے بچپن کا ہے۔ اس لیے انہوں نے نام لیے بغیر بچے کا واقعہ سنایا ہے۔ اب شیخ ایرانی صاحب کہنے لگے کہ میں حضرت جی سے پوچھوں گا کہ یہ واقعہ

کس بچے کا ہے؟اس کا نام بتائیے،کہاں کا رہنے والا ہے؟احقر نے بہت سمجھایا کہ پوچھنا مناسب نہیں۔چنانچہ دوسرے دن بروز ہفتہ حضرت جی مدظلہ لاہور تشریف لے گئے ہم فقیر بھی ساتھ تھے۔راستے میں فیصل آباد شوگرمل میں حضرت جی کی میٹنگ تھی۔میٹنگ سے فراغت کے بعد ہم پھر لاہور اکیلے روانہ ہوئے۔ڈرائیونگ خود حضرت جی فرماتے رہے۔ فیصل آباد تک تو راقم شیخ ایرانی صاحب کو روکتا رہا کہ نہ پوچھیں لیکن جیسے ہی ہم فیصل آباد سے نکلے تو شیخ ایرانی صاحب نے حضرت جی سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کل بیان میں آپ نے جس بچے کا واقعہ بیان کیا وہ کون تھا۔اس کا نام کیا تھا؟تو حضرت جی مدظلہ مسکرا پڑے۔ ارشاد فرمایا: مولانا! بعض باتیں راز میں رہیں تو بہتر ہوتی ہیں۔(ازمولانا محمد جعفر)

حضرت جی اپنی ذات میں ایک انجمن

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ دیکھنے میں ایک فرد معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں پوری جماعت ہوتے ہیں۔اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں"ان ابراھیم کان امۃ" بے شک ابراہیم علیہ السلام پوری جماعت تھے تو حضرت جی دامت برکاتہم جس ماحول میں بھی گئے آپ کی برکت سے اللہ رب العزت کی طرف سے اس ماحول پر انوارالٰہیہ کی ایسی بارش ہوئی کہ وہ ماحول سارا نورانی ایمانی بن گیا۔ جب حضرت جی شکر گنج شوگر ملز میں تھے تو ماشاء اللہ اکثر انجینئر حضرات متشرع بن گئے تو شفٹنگ کے وقت جب عملہ کے لوگ شوگر ملز سے باہر نکلتے ایسا معلوم ہوتا جیسے مدرسہ سے علماء نکل رہے ہیں۔

کام،کام تھوڑا آرام

1984ء میں حضرت مرشد عالم نوراللہ مرقدہ نے جب حضرت جی دامت برکاتہم کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا تو اس وقت سے اب تک لاکھوں انسان حضرت جی دامت برکاتہم کے دست اقدس پر بیعت توبہ کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کر کے اپنے قلوب کو منور کر رہے ہیں اور حضرت جی دامت برکاتہم یہ دعوت وعزیمت،

تزکیہ و اصلاح، تصوف و سلوک کا کام اتنی محنت سے فرما رہے ہیں کہ باقی سب کام ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔

سفر میں حضر میں، سردی میں گرمی میں، صحت میں بیماری میں، دن میں رات میں، شہر میں دیہات میں، ملک میں، بیرون ملک میں، بس ایک ہی کام کہ لوگوں کو اللہ اللہ سکھانا ہے۔ انسانوں کے ظاہر کو محبوب ﷺ کی مبارک سنتوں سے آراستہ کرنا ہے اور باطن کو محبت و معرفت الٰہی سے منور کرنا ہے۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

اللہ رب العزت اور اس کے محبوب ﷺ کے دربار میں بحمد اللہ آپ کو ایسی قبولیت ملی کہ لوگوں کے قلوب پوری دنیا سے کھنچے چلے آرہے ہیں۔ کچھ تو خوش نصیب ایسے ہیں جن کو خود رسول اللہ ﷺ نے خواب میں بشارت دی۔

بیعت کیلئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم

یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت جی دامت برکاتہم شکر گنج شوگر ملز میں بطور چیف الیکٹریکل انجینئر تھے۔ عام لوگوں میں آپ کا تعارف بہت کم تھا۔ فیصل آباد میں ایک صاحب کافی استخارے کر رہے تھے کہ میں کسی صاحب نسبت کامل ہستی سے بیعت ہو جاؤں۔ تو خواب میں رسول اللہ ﷺ کا دیدار ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو اُردو میں ارشاد فرمایا کہ ''جھنگ کارخانہ میں حافظ ذوالفقار صاحب سے بیعت ہو جائیں۔'' تو ان صاحب نے یہ خواب تحریر کیا اور مقامی علماء سے اس کی تعبیر پوچھی۔ تو علماء نے فرمایا کہ بھائی کارخانہ میں کوئی بزرگ نہیں ہو سکتے آپ دوبارہ استخارہ کریں۔ بہر حال اس کو یقین تھا۔ وہ فیصل آباد سے جھنگ آیا اور ہر کارخانے اور ملز کے دروازے پر پہنچا اور پوچھا کہ یہ حافظ ذوالفقار صاحب ہیں۔ تاہم جب وہ شکر گنج شوگر ملز کے دروازے پر پہنچا اور گیٹ کیپر سے پوچھا کہ یہاں حافظ ذوالفقار صاحب ہیں تو اس نے کہا جی ہاں۔ تو ان صاحب نے بتایا کہ میں فیصل

آباد سے آیا ہوں ان سے ضرور ملنا ہے۔ گیٹ کیپر نے حضرت جی کے آفس میں فون کیا کہ ایک صاحب آپ کو فیصل آباد سے ملنے آئے ہیں۔ تو حضرت جی نے ارشاد فرمایا کہ جلد اس کو میرے آفس میں پہنچاؤ میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں۔ (یہاں تک تمام واقعات ،الاکابر انٹرنیشنل، مضمون عکسِ جمالِ یار، ص ۱۴۱، سے لئے گئے ہیں، از مولانا محمد جعفر دامت برکاتہم)

رسول اللہ ﷺ کے حکم پر سوویت یونین کا سفر

سن 1992 میں حضرت جی دامت برکاتہم کو رسول اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ 75 دن کیلئے سوویت یونین چلے جایئے۔ چنانچہ آپ نے سوویت یونین کا سفر کیا اور حضرت مولانا محمد جعفر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سفر میں تقریباً ڈیڑھ سے دو لاکھ لوگوں نے توبہ کی اور حضرت کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ میں بیعت کی اور کئی ہزار لوگوں نے نئے سرے سے کلمہ پڑھا اور سینکڑوں غیر مسلم مسلمان ہوئے۔ سمرقند، بخارا، ازبکستان، تاجکستان اور کئی شہروں کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ حضرت جی کے ہاتھ پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ داخل ہوئے اس عجیب اور روحانی سفر کی تفصیلات کیلئے حضرت جی کا سفر نامہ۔ (لاہور تا خاک بخارا و سمرقند) ضرور پڑھئے۔

محبوب ﷺ کی طرف سے بشارت اور اتباع سنت

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد جعفر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ حضرت جی نے فرمایا کہ جب کالج لائف میں حضورؐ کا فرمانِ مبارک پڑھا کہ جسکا مفہوم ہے اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو بھی نکاح پر قدرت رکھتا ہو تو وہ نکاح کر لے کیونکہ نکاح کا عمل سب سے بڑا اور موثر ذریعہ ہے نگاہوں کی حفاظت کا اور شرم گاہ کو حرام سے بچانے کا اور جو نکاح پر قادر نہ ہو وہ نفلی روزوں کا اہتمام کرے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ پر عمل کی توفیق اس طرح ہوئی کہ کبھی 20 دن تو کبھی پورا مہینہ مسلسل روزے کا معمول رہا۔

فرمایا کہ ایک دن تو کمزوری اور ضعف اس قدر رہا کہ رسولؐ کی عظیم الشان سنت

پر عمل کی توفیق ہوئی یعنی پیٹ پر پتھر باندھنے والی سنت پر عمل کی توفیق ہوئی اور اللہ کے فضل سے اسی رات سرکارِ دو عالم کی زیارت بابرکت اور بشارت سے فیض یاب ہوئے۔ (از مولانا محمد جعفر دامت برکاتہم)

فناء فی الرسول کا مقام

حضرت مولانا جعفر صاحب نے فرمایا کہ حضرت جی نے ایک مرتبہ متعدد علماء حضرات کے سامنے مجلس میں ارشاد فرمایا کہ علماء بیٹھے ہیں اسلئے ایک بات کو تحدیث بالنعمۃ کے طور پر پیش کرتا ہوں کہ یونیورسٹی کے زمانے میں جب ۱۲ ماہ مسکین پور شریف میں لگائے تو نماز اور دیگر معمولات کے علاوہ تمام اوقات مراقبہ میں گزرتے تو ان دنوں اللہ تعالیٰ کا اتنا فضل ہوا کہ بعض مرتبہ سرورِ دو عالم کی دن میں کئی کئی مرتبہ زیارت سے مشرف ہوئے اللہ رب العزت نے فنائیت کے مقامات عطا فرمائے اور فناء فی الرسول کا مقام بھی ملا

(از مولانا محمد جعفر دامت برکاتہم)

باادب بانصیب

پروفیسر اسلم صاحب جو کہ حضرت کے خلیفہ بھی ہیں اور مجالس فقیر بھی انہوں نے بہت محبت اور محنت سے ترتیب دی ہیں، فرماتے ہیں کہ جب ہم روضہ اقدس پر حضرت کے ساتھ حاضر ہوئے تو حضرت کی جو کیفیات ہیں ان کو دیکھ کر رشک آتا، ادب، عاجزی و انکساری جو بیان سے باہر۔ حضرت پروفیسر اسلم صاحب فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ میں ادب کی وجہ سے بعض اوقات منہ پر کپڑا رکھ کر بات فرماتے اور کسی سے مخاطب ہوتے تو اتنا آہستہ بولتے ہیں کہ میں بعض اوقات انتہائی قریب ہو کر بھی نہ سن پاتا۔ چال اس قدر آہستہ اور آداب کے ساتھ کہ دیکھ کر رشک آتا۔ (مجالس فقیر)

حضرت جی دامت برکاتہم اکثر فرماتے ہیں کہ ہمیں تو جو کچھ بھی ملا وہ ادب ہی کی برکت سے ملا ہے،

حضور ﷺ کی سنتوں کا چلتا پھرتا نمونہ

حضرت مولانا کا بیان عام فہم زبان میں ہوتا ہے اور عوام وخواص کو سمجھانے کا جو انداز ہے وہ دلوں کو موہ لیتا ہے۔ دل ان کی باتوں کی طرف بے ساختہ کھنچتے چلے جاتے ہیں، آنکھیں اپنے گناہوں پر آنسو بہانے لگتی ہیں۔ بعض افراد اپنے جذبات پر قابو نہ پا کر چیخ پڑتے ہیں، مجمع پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہیں، قرآنی آیات واحادیث رسول اللہ ﷺ سے استدلال کا ایک اچھوتا انداز دل پر اثر کرنے والے واقعات، توبہ واستغفار پر ابھارنے والی تنبیہات اور عمل پر آمادہ کرنے والے نتائج وانعامات، دل کو بیدار کرنے والا ذکر ومراقبہ یہ سب باتیں مسحور کن ہیں۔ نیز بیان کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے آپ کو اتنا پرکشش بنایا کہ آپ سراپا سنت رسول اللہ ﷺ سے آراستہ وپیراستہ اور آپ کا سر سنت عمامہ سے مزین آپ کا ہاتھ اتباع رسول میں عصا بردار، آپ کی چال یاد الٰہی میں ڈوبے ہوئے شخص کی مانند، گویا آپ حضور پاک ﷺ کی سنتوں کا چلتا پھرتا نمونہ ہیں۔ (مجالس فقیر)

زیارت نبوی ﷺ اور بیعت کا اشارہ

حضرت مولانا مشتاق صاحب حافظ بخاری ہیں انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ انہوں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ گول سفید ٹوپی پہنے ہوئے ہیں صبح کے وقت حضرت جی دامت برکاتہم مولانا مشتاق صاحب کے ہاں تشریف لے گئے اور حضرت جی دامت برکاتہم نے بھی ویسی ہی سفید ٹوپی پہنی ہوئی تھی، مولانا نے فرمایا کہ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ حضرت جی کا آپ ﷺ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اور مولانا مشتاق صاحب حضرت جی سے بیعت ہو گئے اور فرمانے لگے کہ مجھے واضح اشارہ ملا تھا کہ آپ سے بیعت ہو جاؤں۔ (مجالس فقیر، مبوب)

رسول اللہ ﷺ کے احسانات یاد کریں

ارشاد فرمایا جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے روضہ پر سلام کیلئے حاضر ہوں تو پہلے درود شریف کا خوب تحفہ بھیجیں۔ اسکے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے احسانات کو یاد کریں۔ جتنا زیادہ احسانات کو یاد کریں گے اتنی محبت رسول ﷺ بڑھتی جائے گی پھر روضہ مبارک پر حاضر ہونے کا مزا آئے گا۔ (مجالس فقیر جلد ۶)

تنقید سے پرہیز

ارشاد فرمایا نبی ﷺ کے روضہ پر حاضر ہوں تو رسمی طور پر حاضری نہ ہو بلکہ محبت تڑپ اور ذوق وشوق کے ساتھ حاضری ہونی چاہیے۔ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ مدینہ شریف اور مسجد نبوی ﷺ کی چیز پر تنقید ہرگز دل میں نہ ہو۔ اگر کوئی بھنگی کسی گھر کی چیزوں پر تنقید کرے تو اس کی چھٹی ہو جائے گی۔ ہماری حیثیت تو یہاں بالکل غلاموں جیسی ہے۔ (مجالس فقیر)

باب النساء اور ادب کا تقاضا

ارشاد فرمایا، باب جبرئیل کے ساتھ ہی باب النساء ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر اس دروازہ کو فقط عورتوں کیلئے چھوڑ دیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ نے جب یہ سنا تو اسکے بعد کبھی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوئے اور حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جب سے ہم نے یہ حدیث سنی ہے تو ہم کبھی بھی اس دروازے سے مسجد نبوی شریف میں داخل نہیں ہوئے۔ ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حضور ﷺ کی بات کو مانا جائے۔ اس لئے کہ بڑوں کی بات ماننے میں خیر ہی خیر ہوتی ہے۔ (مجالس فقیر)

اللہ کو اپنے محبوب کی مشابہت سے بھی محبت ہے

نسبت نقشبندیہ کا سالک ہمیشہ نبوی ﷺ سنت نبوی سے مزین ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ سنت نبوی ﷺ میں کمال پیدا کرتے جائیں گے اتنا ہی قرب الٰہی ہوتا جائے گا۔ اگر

آپ ظاہر سنت کو اپنائیں گے تو اللہ تعالیٰ باطن میں کمال پیدا کر دے گا۔ آپ وہ کچھ کریں جو کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ وہ کچھ کر دیں گے جو وہ کر سکتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس فتنہ وفساد کے دور میں ظاہر سنت پر عمل کرنا بھی بہت بڑی سعادت ہے۔ جس نے خلوص نیت سے ظاہر سنت کو اپنالیا اللہ تعالیٰ اسے کبھی جہنم میں نہیں ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی شکل وصورت سے بھی محبت ہے اور جو محبوب کی شکل و صورت بنائے گا اس سے بھی اللہ تعالیٰ محبت کرے گا۔ یورپی سٹائل سے بیزاری اختیار کرتے ہوئے سنت نبوی ﷺ کو اپنالینا ہی عقلمندی ہے۔

تیرے محبت کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کر آیا ہوں

(مجالس فقیر)

ہدیہ درود وسلام

مسجد نبوی شریف کی زیارت کے بعد حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کیلئے روانہ ہوئے۔ حضرت جی دامت برکاتہم اس طرح ادب واحترام سے چل رہے تھے کہ ہمیں رشک آرہا تھا۔ روضہ مبارک کے سامنے صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لئے گئے۔ انتہائی ادب کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام پیش کیا۔

آداب النبی ﷺ

ارشاد فرمایا، واقعی یہ ایسی ادب کی جگہ ہے کہ جہاں جنیدؒ اور بایزیدؒ جیسے مشائخ بھی سانس کو آہستہ لیتے ہیں۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر است
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ اور و بایزیدؒ ایں جا

درود وشریف انتہائی ادب واحترام اور آہستہ آواز کے ساتھ پیش کیا گیا۔ درود شریف پیش کرنے کے وقت یہ کیفیت پیدا ہوگئی کہ انتہائی ندامت، پشیمانی، عاجزی و

انکساری کے ساتھ درود شریف کا تحفہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔(مجالسِ فقیر جلد ۶)

محمد ﷺ کے غلاموں کے غلاموں کا غلام

حضرت نے فرمایا کہ بیرون ملک امریکہ گیا وہاں نماز جمعہ کا وقت ہو گیا، نماز جمعہ کیلئے مسجد میں گیا، تو خطیب صاحب تشریف لائے وہ کلین شیو تھے، انہوں نے بیان کیا، اور مغربی زدہ باتیں بہت کیں، آخر میں ایک ایسی بات کی جو نقل کفر کفر نباشد کے زمرے میں آتی ہے، انہوں نے کہا العیاذ باللہ کہ جینز شرٹ کا لباس اتنا عام ہو چکا ہے کہ پوری دنیا میں اس کو پسند کیا جا رہا ہے، اس کے بعد اس نے کہا العیاذ باللہ اگر اس زمانے میں نبیؐ موجود ہوتے تو وہ بھی جینز کا لباس پہنتے تو، حضرت جی فرماتے ہیں وہاں میرے جیسا ایک عاشق دیوانہ بیٹھا تھا وہ کھڑا ہو گیا، اس نے کہا: خطیب صاحب آپ نے یہ جھوٹ بولا ہے نبیؐ کی شان تو بہت زیادہ بلند ہے میں ان کے غلاموں کے غلاموں کا غلام بیٹھا ہوں، میرے لباس کو دیکھو اور میری وضع قطع کو دیکھ لو، میں جب اس لباس کو پسند نہیں کرتا اور میں اس سے متاثر نہیں تو پھر نبیؐ کی شان تو بہت زیادہ بلند ہے۔ وہ اس کو کیسے پسند فرماتے۔

(مجالسِ فقیر)

حضرت ابو بکرؓ کی زیارت اور قلبی ذکر کا جاری ہونا

حضرت جی نے ایک مرتبہ اپنے لڑکپن کا واقعہ سناتے ہوئے فرمایا: ایک دفعہ مسجد میں تبلیغی جماعت آئی تو میں بھی شوق میں بیان سننے کیلئے مسجد چلا گیا۔ رات بھر مسجد میں قیام کیا اور وہیں سو گیا۔ رات کو خواب میں سیدنا صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور انہوں نے میرے دل پر انگلی رکھ کر زور سے تین بار فرمایا۔ اللہ، اللہ، اللہ۔

فوراً میری آنکھ کھل گئی محسوس کیا تو دل سے اللہ اللہ اللہ کی آواز آ رہی تھی۔ عجیب لطف اور مزا آ رہا تھا۔ دل والی سائیڈ کے جسم کا سارا حصہ حرکت کر رہا تھا اتنی حرکت کہ نیند نہ آتی یہاں تک کہ اس کو کپڑے سے باندھنا پڑا۔ (الاکابر انٹرنیشنل، از مولانا محمد جعفر، ص ۲۵)

جس سے خالق محبت کرتا ہے اس سے ساری مخلوق محبت کرتی ہے

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو تمام مخلوق کے دل میں اس کیلئے محبت ڈال دیتے ہیں۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تحدیث بالنعمتہ کے طور پر کہتا ہوں۔ کہ اللہ رب العزت کا مجھ پر اتنا کرم ہے کہ میں الفاظ سے تعبیر نہیں کر سکتا فرمایا کہ جتنا جھنگ والے لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اتنا دوسرے شہر والے نہیں کرتے۔ پھر رشتہ دار خاص طور پر پڑوسی لوگ زیادہ محبت کرنے والے ہیں اور سب کے سب بیعت بھی ہیں۔ پھر رشتہ دار خاص طور پر میرے تمام بھائی مجھ سے بیعت بھی ہیں تاہم کیا بتاؤں میری والدہ بھی مجھ سے بیعت ہیں اور میری بیوی۔۔۔تو شادی کی پہلی رات سے مجھ سے بیعت ہوگئی۔

ذکر اللہ کی معراج

پھر اہلیہ کے بیعت ہونے کا واقعہ تفصیل سے اس طرح بتایا کہ شادی کی پہلی رات تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آ گئی جب رات کو کسی وقت میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ کہ اہلیہ بیڈ کے ایک طرف بیٹھی رو رہی ہے میں پوچھا کیوں رو رہی ہے؟ تو اہلیہ نے کہا کہ پہلے مجھے بیعت فرمائیں۔ میں نے کہا کہ پہلے آپ رونے کی وجہ بتائیں گی تو میں بیعت کروں گا۔ تو اہلیہ نے بتایا کہ میں آپ کے ساتھ سو رہی تھیں کہ آپ نیند میں تھے میں نے اللہ اللہ کی آواز سنی میں نے اِدھر اُدھر توجہ دوڑائی کہ یہ کہاں سے آ رہی ہے؟ جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نورانی آواز آپ کے قلب مبارک سے آ رہی ہے جیسے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کے قلب مبارک پہ کیفیت ہے اس وقت سے میں رو رہی ہوں کہ یہ دولت تو میرے ابا جان کو حاصل تھی اور میں محروم ہوں لہذا آپ پہلے مجھے بیعت فرمائیں۔ راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم کا قلب اطہر محبوب ﷺ کی محبت میں سرشار اور محبوب ﷺ کے عشق سے معمور ہے اس لئے چونکہ بالکل عکس ہے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کا اسلئے حضرت جی کے قلب اطہر سے نکلنے والا نور ہفت اقلیم میں آفتاب بن کر چمکا ہے۔ جس کی کرنوں سے جہاں عالم

انسانیت کے قلب روح پر ضیاء پاشی ہو رہی ہے اور سکینہ نازل ہو رہی ہے وہاں عالم انسانیت کے ظاہر میں بھی نکھار آ رہا ہے۔ (الاکابر انٹرنیشنل، از مولانا محمد جعفر، ص ۳۱)

اللہ کے دربار میں مقبولیت

ایک نوجوان یوسف خان ہیں ان کے والدین فضل علی قریشیؒ سے بیعت تھے اب حضرت جی سے بیعت ہوئے، ان کی والدہ کا انتقال ہوا تو خواب میں والدہ کا دیدار ہوا، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد تھا کہ ان کا انتقال ہو چکا اور وفات کے بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ اس لئے ماں سے پوچھا کہ ما فعل اللہ بک، اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ والدہ نے فرمایا: میری جب اللہ کے حضور پیشی ہوئی تو اللہ کی طرف یہ ارشاد ہوا: ہم نے آپ کو دو وجہ سے بخش دیا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آپ نے اپنی عزت کی حفاظت کی اور دوسری اس وجہ سے کہ آپ کا تعلق میرے محبوب بندے ذوالفقار احمد سے ہے۔ (از مولانا محمد جعفر دامت برکاتہم)

اتباع سنت میں دن اور رات دین کی دعوت

تمام انبیاء کرام کی سب سے عظیم سنتوں میں سے ایک عظیم الشان سنت دعوت و تبلیغ ہے جس کی خاطر انبیاء کرام نے مختلف قسم کی تکالیف اٹھائیں۔ حتیٰ کہ نبی آخر الزماں ﷺ نے حق بات کی دعوت و تبلیغ کے لئے پتھر بھی کھائے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نبی کریم ﷺ کی اس عظیم الشان سنت کو زندہ کرنے کے لئے ملکوں ملکوں شہروں شہروں اور قریہ قریہ کے دورے کر رہے ہیں۔ نہ دن کی فکر نہ رات ہونے کا احساس، بس یہی خیال اور فکر ہر وقت دامن گیر رہتی ہے کہ اللہ کا دین گھر گھر پہنچ جائے لوگوں کے دل ایمان کی روشنی سے منور ہو جائیں۔ آپ کی زندگی اس آیت شریفہ کا نمونہ ہے۔

اے میرے رب بے شک میں نے اپنی قوم کو رات اور دن دعوت دی (کتاب دعوت دین کا درد مرتب حضرت مولانا پروفیسر محمد اسلم صفحہ ۳۰۳)

دنیا کے آخری کنارے تک دین کی دعوت

حضرت جی دامت برکاتہم نے دین کی دعوت کے لئے دور دراز سفر کئے دن کو سفر کئے رات کو سفر کئے صبح سفر کئے شام سفر کئے حتیٰ کہ اس جگہ تک سفر کئے جہاں پر سائنسدانوں نے لکھ کر دیا ہے۔

(The end of the world)

اس جگہ پہنچ کر حضرت جی نے سمندر میں پاؤں ڈال کر اللہ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ یہاں زمین ختم ہوگئی ورنہ تیرے دین کی دعوت کیلئے آگے سے آگے نکل جاتا۔ کیونکہ تیرے دن کا پیغام ہر کچے پکے گھر پہنچانا ہے۔ (دعوت دین کا درد، صفحہ ۳۰۳)

حضرت بلالؓ کی خواب میں زیارت اور داعی اسلام

پروفیسر محمد اسلم نقشبندی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب محمود شاہ صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ ہم حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ شیخ علاؤ الدین شاہؒ کو شیخو پورہ ملنے گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ بڑے خوش ہوئے اور حضرت جی دامت برکاتہم کو مخاطب کر کے فرمایا آج تہجد میں ایک خواب دیکھا تھا کہ حضرت بلالؓ میرے خواب میں اذان دے رہے ہیں۔ جب بیدار ہوا تو دل میں یہ تعبیر آئی کہ کوئی داعی اسلام مجھے ملنے آئے گا تو آپ تشریف لے آئے اور خواب سچا ہوگیا۔ (دعوت دین کا درد، ۳۰۴)

اتباع سنت میں حفاظت وضو

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ وضو کی حفاظت تو مومن ہی کرتا ہے۔ محافظت وضو پر آپ کو اللہ نے ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کئی دفعہ دیکھا گیا کہ آپ کا وضو گھنٹوں برقرار رہتا ہے۔ آپ کی عادت شریفہ ہے کہ آپ شروع ہی سے وضو کی حفاظت فرماتے ہیں۔ آپ حضور ﷺ کا نام بھی بے وضو نہیں لیتے۔ (دعوت دین کا درد صفحہ نمبر ۳۰۹)

شاعرِ مشرق، عاشقِ رسول ﷺ

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

اقبالؔ اور حجاز!

مشرق کی سرزمین نے جن شخصیات کو جنم دیا ان میں ایک قابل فخر شخصیت مرحوم علامہ محمد اقبال کی بھی ہے، اقبال نے اہلِ مشرق پر جو احسانات کئے ہیں وہ محتاج بیان نہیں آپ نے اپنے شاعرانہ جذبات سے سوئی ہوئی امت مرحومہ کو بیدار ہونے کا درس دیا، نوجوانوں کو ان کا مقام و مرتبہ اور ان کی تاریخ کی یاددہانی کرائی، بلاشبہ وہ ایشیا کے محسن، مسلمانوں کی ملی بیداری اور سیاسی حریت و آزادی کے بانی تھے، مسلمان مغربی ثقافت و تہذیب میں بہتے چلے جارہے تھے اقبال نے اسکے آگے بند باندھا اور مسلمانوں کو اپنی حقیقی منزل پر گامزن کیا۔

اقبالؔ کی شاعری کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ محض ایک افسانہ نگار شاعر نہیں بلکہ بہت دور اندیش اور دوررس شاعر تھے، اسلام اور اسلام کے پیغام کے بارے میں نہایت راسخ الایمان تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی محبت، شغف اور ان کا اخلاص انتہا درجے کا تھا، مفکر اسلام حضرت علامہ علی ندوی رحمہ اللہ نے اقبال پر ''نقوش اقبال'' لکھی ہے جس میں انہوں نے لکھا

محبوب ﷺ سے والہانہ عشق اور روحانی تعلق

اس دور مادیت اور مغربی تہذیب وتمدن کی ظاہری چمک دمک سے اقبال کی آنکھیں خیرہ نہ ہوسکیں، حالانکہ اقبال نے جلوہ دانش فرنگ میں طویل ایام گزارے، اس کی وجہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اقبال کی ؤہی والہانہ محبت، جذبہءعشق اور روحانی وابستگی تھی...... جب وہ نبی ﷺ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کا شعری وجدان جوش مارنے لگتا ہے اور نعتیہ اشعار ابلنے

لگتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے محبت وعقیدت کے چشمے پھوٹ رہے ہوں...... جوں جوں زندگی کے دن گزرتے گئے اقبال کی نبی ﷺ کیساتھ والہانہ محبت والفت بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ آخری عمر میں جب بھی ان کی مجلس میں نبی ﷺ کا ذکر آتا، مدینہ منورہ کا تذکرہ ہوتا، تو اقبال مرحوم بے قرار ہوجاتے، آنکھیں پرنم ہو جاتیں یہاں تک کے آنسو رواں ہوجاتے۔ یہی وہ گہری محبت تھی جو ان کی زبان سے الہامی شعروں کو جاری کر دیتی تھی۔ (نقوش اقبال)

عشق رسول میں ڈوبے ہوئے اس عظیم شخص کی اس کیفیت کا بھی ملاحظہ کیجئے ''ایک روز حکیم احمد شجاع علامہ اقبال کے مکان پر پہنچے تو آپ کو بہت زیادہ فکرمند، مغموم اور بے چین پایا، حکیم صاحب نے گھبرا کر دریافت کیا ''خیر تو ہے؟ آپ خلاف معمول بہت زیادہ مضطرب اور پریشان نظر آتے ہیں'' اقبال نے خاص انداز میں نظریں اوپر اٹھائیں اور غم انگیز لہجے میں فرمایا

''احمد شجاع! یہ سوچ کر میں اکثر مضطرب اور پریشان ہوجاتا ہوں کہ کہیں میری عمر رسول ﷺ کی عمر سے زیادہ نہ ہوجائے'' (کتابوں کی درسگاہ میں)

اقبال کے اسی جذبے کا اظہار ان کی شاعری میں جابجا ہوتا ہے ایک موقع پر عشق ووجد میں گم شاعر مشرق کے قلم سے سرزمین مدینہ منورہ کیلئے یہ شعر نکلے

وہ زمین ہے تو، مگر اے خوابگاہ مصطفیٰ دید ہے کعبے کو تیری حج اکبر سے سوا

خاتم ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمین

تجھ میں راحت اس شہنشاہ معظم کو ملی جس کے دامن میں اماں اقوام عالم کو ملی

نام لیوا جس کے شہنشاہ عالم کے ہوئے جانشین قیصر کے وارث مسند جم کے ہوئے

ہے اگر قومیت اسلام ،پابند مقام ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس ہے نہ شام

آہ یثرب دیس ہے مسلم کا تو ،ماوا ہے تو نقطہ جاذب ، تاثر کی شعاعوں کی ہے تو

جب تک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں

صبح ہے تو اس چمن میں، گوہر شبنم بھی ہیں

یثرب کے لفظ سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سات شعروں میں مدینہ منورہ کی اہمیت و عظمت اور ملت اسلامیہ سے شہر دلبر ﷺ کا رشتہ، علاؤ سمٹ کر آ گیا ہے۔

اقبال کی مدینہ اور حجاز سے محبت، الفت اور وہاں جانے، دفن ہونے کی تمنا ان اشعار میں بھی دیکھی جاسکتی ہے

ہوا ہوایسی کہ ہندوستان سے اے اقبالؔ اڑا کے مجھ کوغبارِ رہِ حجاز کرے
یہ ہند کے فرقہ ساز اقبالؔ آزری کر رہے ہیں گویا بچا کے دامن بتوں سے راہِ حجاز ہوجا
اوروں کو دیں حضور ! ہی پیغام زندگی میں موت ڈھونڈتا ہوں زمین حجاز میں

ڈاکٹر اقبال ایک حکیم اور فلسفی تھے۔ عام طور سے حکیم شکوک وشبہات اور فلسفی بداعتقادی کا شکار ہو جاتے ہیں،

شانِ نبوت اور معجزات پر یقین

لیکن اقبال ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ ختم نبوت پر نہ صرف اعتقاد تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہا درجہ کا عشق تھا۔ اس عشق کی یہ کیفیت تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک زبان پر آجاتا یا کوئی ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا تھا ان کی آنکھیں بے اختیار اشک آلود ہوجاتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے تکلیفوں کا ذکر کر کے رودیتے تھے۔ اکثر بات کرتے کرتے گلوگیر ہوجاتے اور آواز تبدیل ہوجاتی تھی۔

شان نبوت اور معجزات پر اتنا پختہ یقین تھا کہ کسی طرح کے شک کا شائبہ بھی نہیں گزرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ بیمار تھے تو سید نذیر نیازی ان سے ملنے گئے۔ حدیث کی بات ہونے لگی، حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس روایت کا ذکر آیا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب ثلاثہ کے ساتھ اُحد پر تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں اُحد لرزنے لگا۔ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں ہے اس پر وہ پہاڑ ساکن ہو گیا۔ ایک صاحب نے اس حدیث پر تعجب کیا تو اقبال نے کہا: ''اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے؟ یہ محض استعارہ اور مجاز نہیں ہے'' اس وقت اقبال سخت بیمار تھے۔ درد کی شدت سے اٹھا نہیں جاتا تھا مگر اتنی بات پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور ایک ایک لفظ پر زور دے کر فرمایا ''یاد رکھو یہ محض استعارہ نہیں ہے، مجاز نہیں ہے، یہ بالکل ایک مادی حقیقت ہے میرے نزدیک اس بات میں کسی تاویل کی حاجت نہیں ہے، کاش تم لوگ حقائق سے آگاہ ہوتے تو تم کو معلوم ہوتا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس کے نیچے مادے کے بڑے سے بڑے تودے بھی لرز اُٹھتے ہیں'' پھر زور دے کر فرمایا ''یہ بات میں استعارے کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ واقعی لرز اُٹھتے ہیں۔'' (جوہر اقبال ص 38)

رسول اللہ ﷺ کی تکالیف یاد کر کر کے روتے جاتے تھے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ایک مرتبہ پنجاب کے ایک دولت مند رئیس نے ایک قانونی مشورہ کرنے کیلئے کچھ نمایاں قانون دان لوگوں کو اپنے یہاں مدعو کیا۔ ایک عالی شان کوٹھی میں ان لوگوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ عیش و راحت کا ہر بندوبست یہاں کیا گیا تھا، ان قانون دان حضرات میں سر فضل حسین اور ڈاکٹر محمد اقبالؒ بھی تھے۔

ڈاکٹر اقبالؒ جب رات کو آرام کرنے کیلئے بستر پر دراز ہوئے تو دیکھا کہ بستر نہایت ہی قیمتی اور نرم ہے۔ اپنے گھر پر یہ بہت ہی سادہ اور کم آرام دینے والا بستر استعمال کرتے تھے۔ بستر پر لیٹنے کے ساتھ ہی یہ خیال دل میں پیدا ہوا کہ یہ اس قوم کے لوگوں کا بستر ہے جس کے نبی کھجور کی چٹائی پر زندگی گزار کر چلے گئے، ان کی جوتیوں کے طفیل آج [illegible] کو یہ عیش و تنعم حاصل ہوا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پر رقت طاری ہو گئی، آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی، روتے روتے برا حال ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کی زندگی کو یاد کرتے جاتے اور روتے جاتے۔ جب کچھ قرار آیا تو ملازم کو بلا کر اپنا بستر کھلوایا جو بہت ہی سادہ تھا، برابر میں غسل خانہ تھا اس میں ایک چارپائی بچھوائی اس پر رات گزاری، جب تک یہ وہاں مہمان رہے اسی میں سوتے رہے۔ (جوہر اقبال ص 39)

رسول ﷺ کی خرقہ مبارک کی زیارت

واقعہ 1933ء میں ڈاکٹر اقبال نے نادر شاہ کی دعوت پر افغانستان کا سفر کیا۔ یہ افغانستان کے مختلف شہروں میں گئے، وہاں بزرگوں، بادشاہوں اور اولیاء اللہ کے مزارات پر بھی گئے۔ اس کے علاوہ دیگر مقدس مقامات بھی دیکھے۔

قندھار میں ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرقہ مبارک (پیراہن) رکھا ہوا ہے جب یہ اس کو دیکھنے کیلئے روانہ ہوئے تو ان کی قلبی کیفیت بدل گئی۔ عاشق کو محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس لیے اقبال کو بھی یہ شہر (قندھار) جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرقہ مبارک رکھا ہے بہت اچھا اور ساری دنیا سے نرالا لگا، ان کو اس شہر میں مدینہ کا سا رنگ نظر آیا، شہر کا حسن اور خوبیوں کا اشعار میں بیان کرنے کے بعد یہ شعر کہے:

کوئے آں شہراست مارا کوئے دوست ساربان ہر بند محمل سوئے دوست

می سرایم دیگر از یاران نجد از نوائے ناقہ را آرم بہ وجد!

(اس شہر کا وہ کوچہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرقہ مبارک رکھا ہوا ہے میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے کوچہ (مدینہ منورہ) سے کم نہیں ہے اس لیے ساربان سے کہتا ہوں کہ وہ مجھے جلدی جلدی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کوچہ میں پہنچا دے۔ اے ساربان! تو ناقہ کو ہانک اور میں اس شہنشاہ عشق و محبت کی یاد میں نغمہ سرائی کرتا ہوں تا کہ اس (رجز) سے ناقہ وجد میں آ کر تیزی سے چل سکے اور جلدی سے جلدی منزل پر پہنچا دے۔)

جسم کا ذرہ ذرہ شوقِ دیدار میں آنکھ بن گیا

اس موقع پر انہوں نے جو عاشقانہ غزل لکھی وہ عشاق رسول ﷺ کے آتش شوق کو بھڑ کانے والی ہے جس کے مقطع میں کہتے ہیں:

سینا است کہ فاران است یاربی ایں چہ مقام است
ہر ذرہ خاک من چشمے است تماشا است

(یارب! یہ کون سا مقام ہے (جہاں خرقہ مبارک رکھا ہوا ہے) کیا یہ سینا ہے یا فاراں ہے؟ آخر اسکی کیا وجہ ہے کہ میرے جسم کی خاک کا ذرہ ذرہ، شوق دیدار میں آنکھ بن گیا ہے۔)

عاشقوں کی منزلِ مقصود

پھر خرقہ مبارک کو دیکھ کر اقبال نے جو نظم کہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کا بہترین نمونہ ہے جس میں اس طرح کے اشعار ہیں:

عقل را او صاحب اسرار کرد عشق را او تیغ جوہر دار کرد
کاروان شوق را او منزل است ماہمہ یک مشت خاکم او دل است
آمداز پیراہن او بوئے او داد مارا نعرہ اللہ ہو
من زخون خویش پر وردم ترا صاحب آہ سحر کردم ترا
گفت عقل و ہوش آزار دل است مستی و وارفتگی کار دل است

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت عقل صاحب اسرار ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل سے عشق میں تاثیر وگداز پیدا ہوئے۔ (مراد آپ کی اتباع اور محبت ہے) عاشقوں کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک عشق کی منزل مقصود ہے۔ تمام انسان ایک مشت خاک کی طرح ہیچ، نا کارہ اور بے قدر و قیمت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی آدم کے لیے دل کی طرح ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات، زندگی کا مرکز محور ہے۔

آپ کے اس پیراہن (خرقہ مبارک) سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی خوشبو آئی تو میں مست ہو اُٹھا اور میرے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ جوش و تڑپ پیدا ہوا۔

اے میرے دل! میں نے اپنے خون جگر سے تیری پرورش کی ہے اور بڑے مجاہدوں کے بعد تجھے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے والا دل بنایا ہے۔

دل نے کہا کہ عقل و ہوش تو دل عاشق کے لیے آزاد ہیں، عشق کا کام تو مستی اور وارفتگی ہے۔ یہ کہہ کر میرے دل پر مستی کا عالم طاری ہو گیا اور وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جل بھن کر فنا ہو گیا۔) (مثنوی۔ مسافر۔ علامہ محمد اقبال)

روضۂ اقدس پر حاضری کی تمنا

علامہ اقبال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری دینے کا بڑا اشتیاق تھا لیکن اس نیک کام کو ضمناً نہیں کرنا چاہتے تھے۔ 1932ء میں یہ انگلستان سے واپس آتے ہوئے موتمر اسلامیہ میں شرکت کے لیے بیت المقدس گئے۔ اس وقت ان کے لیے حجاز کے سفر کا بھی اہتمام ہوا مگر انہوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ "میں اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ضمناً حاضری دینے کو پسند نہیں کرتا بلکہ جلد ہی صرف اسی غرض سے حاضر ہوں گا۔"

ہندوستان آکر ان کا روضۂ اقدس پر حاضری کا اشتیاق بڑھتا گیا لیکن زندگی کے آخری ایام میں یہ کئی سال ایسے بیمار رہے کہ اس اشتیاق کو دل میں لیے ہی رخصت ہوئے۔

مدینے کا ذکر اور آنسوؤں کا دریا

آخری زمانہ میں یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ تصور میں روضۂ اقدس پر حاضر رہتے تھے۔ حج کے سفر کا عزم مصمم رکھتے تھے۔ ایک غزل لکھ کر رکھ لی تھی کہ جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر کریں گے تو اس غزل کو پڑھیں گے۔ جب بیماری نے ہوش نہ لینے دیا تو اس غزل کو پڑھ پڑھ کر رو یا کرتے تھے اور سر دُھنتے تھے:

تو باش اینجاد با خاصاں بیا میر کہ من دارم ہو اے منزل دوست

اس شعر کو پڑھ کر گلو گیر ہو جاتے، اتنے روتے تھے کہ آنسو کی جھڑی لگ جاتی تھی، پھر اس تمنا کا اظہار کرتے تھے کہ وہ کسی طرح حجاز کی دھول بن جائیں۔

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اے اقبال
اُڑا کے مجھ کو غبار رہ حجاز کرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عشق اور حجاز کے سفر کی تمنا نے ان کے دل کو ایسا گداز کر دیا تھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے یا مدینۃ الرسول کا چرچہ ہوتا تھا تو بے ساختہ آنسو بہنا شروع ہو جاتے تھے۔

ہوں گی اے لفظِ محبت! تیری تعبیریں بہت

ایک روز حکیم احمد شجاع علامہ اقبال کے مکان پر پہنچے تو علامہ اقبال کو بہت زیادہ فکر مند، مغموم اور بے چین پایا۔ حکیم صاحب نے گھبرا کر دریافت کیا، خیر تو ہے؟ آپ آج خلافِ معمول بہت زیادہ مضطرب اور پریشان نظر آتے ہیں۔ علامہ نے خاص انداز میں نظریں اوپر اٹھائیں اور غم انگیز لہجے میں فرمایا:

''احمد شجاع! یہ سوچ کر میں اکثر مضطرب ہو جاتا ہوں کہ کہیں میری عمر رسول اللہ ﷺ کی عمر سے زیادہ نہ ہو جائے۔'' (روزگار فقیر از فقیر وحید الدین ج 2/ ص 328)

محبوب ﷺ کے دشمن اور غیرتِ ایمانی

صاحبزادہ محمد اللہ شاہ استاد مظاہر العلوم سہارنپور بیان کرتے ہیں کہ سید آغا صدر چیف جسٹس ہائی کورٹ نے لاہور کے عمائد اور مشاہیر کو کھانے پر مدعو کیا۔ حضرت علامہ اقبال بھی مدعو تھے۔ اتفاق سے اس محفل میں جھوٹے نبی کا جھوٹا خلیفہ حکیم نور الدین بھی بلا دعوت آ ٹپکا۔ جب عاشق رسول علامہ اقبال کی نظر اس کذاب کے منحوس چہرہ پر پڑی تو غیرت ایمانی سے علامہ اقبال کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور ماتھے پر شکن چڑھ گئے۔

فوراً اٹھے اور میزبان کو مخاطب کر کے کہا، آغا صاحب! آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ

باغی ختم نبوت اور دشمن رسالت مآب ﷺ کو بھی مدعو کیا ہے اور مجھے بھی اور کہا ''میں جاتا ہوں'' میں ایسی محفل میں ایک لمحہ بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ حکیم نورالدین چور کی طرح فوراً حالات کو بھانپ گیا اور نو دو گیارہ ہو گیا۔ اس کے بعد میزبان نے علامہ اقبال سے معذرت کی اور کہا میں نے اسے کب بلایا تھا، وہ تو خود ہی گھس آیا تھا۔ (تحفظ ختم نبوت ص ۹۷)

علامہ کی آنکھوں سے آنسو کی لڑیاں

فرزند اقبال جناب جسٹس (ر) جاوید اقبال تحریر کرتے ہیں۔

ابا جان کے عقیدت مندوں میں ایک حجازی عرب بھی تھے، جو کبھی کبھار انہیں قرآن بھی سنایا کرتے تھے، میں نے ان سے قرآن مجید پڑھا ہے، ان کی آواز بڑی پیاری تھی، ابا جان جب بھی ان سے قرآن مجید سنتے، مجھے بلا بھیجتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے۔

ایک بار انہوں نے ''سورۃ مزمل'' پڑھی تو آپ اتنا روئے کہ تکیہ آنسوں سے تر ہو گیا، جب وہ ختم کر چکے تو میری طرف آپ نے سر اٹھا کر دیکھا اور مرتعش لہجہ میں بولے!

تمہیں یوں قرآن پڑھنا چاہئے!

اسی طرح مجھے ایک مرتبہ مسدس حالی پڑھنے کو کہا اور خاص طور پر وہ بند جب قریب بیٹھے میاں محمد شفیع نے دہرایا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

تو آپ سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔ میں نے اماں جان کی موت پر انہیں آنسو بہاتے نہ دیکھا تھا، مگر قرآن مجید سنتے وقت، یا رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک کسی کی نوک زبان پر آتے ہی ان کی آنکھیں بھر آیا کرتیں۔ (یادیں از جسٹس جاوید اقبال)

قرآن مجید اور محبوب ﷺ کے نام مبارک سے عشق

مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ دامت برکاتہم اپنی کتاب ''نوائے درویش'' میں شاہ صاحب اور اقبال مرحوم کے بے تکلفانہ تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کتاب اللہ کی بلاغت پر صدقے جایئے خود

بولتی ہے کہ میں محمد ﷺ پر اتاری گئی ہوں۔ بابولوگوں! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو۔ اس کو پڑھا کرو۔ سید احمد شہیدؒ کی طرح نہ سہی اقبال کی طرح پڑھ لو۔ دیکھا اس نے کلام اللہ کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر بلہ بول دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا نہیں وہ تمہارے بتکدے میں اللہ کی صدا تھا۔ اس کا علم انہیں لوگوں کو ہے جو ان دنوں درویشوں کی مجالس میں گئے۔ حضرت امیر شریعتؒ اور علامہ اقبالؒ کی ملاقاتیں اتنی بے تکلف ہوتیں کہ جیسے فکری یگانگت کا رشتہ فطری اور ازلی ہے۔

ذکر مبارک ﷺ ہمیشہ باوضو سنتے اور ذکر مبارک پر آنسو برسنے لگتے

شاہ جی فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں ان کے ہاں حاضر ہوتا وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوتے۔ حقہ سامنے ہوتا۔ دو چار کرسیاں سامنے ہوتیں اور شاہ جیؒ فرماتے۔ یا مرشد! اسلام علیکم۔ علامہ اقبال کہتے۔ یا پیر بہت دناں بعد آیا ایں۔ (بہت دنوں کے بعد آئے ہو)۔ علی بخش خادم خاص سے کہتے حقہ لے جاؤ اور کلی کے لئے پانی لاؤ۔ کلی کرتے اور پھر فرماتے پیر جی قرآن مجید کا ایک رکوع سناؤ شاہ جیؒ قرآن پڑھتے علامہ اقبال آبدیدہ ہو جاتے رقت طاری ہو جاتی اور کانپنے لگتے تھے۔

شاہ جیؒ فرماتے ہیں کہ میں پوچھتا حضرت کوئی تازہ کلام۔ فرماتے ہاں ہوتا ہی رہتا ہے عرض کرتا لائیے پھر، کاپی منگواتے اور وہ اشعار جو حضور اکرم ﷺ سے وابستہ ہوتے سناتے۔ چہرہ اشکبار ہو جاتا۔ اسی طرح جب قرآن پاک میں بھی محمد عربی ﷺ کا ذکر آتا تو آنکھیں برسنے لگتیں۔ حضور ﷺ کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود حبیب ﷺ کبریا کا نام بھی باوضو ہو کر لیتے۔ حضور رحمت مآب ﷺ کے ذکر پر اسی طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں کے بغیر روتا ہے۔ اللہ اکبر!

(دعوت دین کا درد مرتب حضرت مولانا پروفیسر محمد اسلم مجددی صفحہ نمبر ۲۶۷)

ہم باتیں بناتے رہ گئے اور بڑھئی کا بیٹا بازی لے گیا

علامہ اقبال کو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے عشق تھا۔ سچا اور والہانہ عشق اور

وہ عاشقان رسول کے دل و جان سے مداح اور قدر شناس تھے۔ سرکار دو عالم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے راجپال کو جب لاہور کے ایک غیر تمند نوجوان غازی علم الدین نے کیفر کردار کو پہنچا کر عدالت عالیہ سے سزائے موت پائی تو اس سارے واقعہ کے متعلق علامہ کے تاثرات واضح تھے۔ بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی علامہ نے علم الدین کی شہادت کے زمانہ میں بار بار جملہ دہرایا۔ ''اسیں گالاں کردے رہے تے ترکھاناں دامنڈا بازی لے گیا'' یعنی ہم باتیں ہی بناتے رہے اور نجار کا لڑ کا سبقت لے گیا۔

(دعوت دین کا درد مرتب حضرت مولانا پروفیسر محمد اسلم مجددی صفحہ نمبر ۲۷۶)

علامہ اقبال اور علماء کی قدر

خواجہ حسن نظامی کے نام ایک خط کے آخر میں اقبال مرحوم لکھتے ہیں۔

جن لوگوں کے عقائد و عمل کا ماخذ کتاب وسنت ہے اقبال ان کے قدموں پر ٹوپی کیا سر رکھنے کو تیار ہے اور ان کی صحبت کے ایک لحظے کو دنیا کی تمام عزت و آبرو پر ترجیح دیتا ہے۔ (دعوت دین کا درد مرتب حضرت مولانا پروفیسر محمد اسلم مجددی صفحہ نمبر ۲۷۹)

داعی کبیر محی السنۃ

حضرت مولانا سعید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ

حضور ﷺ کی زندگی ذریعہ نجات ہے

اصل تو حضورؐ کی زندگی اور وہی نمونہ ہے ذریعہ نجات ہے۔ کیونکہ حضورؐ کی زندگی ہی محبوب اور ذریعہ نجات ہے۔ اگر ہم ان کی اتباع کریں گے ظاہر و باطن میں تو اللہ ہم کو اور سارے عالم کو ہدایت دیں گے۔ حضورؐ کا ظاہر ہے وہ اعمال نبوت ہے اور باطن ہے وہ صفات ہیں۔ ایمان اخلاص، احسان وعدہ وعید پر یقین امت کا درد اور دین کے مٹنے کا غم۔ اور جو بھی حضورؐ کی اتباع میں ظاہر و باطن میں میل کھائے گا۔ اللہ اس کو بھی پوری امت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے گا۔

حضور ﷺ سے جس کو نسبت وہ قیمتی بن جائے گا

سب سے زیادہ صحابہ نے حضورؐ کی اتباع کی۔ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے فقہا علماء صلحاء اور تمام ایمان والوں نے اتباع کی جس کسی نے جتنی اتباع کی حضورؐ کے محبت میں اتنے ہی وہ قیمتی بنتے چلے گئے۔

حضور نے جس کرتے کو پہنا وہ پوری کائنات سے قیمتی ہے۔ جس جگہ آرام فرمایا ہے وہ مٹی عرش سے زیادہ قیمتی ہے۔ تو حضورؐ والے اعمال وہ کتنے قیمتی ہونگے۔ جو حضورؐ کی اتباع کرے گا وہ کتنا قیمتی ہوگا اور جو حضورؐ پاک کا غم اور درد جوان کے دل میں اور قلب میں ہے۔ وہ کتنا قیمتی ہوگا۔ جس کے سینے میں حضورؐ کا درد ہو وہ کتنا قیمتی ہوگا کہ ساری انسانیت کلمہ پڑھ کر جنت میں جائے جہنم سے بچ جائے۔

ساری زندگی اتباع سنت میں

ان ہی عظیم ہستیوں میں ایک مثال مولانا سعید احمد خانؒ کی زندگی بھی ہے۔ کہ الحمد اللہ ان کی دعوت دیتے ہوئے دیکھا یا سنتے ہوئے دیکھا۔ یا سیکھنے سکھانے میں فرماتے تھے میں اللہ کے راستے میں ایمان کی حقیقت اور اسلام کی حقیقت کو سیکھنے نکلا ہوں۔ فرماتے تھے میں مشورہ میں سیکھنے کی نیت سے بیٹھتا ہوں اس سے فارغ ہوئے تو ذکر وعبادت میں دیکھا۔ یا تسبیح پڑ رہے ہیں یا تلاوت کر رہے۔ چاہے حج کا زمانہ ہو یا اجتماع ہو کبھی تلاوت نہیں چھوڑی اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتے چاہے اژدھام ہو جماعت سے ادا کرتے تھے۔ حرمین میں بہت زیادہ اہتمام سے جماعت سے نماز ادا فرماتے تھے اور حضرت کو عبادت کا بہت ذوق تھا۔ تہجد اور نوافل کا بہت ذوق اور اہتمام تھا۔ تحیۃ المسجد کو اہتمام سے پڑھتے تھے

رسول ﷺ کے مہمانوں کو بھوکا کیسے سلادوں

خدمت کا یہ حال تھا کہ جب تک مہمان کو نہ کھلا لیں چین نہیں آتا تھا مہمان کا انتظار کرتے تھے۔ مدینہ میں چاہے تاخیر ہو جائے فرمائے یہ حضورؐ کے مہمان ہیں حضرت مفتی زین العابدین نے درخواست کی حضرت وقت طے کر لیجئے وقت کے بعد جو آئے اس کیلئے دستر خوان نہ ہو۔ جس طرح حضرت تھانویؒ کے یہاں طے تھا۔ فرمایا میرے سامنے حضورؐ کے علاوہ کسی کا نام نہ لو۔

حضرت تھانوی کے یہاں لوگ اصلاح کے لئے آتے تھے اس لئے وقت طے تھا، ہمیں ہرو قت کھلانا ہوگا اور میرا دل برداشت نہیں کرتا کہ رسول کا مہمان مدینہ آئے اور بھوکا سو جائے

سخاوت اور مہمان نوازی

اور خرچ بے خوف ہو کرا تنا کرتے تھے ایسا لگتا تھا کہ یہ حدیث انفق ینفق علیک کا مظہر تھے کہ تم جتنا خرچ کرو گے اللہ تم پر خرچ کرے گا اور فرمایا کرتے تھے عرش والے سے کمی

کا خطرہ نہ کرا اتنا یقین تھا کبھی ڈرتے نہیں تھے خرچ کرنے میں۔

ان کی عادت تھی دنیا کے بڑے بڑے علماء جب مدینہ آتے اور زائرین آتے ان کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دیتے تھے اس کے بغیر ان کو چین نہیں آتا تھا۔ حضرت علی میا ں ندوی کو دعوت دی بندہ حاضر تھا اتنا اکرام کیا اتنا اکرام کیا کہ جب تک حضرت موجود تھے اپنی جگہ پہ بٹھایا۔ وہ حسینی سید تھے اور مولانا الیاسؒ کے ساتھی تھے۔ حضرت مولانا الیاسؒ ان کے بارے میں فرمایا کہ آپ سادات ہیں اور آپ اس کام کے اہل ہیں۔

(از مولانا فاروق مکاتی دامت برکاتہم)

علماء اور اللہ والوں سے محبت

سعید احمد خان کی عادت مبارکہ تھی کہ ساری دنیا کے علماء کو ہدیہ میں مدینہ کے کھجور بھیجا کرتے تھے۔ اور جب کبھی بھی کہیں جاتے سب سے پہلے یہ کہتے ہمیں علماء اور اہل اللہ سے ملنا ہے اور ہمیں ساتھ لے جاتے۔ اور فرمایا کرتے کہ جب میں علماء اور بزرگوں سے ملنے جاتا ہوں میرا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ (از مولانا فاروق مکاتی دامت برکاتہم)

توکل اور تقوی کی عجیب کیفیت تھی۔ غیبت کسی صورت نہ کرتے نہ سنتے تھے اجتماعی مال کا بڑا احتیاط تھا کھانا اجتماعی نہیں کھاتے تھے گھر کا کھانا کھاتے تھے۔ اتباع سنت کا یہ حال تھا اللہ اکبر کپڑے پہننے میں عمامہ باندھنے میں ہر عمل میں سنت کی اتباع اور سنت کی تحقیق فرمانے کا بڑا جذبہ تھا۔ (از مولانا فاروق مکاتی دامت برکاتہم)

صحابہ کی جھلک

حضرت بنوریؒ فرماتے تھے کہ مولانا سعید خان میں صحابہ کی جھلک نظر آتی ہے زہد میں تقوی میں، اتباع سنت اور علم کی گہرائی میں۔ حضرت بنوری کے پاس تشریف لے جاتے تو حضرت بنوری اٹھ کر ملتے۔

مولوی کو فضیلت پر عمل کرنا چاہیے

تربیت کا جو میرے ساتھ واقعہ پیش آیا مونچھیں بڑھی ہوئی تھی فرمایا اس کو کترواد و میں نے کہا بزرگ فرماتے ہیں ایسے رکھنا جائز ہے فرمایا مولوی کو افضلیت پرعمل کرنا چاہیئے عزیمت پر رخصت پرنہیں عمل کرنا چاہئے بہت زیادہ شفقت تھی۔

حیات الصحابہ پڑھنے کی تلقین

حضرت حیات الصحابہ بار بار پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے ایک مشہور عالم نے ایک دفعہ کہا کہ حضرت میں نے حیات الصحابہ دو دفعہ پڑھی ہے۔تو حضرت نے فرمایا دو دفعہ پڑھنے سے کیا ہوگا دس دفعہ پڑھو تب کہیں جا کر صحابہ سے مناسبت پیدا ہوگی اور ان کی قربانیوں اور حالات اور دین کے درد کا احساس ہوگا۔

عرب کے لوگوں اور مدینہ سے محبت

ہر آدمی کی مدد کرتے تھے۔ان میں خصوصیت سے عرب کی بہت زیادہ قدر کرتے ۔آج تک عرب ان کو ایسے یاد کرتے ہیں گویا کہ وہ کل دنیا سے رخصت ہوئے ہوں عرب ان کے اخلاق سے اکرام سے سخاوت سے بہت متاثر تھے۔مولانا ان کے تمام قبائل کو جانتے تھے۔حضرت سعید احمد خان صاحب کو مدینہ سے شدید محبت تھی اور آپ کی شدید خواہش تھی کہ حضور ﷺ کے قرب میں جگہ مل جائے اور مدینہ میں ہی موت آجائے۔آخری دنوں میں ایک دفعہ بہت پریشان تھے اور اضطراب سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میرا مدینہ میں انتقال ہوا جبکہ میرا ویزا ختم ہونے والا ہے۔اللہ کا کرنا ایسا ہوا تھا کہ حضرت کی طبیعت خراب ہوئی اور علاج کی غرض سے ڈاکٹر نے آپ کا ۳ ماہ کا ویزا بڑھوا دیا۔اسی دوران آپ کا اس مقدس سرزمین پر انتقال ہوگیا۔اور رسول محبوب ﷺ اور صحابہ کا ساتھ مل گیا۔(از مولانا فاروق مکانی دامت برکاتہم)

آخری وقت میں کلام اللہ سے تسکین اور محبت

آخری دنوں میں آپ زیادہ تر خاموش رہتے اور کثرت سے ذکر اور قرآن کی

تلاوت فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ آخری دنوں میں اکثر ایک دن میں پورے قرآن شریف کی تلاوت فرما لیتے۔ کلام اللہ سے اس قدر محبت تھی کہ آخر وقت میں بھی اللہ کا کلام سنتے سنتے اللہ کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ وقت آخر آپؒ کے نواسے اور خدام آپ کے سرہانے قرآن شریف کی تلاوت حضرت کے حکم کے مطابق کرتے رہے اور اسی حال میں آپ نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ (از مولانا فاروق مکاتی دامت برکاتہم)

تھانویؒ سے فیض

آپ حضرت تھانوی کے ترجمہ بیان القرآن سے بہت محبت کرتے تھے اور خوب استفادہ فرمایا۔ اکثر فرماتے۔ میں قرآن ڈوب کر پڑھتا ہوں اور تدبر سے پڑھتا ہوں۔ تم بھی استفادہ کی نیت سے پڑھا کرو اللہ ہدایت کا نور عطا فرمائے گا۔ حضرت نے فرمایا مجھے حضرت تھانوی کے مواعظ اور بیانات سے بہت فائدہ پہنچا۔

45 سال میں بازار سے کپڑا نہیں خریدا

ایک مرتبہ حضرت نے گرمیوں میں موٹا کپڑا پہنا تھا تو بندہ نے (مولانا فاروق صاحب) عرض کیا حضرت کوئی اور کپڑا پہن لیتے جس میں زیادہ گرمی نہ لگتی۔
حضرت نے فرمایا بھئی مجھے کپڑے کا زیادہ معلوم نہیں، میری بیٹی گھر میں سی دیتی ہے۔ اور میں پہن لیتا ہوں۔ پھر مزید فرمایا کہ مجھے مدینہ میں 45 سال ہو گئے ہیں الحمد اللہ، کبھی بازار کپڑا خریدنے کے لئے نہیں گیا۔ سبحان اللہ۔ (از مولانا فاروق مکاتی دامت برکاتہم)

رزق میں برکت کی دعا اور سخاوت کی انتہا

حضرت کی سخاوت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی جس کی کوئی حد نہیں تھی۔ علمائے کو، اہل اللہ کو، طلبہ کو، رشتہ دار اور احباب کو کثرت سے ہدایہ بھیجا کرتے۔ اگر کوئی مقروض ہوتا تو اس کا قرض اُتارنے کی کوشش فرماتے یا کوئی بھی پریشانی ہوتی آپ اس کو دور کرنے کی کوشش فرماتے۔ آپ کو حضرت الیاسؒ نے خصوصی طور پر رزق میں برکت کی دعا دی تھی۔ اور واقعتاً

آپ کے رزق میں بہت زیادہ برکت تھی۔ بہت سے عرب بھی آپکی سخاوت کے بارے میں فرماتے تھے کہ ہم نے بڑے سخی دیکھے لیکن مولانا سعید احمد خان صاحب جیسا نہیں دیکھا۔

حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ کا یہ معمول تھا کہ رمضان سے محرم الحرام کی ۳۰ تاریخ تک مکہ مکرمہ میں قیام رہتا، پھر حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ مدینہ منورہ چلے جاتے، وہاں باب الحولی میں مسجد نور میں حضرت وعظ ونصیحت فرماتے، وہیں حضرت سے ملنے ساری دنیا کے زائرین بھی آتے۔ حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ ہر کسی کی خاطر تواضع کرتے، یہ منظر بھی ایک عجیب منظر ہوتا۔ جس انداز سے حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ لوگوں سے ملتے وہ ایک انوکھا ہی انداز ہوتا، وہ اللہ کے ایسے نیک بندے تھے کہ اپنی راحت کا بالکل خیال نہ رکھتے تھے، ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملتے۔ اگر کھانے کا وقت ہوتا تو کھانے پر اصرار فرماتے، ورنہ چائے اور پھل کی تواضع سے تو کوئی بھی بچ کر نہیں جاسکتا تھا۔ فرماتے تھے کہ یہ بیچارے دور دراز سے صرف اللہ کی خاطر مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہیں اور میں اپنی راحت کو دیکھتے ہوئے ان کی خاطر تواضع بھی نہ کروں، یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ (کتاب سچوں کے ساتھ ہو جاؤ امان اللہ اسماعیل میمن ص:۸۲)

امت کی فکر ہر وقت

آپؒ حضورؐ کی امت کیلئے بہت زیادہ روتے تھے، بہت غم اور درد تھا امت کا، اکثر میں نے دیکھا کہ حضرت زائرین سے انکے وطن کے حالات معلوم کرتے، مسلمانوں کی دینی حالت معلوم کرتے، وہاں کی مسجدوں میں تبلیغ کے کام کی نوعیت معلوم کرتے اور وہاں کے علماء اور آئمہ مساجد کیلئے عطر و کھجور کے تحفے بھیجتے اور بعض دفعہ ان کو ان آئمہ مساجد کے نام خطوط بھی دیتے جن میں دین کے کام کی اہمیت اُجاگر کرتے۔ (سچوں کے ساتھ ہو جاؤ امان اللہ اسماعیل میمن ص:۸۳)

اکرامِ مسلم کا پیکر

میرے ایک دیرینہ دوست نے مجھے ایک دفعہ سنایا کہ ایک دفعہ وہ حضرت کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ دورانِ فلائٹ جب کھانے کا وقت ہوا تو میرے دوست نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت! آپ اپنی سیٹ کچھ پیچھے کرلیں تا کہ آرام سے کھاسکیں۔ حضرت نے پوچھا میری پچھلی سیٹ پر کون بیٹھا ہے دوست نے عرض کیا حضرت ایک بچہ ہے۔ حضرت نے فرمایا پھر میری سیٹ پیچھے نہ کی جائے، میں اسطرح سکڑ کر کھانا کھالونگا۔ حالانکہ اُن دنوں حضرت کے پیر میں چوٹ تھی، حضرت نے خود تکلیف برداشت کی مگر یہ گوارہ نہ کیا کہ بچے کو تھوڑی سی بھی تکلیف پہنچے۔ واقعی حضرت اکرام کے پیکر تھے۔ (بچوں کے ساتھ ہو جاؤ امان اللہ اسماعیل میمن ص:۹۱)

پیغمبرانہ سنت کسی اجر کے طالب نہیں

حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ حضرت مولانا الیاسؒ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے، انہوں نے اُمت کے مرض کو بھانپ لیا تھا۔ وہ اس بات پر پختہ یقین رکھتے تھے کہ جب تک اُمت میں وہ اوصاف جو خیر القرون کے لوگوں میں تھے پیدا نہیں ہو جاتے، چاہے وہ اُس شان سے نہ صحیح، یہ اُمت اس وقت تک نہیں اُٹھ سکتی۔ وہ ہمیشہ فرماتے کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا وعدہ فساق اور فجار سے تھوڑا ہی کیا گیا ہے، یہ وعدہ تو مومنین صالحین سے کیا گیا ہے، سچ پوچھئے تو ان حضرات کی بات اس قدر اسی لئے سنی جاتی ہے اور ان کے اجتماعات میں حج کے بعد سب سے بڑے مجمع اسی لئے ہوتے ہیں کہ ان حضرات نے اپنی مساعی سے اپنی اغراض کو بالکل ہی نکال دیا ہے۔ وہ پیغمبرانہ سنت کہ ہم تم سے کسی اجر کے طالب نہیں، ہمارا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔ (بچوں کے ساتھ ہو جاؤ امان اللہ اسماعیل میمن ص:۹۳)

مولانا الیاس کا ہدیہ

مولانا الیاسؒ نے فرمایا کہ میں تمہیں کچھ ہدیہ دونگا پھر ان کا انتقال ہو گیا۔

مولانا سعید احمد خان نے مولانا یوسفؒ کو بتایا تو مولانا یوسفؒ نے مولانا سعید احمدؒ سے کہا تمہاری امانت، تمہارا ھدیہ میرے پاس ہے۔ مولانا سعید احمدؒ نے فرمایا حضرت میں سمجھا نہیں اس پر مولانا یوسف نے فرمایا تمہیں مولانا الیاس نے نہیں بتایا تھا۔

وہ ہدیہ یہ ہے کہ آپ حرمین شریفین میں جہاں واقعات ہوئے ہیں، غزوہ خندق کا احد کا بدر کا اور جن جن موقع پر جو جو واقعات ہوئے مسجد نبوی میں، وہاں البدایہ والنہایہ اور حدیث کی کتاب لے کر وہاں جائیں، کئی گھنٹے وہاں اس جگہ پر اس کا مطالعہ کریں۔ اس تصور سے پورا مطالعہ کریں، اس پورے قصے کا استحضار رکھتے ہوئے۔

آپ فرماتے ہیں میں کئی گھنٹے نہیں بلکہ کئی کئی دن وہاں ٹھہرا اور وہ واقعات پڑھتے ہوئے تصور کرتے ہوئے وقت گزارا، یہی وجہ تھی کہ جب آپ دورِ صحابہ کے واقعات سناتے تو یوں محسوس ہوتا گویا کہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بتا رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا غم اور ہڈیوں کا ڈھانچہ

ایک بہت بڑے بزرگ ملے آئے تو ان سے فرمایا بھائی دیکھو اب گوشت نظر نہیں آرہا، ساری زندگی پگھال دی دین کے غم میں، حضور ﷺ والے دین کے درد میں گوشت کو سب کو پگھال دیا۔ بس اب ہڈی کا ڈھانچہ رہ گیا ہے۔

روضہ اقدس پر حاضری

جب روضہ اقدس پر حاضر ہوتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں بہت ادب اور عاجزی کے ساتھ عاشقانہ اشعار پڑھا کرتے تھے جو ان کے خود کے لکھے ہوئے ہی، وہ یہ ہیں۔

محمد کا روضہ قریب آرہا ہے — بلندی یہ اپنا نصیب آرہا ہے
فرشتوں یہ دے دو پیغام ان کو — خادم تمہارا سعید آرہا ہے
چلو جا کر رہنا مدینے میں اب تو — قیامت کا منظر قریب آرہا ہے
تمہیں کچھ خبر ہے کہاں جا رہا ہوں — رسول خدا ﷺ جہاں جا رہا ہوں
تمہیں کچھ خبر ہے کیا پا رہا ہوں — محبت کا انکی مزا پا رہا ہوں

انتقال سے ایک دن پہلے بھی روضہ محبوب ﷺ پر حاضر ہو کر انتہائی ادب اور عاجزی سے سلام وصلوۃ پیش کیا اور خوب رورو کر دعائیں مانگیں۔ (از مولانا فاروق)

نماز کی حضوری اور عشق

مولانا طارق جمیل صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے مفتی زین العابدینؒ اور سعید احمد خان جیسی عظیم الشان نماز کسی اور کو پڑھتے نہیں دیکھا۔

ایک بیان میں فرمایا کہ میں (طارق جمیل) اپنے بھائی کے ساتھ جو Heart Specialist ہیں عمرہ کے لئے گیا۔ جب ہم مدینہ میں مولانا سعید احمدؒ صاحب سے ملنے پہنچے تو ان کو کمزوری اور ضعف اچھا خاصا تھا۔ ان کو دیکھ کر بھائی نے مجھ سے کہا کہ میرا تجربہ یہ کہتا تھا کہ حضرت 12 سے 15 دن کے مہمان ہیں اس سے زیادہ مشکل ہے اور واقعی میں اس کے چند روز بعد حضرت انتقال فرما گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب نماز کا وقت ہوا تو ان کے نواسے نے آ کر نماز کی اطلاع دی، جب حضرت نے نماز کا سُنا ایکدم سے اُٹھ کھڑے ہوئے، اور مسجد میں باجماعت نماز ادا فرمائی، ایسا لگا جیسے کوئی انجانی سی طاقت اندر سما گئی ہو۔

نماز سے واپس آ کر پھر اسی طرح بستر پر لیٹ گئے، جیسے جسم میں جان ہی نہیں۔

یہ صورتحال دیکھ کر میرے بھائی نے کہا جو دل کا بڑا اسپشلسٹ ہے کہ یہ منظر جو ابھی ہم نے دیکھا ہے یہ میڈیکل سائنس کے حساب سے ناممکن ہے، یہ حضرت کی کوئی یقیناً روحانی طاقت اور روحانیت ہے۔ جو ایسا ممکن ہو گیا۔ یہ حضرت کا نماز سے عشق تھا، بالکل اتباع سنت میں ہے کہ جیسے حضور ﷺ فرمایا کرتے کہ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ اور فرماتے بلال اذان دے اور مجھے خوشی پہنچا۔

حضرت مولانا سعید احمد خانصاحبؒ کا وصال

ایک محتاط اندازے کے مطابق حضرت کی عمر تقریباً سو سال کی ہوئی۔ حضرت کا آخری ایام میں یعنی انتقال کے ایک سال پہلے سے یہ معمول تھا کہ ہر روز پورا قرآن شریف پڑھنے کی

کوشش فرماتے مگر پھر جتنا ممکن ہوتا تلاوت فرماتے۔ جب کچھ کمزوری اور نقاہت بڑھی تو حضرتؒ نے قرآن مجید سننا شروع کردیا، کوئی اچھا قاری تلاوت کرتا اور حضرت سنتے رہتے۔ یہ معمول اس طرح تھا کہ عشاء کے بعد سننا شروع فرماتے جو رات کے ساڑھے بارہ بجے تک رہتا، یہ معمول تقریباً آخری دنوں تک چلتا رہا، ان دنوں نماز باجماعت کے اہتمام کا یہ حال تھا کہ ساری نمازیں باجماعت ادا فرماتے، یہ نمازیں مسجد نور مدینہ منورہ میں ادا فرماتے، مگر عشاء کی نماز کے لئے حرم نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے۔ البتہ آخری دن جس دن حضرت کا وصال ہوا کمزوری کی وجہ سے پانچویں نمازیں اپنے کمرے میں ادا فرمائیں۔ حالانکہ حضرت کا اصرار تو یہی تھا کہ جماعت سے ادا کریں، مگر ڈاکٹروں کی شدید تاکید کی وجہ سے مجبور ہوئے۔

مسجد نبوی میں جنازہ

وہ ۲۵۔ رجب ۱۴۱۹ھ ہفتہ کا دن تھا، اسی دن رات کو بعد نماز عشاء سے بے ہوشی طاری ہوگئی اس کے بعد حضرت نے کلام نہیں فرمایا اور اسی رات یعنی اتوار والی رات تقریباً ۱:۱۵ (سوا) بجے حضرت اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اسی دوسرے دن بروز اتوار ۲۶۔ رجب ۱۴۱۹ھ فجر کی نماز سے پہلے مسجد نور کے مہمان خانہ میں غسل و تکفین سے فارغ ہو کر اذان فجر سے پہلے ہی جنازہ کو سارے احباب مسجد نبوی ﷺ میں لے آئے جہاں نماز فجر کے بعد امام مسجد نبوی شیخ عبد الباری الشبیتی نے جنازہ پڑھائی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے قدموں میں جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ شیخ ایوب صاحب امام الحرم وہ بھی جنازہ شریک تھے ان کے والد حضرت کے ساتھی تھے اور تبلیغ میں ۴ ماہ بھی لگائے تھے۔

اس طرح ساری دنیا میں اللہ کا نام اور کام لیکر دیوانہ وار پھرنے والے اور اللہ کے دین کے خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے والے ولی اللہ حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ جنت البقیع میں اپنے ہم رکابوں سے جا ملے اور اپنے پیچھے ایک ایسی خلاء چھوڑ گئے جو شاید برسوں میں بھی پُر نہ ہو۔ (سچوں کے ساتھ ہو جاؤ امان اللہ اسماعیل میمن ص: ۹۶۔۹۵)

جنت البقیع میں مدفون چند علماء دیو بند کے ناموں کی فہرست

☆ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ (متوفی ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۹ء)

☆ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ (متوفی ۱۲۸۳ء)

☆ شیخ محمد مظہر دہلویؒ (۱۳۰۱ھ)

☆ حضرت شاہ رفیع الدین دیو بندیؒ (متوفی ۱۳۰۸ھ)

☆ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ

☆ مولانا محمد صدیقؒ صاحب مہاجر مدنیؒ

☆ مولانا سید احمد مہاجر مدنیؒ (ولادت ۱۲۹۳، وفات ۱۳۵۸ ھ ، ۱۹۳۹ء)

☆ مولانا جمیل احمد مدنیؒ

☆ حضرت مولانا شیر محمد گھوتوی مہاجر مدنیؒ (متوفی ۱۳۸۶ھ)

☆ حضرت مولانا عبدالشکور دیو بندیؒ (متوفی ستمبر ۱۹۶۳ء)

☆ مولانا شیخ عبدالحق نقشبندی مدنیؒ

☆ حضرت مولانا محمد موسیٰ مہاجر مدنیؒ

☆ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ (متوفی ۱۹۶۵ء)

☆ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی، مہاجر مدنیؒ (متوفی ۱۹۶۹ء)

☆ حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۷۸)

☆ مولانا انعام کریمؒ

☆ حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ (متوفی ۱۹۸۶ء)

☆ مولانا قاری سید حسین شاہ بخاری ہزارویؒ (متوفی ۔۔۔ ۱۹۹۴)

☆ سید قاری عبدالعزیزؒ

☆ مولانا حافظ غلام محمد (المعروف بڑے حافظ جی) (متوفی۔۔۱۹۹۷)

☆ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب ؒ (متوفی۔۔۱۹۹۸)

☆ حضرت الحاج ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ سکھروی ؒ (متوفی۔۔۲۰۰۰)

☆ صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ (متوفی ۲۰۰۰)

☆ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ؒ

☆ سید حبیب محمد راحمد مدنی ؒ (متوفی ۲۰۰۲)

☆ حضرت مولانا منظور احمد الحسینی علیہ الرحمہ (متوفی ۲۰۰۵)

☆ حضرت مولانا معین الدین ہزاروی ؒ

☆ حضرت مولانا معین رشید الدین حمیدی نور اللہ مرقدہ

☆ مولانا سید محمود احمد مدنی ؒ (۱۳۰۸ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ۔۔۔م ۱۹۷۱ھ)

☆ عبدالقدوس صاحب دیو بندی ؒ

☆ حضرت مولانا عبدالحق عباسی علیہ الرحمہ

☆ حضرت مولانا عبدالرحمان عباسی ؒ

☆ حضرت مولانا آفتاب احمد مدنی ؒ (وفات ۸ مئی ۲۰۰۸)

☆ حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی ؒ (وفات ۲۹ جون ۲۰۰۸)

☆ حکیم بنیاد علی مرحوم والد ماجد مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری ؒ

☆ حضرت مولانا عبدالحق بنوری ؒ

☆ حضرت مولانا حامد مرزا فرغانی ؒ فاضل دار العلوم دیو بند

☆ حضرت مولانا عبدالکریم ؒ ابن بنت شاہ عبدالغنی ؒ

☆ حضرت امۃ اللہ صاحب بنت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی ؒ واساتذہ حدیث حضرت مولانا

محمد یوسف بنوریؒ

☆ حضرت مولانا ہاشم بخاریؒ صاحب فاضل واستاذ دارالعلوم

☆ حضرت مولانا عبدالقدوسؒ بنگالی مجاز صحبت حضرت تھانویؒ

☆ حضرت مولانا محمد اسماعیل برماویؒ مظاہری تلمیذ حضرت سہارنپوریؒ

☆ حضرت مولانا محمد صدیق پٹھان مدرس مسجد نبوی شریف ومدرس دارالحدیث

☆ حضرت مولانا حافظ غلام محمدؒ صاحب فاضل دارالعلوم ڈابھیل

☆ حضرت مولانا صوفی محمد اسلمؒ صاحب خلیفہ مجاز مولانا فقیر محمد صاحبؒ

☆ حضرت مولانا قاضی نور محمد ارکانیؒ

☆ حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ دارالعلوم دیوبند

☆ حضرت مولانا لعل محمدؒ صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند

☆ حضرت مولانا عبدالحمیدؒ صاحب مظاہری

☆ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدیر مدرسہ برماوی تحفیظ القرآن مدینہ منورہ

☆ حضرت مولانا شیخ محمود احمد صاحب بمبئی والے، متوسل حضرت قاری محمد طیب قاسمیؒ

☆ شیخ کامل سندھی متوسل مولانا احمد علی لاہوریؒ

☆ قاری عبدالرشید لدھیانویؒ نبیرہ مولف نورانی قاعدہ

☆ قاری عبدالرؤفؒ صاحب۔۔۔۔۔ مدرس حرم مدنی

☆ قاری عبدالرحمان تونسویؒ۔۔۔۔ مدرس تحفیظ القرآن حرم مدنی

☆ حافظ غلام رسولؒ صاحب۔۔۔۔۔ مدرس تحفیظ القرآن حرم مدنی

☆ حضرت قاری عبدالغفورؒ صاحب۔۔۔۔ مدرس تحفیظ القرآن مدینہ منورہ

☆ مولانا عبدالمالک مرادآبادیؒ۔۔۔ مشرف مدارس تحفیظ القرآن مدینہ منورہ

☆ شیخ محمد خیاط ؒ ۔۔۔ واعظ تبلیغ مسجد نبوی شریف

☆ مولانا عبدالعزیز مشرقی بن حکیم فاضل محمد ؒ صاحب ۔۔ تلمیذ حضرت گنگوہی و خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ

☆ مولانا حاجی غلام حسین ؒ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

☆ مولانا عبدالمغیث ہندی ؒ

☆ مولانا حاجی انیس ؒ ۔۔۔۔۔ خلیفہ حضرت شیخ الحدیث

☆ مولانا عبدالوحید ۔۔۔۔۔ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

☆ صوفی عبداللہ بن ملا سعد اللہ لاہوری

☆ حضرت مولانا عبدالکریم ۔

جنت البقیع کیا ہے؟

یہ مدینہ منورہ کا قدیمی قبرستان ہے جس میں نبی کریم ﷺ اکثر تشریف لے جاتے تھے اور یہاں والوں کے لئے دُعائے مغفرت کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کے اس قبرستان سے ستر ہزار افراد بے حساب جنت میں جائیں گے جن کے چہرے ماہ نیم سے زیادہ چمکدار ہوں گے یہاں والوں کا حشر رسول ﷺ کے ساتھ ہوگا، رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ روضہ اطہر سے اٹھ کر یہاں تشریف لائیں گے اور یہاں والوں کو ساتھ لے کر آگے تشریف لے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص مدینہ میں انتقال کرے اور بقیع میں دفن ہو میں روزِ حشر اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا۔"

دیگر احادیث سے بھی یہاں دفن ہونے والوں کی بڑی فضیلت اور منقبت معلوم ہوتی ہے۔ غرض اس چھوٹے سے خطہ زمین میں ہزاروں صحابہ کرام اور ہزار ہا سادات تابعین اور تبع تابعین اور لاکھوں اولیاء کرام اور علماء عظام آرام فرما ہیں جن کی صحیح تعداد اور مدفن کا علم تو علیم وخبیر کو ہے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی پسند

سرزمین مدینہ چونکہ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں بہت زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ بھی اپنی آرام گاہ کے لئے اسی کو محبوب اور پسند رکھتے تھے، ارشاد نبوی ﷺ ہے: "زمین پر مدینہ کے علاوہ کوئی قطعہ ایسا نہیں جہاں مجھے اپنی قبر کا ہونا زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔ (موطا امام مالک)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آرزو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہادت کی بھی آرزو تھی اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک شہر میں پیوند خاک ہونے کی بھی تمنا تھی چنانچہ آپ یہ دعاء فرماتے:

اللّٰھُمَ ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک. (وفاء الوفا)
الٰہی مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں موت دے۔"
اگر چہ بظاہر اس کا امکان نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے فاروق اعظم کی دعاء کو قبول فرمایا شہادت بھی نصیب ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کا قرب بھی عطا ہوا۔

ایک اہم فضیلت

مدینہ منورہ مرنے والوں کی ایک اہم اور بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کا حشر و نشر سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا اور سرکارِ دو عالم ﷺ دشوار گذار گھاٹی سے ان کو پار اُتار دیں گے۔

ابن رزین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''اول مجھ سے زمین شق ہوگی پھر ابو بکر سے پھر عمر سے پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا اور وہ اٹھیں گے پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا پس میری روانگی اہل حرمین کے ساتھ ہوگی۔"
اور ابنِ نجار کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"میں اور ابو بکر اور عمر تینوں اہل بقیع کے پاس جائیں گے تب ان کو قبروں سے اٹھایا جائے گا پھر اہل مکہ اٹھائے جائیں گے۔" (وفاء الوفاء)
جب سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہمراہی اور ہمرکابی نصیب ہوگی تو پھر اس مسافر آخرت کو کیا غم؟ اور کس بات کی فکر؟

"چہ باک از موج بحر آن را کہ باشند چوں تو کشتی بان"

موتِ مدینہ کیلئے ترغیب

"جو شخص مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ مدینہ ہی میں مرے اس لئے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔ (رواہ البیہقی)

احادیث میں اہل بقیع کے متعدد فضائل اور مناقب آئے ہیں جن کی بناء پر علماء امت کا اجماع ہے کہ مدینہ منورہ کی موت دیگر تمام شہروں کی موت سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہے۔